تفہیم الاحادیث

www.KitaboSunnat.com

جلد اوّل

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ معارفِ اسلامی منصورہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تفہیم الاحادیث

جلد اوّل

ہزاروں صفحات میں پھیلا ہوا یکجا ذخیرہ

مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ

جمع وترتیب وتخریج:---عبدالوکیل علوی

ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	تفہیم الاحادیث۔ جلد اول (عقیدۂ توحید)
مواد از تصنیفات	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
تخریج وترتیب	مولانا عبدالوکیل علوی
باہتمام	ادارہ معارف اسلامی۔ منصورہ
کمپیوٹر کمپوزنگ	مکتبہ جدید
مطبع	قومی پریس لاہور
اشاعت اول	اگست 1993 (1000)
اشاعت چہارم	ستمبر 2000 (1000)
اشاعت پنجم	نومبر 2003 (1100)
صفحات	466
قیمت	325 روپے

تقسیم کنندہ:

مکتبہ معارف اسلامی

منصورہ ملتان روڈ۔ لاہور۔ 54570

فون: 042-5419520-5432476-5432419

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ
وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

الحشر ۵۹/۷

”جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دے وہ لے لو اور جس
چیز سے تم کو روک دے اس سے رُک جاؤ“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

پیش لفظ ۱۱

عرضِ مرتب ۱۳

مقدمہ: از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ۱۷

باب اول: توحید

فصل اول

توحید اور اس کے تقاضے ۵۸

اساسیاتِ اسلام ۵۸

ایمان ۶۲

اسلام ۶۵

تقویٰ ۶۶

احسان ۶۸

قانونی اور حقیقی اسلام کا فرق ۸۱

استقامت فی الدین ۸۵

توکل علی اللہ ۸۷

صرف ایمان باللہ ہی سے انسان راہ راست پر قائم رہ سکتا ہے ۸۸

انسان کا اصل دشمن ۹۰

اخلاصِ عمل ۹۱

اسلام میں ایمان بلا امانت اور دین بلا عہد کا کوئی تصور نہیں ۹۳

مومن صادق کی پہچان ۹۴

گنہگار مومن اور نیکوکار کافر کا فرق ۹۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کس موقع کا ایمان معتبر ہے؟ ۹۸
مخلص مومن کے لیے دنیوی مصائب گناہوں کا کفارہ ہیں ۹۹
ایک اسرائیلی موحد کا ایمان افروز واقعہ ۱۰۵
اللہ کا بندے سے معاملہ بندے کے گمان کے مطابق ہے ۱۱۶
اسلام میں بنیادی چیز عقیدۂ توحید ہے ۱۱۸
کن حالات میں کلمۂ کفر کہنے کی رخصت ہے ۱۲۵
صرف کلمۂ توحید کا اقرار عرب وعجم کی فرمانروائی ۱۲۸
کیا راستبازی اور خداترسی سے دنیا بگڑ جاتی ہے ۱۳۷
گردش لیل ونہار اور ایمان باللہ ۱۳۹
کیا اسلامی معتقدات کا اقرار کرنے والے کو ملت سے خارج کیا جا سکتا ہے؟ ۱۴۵
کسی مسلمان کو کافر قرار دینا کیسا ہے ۱۴۶
تکفیر اور تفسیق مسلم ۱۴۷
کلمہ توحید کا اقرار کرنے والا قتل نہیں کیا جائے گا ۱۵۶
دو مختلف ملتوں کے لوگ ایک دوسرے سے مکمل طور پر کٹ جاتے ہیں ۱۶۲

فصل دوم

چند مخصوص صفات باری تعالیٰ ۱۶۴
خدا کے سوا ہر شے فانی ہے ۱۶۴
ساری مخلوق کا رازق صرف اللہ ہے ۱۶۶
بندوں کی اطاعت یا معصیت سے اللہ کی بادشاہت متاثر نہیں ہوتی ۱۶۹
تخلیقِ کائنات دلیلِ خالقِ کائنات ۱۷۴
انسان کا تخلیقی مادہ ۱۷۵
خالق کا کمالِ حکمت ۱۷۶
حیات بعد الموت کا امکان ۱۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نا قابلِ توجیہہ حوادثِ حیات اور خالقِ کائنات ۱۷۷
توبہ کرنے والا اللہ کو بہت پیارا لگتا ہے ۱۷۹
خالق کو اپنی مخلوق کتنی محبوب ہے ۱۸۲
علم ما کان وما یکون صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ۱۸۵
الوہیت اور علمِ غیب میں گہرا تعلق ہے ۱۹۱
کیا صفتِ علم غیب قابلِ تجزیہ ہے ۱۹۲
یہ اسلام کا اساسی اور بنیادی عقیدہ ۱۹۲

فصل سوم

الاسماء الحسنٰی ۱۹۴ تا ۳۷۱

فصل چہارم

شرک اور اس کے نتائج واثرات ۳۷۲
خودساختہ معبود اپنے پوجنے والوں کے ساتھ جہنم میں ہوں گے ۳۷۲
بچوں کے ذہن میں نقشِ توحید کس طرح بٹھایا جائے ۳۷۴
مشرکین سے ایک سوال ۳۷۵
خواہشِ نفس بدترین معبود ۳۷۶
کیا شرک کے ساتھ نیکی کا کوئی وزن ہے؟ ۳۷۷
شرک سب سے بڑا گناہ ہے ۳۷۸
کیا اسلام میں قبر پرستی کی گنجائش ہے ۳۸۱
زیارتِ قبور ۳۸۴
قبولیتِ دعا کے لیے قبروں پر چلہ کشی ۳۸۷
علماء اور درویشوں کو رب بنانا ۳۸۸
ماں باپ بھی شرک کا حکم دیں تو انکار کردو ۳۹۱
شرک ظلم عظیم ہے ۳۹۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل پنجم

قضاء وقدر	۳۹۶
قضاء مبرم اور قضاء معلق	۳۹۶
قضاء کے معنی	۳۹۷
مسئلہ جبر وقدر	۳۹۷
مسئلۂ تقدیر کی نوعیت	۴۰۰
انسان اور شیطان کی باہمی آویزش	۴۰۰
فضول باتوں اور کثرتِ سوال سے اجتناب	۴۰۱
عقیدۂ تقدیر کا فائدہ عملی زندگی میں	۴۰۷
کیا مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے؟	۴۱۱
انسان کے فطرت پر پیدا ہونے کا مفہوم	۴۲۳

فصل ششم

ذاتِ باری تعالیٰ احادیث کی روشنی میں	۴۳۱
باری تعالیٰ کی عالم سماوی سے نسبت	۴۳۱
رؤیتِ باری تعالیٰ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ	۴۳۴
رؤیتِ جبرائیل	۴۳۵
قاب قوسین کا مفہوم	۴۳۹
رؤیتِ قلبی کے بارے میں روایات	۴۴۳
روایات کا ماحصل	۴۵۲

فصل ہفتم

آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ	۴۵۵
آخرت میں دیدارِ الٰہی کی کیفیت	۴۵۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفہیم الاحادیث ---- جلد اوّل

مقدمہ: مقامِ حدیث

عقیدۂ توحید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

۱۹۵۳ء میں جیل میں مولانا محترم نے حدیث کی نامور کتاب سنن ابوداؤد کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ ایک ایک حدیث پر طویل غور و خوض کیا۔ نصوص حدیث کے ساتھ ساتھ راویوں کے حالات اور مختلف احادیث کی باہم مطابقت اور حدیث سے طریق استنباط پر بھی نظر رکھی۔ اس مطالعہ کے دوران مرحوم کے ذہن میں ابوداؤد کے اردو ترجمہ اور تشریح کا خاکہ ابھر آیا۔ شاید تفہیم القرآن کے طرز پر حدیث میں ابوداؤد کو بنیاد بنا کر ایک جامع شرح لکھنا چاہتے تھے۔ جیل سے رہائی کے بعد انہوں نے متعدد بار اس کا ذکر کیا۔ مگر حالات کے مدوجزر اور مصروفیات کے ہجوم نے انہیں اس خاکے میں رنگ بھرنے کا موقع نہ دیا۔ تفہیم القرآن مکمل ہوئی تو سیرت رسول اللہ ﷺ کی طرف ان کا ذہن منتقل ہو گیا۔ چنانچہ سیرت سرور عالم کے نام سے دو جلدوں کی اشاعت کے بعد جو مکی دور تک محیط ہیں تیسری جلد کا کام شروع کر دیا اور اسی کام کے دوران وہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

مرحوم کا لٹریچر قرآن و حدیث کے حوالوں اور تشریحات کا بے بہا خزانہ ہے۔ چنانچہ اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ مرحوم نے لٹریچر میں جن احادیث کو بطور حوالہ بیان کیا ہے اور پھر اپنے خصوصی ذہن و ذوق کے ساتھ احادیث کی جو تشریح و تنقیح کی ہے اسے ہزاروں صفحات میں سے کھنگال کر جمع کر دیا جائے اور کہیں کوئی خلا رہ گیا ہو تو اسے پُر کر دیا جائے اور یوں موصوف کی حدیثی فکر کی کچھ تصویر اردو قارئین کے سامنے پیش کر دی جائے۔ یہ کام جناب مولانا عبدالوکیل علوی صاحب نے انجام دیا ہے۔ علم و تحقیق میں کمال کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تاہم مولانا عبدالوکیل علوی صاحب کی یہ کوشش علمی حلقوں کے اندر ستائش و استحسان کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

جس طرح قرآن کریم کی عربی اور اردو تفسیر کی بہتات ہے اور ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر کا سماں ہے، اسی طرح احادیث کی شروح بھی ہر دور میں بکثرت تیار ہوتی رہی ہیں۔ عربی زبان تو ان شروح کا اصل منبع و مسکن ہے۔ اردو میں بھی خدا کے چند بندوں نے شروح کے کئی گلدستے تیار کیے ہیں۔ ان تمام شروح میں زیادہ تر احادیث کے اندر پنہاں معانی و مضامین کی بے نقابی، متضاد احادیث کی تطبیق اور فقہی مذاہب کے استخراج کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ مولانا مودودیؒ نے اس اسلوب سے ہٹ کر جس طرح قرآن کی تفسیر میں اسلام کے جامع نظام حیات کے مختلف گوشوں کی دور حاضر کی زبان میں وضاحت کی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طرح احادیث پر بھی کلام کرتے ہوئے یہی نقشہ ذہن میں رکھا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ احادیث کا زیرِنظر مجموعہ جسے "تفہیم الاحادیث" کا نام دیا گیا ہے، قارئین کرام کے ذہن میں وہی فکر و تصور، وہی ولولہ و جذبہ اور وہی وسعت و بصیرت پیدا کردے گا جو تفہیم القرآن پیدا کر رہی ہے۔

یہ مجموعہ سالوں کی محنت، زرکثیر کے خرچ اور غور و فکر کے طویل عرصے کا نچوڑ ہے۔ ادارہ معارف اسلامی منصورہ اپنی اس پیش کش کے ذریعے صرف ایک ہی چیز کا خواہاں ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو اہل ایمان کے اندر اتباع سنت کا ذریعہ بنائے اور ارکان ادارہ کے لیے اخروی فلاح کا پروانہ ثابت کرے۔ وما ذلک علی الله بعزیز.

خاکسار

خلیل احمد حامدی

ڈائریکٹر، ادارہ معارف اسلامی

منصورہ، لاہور۔

مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۹۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض مرتب

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تفہیم الاحادیث کے جس کار عظیم کو آج سے چند سال قبل شروع کیا تھا اس کا ایک حصہ یعنی پہلی جلد قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ یہ سعادت محض خالق ارض وسما کے فضل و کرم سے اور اس کی توفیق خاص کی مرہون منت ہے، ورنہ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑے کٹھن مراحل سے گزر کر ساحل تکمیل تک پہنچنے کی اپنی حد تک ایک کاوش کی ہے، خدا کرے یہ سعی و کاوش ثمر آور ہو۔

جب یہ کام شروع کیا گیا تو اندازہ ہوا کہ ایک ٹھوس علمی اور تحقیقی کتاب اپنی طرف سے مدون و مرتب کرنے کے مقابلہ میں مولانا محترم رحمۃ اللہ علیہ کے پورے ذخیرہ کتب میں سے عبارتیں نکال کر ایک کتاب ترتیب دینے کا کام کتنا بھاری اور کتنا محنت طلب ہے۔ تفہیم القرآن کی چھ جلدوں کے ساتھ ساتھ آپ کے وسیع لٹریچر کو ایک خاص نقطہ نظر سے پڑھنا، تمام احادیث کے متون، ترجموں، تشریح اور فقہی مسائل کو الگ الگ نشان زد کرنا، پھر اس کی تشریح کے لیے مفید مطلب مناسب و موزوں عبارات پر نشان لگانا، ان کی نقول تیار کرنا اور سب سے آخر میں ان کو ابواب اور فصول میں ترتیب دینا، ان کی عنوان بندی کرنا، یہ سارا کام اتنا صبر آزما تھا کہ بار بار دامن ہمت تار تار ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو جاتا تھا۔ مگر ایسے مواقع پر فضل ایزدی ڈھارس بندھاتا رہا اور کام جاری رہا۔ آج اس کاوش اور سعی و جہد کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے۔

تالیف و تدوین کا یہ کام اپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے جتنا اہم اور عظیم ہے اپنے حجم کے لحاظ سے اسی قدر ضخیم ہے۔ مولانا کی تصنیفات میں سے انتخاب کر کے جو مواد نقل کیا گیا وہ کم و بیش چار ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں وہ تمام احادیث جمع کی گئی ہیں جنہیں مولانا محترم نے اپنے پورے لٹریچر میں استعمال کیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اسے نقل کرنے سے پہلے پورے کا پورا لٹریچر ایک خاص نقطہ نظر سے پڑھا گیا، مفید مطلب عبارات پر نشان لگایا گیا اور واضح کیا گیا کہ یہ حدیث کا متن ہے اور یہ اس کا ترجمہ ہے اور یہ اس کی تشریح ہے۔ جن احادیث سے فقہی مسائل استنباط کیے گئے ان پر الگ نشان لگایا گیا۔ متن حدیث کی بجائے کہیں محض ترجمہ ملا تو اسے بھی نکال لیا گیا۔ اس کام کی تکمیل پر کس قدر محنت کی گئی، کتنی عرق ریزی سے یہ کام انجام پایا اس کا صحیح اندازہ صرف وہی شخص لگا سکتا ہے جس نے کبھی اس وادی پرخار میں قدم رکھا ہو، ورنہ ایک عام آدمی تو اس کام کی مشکلات کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محترم نے اکثر و بیشتر احادیث نقل کرتے وقت صرف اتنا کہہ دیا ہے کہ فلاں حدیث بخاری و مسلم میں ہے یا متفق علیہ ہے یا ابوداؤد ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے، اسی طرح احادیث کی دیگر کتب کے حوالہ جات بھی دیے ہیں مگر یہ بات کم ہی ملی ہے کہ بخاری و مسلم نے اس حدیث کو کس کتاب میں، کس فصل یا باب میں اور کس عنوان کے تحت یا کتاب کے کس صفحہ پر روایت کیا ہے۔ پھر مولانا محترم نے اکثر مقامات پر حدیث کا صرف اتنا جزو ہی نقل کیا ہے جتنا انہیں اس مقام کے لحاظ سے استشہاد کے لیے مطلوب تھا۔ پوری حدیث نقل نہیں کی اور پوری سند تو بہت ہی کم نقل کی ہے۔

اس نقل شدہ مواد کو ایک مفید کتاب کی صورت میں مرتب و مدون کرنے کے لیے ان تمام نقل شدہ احادیث کی سندیں شامل کی گئیں۔ جہاں حدیث کا ایک جزو استعمال کیا گیا وہ پوری حدیث مع سند نقل کی گئی تا کہ قاری یہ جان سکے کہ یہ کس حدیث کا جزو ہے یا کس محدث نے اپنی کس کتاب میں اور کس باب میں یا فصل اور کس عنوان کے تحت روایت کیا ہے وغیرہ۔ نیز حدیث کے بارے میں محدث کی محدثانہ رائے کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہے، صحیح ہے، حسن ہے یا ضعیف ہے وغیرہ، بھی درج کی گئی ہے۔ مزید برآں ایسی احادیث بھی شامل کی گئی ہیں جو ان کے مفہوم کی تائید کرتی ہیں جنہیں مؤیدات کہہ سکتے ہیں۔ اس مفید اضافے سے اصل مواد کی ضخامت تو واقعتاً بڑھ گئی ہے مگر ساتھ ہی فوائد میں بے حساب اضافہ بھی ہوا ہے۔

حدیث کی تخریج کے لیے جو اصول پیش نظر رکھا گیا ہے وہ یہ ہے۔

سب سے پہلے حدیث کو صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں تلاش کیا گیا، اگر وہ ان میں مل گئی اور دونوں کے الفاظ بھی یکساں ہیں تو اس صورت میں سند اور متن حدیث صحیح بخاری کا لیا گیا اور حوالہ میں متفق علیہ درج کیا گیا ہے۔ اگر صحیحین کی روایت میں معنوی یکسانیت تو موجود ہے مگر لفظی اختلاف ہے تو اس صورت میں بھی سند اور متن حدیث صحیح بخاری کا لیا گیا ہے اور صحیح مسلم کا اختلاف اور فرق الگ سے نقل کر دیا گیا ہے، اگر مولانا محترم نے خود ہی صحیح مسلم کی روایت لی ہے تو پھر اصل متن اسی روایت کو قرار دیا گیا ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں جو اختلاف ہے اسے واضح کر کے اس کا حوالہ دیا ہے اور اگر مولانا نے صحیحین کے علاوہ باقی کتب اربعہ یعنی سنن ابی داؤد، ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں سے کسی کا حوالہ دیا ہے اور وہ حدیث صحیحین میں سے کسی ایک میں بھی قدرے لفظی اختلاف یا فرق کے ساتھ موجود ہے تو اس صورت میں اصل ماخذ بیان کرنے کے بعد صحیحین کا حوالہ اور فرق و اختلاف بھی درج کرنے کی محتاط کوشش کی گئی ہے۔

اگر کوئی حدیث صحیحین میں نہ ملی تو پھر ابوداؤد کی روایت کو ترجیحاً نقل کیا گیا ہے۔ اگر ابوداؤد اور دیگر کتب میں بھی کوئی حدیث موجود ہے تو اصل متن کے طور پر ابوداؤد کی روایت درج کی گئی ہے اور باقی ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ اور دیگر کتب کے حوالہ جات درج کیے گئے ہیں۔ حوالہ جات کے بارے میں میری یہ کوشش رہی ہے کہ حتی الوسع ایک حدیث کے زیادہ سے زیادہ ممکن الحصول ماخذ و مصادر درج کیے جائیں۔ اصل کتب ماخذ جتنی مجھے دستیاب ہو سکیں ان سب کے حوالہ جات دینے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔

پورے مواد کی تخریج کے مختلف مراحل اس ناچیز نے تن تنہا طے کیے ہیں۔ حدیث کو محض تلاش ہی کرنا نہیں پڑا، بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ اسے نقل بھی خود ہی کرنا پڑتا تھا۔ نقل حدیث کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ کام کی ابتداء اس تدریج کے ساتھ ہوئی کہ آغاز کار کے وقت پوری کتب ماخذ بھی میسر نہ تھیں۔ آہستہ آہستہ کام آگے بڑھتا گیا اور ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور کے ڈائریکٹر جناب مولانا خلیل احمد حامدی نے بیشتر کتب ضرور یہ خرید کر دیں، تو میرے لیے کافی سہولت اور آسانی پیدا ہوگئی، مگر کام بھی اسی لحاظ سے زیادہ ہو گیا اور بوجھ مزید بڑھ گیا کیونکہ اس وقت تک جتنا کام ہو چکا تھا اسے نئی کتابوں کی آمد پر نئے اضافوں اور حوالوں سے آراستہ کرنا پڑا۔ الحمد للہ اچھا خاصا وقت صرف کرنے کے بعد تخریج کے کٹھن اور محنت طلب مرحلے سے بخیر و خوبی گزر گیا اور تخریج کا یہ ہمت شکن کام خدائے لایزل کے فضل و کرم سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

تخریج احادیث کے مراحل کی دشوار گزار راہوں اور گھاٹیوں سے گزرتے وقت بہت سے مقامات ایسے بھی آئے جن کے نشان راہ کا معلوم کرنا نہایت مشکل بن گیا تھا۔ یعنی کچھ احادیث ایسی سامنے آئیں جو اگرچہ زبان زد عوام تو ہیں، مگر تلاش بسیار کے بعد بھی مدت تک ان کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ یہ مرحلہ بھی بڑا اعصاب شکن اور پریشان کن تھا۔ خدا خدا کر کے کچھ دیر بعد ان کا اتا پتا اور سراغ تو ملا مگر ادھورہ اور نامکمل۔ ادھورا اور نامکمل اس معنی میں کہ کسی روایت کا متن تو مل گیا مگر سند کے بغیر۔ مثلاً ''قریش قادۃ الناس'' مولانا محترم نے جس کتاب کا حوالہ دیا ہے اس میں یہ بار بار تلاش کے باوجود نہ ملی۔ آخر کار معلوم ہوا کہ یہ تو فتح الباری شرح صحیح بخاری سے لی گئی ہے وہاں اس حدیث کا متن تو ہے مگر سندِ حدیث نہیں۔ اسی طرح ایک اور بڑی مشہور حدیث ''لا رهبانية في الاسلام'' ہے جو کسی حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی۔ بدرجہ آخر ملی تو تفسیر کی مشہور کتاب ''روح المعانی'' میں اور وہ بھی بغیر سند کے ملی۔ اس طرح ایک اور بہت مشہور حدیث ''لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق'' ہے جو انتہائی ورق گردانی کے بعد مجمع الزوائد کی پانچویں جلد میں، بحوالہ طبرانی بغیر سند کے ملی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

تخریج احادیث کی مشکل ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے بعد ان احادیث پر اعراب لگائے اور ان کا ترجمہ بھی کیا۔ جن کا ترجمہ موجود نہیں تھا اور اس کی صورت بالعموم یہ تھی کہ مولانا محترم نے بتقاضائے ضرورت کسی حدیث کا ایک جز ولیا تھا۔ اس ماخوذ جزو کا ترجمہ مولانا محترم نے کیا تھا، مگر یہ جزو جس حدیث کا حصہ تھا اسے بہ تمام و کمال نقل کرنے کے بعد اس کا ترجمہ بھی کرنا پڑا۔ یہ کام بھی بڑی ذمہ داری کا متقاضی تھا۔ بہر حال اپنی بساط اور مبلغ علم کے مطابق انتہائی سنجیدگی سے اسے نبھانے کی کوشش کی ہے۔

تخریج مواد، اس کو نقل کرنے، عبارات پر اعراب لگانے اور اضافہ شدہ عربی عبارات کا ترجمہ کرنے کے بعد اس کی ترتیب و تبویب کا نہایت گراں بار کام باقی تھا۔ نقل شدہ مواد کی روشنی میں اسے ایک کتابی صورت میں لانے کے لئے اس کی پہلے ابواب بندی کی گئی اور پھر انہیں فصول اور مختلف عناوین کے تحت تقسیم کیا گیا۔ پھر ذیلی عنوانات قائم کئے گئے۔ بعد ازاں حوالہ جات اور احادیث کے نمبر لگائے گئے اور ان حوالہ جات کو اپنے اپنے مقام پر درج کیا گیا تاکہ قاری کو اگر کسی عبارت کے اصل ماخذ کی ضرورت محسوس ہو تو وہ بغیر کسی دشواری اور پریشانی کے اصل ماخذ سے رجوع کر سکے۔ کتاب میں اصل مواد جو مولانا محترم کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے وہ اور تخریج شدہ احادیث کی ترتیب میں اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اصل متن حدیث مکمل صورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہو یا جزو، متن کتاب بنایا گیا ہے اور ایک ورق کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اوپر والے حصے میں اصل متن درج کیا گیا ہے۔ صفحے کے دوسرے حصہ کو اس طرح ------ خط فاصل لگا کر الگ کر دیا گیا ہے۔ اس خط کے نیچے لفظ ''تخریج'' ایک الگ سطر میں لکھ کر اس کے نیچے اس حدیث کی تخریج کی گئی ہے اور اس کے بالمقابل حدیث اور اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ پھر اختتام حدیث پر اس کے مآخذ درج کئے گئے ہیں جو محدثین کے مقرر کردہ مدارج و مراتب حدیث کے مطابق ہیں، البتہ متن کتاب کی حدیث کا ترجمہ، اور اس کی تشریح مولانا محترم کی ہے۔

تفہیم الاحادیث کی پہلی اور دوسری جلد (زائد از ۹۰۰ صفحات) مکمل ہے۔ پہلی جلد کا مقدمہ مولانا سید مودودیؒ ہی کی تحریروں کے اقتباسات پر مشتمل ہے اس مقدمہ میں حدیث کی تدوین، انکار حدیث کا رد اور سنت کی اہمیت بیان کی گئی ہے پھر اصل کتاب کے مباحث کا آغاز ''ایمانیات'' سے کیا گیا ہے۔ خاص طور سے اس حصے میں توحید کے مباحث ہیں۔ اور یہاں پہلی جلد مکمل ہو جائے گی۔ پھر دوسری جلد میں ایمانیات کے تحت رسالت کے متعلق آٹھ مباحث اور آخرت کے متعلق چار ہیں۔ اس طرح دوسری جلد کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ بقیہ موضوعات و مباحث اگلی جلدوں میں آئیں گے۔

رب ذوالجلال کا بڑا کرم و احسان ہے کہ اس جلد پر نظر ثانی مولانا محترم کے دیرینہ رفیق و معاون محترم جناب مولانا ملک غلام علی صاحب نے فرمائی ہے۔ موصوف محترم متبحر عالم دین شخصیت ہیں۔ اہل علم و دانش کی دنیا کے جانے پہچانے صاحب قلم بزرگ ہیں، جماعت کے احباب و ارکان کے علاوہ علمی دنیا میں ان کا ایک خاص علمی مقام و مرتبہ ہے۔

آخر میں یہ خدمت جو کچھ بھی ہے اور جیسی بھی ہے، پیش کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور شرف قبولیت پائے، قارئین کے لئے باعث رشد و ہدایت ہو، مولانا محترم کے لئے بلندی درجات کا باعث بنے اور ادارہ معارف اسلامی منصورہ کو اللہ تعالیٰ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی و سرفرازی سے نوازے۔ نیز ادارے کے ڈائریکٹر جناب مولانا خلیل احمد حامدی کو اپنی نوازشات اور رحمتوں سے سرفراز فرمائے کہ انہوں نے اس اہم اور عظیم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے شب و روز توجہ مبذول فرما کر اس خاکسار کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ ایسے مفید کام کو مکمل کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر سکے۔ وما توفیقی الا باللہ.

خاکسار

عبدالوکیل علوی

ایم۔اے (عربی، اسلامیات تاریخ اسلام) فاضل عربی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُقَدَّمَہ

''اسلام کی نعمت ہر زمانے میں انسان کو دو ہی ذرائع سے پہنچی ہے۔ایک اللہ کا کلام، دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شخصیتیں جن کو اللہ نے نہ صرف اپنے کلام کی تبلیغ و تعلیم اور تفہیم کا واسطہ بنایا، بلکہ اس کے ساتھ عملی قیادت و رہنمائی کے منصب پر بھی مامور کیا تا کہ وہ کلام اللہ کا ٹھیک ٹھیک منشا پورا کرنے کے لیے انسانی افراد اور معاشرے کا تزکیہ کریں اور انسانی زندگی کے بگڑے ہوئے نظام کو سنوار کر اس کی تعمیرِ صالح کر دکھائیں۔

یہ دونوں چیزیں ہمیشہ سے ایسے لازم و ملزوم رہی ہیں کہ ان میں سے کسی کو کسی سے الگ کر کے نہ انسان کو کبھی دین کا صحیح فہم نصیب ہو سکا، اور نہ وہ ہدایت سے بہرہ یاب ہو سکا۔ کتاب کو نبی سے الگ کر دیجیے تو وہ ایک کشتی ہے، ناخدا کے بغیر، جسے لے کر اناڑی مسافر زندگی کے سمندر میں خواہ کتنے ہی بھٹکتے پھریں، منزل مقصود پر کبھی نہیں پہنچ سکتے، اور نبی کو کتاب سے الگ کر دیجیے، تو خدا کا راستہ پانے کے بجائے آدمی ناخدا ہی کو خدا بنا بیٹھنے سے کبھی نہیں بچ سکتا۔ یہ دونوں ہی نتیجے پچھلی قومیں دیکھ چکی ہیں۔ ہندوؤں نے اپنے انبیاء کی سیرتوں کو گم کیا۔ اور صرف کتابیں لے کر بیٹھ گئے۔انجام یہ ہوا کہ کتابیں ان کے لیے گورکھ دھندوں سے بڑھ کر کچھ نہ رہیں۔ حتّٰی کہ آخر کار خود انہیں بھی وہ گم کر بیٹھے۔عیسائیوں نے کتاب کو نظر انداز کر کے نبی کا دامن پکڑا اور اسی کی شخصیت کے گرد گھومنا شروع کیا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی چیز انہیں نبی اللہ کو ابن اللہ بلکہ عین اللہ بنانے سے باز نہ رکھ سکی۔

پرانے ادوار کی طرح اب اس نئے دور میں بھی انسان کو نعمتِ اسلام میسر آنے کے دو ہی ذرائع ہیں جو ازل سے چلے آ رہے ہیں، ایک خدا کا کلام جواب صرف قرآن پاک کی صورت ہی میں مل سکتا ہے۔ دوسرے اسوۂ نبوت جواب صرف محمد عربی ﷺ کی سیرتِ پاک ہی میں محفوظ ہے۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی اسلام کا صحیح فہم انسان کو اگر حاصل ہو سکتا ہے تو اس کی صورت صرف یہ ہے کہ وہ قرآن کو محمد ﷺ سے اور محمد ﷺ کو قرآن سے سمجھے۔ان دونوں کو ایک دوسرے کی مدد سے جس نے سمجھ لیا، اس نے اسلام کو سمجھا۔ ورنہ فہم دین سے بھی محروم رہا اور نتیجۃً ہدایت سے بھی۔

پھر، قرآن اور محمد ﷺ چونکہ ایک مشن رکھتے ہیں، ایک مقصد و مدعا کو لیے ہوئے آئے ہیں، اس لیے ان کو سمجھنے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انحصار اس پر ہے کہ ہم ان کے مشن اور مقصد و مدعا کو کس حد تک سمجھتے ہیں۔ اس چیز کو نظر انداز کر کے دیکھیے تو قرآن عبارتوں کا ایک ذخیرہ اور سیرت پاک واقعات وحوادث کا ایک مجموعہ ہے، آپ لغت اور روایات اور علمی تحقیق وکاوش کی مدد سے تفسیروں کے انبار لگا سکتے ہیں اور تاریخی تحقیق کا کمال دکھا کر رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ کے عہد کے متعلق صحیح ترین اور وسیع ترین معلومات کے ڈھیر لگا سکتے ہیں، مگر روح دین تک نہیں پہنچ سکتے، کیونکہ وہ عبارات اور واقعات سے نہیں بلکہ اس مقصد سے وابستہ ہے جس کے لیے قرآن اتارا گیا اور محمد عربی ﷺ کو اس کی علمبرداری کے لیے کھڑا کیا گیا۔ اصل مقصد کا تصور جتنا صحیح ہوگا، اتنا ہی قرآن اور سیرت کا فہم صحیح، اور جتنا وہ ناقص ہوگا، اتنا ہی ان دونوں کا فہم ناقص رہے گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن اور سیرتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام دونوں ہی بحر ناپیدا کنار ہیں۔ کوئی انسان چاہے کہ ان کے تمام معانی اور فوائد و برکات کا احاطہ کرے تو اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ البتہ جس چیز کی کوشش کی جا سکتی ہے وہ بس یہ ہے کہ جس حد تک ممکن ہو آدمی ان کا زیادہ سے زیادہ صحیح فہم حاصل کرے اور ان کی مدد سے روحِ دین تک رسائی پائے۔''

دنیا کے تمام ہادیوں میں یہ خصوصیت صرف حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہے کہ آپؐ کی تعلیم اور آپؐ کی شخصیت ۱۳ صدیوں سے بالکل اپنے حقیقی رنگ میں محفوظ ہے اور خدا کے فضل سے کچھ ایسا انتظام ہو گیا ہے کہ اب اس کا بدلنا غیر ممکن ہو گیا ہے۔ انسان کی اوہام پرستی اور اعجوبہ پسندی سے بعید نہ تھا کہ وہ اس برگزیدہ ہستی کو بھی، جو کمال کے سب سے اعلیٰ درجہ پر پہنچ چکی تھی، افسانہ بنا کر الوہیت سے کسی نہ کسی طرح متصف کر ڈالتی اور پیروی کے بجائے محض ایک تحیر واستعجاب اور عبادات و پرستش کا موضوع بنا لیتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو بعثتِ انبیاء کے آخری مرحلہ میں ایک ایسا ہادی و رہنما بھیجنا منظور تھا جس کی ذات انسان کے لیے دائمی نمونۂ عمل اور عالمگیر چشمۂ ہدایت ہو۔ اس لیے اس نے محمد ابن عبداللہ ﷺ کی ذات کو اس ظلم سے محفوظ رکھا جو جاہل معتقدوں کے ہاتھوں دوسرے انبیاء اور ہادیانِ اقوام کے ساتھ ہوتا رہا ہے----- آپ کے صحابہ و تابعین اور بعد کے محدثین نے پچھلی امتوں کے برعکس اپنے نبی کی سیرت کو محفوظ رکھنے کا خود ہی غیر معمولی اہتمام کیا ہے جس کی وجہ سے---- ہم آپ کی شخصیت کو ساڑھے تیرہ[1] سو برس گزر جانے پر بھی آج تقریباً اتنے ہی قریب سے دیکھ سکتے ہیں جتنے قریب سے خود آپ کے عہد کے لوگ دیکھ سکتے تھے۔

[1] اب تو چودہ سو سال سے پہلے اوپر ہو گیا ہے [مرتب]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث اور قرآن کا باہمی تعلق

(قدیم و جدید دور کے منکرین حدیث کی جانب سے انکارِ حدیث کے سلسلے میں جو دلائل پیش کیے گئے ہیں) ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے لیے صرف قرآن کافی ہے۔ حدیث کی روایات نا قابلِ اعتبار ہیں، اور ان پر مذہب کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں ہے۔ (گویا) منکرین حدیث کی رائے میں حدیث سے اسلام کو قطعاً کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، بلکہ اس کے برعکس اسی چیز نے دشمنانِ اسلام کو وہ اسلحہ فراہم کیے ہیں جن سے وہ اسلام پر حملے کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی خواہش ہے کہ اسلام سے حدیث کو بالکل خارج کر دیا جائے اور اس کو وہ اسلام کی ایک بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن اور اس سے پہلے تمام آسمانی کتابوں کو رسولوں کے واسطے سے کیوں نازل کیا؟ کیا اللہ اس پر قادر نہ تھا کہ مطبوعہ کتابیں یکا یک زمین پر اتار دیتا اور ان کا ایک ایک نسخہ نوع بشری کے ہر فرد کے پاس آپ سے آپ پہنچ جاتا؟ اگر وہ اس پر قادر نہ تھا تو عاجز تھا، اس کو خدا ہی کیوں مانیے؟ اور اگر وہ قادر تھا اور یقیناً قادر تھا تو اس نے نشر و اشاعت کا یہ ذریعہ کیوں نہ اختیار کیا؟ یہ تو بظاہر ہدایت کا یقینی ذریعہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ایسے صریح معجزے اور بین خرق عادت کو دیکھ کر ہر شخص مان لیتا کہ یہ ہدایت خدا کی طرف سے آئی ہے۔ لیکن خدا نے ایسا نہ کیا اور ہمیشہ رسولوں ہی کے ذریعہ سے کتابیں بھیجتا رہا۔ پھر اس رسالت کے کام پر بھی اس نے فرشتوں یا دوسری غیر انسانی ہستیوں کو مامور نہ کیا، بلکہ ہمیشہ انسانوں ہی کو اس کے لیے منتخب فرمایا۔ ہر زمانے کے کفار نے بہتیرا کہا کہ اگر خدا کو ہم تک کوئی پیغام پہنچانا ہی منظور ہے تو فرشتے کیوں نہیں بھیجتا تاکہ ہم کو بھی اس پیغام کے منزل من اللہ ہونے کا یقین آجائے۔ مگر خدا نے ہر ایسے سوال پر یہی فرمایا کہ اگر ہم فرشتے بھی بھیجتے وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا۔ (انعام:۹) اور یہ کہ اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو ہم ان کی ہدایت کے لیے فرشتے بھیجتے۔ لَوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا۔ (بنی اسرائیل:۹۵)

سوال یہ ہے کہ تنزیلِ کتب کے لیے رسولوں کو واسطہ بنانے اور رسالت کے لیے تمام بندگانِ خدا میں سے بالخصوص انسانوں ہی کو منتخب کرنے پر اس قدر اصرار کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب خود کلام اللہ دیتا ہے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ خدا نے جتنے رسول بھیجے ہیں ان کی بعثت کا مقصد یہ رہا ہے کہ وہ فرامین خداوندی کے مطابق حکم دیں اور لوگ ان کے احکام کی اطاعت کریں۔ وہ الٰہی قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں اور لوگ انہی کے نمونہ کو دیکھ کر اس کا اتباع کریں، وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (النساء:۶۴) انبیاء علیہم السلام پے در پے آئے اور ہر ایک نے لوگوں سے یہی مطالبہ کیا کہ خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کر وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ (الشعراء ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۴۴، ۱۵۰، ۱۶۳، ۱۷۹،) نبی ﷺ سے کہلوایا گیا کہ اِنْ كُنْتُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران:۳۱) مومنوں سے کہا گیا کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:۲۱) اگر محض کتاب اللہ اتار دی جاتی اور کوئی رسول نہ آتا تو لوگ آیات کے معانی میں اختلاف کرتے اور کوئی اس کا فیصلہ کرنے والا نہ ہوتا۔ لوگ احکام کے منشا سمجھنے میں غلطیاں کرتے اور کوئی ان کو صحیح منشا بتانے والا نہ ہوتا۔ اس ضرورت کو تو خیر ایک حد تک فرشتے بھی پورا کر سکتے تھے، مگر پاکیزگی، طہارت اور تقویٰ کے احکام پر لوگ یہ خیال کرتے کہ عملی زندگی میں ان پر عمل کرنا انسان کے بس کا کام نہیں ہے۔ فرشتہ تو انسانی جذبات سے محروم ہے۔ پیٹ نہیں رکھتا۔ شہوانی قوتیں نہیں رکھتا۔ انسانی ضرورتوں سے بے نیاز ہے۔ اس کے لیے متقیانہ زندگی بسر کرنا کچھ مشکل نہیں۔ مگر ہم انسانی کمزوریاں رکھتے ہوئے اس کی تقلید کیسے کریں؟ اس لیے ضروری تھا کہ ایک انسان انہی جذبات و داعیات اور انہی تمام قوتوں اور انسانی تقیدات کے ساتھ زمین پر آتا اور لوگوں کے سامنے احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کر کے بتاتا کہ اس طرح انسان خدا کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کر سکتا ہے۔ اس کو زندگی کے وہ تمام معاملات پیش آتے جو انسان کو پیش آتے ہیں۔ وہ ان تمام معاملات میں عام انسانوں کے ساتھ شریک ہوتا، عملاً حصہ لیتا، قدم قدم پر ان کو اپنے عمل اور اپنے قول سے ہدایات دیتا، ان کی تربیت کرتا، اور انہیں بتاتا کہ زندگی کی پیچیدہ راہوں میں سے کس طرح انسان بچ کر حق اور نیکی کے سیدھے راستے پر چل سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود اللہ نے ہمارے لیے تنہا کتاب اللہ کو کافی نہ سمجھا اور رسول اللہ ؐ کے اتباع اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کو اس کے ساتھ لازم کر دیا۔

قرآن شریف میں صاف طور پر تین چیزوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک حکمِ خدا، دوسرے حکمِ رسول، تیسرے مسلمان حکام اور فرمانرواؤں کے احکام اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ (النساء:۵۹) اگر محض قرآن کا اتباع کافی ہوتا اور اس کے سوا کسی دوسری چیز کے اتباع کی حاجت نہ ہوتی تو رسول اور حکام (اولی الامر) کی اطاعت کا حکم ہی نہ دیا جاتا۔ اگر رسول اور اولی الامر کا حکم قرآنی احکام کے ماسوا کوئی شے نہ ہوتا، تب بھی بقیہ دونوں کی اطاعت کا حکم الگ دینا بے معنی تھا۔ تین چیزوں کی اطاعت کا الگ الگ حکم دینا صاف بتایا ہے کہ قرآن میں جو احکام براہ راست اللہ تعالیٰ نے دیے ہیں، ان کے علاوہ احکام بھی واجب الاطاعت ہیں جو رسول اللہ ؐ دیں، اور ان کی اطاعت بعینہٖ ایسی ہے جیسی اللہ کی اطاعت مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء:۸۰) پھر ان کے ماسوا جو احکام مسلمانوں کے اولی الامر دیں ان کی اطاعت بھی لازم ہے بشرطیکہ ان کے احکام خدا اور رسول ؐ کے احکام سے اصولی مطابقت رکھتے ہوں۔ اختلاف کی صورت میں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دی ہوئی ہدایات کی طرف رجوع کیا جائے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ (النساء۵۹)

اس سے معلوم ہوا کہ تنہا کتاب اللہ کافی نہیں ہے، اس کے ساتھ رسالت کا رشتہ ناقابلِ انقطاع ہے، اور احکام رسول کی اطاعت اور اسوۂ رسول کی پیروی بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح خود کتاب اللہ کے احکام کی اطاعت فرض ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ ہم صرف کتاب اللہ کو لیں گے اور حکم رسول اور اسوۂ رسول کو نہ لیں گے وہ رسالت سے اپنا تعلق منقطع کرتا ہے۔ وہ اس واسطہ کو کاٹتا ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں اور اپنی کتاب کے درمیان ایک لازمی واسطہ کے طور پر قائم فرمایا ہے۔ وہ گویا یہ کہتا ہے کہ خدا کی کتاب اپنے بندوں کے لیے کافی تھی مگر خدا نے بلاضرورت یہ فعل عبث کیا کہ کتاب کو رسول کے ذریعہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل فرمایا۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ۔

کتاب اللہ اور سنتِ رسول کا لازمی تعلق ثابت ہو جانے کے بعد اب اس سوال پر غور کیجیے کہ آیا رسول اللہ ﷺ کے احکام کی اطاعت اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی صرف ان کی حیات جسمانی تک ضروری تھی؟ ان کے بعد اس کی حاجت باقی نہیں رہی؟ اگر ایسا ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت صرف اسی عہد کے لیے تھی جس میں آپ جسم کے ساتھ زندہ تھے۔ آپ کے رحلت فرماتے ہی آپ کی رسالت کا تعلق عملاً دنیا سے منقطع ہو گیا۔ اس صورت میں رسالت کا منصب بے معنی ہو جاتا ہے۔ رسول کا کام اگر محض ایک نامہ بر کی طرح کتاب اللہ کو پہنچا دینا تھا، اور اس سے بڑھ کر کسی اور چیز کی ضرورت نہ تھی تو ہم پھر وہی کہیں گے کہ اس صورت میں رسول کی ضرورت ہی نہ تھی۔ یہ کام کوئی فرشتہ کر سکتا تھا، بلکہ اسے بلا واسطہ بھی کرنا ممکن تھا۔ لیکن اگر کتاب پہنچا دینے کے علاوہ بھی کسی شے کی ضرورت تھی اور اسی کے لیے اتباع کے احکام دیے گئے تھے، اور اگر ہدایت نوعِ بشری کے لیے قرآن کے ساتھ رسول کی ہدایات اور سیرت نبوی کے عملی نمونے کی بھی ضرورت تھی، تو پھر یہ سب کچھ صرف تئیس چوبیس سال کے لیے ہونا کیا معنی؟ محض ایک صدی کے چوتھائی حصہ کے لیے ایک رسول مبعوث کرنا اور اتنی سی مدت کے لیے رسالت کا اتنا بڑا منصب قائم کرنا، اور ایک چیز کو جو رسول کے جسم و جان کا تعلق منقطع ہوتے ہی دنیا کے لیے غیر ضروری ہو جانے والی تھی، اتنی شد و مد کے ساتھ ذریعہ ہدایت قرار دینا، یہ سب بچوں کا کھیل معلوم ہوتا ہے جو خدائے حکیم و دانا کے ہرگز شایانِ شان نہیں ہے۔

اس الزام کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں رفع کر دیا ہے۔ وہ محمد ﷺ سے فرماتا ہے کہ وَمَآ اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ۔ (انبیاء:۱۰۷) ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا فیضان رسالت صرف اپنے زمانے تک کے لیے ہوتا تو آپ کو رحمۃ للعالمین نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اگر کہا جائے کہ آپ قرآن لائے ہیں جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور اسی لیے آپ رحمۃ للعالمین ہیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ رحمت نہ تھے بلکہ رحمت تو قرآن تھا اور آپ کو خواہ مخواہ رحمت کہہ دیا گیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو الگ رحمت فرمایا ہے اور اس کے لانے والے کو الگ پھر یہ جو فرمایا کہ وَمَآ اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْراً وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (سبا:۲۸) یہ ارشاد صاف اشارہ کر رہا ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت کے وقت سے لے کر قیامت تک جن بندگان خدا پر ''الناس'' کا اطلاق ہوتا ہے ان سب کے لیے آپؐ خدا کے رسول ہیں۔ آپؐ کی رسالت کسی خاص زمانہ کے لیے نہیں ہے بلکہ جب تک روئے زمین پر ''الناس'' بستے ہیں اس وقت تک آپؐ کی رسالت قائم ہے۔ آیت میں کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ ''الناس'' سے صرف اسی زمانہ کے لوگ مراد ہیں۔ نہ ایسا کوئی خفیف سے خفیف اشارہ موجود ہے جس سے بعد کے کسی زمانہ تک کی قید نکلتی ہو۔ بخلاف اس کے دوسری آیات اس تفسیر کی تائید کرتی ہیں کہ حضورؐ کی رسالت دائمی ہے اللہ تعالیٰ حضورؐ کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کر چکا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (مائدہ:۳) حضورؐ کی ذات پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً۔ (احزاب:۴۰) اور دوسرے انبیاء کی لائی ہوئی کتابوں کے بخلاف آپؐ کی لائی ہوئی کتاب کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کیا گیا ہے، کیونکہ پہلی کتابیں مخصوص زمانوں کے لیے ہدایت تھیں اور یہ دائمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہدایت ہے۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔(الحجر:۹)

اس سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت ہمیشہ کے لیے ہے اور جب ایسا ہے تو وہ تمام آیات اور احکام بھی ہمیشہ کے لیے ہیں جن میں آنحضرتؐ کے احکام کی اطاعت فرض قرار دی گئی ہے، آپ کی ذات کو اسوۂ حسنہ بتایا گیا ہے، آپ کے اتباع کو رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ کہا گیا ہے، اور ہدایت کا دامن آپ کی پیروی کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا۔ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور:۵۴) رضائے الٰہی حاصل کرنے اور ہدایت پانے کی ضرورت جس طرح رسول اللہ ﷺ کے ہم عہد لوگوں کو تھی اسی طرح آج کے لوگوں کو بھی ہے اور قیامت تک جو لوگ آئیں گے ان سب کو رہے گی۔ پس جب یہ دونوں چیزیں رسولؐ اللہ کے اتباع اور آپ کے نمونۂ حیات کی تقلید کے ساتھ وابستہ ہیں تو لازم ہوا کہ سیرتِ نبوی کے وہ پاک نمونے اور زبانِ وحی ترجمان کے وہ مقدس احکام بھی قرآن کے ساتھ ساتھ باقی رہیں جن سے رسول اکرم ﷺ کے ہم عہد لوگوں نے ہدایت پائی تھی، ورنہ بعد کی نسلوں کے لیے ہدایت ناقص رہ جائے گی۔

میں نے ہدایت ناقص رہ جائے گی کے الفاظ بہت ہی نرم استعمال کیے ہیں۔ تنزیل کتب کے ساتھ رسالت کا جو ناقابلِ انقطاع رشتہ اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے، اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کی جو غیر متبدل سنت ابتدا سے چلی آ رہی ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے تو مجھے کہنا چاہیے تھا کہ اگر اسوۂ رسول باقی نہ رہتا، اگر رسول اللہ ﷺ کے احکام باقی نہ رہتے، اگر ہدایت کا وہ پاک سرچشمہ بند ہو جاتا جو رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں تھا، تو محض کتاب اللہ سے دنیا کی ہدایت ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ اس لیے کہ رسالت کے آثار مٹ جانے کے بعد کتاب اللہ کا باقی رہ جانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے رسول کے بغیر کتاب اللہ کا نازل ہونا۔ اگر کتاب کی تنزیل کے بعد آثارِ رسالت کے رہنے کی ضرورت نہیں ہے تو سرے سے تنزیل کے لیے رسالت ہی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ خدا کی حکمت پر کھلا ہوا طعن ہے اور اگر تنزیل کے ساتھ رسالت کا ہونا لازم ہے، تو یقیناً اسکے ساتھ آثارِ رسالت کا رہنا بھی لازم ہے۔ بغیر آثارِ رسالت کے تنہا کتاب اللہ موجبِ ہدایت نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ آپ بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ اگر آثارِ رسالت محو ہو جاتے تو مسلمانوں کا حشر ان قوموں کا سا ہو جاتا جن کے پاس بجز افسانوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ لوگ کہتے کہ جس شخص پر تمہارے قول کے مطابق یہ کتاب نازل ہوئی ہے اس کے حالات تو بتاؤ کہ ہم ان کو جانچ کر دیکھیں کہ آیا فی الواقع وہ رسولِ خدا ہونے کے قابل تھا بھی یا نہیں مگر ہم انہیں کچھ نہ بتا سکتے۔ لوگ پوچھتے کہ تمہارے پاس قرآن کے دعوے کی تائید میں کون سی ایسی خارجی شہادت ہے جس سے تمہارے نبی کی نبوت ثابت ہو سکتی ہو؟ مگر ہم کوئی شہادت نہ پیش کر سکتے۔ ہم کو خود یہ نہ معلوم ہو سکتا کہ کب اور کن حالات میں قرآن نازل ہوا کس طرح رسول اللہ ﷺ کی شخصیت اور آپؐ کی پاک زندگی کو دیکھ کر لوگ فوج در فوج ایمان لائے، کس طرح آپؐ نے نفوس کا تزکیہ کیا، حکمت کی تعلیم دی اور آیاتِ الٰہی کی تلاوت سے معرفتِ حق کا نور پھیلایا، کس طرح آپؐ نے انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں تنظیم اور اصلاح کا وہ زبردست کام انجام دیا اور شریعت کا وہ ہمہ گیر اور حکیمانہ ضابطہ بنایا جو محض انسانی عقل کے بس کا کام نہیں ہے۔ اور جو اس بات کا ناقابلِ انکار ثبوت ہے کہ آپ حقیقت میں اللہ کے رسول تھے۔ یہی نہیں بلکہ اگر وہ روایات نہ ہوتیں جو منکرین حدیث کے نزدیک دریابرد کر دینے کے قابل ہیں تو ہم قرآن کی سند اس کے لانے والے تک نہ پہنچا سکتے۔ ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ ہوتا کہ یہ قرآن حقیقت میں وہی ہے اور اسی عبارت میں ہے جس میں رسولؐ اللہ پر نازل ہوا تھا۔ ہماری اس کتاب کی وہی حیثیت رہ جاتی جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ژند، اوستا، گیتا، ویدوں اور بدھ مذہب کی کتابوں کی حیثیت ہے۔ اسی طرح ہماری مذہبی زندگی کے جتنے اعمال اور جتنے اصول و قوانین ہیں، یہ بھی سب کے سب بے سند ہو کر رہ جاتے۔ نماز، روزہ حج، زکوٰۃ اور دوسرے اعمال جس صورت میں ادا کیے جاتے ہیں ان کے متعلق ہم نہ بتا سکتے، اور خود نہ جانتے کہ یہ سب رسولؐ اللہ کے مقرر کیے ہوئے طریقوں پر ہیں۔ منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ان سب اعمال کے لیے ''سنتِ متواترہ'' کافی ہے۔ مگر مدوّن اور مستند روایات کی غیر موجودگی میں اس ''سنتِ متواترہ'' کی حیثیت بجز اس کے اور کیا ہوتی کہ اگلوں سے پچھلوں تک نسلاً بعد نسل ایسا ہوتا چلا آیا ہے؟ اس قسم کی متواتر سنتیں تو ہندوؤں، بودھوں اور دوسری قوموں میں بھی ہیں۔ وہ سب یہی کہتے ہیں کہ جو عبادتیں ہم کرتے ہیں اور جو رسمیں ہم میں جاری ہیں وہ بزرگوں سے یونہی چلی آ رہی ہیں۔ مگر کیا آج ان کی سنتِ متواترہ پر دنیا اور خود ان قوموں کے روشن خیال لوگوں میں یہ شبہ نہیں کیا جاتا کہ خدا جانے ان طریقوں کی اصل کیا تھی۔ اور امتداد زمانہ کے ساتھ وہ کس طرح بدلتے چلے گئے؟ کیا ان تمام طریقوں پر آج رسوم پرستی کی پھبتی نہیں اڑائی جاتی؟ اگر کوئی شخص ان میں تغیر کر کے کوئی نئی بدعت ایجاد کرنا چاہے تو کیا ان کے پاس اس بدعت کے خلاف کوئی حجت بجز اس ایک دلیل کے موجود ہے کہ جو کچھ باپ دادا کرتے چلے آرہے ہیں اس میں تغیر نہیں ہوسکتا۔ پھر اگر منکرین حدیث کی خواہش کے مطابق ہمارے ہاں بھی ایسی مسلسل مستند اور مرتب روایات نہ ہوتیں جو ہمارے عہد سے لے کر رسول اللہ ﷺ کے عہد تک ہر واقعہ یا ہر قول کی سند بہم پہنچا دیتی ہیں اور اگر ہمارے پاس بھی صرف عمل متواتر ہی باقی رہ جاتا، تو ہمارے مذہبی اعمال اور معتقدات کا حال ان طریقوں اور ان اوہام سے کچھ مختلف نہ ہوتا جو ہندوؤں اور دوسری قوموں میں پائے جاتے ہیں اور جن کو ''رسوم'' اور ''مذہبی افسانوں'' سے تعبیر کیا جاتا ہے [1] غور کیجیے، یہ اسلام کے لیے قوت اور استحکام کا سبب ہوتا یا کمزوری و نا استواری کا سبب؟

اس بحث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ سنتِ رسول کا رہنا قطعاً ضروری اور ناگزیر ہے۔ اب اس سوال کی طرف آیئے کہ سنتِ رسول کے ہم تک پہنچنے کی صورت کیا ہے اور کیا ہوسکتی ہے؟ یہ بالکل ظاہر ہے کہ نبی ﷺ نے بعثت کے بعد سے رحلت تک تقریباً ربع صدی کا جو زمانہ بسر کیا وہ محض قرآن پڑھنے اور سنانے ہی میں بسر نہیں ہوا ہو گا، بلکہ آپؐ تلاوتِ آیات کے علاوہ بھی شب و روز اپنے دین کی تبلیغ فرماتے رہتے ہوں گے، گمراہ لوگوں کو سمجھانے کی کوشش بھی فرماتے ہوں گے، ایمان لانے والوں کو تعلیم بھی دیتے ہوں گے، اور اپنی عبادات، اپنے اخلاق، اور اپنے اعمالِ حسنہ کا نمونہ پیش کر کے لوگوں کی تربیت اور اصلاح کرنے میں مشغول رہتے ہوں گے۔ خود قرآن میں فرمایا گیا ہے يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ: ۱۵۱) نیز قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ معلمانہ زندگی ایسی شدید مصروفیت میں بسر ہوتی تھی کہ آپ کو اپنے آرام کا ذرہ برابر خیال نہ تھا، ہر لحہ یا تو عبادات میں بسر ہوتا تھا یا وعظ و نصیحت اور تعلیم حکمت اور تزکیہ نفوس میں حتیٰ کہ بار بار اللہ تعالیٰ آپؐ سے فرماتا تھا کہ آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں؟ اپنے آپ کو ہلاک کیوں کیے ڈالتے ہیں؟

اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسی سرگرم مبلغانہ زندگی میں آیاتِ قرآنی کے سوا کوئی بات بھی آپؐ کی زبان سے ایسی نہ

---

[1] خود مسلمانوں میں عرسوں، نیازوں اور شادی و غمی کی رسموں کا جو سلسلہ آج چل رہا ہے، حدیث کی غیر موجودگی میں ان سب کو بھی ''سنت متواترہ'' قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور انکار حدیث کے بعد ان ''متواتر سنتوں'' کی تردید نہیں کی جاسکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نکلتی تھی جو یاد رکھنے اور بیان کرنے کے قابل ہوتی؟ کوئی کام بھی آپ کی زندگی کا ایسا نہ تھا جس کو لوگ اپنے لیے نمونہ سمجھتے، اور دوسروں کو اس پاکیزہ نمونہ کی تقلید کا مشورہ دیتے؟ آپؐ کے اقوال واعمال کے متعلق اہل ایمان کا اعتقاد تھا اور قرآن نے بھی ان کو یہی اعتقاد رکھنے کا حکم دیا تھا کہ آپ کا ہر ارشاد برحق ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (النجم:۳) اور آپ کا ہر عمل واجب التقلید ہے، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:۲۱) ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد رکھتے ہوئے تو مسلمان یقیناً آنحضرت ﷺ کے ہر ارشاد کو دل سے سنتے ہوں گے، ہر عمل پر نگاہ رکھتے ہوں گے، اور آپس میں ایک دوسرے کے سامنے حضورؐ کے اقوال واعمال کے چرچے کرتے ہوں گے۔ جہاں رسالت اور کسی قسم کے تقدس کا اعتقاد نہیں ہوتا وہاں بھی بڑے لوگوں کی باتوں اور حرکات وسکنات پر لوگ نظر رکھتے ہیں اور ان کے اقوال واعمال کے چرچے کیا کرتے ہیں، پھر کیونکر ممکن تھا کہ صحابہ کرامؓ جس مقدس انسان کو خدا کا رسول اور اسلام کا مکمل نمونہ سمجھتے تھے اس سے صرف قرآن لے لیتے اور اس کے دوسرے تمام ارشادات اور اس کے تمام اعمال کی طرف سے کان اور آنکھیں بند کر لیتے۔

اس زمانہ میں فوٹو گرافی کے آلات نہ تھے کہ آنحضرت ﷺ کی تمام حرکات وسکنات کے فلم لے لیے جاتے۔ نہ آواز بھرنے کے آلات تھے کہ آپ کی تقریروں کے ریکارڈ بھر کر رکھ لیے جاتے۔ نہ مکہ ومدینہ سے اخبارات نکلتے تھے کہ روزانہ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں اور آپ کے اعمال حیات کی رپورٹیں شائع ہوتیں۔ ضبط اور نقل کا ذریعہ جو کچھ بھی تھا وہ لوگوں کا حافظہ اور زبانیں تھیں۔ قدیم زمانہ میں نہ صرف عرب بلکہ تمام قوموں کے پاس واقعات کو محفوظ رکھنے اور بعد کی نسلوں تک پہنچانے کا یہی ایک ذریعہ تھا۔ مگر عرب خصوصیت کے ساتھ اپنے حافظہ اور صحت نقل میں ممتاز تھے، اور ان کی یہ خصوصیت ایسی تھی کہ شاید ان حضرات کے فون کریمر کو بھی اس سے انکار نہ ہو، جو قوم ایام العرب، کلامِ جاہلیت، انساب قبائل حتیٰ کہ اونٹوں اور گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد کرتی ہو اور اپنی اولاد کو یاد کراتی ہو، اس سے بعید تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ جیسی عظیم الشان شخصیت کے حالات اور آپ کے ارشادات کو یاد نہ رکھتی اور آنے والی نسلوں تک انہیں منتقل نہ کرتی۔

پھر جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو فطری بات تھی کہ لوگوں میں آپ کے احوال واقوال کی جستجو اور زیادہ بڑھ جاتی، جو لوگ حضور کی زیارت اور صحبت سے محروم رہ گئے تھے ان میں یہ شوق پیدا ہونا بالکل فطری امر تھا کہ آپ کے صحبت یافتہ بزرگوں سے آپؐ کے ارشادات اور آپؐ کے حالات پوچھیں۔ ہم خود دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی پیر مرد ایسا نکل آتا ہے جس نے پچھلی صدی کے اکابر میں سے کسی نامور بڑے شخص کی صحبت پائی ہو تو لوگ اسکے پاس جاتے ہیں اور اس کے حالات دریافت کرتے ہیں، ہمارے ایک دوست نے شمالی ہندوستان سے حیدر آباد کا سفر اس غرض کے لیے کیا اگر کوئی پرانا آدمی ایسا مل جائے جس نے سید جمال الدین افغانی کی صحبت پائی ہو تو اس سے سید صاحب کے حالات معلوم کریں۔ یہ معاملہ جب معمولی انسانوں کے ساتھ پیش آتا ہے تو کیا یہ ممکن تھا کہ خدا کے سب سے بڑے پیغمبرؐ اور دنیا کے سب سے بڑے معلمؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں میں اس کے حالات پوچھنے اور اس کی ارشادات سے مستفید ہونے کی کوئی خواہش نہ ہوتی؟ کیا تاریخ کے ان واقعات میں کوئی استبعاد ہے کہ لوگ جہاں کسی صحابیؓ کی خبر پالیتے وہاں سینکڑوں میل سے سفر کر کے جاتے اور آنحضرت ﷺ کے حالات پوچھتے؟ یہی معاملہ یقیناً صحابہؓ کے بعد تابعین کے ساتھ پیش آیا ہوگا۔ کم از کم دوصدی تک سماعتِ حدیث اور نقل حدیث کا غیر معمولی شغف مسلمانوں میں پایا جانا یقینی ہے اور یہ بات نہ صرف قیاس کے عین مطابق ہے، بلکہ تاریخ بھی اس بات کی شہادت دیتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ منکرین حدیث قیاس عقلی سے تو کام ہی نہیں لیتے۔ رہی تاریخ تو وہ اس کے صرف اسی حصہ کو مانتے ہیں جس سے انکار حدیث کے لیے مواد مل سکتا ہو۔ اس کے سوا تاریخ کی جتنی شہادتیں ہیں سب ان کے نزدیک نامعتبر ہیں۔ لیکن جن لوگوں میں انکار حدیث کے لیے ضد پیدا نہیں ہوئی ہے وہ یقیناً اس بات کو تسلیم کر لیں گے کہ نبی اکرم ﷺ کی زبردست شخصیت اور آپؐ کی تابناک پیغمبرانہ زندگی اتنی ناقابل اعتنا تو نہ تھی کہ مسلمانوں میں کم از کم دو سو برس تک بھی آپ کے حالات معلوم کرنے اور آپ کے ارشادات سننے کا عام شوق نہ رہتا۔ اس سے انکار کرنے کے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ قرونِ اُولیٰ کے لوگوں پر رسول اللہ ﷺ کا کوئی اثر نہ تھا، اور وہ لوگ بھی آپ کی جانب کوئی توجہ نہ رکھتے تھے جو آپ کی رسالت کے قائل ہو چکے تھے۔ منکرین حدیث کو اختیار ہے کہ رسولؐ کی ذات اور ان لوگوں کے متعلق جو آپ سے قریب تر تھے یہ یا اس سے بھی زیادہ بری کوئی رائے قائم کر لیں۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ کوئی مسلمان تو کجا، اسلامی تاریخ اور اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرنے والا کوئی منصف مزاج غیر مسلم بھی اس رائے کو صحیح باور نہ کرے گا۔

اس میں شک نہیں کہ عہد رسالت سے دور ہونے کے بعد مسلمانوں میں بیرونی اثرات بھی داخل ہونے لگے تھے، اور یہ اثرات بیشتر وہ لوگ اپنے ساتھ لائے تھے جنہوں نے عراق، ایران، شام اور مصر میں مذہب اسلام قبول تو کر لیا تھا مگر قدیم مذاہب کے تخیلات ان کے ذہن سے محو نہ ہوئے تھے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی پیدا ہو گیا تھا جو اپنے دل سے گھڑ کر باتیں نکالتا تھا اور محض لوگوں پر اثر قائم کرنے کے لیے ان باتوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ یہ دونوں باتیں تاریخ سے بھی ثابت ہیں اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ ایسا ضرور ہوا ہو گا۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کیا درست ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں میں سب کے سب ایسے ہی لوگ تھے؟ سب جھوٹے اور بے ایمان تھے؟ سب ایسے منافق تھے کہ اسی ہستی پر بہتان گھڑتے جس کی رسالت پر وہ دن بھر میں کم از کم پانچ مرتبہ گواہی دیا کرتے تھے؟ سب ایسے دشمن حق تھے کہ دنیا بھر کی خرافات لے کر رسولؐ کے نام سے خدا کے دین میں داخل کرتے اور اس کی جڑیں کاٹتے؟ یہ نتیجہ نہ عقلاً نکالا جا سکتا ہے اور نہ تاریخ اس کی تائید کرتی ہے اور جب یہ صحیح نہیں ہے تو صداقت کے ساتھ صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلی صدی کے آخر سے حدیث کے ذخیرے میں ایک حصہ ایسی روایات کا بھی داخل ہونے لگا تھا جو موضوع تھیں، اور یہ کہ بعد کی نسلوں کو جو احادیث پہنچی ہیں ان میں صحیح اور غلط اور مشکوک سب قسم کی حدیثیں ملی جلی تھیں۔

کھرے اور کھوٹے کی اس آمیزش کے بعد صحیح طریق کار کیا تھا؟ کیا یہ صحیح ہو سکتا تھا کہ آمیزش کی بنا پر صحیح اور غلط سب کو ایک ساتھ رد کر دیا جاتا، اور بعد کے مسلمان رسالت سے اپنا تعلق منقطع کر لیتے؟ منکرین حدیث اس کو ایک آسان بات سمجھتے ہیں۔ مگر جو لوگ قرآن پر ایمان رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات کو اسوۂ حسنہ سمجھتے تھے، اور جن کے نزدیک حضورؐ کی پیروی کے بغیر ہدایت کا میسر ہونا ممکن نہ تھا، ان کے لیے ایسا کرنا بہت دشوار تھا ------ اتنا دشوار جتنا کسی کے لیے برضا و رغبت آگ میں کود پڑنا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے سب کو رد کر دینے کی بہ نسبت پہاڑ کھود کر جواہر نکالنے کی مشقت کو زیادہ آسان سمجھا۔ رسالت سے اپنا اور مسلمانوں کا تعلق برقرار رکھنے کے لیے شب و روز محنتیں کیں، حدیثوں کو جانچنے اور پرکھنے کے اصول بنائے، کھرے کو کھوٹے سے ممتاز کیا۔ ایک طرف اصولِ روایت کے اعتبار سے حدیثوں کی تنقیح کی، دوسری طرف ہزاروں لاکھوں راویوں کے احوال کی جانچ پڑتال کی۔ تیسری طرف روایت کے اعتبار سے حدیثوں پر نقد کیا۔ اور اس طرح سنت رسول کے متعلق ان لوگوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ایک ایسا ذخیرہ فراہم کر دیا جس کے برابر مستند اور معتبر ذخیرہ آج دنیا میں گزشتہ زمانے کے کسی شخص اور کسی عہد کے متعلق موجود نہیں ہے۔ منکرین حدیث کو آزادی ہے کہ ان کی ساری محنتوں پر بیک جنبش قلم پانی پھیر دیں۔ منکرین حدیث کو اختیار ہے کہ دین کے ان سچے خادموں کو وضاع حدیث، پروردگان عجم، زلہ ربایانِ بنی امیہ و بنی عباس[1] اور جو کچھ چاہیں کہیں، لیکن حق یہ ہے کہ مسلمانوں پر ان محدثین کا اتنا بڑا احسان ہے کہ وہ قیامت تک اس بار سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔ یہ انہی عاشقان رسول کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے پاس رسولؐ اکرم اور صحابہ کرامؓ کے عہد کی پوری تاریخ اپنے جزئیات کے ساتھ موجود ہے اور وہ وسائل بھی ہمارے پاس موجود ہیں جن سے ہم حدیث کے ذخیرے کی جانچ پڑتال کر کے آج بھی واقعات کی صحیح صحیح تحقیق کر سکتے ہیں۔ منکرین حدیث کہتے ہیں کہ بجز متواتر روایات کے (جو بہت کم ہیں) باقی جتنی احادیث ہیں یقینی نہیں ہیں، ان سے علم یقین حاصل نہیں ہوتا بلکہ زیادہ سے زیادہ ظن غالب حاصل ہوتا ہے، پھر ایسی چیزوں پر مذہب کا مدار رکھنا کیا معنی؟ ہم کہتے ہیں کہ مشاہدۂ عینی اور تجربۂ حسی کے سوا دنیا میں کوئی ذریعہ بھی ایسا نہیں ہے جو مفید یقین ہو سکتا ہو تواتر کو بھی محض اس قیاس کی بنا پر یقینی سمجھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمیوں کا جھوٹ پر متفق ہو جانا مستبعد ہے۔ لیکن خبر متواتر کے لیے جو شرائط ہیں وہ بہت کم ایسی خبروں میں پائی جاتی ہیں جن پر تواتر کا گمان ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر امور غیب میں خواہ وہ زمانہ ماضی سے تعلق رکھتے ہوں یا حال سے، ہمارے علم اور ہمارے فیصلوں کا مدار اسی ظن غالب پر ہے جو کم از کم دو شہادتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ خود قرآن نے اسی شہادت کو اتنا معتبر قرار دیا ہے کہ اس کی بنا پر ایک مسلمان کا خون مباح ہو سکتا ہے۔ حالانکہ قرآن کی رو سے مسلمان کا خون اتنا محترم ہے کہ جو کوئی مسلمان کو عمداً قتل کر دے اسے خلود فی النار کی سزا دی جائے گی۔ اسی طرح زنا، قذف اور سرقہ کی حدود میں بھی ایسے اہم فیصلہ جات کا مدار صرف دو یا چار شہادتوں پر رکھا گیا ہے جن سے ایک مسلمان کا ہاتھ کاٹ دیا جا سکتا ہے، یا ایک مسلمان کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جا سکتے ہیں۔ پس جب قرآن مجید میں غیر متواتر شہادتوں ہی پر پورے نظام عدل کی بنیاد رکھی گئی ہے تو قرآن کے مقابلہ میں کس مسلمان کو یہ کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے کہ کسی حدیث کو حدیث رسول مان لینے کے لیے ہر مرتبہ اسناد میں دو چار راویوں کا ہونا کافی نہیں ہے؟ البتہ راویوں میں سے ہم ہر راوی پر اعتماد نہ کریں گے، جس طرح شاہدوں میں سے ہر شاہد کا اعتبار نہیں کرتے۔ ہم حکم قرآن کے بموجب ذَوَا عَدْلٍ کی شرط لگاتے ہیں اور اسی کی تحقیق کے لیے اسماء الرجال کا فن ایجاد کیا گیا، تاکہ راویوں کے حالات کی تحقیق کی جائے۔ اسی طرح ہم راویوں پر جرح بھی کریں گے کہ حدیث کے جوہری نکات میں ان کے درمیان ایسا اختلاف تو نہیں ہے جو ان کے بیان کی صحت کو مشکوک کر دیتا ہو؟ اسی طرح ہم درایت سے بھی کام لیں گے جیسے ایک جج مقدمات میں درایت سے کام لیتا ہے۔[2] مگر جس طرح شاہدوں کے بیانات کا جانچنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، اسی طرح درایت بھی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ حدیث کو اصول درایت پر وہی شخص جانچ سکتا ہے جس نے قرآن کا علم حاصل کر کے اسلام کے اصول اولیہ کو خوب سمجھ لیا ہو، اور جس نے حدیث کے

---

[1] یہ سب القاب منکرین حدیث نے آئمہ حدیث کے لیے استعمال فرمائے ہیں۔

[2] فن حدیث میں درایت کی حیثیت وہی ہے جو قانون میں جج کی رائے اور قوتِ فیصلہ کی ہے۔ جس طرح جج ہر گواہ کے بیان کو یونہی قبول نہیں کر لیتا بلکہ اس کو مختلف پہلوؤں سے جانچ کر رائے قائم کرتا ہے اسی طرح ایک محدث بھی ہر روایت کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کرتا بلکہ جانچ پڑتال کر کے اس کے متعلق رائے قائم کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیشتر ذخیرہ کا گہرا مطالعہ کر کے احادیث کو پرکھنے کی نظر بہم پہنچائی ہو۔ کثرت مطالعہ اور ممارست سے انسان میں ایسا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کا مزاج شناس ہو جاتا ہے اور اسلام کی صحیح روح اس کے دل و دماغ میں بس جاتی ہے۔ پھر وہ ایک حدیث کو دیکھ کر اول نظر میں سمجھ لیتا ہے کہ آیا رسول اللہ ﷺ ایسا فرما سکتے تھے یا نہیں؟ یا آپ کا عمل ایسا ہو سکتا تھا یا نہیں؟ پھر جس طرح ایک معاملہ میں دو قاضیوں کا اجتہاد مختلف ہوتا ہے اور جس طرح قرآن مجید کے معانی میں دو فاضلوں کی تفسیریں مختلف ہو سکتی ہیں، اسی طرح دو محدثوں کی درایت میں بھی اختلاف ممکن ہے۔ خدا نے ہم کو انسانی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا مکلف قرار نہیں دیا ہے۔ اختلاف رائے انسانی فطرت کا مقتضی ہے، اور اس کی وجہ سے نہ قرآن چھوڑا جا سکتا ہے، نہ حدیث، اور نہ عدالت کی کرسی۔ پس ایک حدیث کے متعلق جس حد تک تحقیق انسان کے بس میں ہے، اس کا سامان محدثین نے فراہم کر دیا ہے۔ ہمارا کام اس سامان سے فائدہ اٹھا کر صحیح کو غلط سے ممتاز کرنا اور صحیح کا اتباع کرنا ہے۔ نہ یہ کہ صحیح و غلط کے اختلاط کو دیکھ کر سرے سے رسالت ہی سے قطع تعلق کر لینا۔

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ہم حدیث کو صرف تاریخ ہی کی حیثیت سے لیں گے۔ حجت شرعی نہ بنائیں گے۔ مگر کیا ان حضرات نے رسول کی تاریخ کو سکندر اور نپولین کی تاریخ سمجھا ہے کہ اس کے صحیح ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو؟ کیا وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ اس انسان کی تاریخ ہے جس کا اتباع فرض ہے جس کی اطاعت پر نجات کا مدار ہے، جس کی سیرت مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے؟ اس ذات پاک کی تاریخ دو حال سے خالی نہیں ہو سکتی، یا صحیح ہو گی یا غلط۔ اگر غلط ہے تو اس کو لینا کیا معنی نذر آتش کر دیجیے۔ رسول پر بہتان اور آپ اس کو تاریخ کی حیثیت سے قبول کریں؟ اور اگر وہ صحیح ہے تو اس کا اتباع فرض ہے مسلمان ہوتے ہوئے اس کی پیروی سے آپ بچ کر کہاں جا سکتے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منکرین حدیث کا اِستدلال اور اس کا اِبطال

انکار حدیث کی بنیاد تین بڑے اعتراضات پر رکھی گئی ہے۔ ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے احادیث کو لکھنے سے منع کر دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضورؐ کے زمانے میں اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی قرآن کو محفوظ کرنے کا تو اہتمام کیا گیا، مگر احادیث کے محفوظ کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ تیسرے یہ کہ احادیث صحابہ اور تابعین کے ذہنوں میں چھپی پڑی رہیں، وہ کبھی کبھار اتفاقاً کسی کے سامنے ان کا ذکر کر دیا کرتے تھے، اور ان روایات کو جمع کرنے کا کام حضور کی وفات کے چند سو برس بعد کیا گیا۔ ان تین خلاف واقعہ بنیادوں پر بعض حضرات سوالیہ انداز میں اس نتیجے کی طرف ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ احادیث کے ساتھ یہ برتاؤ اس لیے کیا گیا کہ دراصل وہ محض ایک وقتی حیثیت رکھتی تھیں، دنیا بھر کے لیے اور ہمیشہ کے لیے ان کو ماخذ قانون بنانا سرے سے مطلوب ہی نہ تھا۔

سطور ذیل میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ان تینوں باتوں میں، جن پر اس نتیجے کی بنا رکھی گئی ہے، صداقت کا جوہر کس قدر ہے، اور خود وہ نتیجہ جو ان سے برآمد کیا گیا ہے، بجائے خود کہاں تک صحیح ہے۔

کتابتِ حدیث کی ابتدائی ممانعت اور اس کے وجوہ

رسول اللہ ﷺ کی دو حدیثوں میں، صرف احادیث لکھنے سے منع کیا گیا ہے، ان کو زبانی روایت کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے، بلکہ ان میں سے ایک حدیث میں تو بالفاظ صریح حضورؐ نے فرمایا حَدِّثُوْا عَنِّیْ وَلاَ حَرَجَ ''میری باتیں زبانی بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن دراصل یہ بات سرے سے ہی غلط ہے کہ صرف ان دو حدیثوں کو لے کر ان سے نتائج اخذ کر ڈالے جائیں، اور اس سلسلے کے تمام دوسرے متعلقہ واقعات کو نظر انداز کر دیا جائے۔ پہلی بات جو اس باب میں جاننی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ جس زمانے میں مبعوث ہوئے ہیں اس وقت عرب کی پوری قوم ان پڑھ تھی اور اپنے سارے معاملات حافظے اور زبان سے چلاتی تھی۔ قریش جیسے ترقی یافتہ قبیلے کا حال مورخ بلاذری کی روایت کے مطابق یہ تھا کہ اس میں صرف ۱۷ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ مدینہ کے انصار میں بلاذری ہی کے بقول ۱۱ سے زیادہ آدمیوں کو لکھنا پڑھنا نہ آتا تھا۔ کتابت کے لیے کاغذ ناپید تھا جھلیوں اور ہڈیوں اور کھجور کے پتوں پر تحریریں لکھی جاتی تھیں۔ ان حالات میں جب حضورؐ مبعوث ہوئے تو آپؐ کے سامنے اولین کام یہ تھا کہ قرآن مجید کو اس طرح محفوظ کریں کہ اس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہ ہونے پائے۔ لکھنے والے چونکہ گنے چنے آدمی تھے، اس لیے آپ کو خطرہ تھا کہ جو لوگ وحی کے الفاظ اور آیات لکھ رہے ہیں، وہی لوگ اگر آپؐ ہی سے سن کر آپ کے حوالہ سے دوسری چیزیں بھی لکھیں گے تو قرآن آمیزش سے نہ بچ سکے گا۔ آمیزش نہ ہو گی تو کم از کم شک پڑ جائے گا کہ ایک چیز آیتِ قرآنی ہے یا حدیثِ رسول۔ اس بنا پر ابتدائی دور میں حضورؐ نے احادیث لکھنے سے منع فرما دیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابتِ حدیث کی عام اجازت

مگر یہ حالت زیادہ دیر تک باقی نہیں رہی۔ مدینہ طیبہ پہنچنے کے تھوڑی مدت بعد آپ نے اپنے صحابہ اور ان کے بچوں کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دلوانے کا خود اہتمام فرمایا، اور جب ایک اچھی خاصی تعداد پڑھی لکھی ہوگئی تو احادیث لکھنے کی آپؐ نے اجازت دے دی۔ اس سلسلے میں مستند روایات یہ ہیں:

۱۔ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا وہ لکھ لیتا تھا۔ لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا اور کہا رسول اللہ ایک انسان ہیں، کبھی رضا کی حالت میں بولتے ہیں اور کبھی غضب کی حالت میں۔ تم سب کچھ لکھ ڈالتے ہو؟ اس پر میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک حضورؐ سے پوچھ نہ لوں آپؐ کی کوئی بات نہ لکھوں گا۔ پھر جب حضورؐ سے میں نے پوچھا تو آپ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اُكْتُبْ فَوَا لَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَایَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ۔ لکھو، اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔'' (ابوداؤد۔ مسند احمد۔ حاکم۔ بیہقی فی المدخل)

۲۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا۔ ''میں آپؐ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں مگر یاد نہیں رکھ سکتا۔'' حضورؐ نے فرمایا اِسْتَعِنْ بِیَمِیْنِکَ وَاَوْمَابِیَدِہٖ اِلَی الْخَطِّ ''اپنے ہاتھ سے مدد لو'' اور پھر ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ ''لکھ لیا کرو۔'' (ترمذی)

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَامُسَدَّدٌ، وَابُوْبَکْرِبْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَاثَنَا یَحْیٰی عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْاَخْنَسِ'' عَنِ الْوَلِیْدِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُغِیْثٍ، عَنْ یُوْسُفَ بْنِ مَاهِکٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: کُنْتُ اَکْتُبُ کُلَّ شَیْءٍ اَسْمَعُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُرِیْدُحِفْظَهٗ، فَنَهَتْنِیْ قُرَیْشٌ وَقَالُوْا أَتَکْتُبُ کُلَّ شَیْءٍ تَسْمَعُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ یَتَکَلَّمُ فِی الْغَضَبِ وَالرَّضَا فَاَمْسَکْتُ عَنِ الْکِتَابِ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَوْمَأَ بِاصْبَعِهٖ اِلٰی فِیهِ فَقَالَ:

اُکْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا یَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ.

مآخذ:

O ابوداؤد کتاب العلم باب فی کتاب العلم. O مسندِ احمد ج ۲ ص ۱۹۲ مرویات عبداللّٰہ بن عمرو.

O المستدرک للحاکم جلد ۱ کتاب العلم ص ۱۰۵ الامر بکتابة الحدیث

O مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۷ عمرو بن شعیب O دارمی ص ۱۰۳ باب من رخص فی کتاب العلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔ بعد میں میں (یمن کے ایک صاحب) ابوشاہ نے عرض کیا کہ میرے لیے اسے لکھوا دیجیے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اکتبوالابی شاہ "ابوشاہ کو لکھ کردے دو"۔ (بخاری، احمد ترمذی) اسی واقعہ کی تفصیل ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک دوسری روایت میں یوں بیان ہوئی ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضورؐ نے ایک خطبہ دیا جس میں حرم مکہ کے احکام اور قتل کے معاملہ میں چند قوانین بیان فرمائے۔ اہل یمن میں سے ایک شخص (ابوشاہ) نے اٹھ کر عرض کیا کہ یہ احکام مجھے لکھوا دیں۔ آپ نے فرمایا "اسے یہ احکام لکھ کر دے دیے جائیں۲۔" (بخاری) (ابوداؤد کتاب العلم)

---

۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنِ الْخَلِيْلِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَجلِسُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْمَعُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَدِيْثَ فَيُعْجِبُهُ وَلاَ يَحْفَظُهُ فَشَكَاذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي لَاَسْمَعُ مِنْكَ الْحَدِيْثَ فَيُعْجِبُنِىْ وَلَا اَحْفَظُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعِنْ بِيَمِيْنِكَ وَ اَوْمَأَ بِيَدِهِ الْخَطَّ.

مآخذ:

○ترمذی ابواب العلم باب فی الرخصة فیه۔

تخریج

۲ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ اَلْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: ثَنَا شَيْبَانٌ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلاً مِنْ بَنِي لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيْلٍ مِّنْهُمْ قَتَلُوْهُ فَاُخْبِرَ بِذَالِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ اَوِالْفِيْلَ، قَالَ مُحَمَّدٌ وَاجْعَلُوْهُ عَلَى الشَّكِّ كَذَا قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ الْقَتْلَ اَوِالْفِيْلَ وَغَيْرُه يَقُوْلُ الْفِيْلَ وَسُلِّطَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اَلاَ وَاِنَّهَالَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلاَ تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِىْ اَلاَ وِاِنَّهَا حَلَّتْ لِىْ سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ اَلاَ وَاِنَّهَا سَاعَتِيْ وَهٰذِهٖ حَرَامٌ لاَ يُخْتَلٰى شَوْكُهَا وَلاَ يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلاَ تُلْتَقَطُ سَاقِطُهَا اِلَّالِمُنْشِدٍ فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَبِخَيْرِالنّٰظِرِيْنَ اِمَّا اَنْ يُعْقَلَ وَاِمَّا اَنْ يُقَادَاَهْلُ الْقَتِيْلِ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اُكْتُبْ لِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ صحابہ میں سے کوئی مجھ سے زیادہ حدیثیں نہ رکھتا تھا، مگر عبداللہ بن عمرو بن عاص اس سے مستثنیٰ ہیں۔اس لیے کہ وہ لکھ لیتے تھے اور میں نہ لکھتا تھا!(بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداوٗد، نسائی، مسند احمد)

۵۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مختلف لوگوں نے پوچھا، اور ایک مرتبہ برسرِ منبر بھی آپ سے پوچھا گیا کہ آیا آپ کے پاس کوئی ایسا علم بھی ہے جو خاص طور پر آپ ہی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہو۔انہوں نے جواب دیا کہ نہیں میرے پاس صرف کتاب اللہ ہے، اور یہ چند احکام ہیں جو میں نے حضورؐ سے سن کر لکھ لیے تھے پھر وہ تحریر آپ نے نکال کر دکھائی۔اس میں زکوٰۃ، اور قانونِ تعزیرات، اور حرم مدینہ، اور ایسے ہی بعض اور معاملات کے متعلق چند احکام تھے،(بخاری، مسلم، احمد اور نسائی نے اس مضمون کی متعدد روایات مختلف سندوں کے ساتھ نقل کی ہیں)

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکام کو مختلف علاقوں کی طرف بھیجتے وقت متعدد مواقع پر فوجداری اور دیوانی قوانین اور زکوٰۃ اور میراث کے احکام لکھوا کر دیے تھے جن کو ابوداوٗد، نسائی، دارقطنی، دارمی، طبقات ابن سعد، کتاب الاموال لابی عبید، کتاب الخراج لابی یوسف اور المحلیٰ لابن حزم وغیرہ کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

احادیث کو زبانی روایت کرنے کی ہمت افزائی بلکہ تاکید

یہ تو ہے معاملہ کتابتِ حدیث کا۔لیکن جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔اہل عرب ہزاروں برس سے اپنے کام کتابت کے بجائے حفظ و روایت اور زبانی کلام سے چلانے کے عادی تھے، اور یہی عادت ان کو اسلام کے ابتدائی دور میں بھی

اُكْتُبُوْا لِاَبِیْ فُلَانٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا الْاِ ذْ خِرَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ، فِیْ بُيُوْتِنَا وَقُبُوْرِ نَافَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِ ذْخِرُ اِلَّاالْاِذْخِرُ.

مآخذ:

O بخاری ج ا ص ۲۲ کتاب العلم باب کتابة العلم O ابو داؤد کتاب العلم باب فی کتاب العلم O ترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الرخصة فیه.

تخریج

ح ا : حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: ثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: ثنا عَمْرٌو، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ عَنْ اَخِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَكْثَرَ حَدِيْثاً عَنْهُ مِنِّیْ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍ وفَاِنَّهٗ كَانَ يَكْتُبُ. تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ عَنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برسوں تک رہی۔ان حالات میں قرآن کو محفوظ کرنے کے لیے تو کتابت ضروری سمجھی گئی، کیونکہ اس کا لفظ لفظ آیات اور سورتوں کی ٹھیک اسی ترتیب کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تھی، محفوظ کرنا مطلوب تھا۔لیکن حدیث کے معاملہ میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کیونکہ اس میں مخصوص الفاظ اور ان کی خاص ترتیب کے وحی ہونے کا نہ دعویٰ تھا نہ تصور، بلکہ مقصود صرف ان احکام اور تعلیمات وہدایات کو یاد رکھنا اور پہنچانا تھا جو صحابہؓ کو حضورؐ سے ملی تھیں۔اس باب میں زبانی نقل و روایت کی محض کھلی اجازت ہی نہ تھی بلکہ بکثرت احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بار بار اور بکثرت اس کی تاکید فرمائی تھی۔مثال کے طور پر چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود، جُبیر بن مطعم اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہم حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرأً سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثاً فَحَفِظَہُ حَتّٰی یُبَلِّغَہُ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ اِلٰی مَنْ ھُوَاَفْقَہُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ لَیْسَ بِفَقِیْہٍ۔ اللہ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے اور دوسروں تک پہنچائے۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص سمجھ کی بات کسی ایسے شخص کو پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہو۔اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص خود فقیہ نہیں ہوتا مگر فقہ پہنچانے والا بن جاتا ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی، احمد، ابن ماجہ، دارمی)

۲۔ابوبکرہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا لیبلغ الغائب الشاھد عسٰی ان یبلغ من ھواوعٰی منہ'' جو حاضر ہے وہ ان لوگوں تک پہنچا دے جو حاضر نہیں ہیں۔ہوسکتا ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی تک پہنچا دے جو اس سے زیادہ سمائی رکھتا ہو (بخاری ومسلم)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ.

مآخذ:

- بخاری ج ۱ ص ۲۲ کتاب العلم باب کتابۃ العلم
- ترمذی. ابواب العلم باب فی الرخصۃ فیہ
- دارمی کتاب العلم باب من رخص فی کتابۃ العلم
- مسند احمد ج ۲ ۲۴۸-۲۴۹-۴۴۹ عن ابی ھریرۃ.

تخریج

۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثنا یَحْیٰ عَنْ شُعْبَۃَ، حَدَّثَنِیْ عَمْرُ وبَنُ سُلَیْمَانَ مِنْ وَلِدِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبَانٍ، عَنْ اَبِیْہِ عَنْ زَیْدِبْنِ ثَابِتٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ابوشریح کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دوسرے دن حضورؐ نے خطبہ دیا جسے میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور خوب یاد رکھا ہے اور وہ موقع اب تک میری آنکھوں میں سمایا ہوا ہے۔ خطبہ ختم کر کے حضورؐ نے فرمایا لیبلغ الشاھد الغائب ''جو حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔'' (بخاری)

۴۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی تقریر ختم کر کے آپؐ نے قریب قریب وہی بات فرمائی تھی جو اوپر والی دونوں حدیثوں میں منقول ہوئی ہے۔'' (بخاری)

۵۔ بنی عبدالقیس کا وفد جب بحرین سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے چلتے وقت عرض کیا کہ ہم بہت دور دراز کے باشندے ہیں اور ہمارے اور آپؐ کے درمیان کفار حائل ہیں۔ ہم صرف حرام مہینوں میں ہی حاضر

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثاً فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ.

مآخذ:

○ ابو داؤد ج ۳. ص ۳۲۲ کتاب العلم باب فضل نشر العلم. ○ ترمذی ج ۲ ص ۹۴. ابواب العلم باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع. حدیث زید بن ثابت. حسن. ○ ابن ماجه ص ۸۳ المقدمه باب من بلغ علما ○ مسند احمد ج۵ ص ۱۸۳. زید بن ثابت ○ دارمی ج ۱ ص ۶۵. باب الاقتداء بالعلماء

حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نا اَبُوْدَاوُدَ انبا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ. هذا حديث حسن صحيح (ترمذی حوالہ مذکورہ بالا)

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا بْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ.

(الف) قَالَ ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَاَمْسَكَ اِنْسَانٌ بِخِطَامِهٖ اَوْبِزِمَامِهٖ قَالَ اَىُّ يَوْمٍ هٰذَا ؟ فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ سِوَى اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمُ النَّحْرِ؟ قُلْنَا بَلٰى قَالَ اَىُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ بِذِى الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ ہمیں کچھ ایسی ہدایات دیں جو ہم واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو بتائیں اور جنت کے مستحق ہوں۔ حضورؐ نے جواب میں ان کو دین کے چند احکام بتائے اور فرمایا اِحْفَظُوْهُ وَ اخْبِرُوْهُ مَنْ وَرَاءَ کُمْ ''ان باتوں کو یاد کرلو اور وہاں کے لوگوں کو بتادو۔'' (بخاری)

کیا یہ ہدایات اور بار بار کی تاکیدیں یہی ظاہر کرتی ہیں کہ حضورؐ روایتِ حدیث کی حوصلہ افزائی نہ کرنا چاہتے تھے؟ یا یہ کہ آپ اپنے احکام کو وقتی احکام سمجھتے تھے اور یہ نہ چاہتے تھے کہ لوگوں میں وہ پھیلیں اور عام حالات پر ان کا انطباق کیا جانے لگے؟

يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَاِنَّ الشَّاهِدَعَسٰى اَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَاَوعٰى لَهٗ مِنْهُ.

ماخذ:

O بخاری ج ۱ ص ۱۶ کتاب العلم باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رُبّ مبلغ اوعی من سامع.

O مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰ عن ابن عباس. O ابن ماجه المقدمه باب من بلغ علما.

۱ (ب) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ اَنَّهٗ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰى مَكَّةَ اِئْذَنْ لِيْ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اُحَدِّثْكَ قَوْلاً قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ وَاَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلاَ يَحِلُّ لِاَمْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِاَنْ يَسْفِكَ بِهَادَمًا وَلاَ يَعْضُدُ بِهَا شَجَرَةً فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْهَا فَقُوْلُوْا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ يَاْذَنْ لَكُمْ وَاِنَّمَا اَذِنَ لِيْ فِيْهَا سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ الْحَدِيْث.

ماخذ:

بخاری ج ۱ ص ۲۱ کتاب العلم باب لیبلّغ العلم الشاھد الغائب الخ.

تخریج

۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِقَالَ: اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ اَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَيُجْلِسُنِيْ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَقَالَ اَقِمْ عِنْدِيْ حَتّٰى اَجْعَلَ لَكَ سَهْمًامِنْ مَّالِيْ فَاَقَمْتُ مَعَهٗ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھوٹی حدیث روایت کرنے پر سخت وعید

اور بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حدیث کی نشر و اشاعت کے لیے تاکید فرماتے تھے، بلکہ اس کے ساتھ آپؐ نے ان کی حفاظت اور ان میں جھوٹ کی آمیزش سے احتراز کی بھی سخت تاکید فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

عبداللہ بن عمروؓ بن عاصؓ، ابوہریرہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

جو شخص میرا نام لے کر قصداً جھوٹی بات میری طرف منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (بخاری و ترمذی)

۱۔ ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا حَدِّثُوْا عَنِّيْ، وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ''میری باتیں روایت کرو، اس میں کوئی حرج نہیں، مگر جو میری طرف جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا۔''[1] (مسلم)

۲۔ ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ اور جابرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

میری طرف سے کوئی بات بیان نہ کرو جب تک کہ تمہیں یہ علم نہ ہو کہ میں نے وہ کہی ہے، کیونکہ جو میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔''[2] (ترمذی، ابن ماجہ)

شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ : اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا اَتَوُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ اَوْمَنِ الْوَفْدُ؟ قَالُوا : رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ اَوْبِالْوَفْدِ غَيْرَخَزَايَا وَلَانَدَامىٰ فَقَالُو يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ اَنْ نَّاْ تِيکَ اِلَّا فِي الشَّهْرِا لْحَرَامِ بَيْنَنَا وَبَيْنَکَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَفَمرْ نَا بِاَمْرٍفَصْلٍ نُخْبِرْبِهٖ مَنْ وَّرَاءَ نَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوْهُ عَنِ الْاَشْرِبَةِ فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ وَنَهَا هُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَمَرهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ؟ قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءَ الزَّكوٰةِ وَصِيَامَ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّآءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَمَا قَالَ الْمَقِيْرِ وَقَالَ احْفَظُوْهُنَّ وَاخْبِرُوْابِهِنَّ مَنْ وَرَآءَ كُمْ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّه مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ۔
''میرا نام لے کر جھوٹ نہ بولو، کیونکہ جو شخص میرا نام لے کر جھوٹ بولے گا وہ آگ میں داخل ہوگا۔ا'' (بخاری)

ماٰخذ:

O بخاری ج ا. ص۱۳ کتاب الایمان باب اداء الخمس من الایمان. O بخاری ج ا ص ۲۱ کتاب العلم باب تحریض النبی وفد عبدالقیس علی حفاظة الایمان O مسلم ج ا ص۳۳ کتاب الایمان باب الامر بالایمان باللّٰہ تعالیٰ رسوله صلی اللّٰہ علیه وسلم وشرائع الدین والدعاء الیه والسوال عنه وحفظه وتبلیغه من لم یبلغه O ابوداؤد کتاب الاشربه باب فی الاوعیة.O ترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی اضافة الفرائض الی الایمان. اس میں وادواخمس ما غنمتم تک.

O نسائی کتاب الایمان باب اداء الخمس. آخری جمله اس میں بھی نھیں ھے.

تخریج

۱: حَدَّثَنَا هُدَّابُ بْنُ خَالِدِ نِ الْاَزْدِيُّ، نَا هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
لَا تَكْتُبُوْا عَنِّي وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَالْقُرْاٰنِ فَلْيُمْحِهٖ وَحَدِّثُوْا عَنِّى وَلاَ حَرَجَ. وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ قَالَ هَمَّامٌ اَحْسِبُه قَالَ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

ماٰخذ:

O مسلم ج ۲ ص ۴۱۴ کتاب الزهدباب التثبت فی الحدیث و حکم کتابة العلم.

۲: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، نَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْكَلْبِيُّ، نَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الاَعْلٰى، عَنْ سَعِيدِبْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّي اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. هذا حديث حسن.

ماٰخذ:

O ترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیه.

(ii) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّي اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَاِنَّهٗ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَمَنْ كَذَبَ فِي الْقُرْاٰنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ حضرت سلمہؓ کہتے ہیں سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ یَّقُلْ عَلَیَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ

کیا یہ بار بار کی سخت وعید یہی ظاہر کرتی ہے کہ حضورؐ کے ارشادات کی دین میں کوئی اہمیت نہ تھی؟ اگر آپ کی سنت کی کوئی قانونی حیثیت دین میں نہ ہوتی اور اس سے احکامِ دین کے متاثر ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو کیا ضرورت پڑی تھی کہ جہنم کی وعید سنا سنا کر لوگوں کو جھوٹی روایت کرنے سے روکا جاتا؟ بادشاہوں اور رئیسوں کی طرف تاریخوں میں بہت سی غلط باتیں منسوب ہو جاتی ہیں، ان سے آخر دین پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر حضورؐ کی سنت کی یہی حیثیت ہے تو آپ کی تاریخ کو مسخ کر دینے کی یہ سزا کیوں ہو کہ آدمی کو واصل جہنم کر دیا جائے؟

سنتِ رسولؐ کے حُجّت ہونے کی صریح دلیل

اس سلسلے میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب ایک مسئلے میں اللہ اور اس کے رسول کی صاف صاف تصریحات موجود ہوں تو اس کے بارے میں غیر متعلق چیزوں سے نتائج نکالنے کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں اپنے رسول کو تشریح کتاب اللہ کے اختیارات بھی دیے ہیں اور تشریعی اختیارات بھی۔ سورۂ نحل کی آیت ۴۴، سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۷، سورۂ حشر کی آیت ۷ اس معاملے میں بالکل واضح ہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صاف صاف اپنے ان اختیارات کو بیان کیا ہے۔

مآخذ:

- مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۳ . ابن عباس.

مسند جلد ۱ ص ۳۲۷ پر ابن عباس سے جو روایت مروی ہے اس میں فی القرآن کی بجائے علی القرآن ہے۔

(i) حَدَّثَنَا عَلِیُّ ابْنُ الْجَعْدِ،قَالَ : اَنَا شُعْبَۃُ قَالَ: اَخْبَرَنِیْ مَنْصُوْرٌ قَالَ: سَمِعْتُ رِبْعِیَّ بْنَ حِرَاشٍ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. لَا تَکْذِبُوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ فَلْیَلِجِ النَّارَ.

مآخذ:

- بخاری ج ۱ ص ۲۱ کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے مروی روایت کے الفاظ .

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَکْذِبُوْا عَلَیَّ فَاِنَّ الْکَذِبَ عَلَیَّ یُوْلِجُ النَّارَ.

مآخذ:

- ابن ماجہ باب التغلیظ فی تعمد الکذب الخ.

(ii) ترمذی نے حضرت علی بن ابی طالب کی روایت یہ بیان کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابورافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَاأُ لْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِ يْكَتِهٖ يَاْتِيْهِ اْلاَمْرُ مِنْ اَمْرِىْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْنَهَيْتُ فَيَقُوْلُ لَااَدْرِىْ، مَاوَجَدْ نَا فِى كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ۔ میں ہرگز نہ پاؤں تم میں سے کسی شخص کو کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کو میرے احکام میں سے کوئی حکم پہنچے، خواہ میں نے کسی چیز سے منع کیا ہو یا کسی کام کے کرنے کا حکم دیا ہو۔ اور وہ سن کر کہے کہ میں نہیں جانتا، جو کچھ ہم کتاب اللہ میں پائیں گے اس کی پیروی کریں گے'' لے
(احمد، شافعی، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی فی دلائل النبوۃ)

عَنْ عَلِيٍّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّ اْلكَذِبَ عَلَيَّ يَوْلِجُ النَّارَ.

اور لکھتے ہیں کہ اسے بیس صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

ابوبکر، عمر عثمان زبیر، سعید بن زید، عبداللّٰہ بن عمرو، انس جابر، ابن جابر، ابن عباس، ابو سعید، عمرو بن عبسة، عقبة بن عامر، معاویه، بریده، ابو موسیٰ، ابو امامة، عبداللّٰہ بن عمر، منقع، اوس ثقفی، علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنهم. حدیث علی بن ابی طالب حدیث حسن صحیح قال عبدالرحمن بن مهدی منصور بن معتمر اثبت اهل الکوفة، وقال وکیع لویکذب ربعی بن حراش فی الاسلام کذبة.

ماخذ:

○ ترمذی ابو اب العلم باب فی تعظیم الکذب علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم.

تخریج

۱: (i) حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِىْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ هُوَابْنُ اْلاَكْوَعِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ يَّقُلْ عَلَيَّ مَالَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

ماخذ:

○ بخاری ج ۱ ص ۲۱ کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم.

(ii) حضرت ابو ہریرہؓ سے ابن ماجہ نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَالَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَه فِى النَّارِ.

ماخذ:

○ ابن ماجه المقدمه باب التغلیظ من تعمد الکذب علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم.

تخریج

ے ۱ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفُضَيْلِيُّ وَ ابْنُ كَثِيْرٍ قَالُوْا: ثَنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔مقدام بن معدیکرب کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اَلا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ، اَلا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ، وَاِنَّ مَاحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ کَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ، اَلا لَا یَحِلُّ لَکُمُ الْحِمَارُ الْاَهْلِیُّ، وَلَا کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ ف ۱ ......"خبر دار، مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ویسی ہی ایک اور چیز بھی۔خبردار ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا شخص اپنی مسند پر بیٹھا ہوا یہ کہنے لگے کہ بس تم قرآن کی پیروی کرو، جو کچھ اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ حالانکہ دراصل جو کچھ اللہ کا رسول حرام قرار دے وہ ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ کا حرام کیا ہوا۔خبردار رہو تمہارے لیے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ کوئی کچلیوں والا درندہ حلال ہے"۔ ؎۱..........(ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، حاکم)

۳۔عرباض بن ساریہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اس میں فرمایا اَیَحْسَبُ اَحَدُکُمْ مُتَّکِئاً عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ یُحَرِّمْ شَیْئًا اِلَّا لَا مَا فِی الْقُرْاٰنِ. اَلاَ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ قَدْ اَمَرْتُ وَوَعَظْتُ وَنَهَیْتُ عَنْ اَشْیَاءَ اِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْاٰنِ اَوْ اَکْثَرُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ یُحِلَّ لَکُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا بِاِذْنٍ وَلَا

سُفْیَانُ عَنْ اَبِی النَّضْرِ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَاتِیْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْنَهَیْتُ عَنْهُ فَیَقُوْلُ لَا نَدْرِیْ مَا وَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ.

مآخذ: O المستدرک للحاکم ج ۱ ص۱۰۸۔۱۰۹ کتاب العلم. O ابو دائود کتاب السنة باب فی لزوم السنة. O ترمذی ابواب العلم باب ما نص عنه، ان یقال عنه حدیث رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم. O ابن ماجه باب تعظیم حدیث رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و التغلیظ علی من عارضه. O موارد الظمآن میں نهیت عنه کے بعد ماندری ما هذا عِنْدَنَا کتاب اللّٰه لیس هذا فیه کے الفاظ هیں. موارد الظمآن کتاب العلم باب اتباع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم.

O ابن ماجہ نے من امری کے الفاظ روایت نہیں کیے۔اور فیقول لاندری کے بجائے لاادری روایت کیا ہے۔

(ii) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِیْ ثَنَا عَلِیُّ بْنُ اِسْحَاقَ انا عَبْدُ اللّٰهِ انا ابْنُ لَهِیعَةَ، حَدَّثَنِیْ اَبُو النَّضْرِ اَنَّ عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِیْ رَافِعٍ حَدَّثَه عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ:
لَا عْرِفَنَّ مَا یَبْلُغُ اَحَدَکُمْ مِنْ حَدِیْثِیْ شَیْءٌ وَهُوَ مُتَّکِیءٌ عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ فَیَقُوْلُ مَا اَجِدُ هٰذَا فِی کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی.

مآخذ: O مسند احمد ج ۶ ص ۷ مرویات ابی رافع رضی اللّٰه عنه.

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، ثنااَبُوْ عَمْرِو بْنُ کَثِیْرِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ حُرَیْزِ بْنِ عُثْمَانَ

؎۱ یہ آخری جملے واضح کر رہے ہیں کہ کچھ لوگوں نے گدھے اور کتے اور دوسرے درندوں کو اس دلیل سے حلال ٹھہرانے کی کوشش کی ہوگی کہ قرآن میں ان کی حرمت کا کوئی حکم نہیں آیا۔اس پر حضورؐ نے یہ تقریر فرمائی ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضَرْبَ نِسَاءِ هِمْ وَلَا اَكْلَ ثِمَارِهِمْ اِذَ اَعطَوْ كُمْ الَّذِىْ عَلَيْهِمْ۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ سمجھے بیٹھا ہے کہ اللہ نے کوئی چیز حرام نہیں کی سوائے ان چیزوں کے جو قرآن میں بیان کردی گئی ہیں؟ خبردار رہو، خدا کی قسم میں نے جن باتوں کا حکم دیا ہے اور جو نصیحتیں کی ہیں اور جن کاموں سے منع کیا ہے وہ بھی قرآن ہی کی طرح ہیں بلکہ کچھ زیادہ۔ اللہ نے تمہارے لیے ہرگز یہ حلال نہیں کیا ہے کہ اہل کتاب کے گھروں میں اجازت کے بغیر گھس جاؤ۔ یا ان کی عورتوں کو مارو پیٹو، یا ان کے پھل کھا جاؤ جب کہ وہ اپنے واجبات ادا کر چکے ہیں'' ۔[۲] (ابوداؤد)

ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِىْ عَوْفٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يْكَرِبَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ. اَلاَ اِنِّىْ اُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اَلاَ يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانَ عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ:

عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْ تُّمْ فِيْهِ مِنْ حَلاَلٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ اَلاَ لاَ يَحِلُّ لَكُمُ الحِمَارُ الْأَهْلِيُّ وَلاَ كُلُّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَلاَ لُقْطَةُ مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ يَسْتَغْنِىْ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ اَنْ يَقْرُوْهُ فَاِنْ لَّمْ يَقْرُوْهُ فَلَهٗ اَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ.

ماخذ:

- ابوداؤد كتاب السنة باب فى لزوم السنة. ○ دار قطنى ج ٢ ص ٥۴٥.
- دارمى باب السنة قاضية على كتاب الله ص ١١٧ ○ ابن ماجه المقدمه ص ٦

تخریج

۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى، ثنا اَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ، ثنا اَرْطَاةُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيْمَ ابْنَ عُمَيْرٍ اَبَا الْاَحْوَصِ يُحَدِّثُ عَنِ الْعِرْ بَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ: نَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَمَعَهٗ مَنْ مَّعَهٗ مِنْ اَصْحَابِهٖ وَكَانَ صَاحِبُ خَيْبَرَ رَجُلًا مَارِدًا مُنْكِرًا فَاَقْبَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَ لَكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْ حُمُرَنَا وَتَاكُلُوْا ثَمَرَنَا وَتَضْرِ بُوا نِسَآءَ نَا؟ فَغَضَبَ يَعْنِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ اِرْكَبْ فَرَسَكَ ثُمَّ نَا دِ اَلَا اِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ اِلا لِمُؤْمِنٍ وَاَنِ اجْتَمِعُوْ ا لِلصَّلٰوةِ قَالَ فَاجْتَمَعُوْا ثُمَّ صَلّٰى بِهِمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ:

---

۲ حدیث کا یہ آخری ٹکڑا صاف بتا رہا ہے کہ کچھ منافقین نے ذمیوں پر دست درازیاں کی ہوں گی اور قرآن کا سہارا لے کر کہا ہوگا کہ بتاؤ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہونے کے لیے بھی اجازت کی ضرورت ہے۔ اور قرآن میں کہاں ان کی عورتوں پر ہاتھ ڈالنے اور ان کے باغوں کے پھل کھا لینے سے منع کیا گیا ہے۔ اس پر حضورؐ نے یہ تقریر فرمائی ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ ''جو شخص میری سنت سے منہ پھیرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں'' ا(بخاری و مسلم)

اللہ اور رسول کے ان صاف ارشادات کے بعد آخر اس استدلال میں کیا وزن رہ جاتا ہے کہ حدیثیں چونکہ لکھوائی نہیں گئیں اس لیے وہ عام انطباق کے لیے نہ تھیں۔

کیا قابل اعتماد صرف لکھی ہوئی چیز ہی ہوتی ہے؟

(منکرینِ حدیث) کے استدلال کا بڑا انحصار اس خیال پر ہے کہ قرآن اس لیے قابلِ اعتماد و استناد ہے کہ وہ لکھوالیا گیا، اور احادیث اس لیے قابلِ اعتماد و استناد نہیں ہیں کہ وہ عہدِ رسالت اور عہدِ خلافت میں نہیں لکھوائی گئیں۔ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ سمجھ لینی چاہیے کہ قرآن کو جس وجہ سے لکھوایا گیا وہ یہ تھی کہ اس کے الفاظ اور معانی دونوں من جانب اللہ تھے۔ اس

اَیَحْسَبُ اَحَدُ کُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِ یْکَتِہٖ قَدْ یَظُنُّ اَنَّ اللّٰہَ لَمْ یُحَرِّ مْ شَیْئًا اِلَّا مَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ، اَلَا وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ قَدْ وَ عَظْتُ وَ اَمَرْتُ وَنَھَیْتُ عَنْ اَشْیَاءَ اِنَّھَا لَمِثْلُ الْقُرْاٰنِ اَوْ اَکْثَرُ وَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمْ یَحِلَّ لَکُمْ اَنْ تَدْخُلُوْ ابُیُوْتَ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا بِاِذْنٍ وَلَا ضَرْبَ نِسَآ ءِ ھِمْ وَلَا اَکْلَ ثِمَارِ ھِمْ اِذَ ا اَعْطَوْ کُمُ الَّذِیْ عَلَیْھِمْ.

مآخذ: ○ابو دائود کتاب الخراج والفئی والا مارۃ باب فی تعشیر اھل الذمہ اذا اختلفوا بالتجارات.

تخریج

۱ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُبْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: اَخْبَرَنِیْ حُمَیْدُبْنُ اَبِیْ حُمَیْدِنِ الطَّوِیْلُ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ ابْنَ مَالِکٍ یَقُوْلُ جَآءَ ثَلَاثَۃُ رَھْطٍ اِلٰی بُیُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا فَقَالُوْا وَاَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَحَدُھُمْ اَمَّا اَنَا فَاِنِّیْ اُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ اٰخَرُاَنَااَصُوْمُ الدَّھْرَوَلَا اُفْطِرُوَقَالَ اٰخَرُوَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّ جُ اَبَدًا فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ لَہٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُوَ اُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّ جُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ.

مآخذ: ○ بخاری ۲ ص۷۵۷ کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح○ مسلم ج ۱ ص ۴۴۹ کتاب النکاح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے الفاظ کی ترتیب ہی نہیں، اس کی آیتوں کی ترتیب اور سورتوں کی ترتیب بھی خدا کی طرف سے تھی۔ اس کے الفاظ کو دوسرے الفاظ کے ساتھ بدلنا بھی جائز نہ تھا اور وہ اس لیے نازل ہوا تھا کہ لوگ انہی الفاظ میں اسی ترتیب کے ساتھ اس کی تلاوت کریں۔ اس کے مقابلہ میں سنت کی نوعیت بالکل مختلف تھی۔ وہ محض لفظی نہ تھی بلکہ عملی بھی تھی۔ اور جو لفظی تھی اس کے الفاظ قرآن کے الفاظ کی طرح بذریعہ وحی نازل نہیں ہوئے تھے بلکہ حضورؐ نے اس کو اپنی زبان میں ادا کیا تھا۔ پھر اس کا ایک بڑا حصہ ایسا تھا جسے حضورؐ کے ہمعصروں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا تھا، مثلاً یہ کہ حضورؐ کے اخلاق ایسے تھے، حضورؐ کی زندگی ایسی تھی، اور فلاں موقع پر حضورؐ نے یوں عمل کیا۔ حضورؐ کے اقوال اور تقریریں نقل کرنے کے بارے میں بھی یہ پابندی نہ تھی کہ سننے والے انہیں لفظ بلفظ نقل کریں، بلکہ اہل زبان سامعین کے لیے یہ جائز تھا اور وہ اس پر قادر بھی تھے کہ آپ سے ایک بات سن کر معنی و مفہوم بدلے بغیر اسے اپنے الفاظ میں بیان کر دیں۔ حضورؐ کے الفاظ کی تلاوت مقصود نہ تھی بلکہ اس تعلیم کی پیروی مقصود تھی جو آپؐ نے دی ہو۔ احادیث میں قرآن کی آیتوں کی طرح یہ ترتیب محفوظ کرنا بھی ضروری نہ تھا کہ فلاں حدیث پہلے ہو اور فلاں اس کے بعد۔ اس بنا پر احادیث کے معاملے میں یہ بالکل کافی تھا کہ لوگ انہیں یاد رکھیں اور دیانت کے ساتھ انہیں لوگوں تک پہنچائیں۔ ان کے معاملے میں کتابت کی وہ اہمیت نہ تھی جو قرآن کے معاملے میں تھی۔

دوسری بات جسے خوب سمجھ لینا چاہیے، یہ ہے کہ کسی چیز کے سند اور حجت ہونے کے لیے اس کا لکھا ہوا ہونا قطعاً ضروری نہیں ہے۔ اعتماد کی اصل بنیاد اس شخص یا ان اشخاص کا بھروسے کے قابل ہونا ہے جس کے یا جن کے ذریعہ سے کوئی بات دوسروں تک پہنچے، خواہ وہ مکتوب ہو یا غیر مکتوب۔ خود قرآن کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے لکھوا کر نہیں بھیجا بلکہ نبیؐ کی زبان سے اس کو بندوں تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے پورا انحصار اس بات پر کیا کہ جو لوگ نبی کو سچا مانیں گے وہ نبی کے اعتماد پر قرآن کو بھی ہمارا کلام مان لیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی جتنی تبلیغ و اشاعت کی زبانی ہی کی۔ آپؐ کے جو صحابہ مختلف علاقوں میں جا کر تبلیغ کرتے تھے وہ قرآن کی سورتیں لکھی ہوئی نہ لے جاتے تھے۔ لکھی ہوئی آیات اور سورتیں تو اس تھیلے میں پڑی رہتی تھیں جس کے اندر آپ انہیں کاتبانِ وحی سے لکھوا کر ڈال دیا کرتے تھے۔ باقی ساری تبلیغ و اشاعت زبان سے ہوتی تھی اور ایمان لانے والے اس ایک صحابی کے اعتماد پر یہ بات تسلیم کرتے تھے کہ جو کچھ وہ سنا رہا وہ خدا کا کلام ہے، یا رسول اللہ ﷺ کا جو حکم پہنچا رہا ہے وہ حضورؐ ہی کا حکم ہے۔

احادیث قرآن کی طرح کیوں نہ لکھوائی گئیں؟

منکرین حدیث یہ سوال عموماً بڑے زور سے اٹھاتے ہیں اور اپنے خیال میں اسے بڑا لاجواب سوال سمجھتے ہیں۔ ان کا تصور یہ ہے کہ قرآن چونکہ لکھوایا گیا اس لیے وہ محفوظ ہے، اور حدیث چونکہ حضورؐ نے خود لکھوا کر مرتب نہیں کر دی اس لیے وہ غیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محفوظ ہے۔لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر حضورؐ نے قرآن مجید کو محض لکھوا کر چھوڑ دیا ہوتا اور ہزاروں آدمیوں نے اسے یاد کر کے بعد کی نسلوں کو زبانی نہ پہنچایا ہوتا تو کیا محض وہ لکھی ہوئی دستاویز بعد کے لوگوں کے لیے اس بات کا قطعی ثبوت ہو سکتی تھی کہ وہ یہ وہی قرآن ہے جو حضورؐ نے لکھوایا تھا؟ وہ تو خود محتاج ثبوت ہوتی، کیونکہ جب تک کچھ لوگ اس بات کی شہادت دینے والے نہ ہوتے کہ یہ کتاب ہمارے سامنے نبی ﷺ نے لکھوائی تھی، اسوقت تک اس لکھی ہوئی کتاب کا معتبر ہونا مشتبہ رہتا۔اس سے معلوم ہوا کہ تحریر پر کسی چیز کے معتبر ہونے کا دارومدار نہیں ہے بلکہ وہ اسی وقت معتبر ہوتی ہے جب کہ زندہ انسان اس کے شاہد ہوں۔اب اگر فرض کیجیے کہ کسی معاملے کے متعلق تحریر موجود نہیں ہے مگر زندہ انسان اس کے شاہد موجود ہیں، تو کسی قانون دان سے پوچھ لیجیے، کیا ان زندہ انسانوں کی شہادت ساقط الاعتبار ہو گی جب تک کہ تائید میں ایک دستاویز نہ پیش کی جائے؟ شاید آپ کو قانون کا علم رکھنے والا ایک شخص بھی ایسا نہ ملے گا جو اس سوال کا جواب اثبات میں دے۔آج نبی ﷺ کا لکھوایا ہوا قرآن مجید دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے، مگر اس سے قرآن کے مستند اور معتبر ہونے پر ذرہ برابر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ متواتر اور مسلسل زبانی روایات سے اس کا معتبر ہونا ثابت ہے۔خود یہ بات کہ حضورؐ نے قرآن لکھوایا تھا، روایات ہی کی بنا پر تسلیم کی جا رہی ہے، ورنہ اصل دستاویز اس دعوے کے ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکتی، اور وہ کہیں مل بھی جائے تو یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ یہ وہی صحیفے ہیں جو حضورؐ نے لکھوائے تھے۔لہٰذا تحریر پر جتنا زور یہ حضرات دیتے ہیں وہ بالکل غلط ہے۔نبی ﷺ نے اپنی سنتوں پر قائم کیا ہوا ایک پورا معاشرہ چھوڑا تھا جس کی زندگی کے ہر پہلو پر آپؐ کی تعلیم و ہدایت کا ٹھپا لگا ہوا تھا۔اس معاشرے میں آپ کی باتیں سنے ہوئے، آپ کا کام دیکھے ہوئے اور آپؐ کے زیر ہدایت تربیت پائے ہوئے ہزاروں لوگ موجود تھے۔اس معاشرے نے بعد کی نسلوں تک وہ سارے نقوش منتقل کیے اور ان سے وہ نسلاً بعد نسلٍ ہم کو پہنچے۔دنیا کے کسی مسلّم اصولِ شہادت کی رو سے بھی یہ شہادت رد نہیں کی جا سکتی۔پھر یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ یہ نقوش کاغذ پر ثبت نہیں کیے گئے۔انہیں ثبت کرنے کا سلسلہ حضورؐ کے زمانے میں شروع ہو چکا تھا۔پہلی صدی ہجری میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا اور دوسری صدی کے محدثین زندہ شہادتوں اور تحریری شہادتوں دونوں کی مدد سے اس پورے نقشے کو ضبطِ تحریر میں لے آئے۔

کیا احادیث ڈھائی سو برس تک گوشہ خمول میں پڑی رہیں؟

(ان حضرات کا یہ خیال) ''کہ احادیث نہ یاد کی گئیں نہ محفوظ کی گئیں بلکہ وہ ان لوگوں کے ذہنوں میں چھپی پڑی رہیں جو اتفاقاً کبھی دوسروں کے سامنے ان کا ذکر کر کے مر گئے۔یہاں تک کہ ان کی وفات کے کئی سو برس بعد ان کو جمع اور مرتب کیا گیا''، یہ نہ صرف واقعہ کے خلاف ہے بلکہ درحقیقت یہ نبی ﷺ کی شخصیت کا اور آپؐ کے ساتھ ابتدائی دور کے مسلمانوں کی عقیدت کا بہت ہی حقیر اندازہ ہے۔واقعات سے قطع نظر ایک شخص محض اپنی عقل ہی پر زور ڈال کر صحیح صورتِ حال کا تصور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے تو وہ کبھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ جس عظیم الشان شخصیت نے عرب کے لوگوں کو اخلاق و تہذیب اور عقائد و اعمال کی انتہائی پستیوں سے نکال کر بلند ترین مقام پر پہنچا دیا تھا اس کی باتوں اور اس کے کاموں کو وہی لوگ اس قدر نا قابلِ التفات سمجھتے تھے کہ انہوں نے اس کی کوئی بات یاد رکھنے کی کوشش نہ کی، نہ دوسروں کے سامنے اتفاقاً ذکر آ جانے سے بڑھ کر کبھی اس کا چرچا کیا، نہ بعد کی آنے والی نسلوں نے اس کو کوئی اہمیت دی کہ اس کے دیکھنے والوں سے کبھی اس کے حالات پوچھتے۔ ایک معمولی لیڈر تک سے جس کسی کو شرف صحبت نصیب ہو جاتا ہے تو وہ اس سے اپنی ملاقاتوں کی ایک ایک بات یاد رکھتا ہے اور دوسروں کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد نئی آنے والی نسلوں کے لوگ جا جا کر اس کے ملنے والوں سے اس کے حالات دریافت کرتے ہیں۔ آخر (ان حضرات) نے رسول اللہ ﷺ کو کیا سمجھ لیا ہے کہ حضورؐ کو آپ کے ہم عصر اور آپ سے متصل زمانے کے لوگ اتنے التفات کا بھی مستحق نہ سمجھتے تھے۔

اب ذرا اصل صورت واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے لیے ایک ایسے پیشوا تھے جن سے وہ ہر وقت عقائد اور عبادات اور اخلاق اور تہذیب و شائستگی کا سبق حاصل کرتے تھے۔ آپ کی زندگی کے ایک ایک رخ اور ایک ایک پہلو کو دیکھ کر وہ پاکیزہ انسانوں کی طرح رہنا سیکھتے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ آپؐ کی بعثت سے پہلے ہم کیا تھے اور آپ نے ہمیں کیا کچھ بنا دیا ہے۔ ان کے لیے ہر پیش آنے والے مسئلے میں مفتی بھی آپؐ ہی تھے اور قاضی بھی آپؐ ہی آپؐ کی قیادت میں وہ لڑتے بھی تھے اور صلح بھی کرتے تھے۔ ان کو تجربہ تھا کہ اس قیادت کی پیروی میں ہم کہاں سے چلے تھے اور بالآخر کہاں پہنچ کر رہے۔ اس بنا پر وہ آپؐ کی ایک ایک بات کو یاد رکھتے تھے۔ جو قریب رہتے تھے وہ بالالتزام آپؐ کی صحبتوں میں بیٹھتے تھے جنہیں کسی وقت آپ کی مجلس سے غیر حاضر رہنا ہوتا تو وہ دوسروں سے پوچھ کر معلوم کرتے تھے کہ آج آپؐ نے کیا کیا اور کیا کہا۔ دُور دُور سے آنے والے لوگ اپنے اُن اوقات کو جو آپؐ کے ساتھ بسر ہو جاتے تھے اپنا حاصلِ زندگی سمجھتے تھے اور عمر بھر ان کی یاد دل سے نہ نکلتی تھی۔ جنہیں حاضر ہونے کا موقع نصیب نہ ہوتا تھا وہ ہر اس شخص کے گرد اکٹھے ہو جاتے جو آپؐ سے مل کر آتا تھا اور کرید کرید کر ایک ایک بات اس سے پوچھتے تھے۔ جنہوں نے آپ کو دُور سے کبھی دیکھا تھا یا کسی بڑے مجمع میں صرف آپؐ کی تقریر سن لی تھی وہ جیتے جی اس موقع کو نہ بھولتے تھے اور فخریہ اپنے اس شرف کو بیان کرتے تھے کہ ہماری آنکھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اور ہمارے کان آپؐ کی تقریر سن چکے ہیں۔ پھر حضورؐ کے بعد جو نسلیں پیدا ہوئیں ان کے لیے تو دنیا میں سب سے اہم اگر کوئی چیز تھی تو وہ اس رسول عظیم کی سیرت تھی جس کی قیادت کے معجزے نے عرب کے شتربانوں کو اٹھا کر سندھ سے اسپین تک کا فرمانروا بنا دیا تھا۔ وہ ایک ایک ایسے شخص کے پاس پہنچتے تھے جس نے آپؐ کی صحبت پائی تھی، یا آپ کو کبھی دیکھا تھا یا آپؐ کی کوئی تقریر سنی تھی۔ اور جوں جوں صحابہ دُنیا سے اٹھتے چلے گئے، یہ اشتیاق بڑھتا گیا، حتّٰی کہ تابعین کے گروہ نے وہ سارا علم نچوڑ لیا جو سیرت پاک کے متعلق صحابہ سے ان کو مل سکتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہؓ کی روایت حدیث

عقل گواہی دیتی ہے کہ ایسا ضرور ہوا ہوگا اور تاریخ گواہی دیتی ہے کہ فی الواقع ایسا ہی ہوا ہے۔ آج حدیث کا جو علم دنیا میں موجود ہے وہ تقریباً دس ہزار صحابہؓ سے حاصل کیا گیا ہے۔ تابعین نے صرف ان کی احادیث ہی نہیں لی ہیں بلکہ ان سب صحابیوںؓ کے حالات بھی بیان کر دیے ہیں۔ اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ کس نے حضورؐ کی کتنی صحبت پائی ہے یا کب اور کہاں آپ کو دیکھا ہے اور کن کن مواقع پر آپ کی خدمت میں حاضری دی ہے۔ (یہ حضرات) تو فرماتے ہیں کہ احادیث ابتدائی دور کے مسلمانوں کے ذہن میں دفن پڑی رہیں اور دوڈھائی صدی بعد امام بخاریؒ اور ان کے ہم عصروں نے انہیں کھود کر نکالا۔ لیکن تاریخ ہمارے سامنے جو نقشہ پیش کرتی ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ صحابہؓ میں سے جن حضرات نے سب سے زیادہ روایات بیان کی ہیں، ان کی اور ان کی مرویات کی فہرست ملاحظہ ہو:

ابوہریرہؓ	متوفی ۵۷ھ	احادیث کی تعداد ۵۳۷۴	(ان کے شاگردوں کی تعداد ۸۰۰ کے لگ بھگ تھی اور ان کے شاگردوں نے ان کی احادیث کو قلم بند کیا تھا)
ابوسعید خدریؓ	متوفی ۴۶ھ	// // // ۱۱۷۰	
جابر بن عبداللہؓ	متوفی ۷۴ھ	// // // ۱۵۴۰	
اَنس بن مالکؓ	متوفی ۹۳ھ	// // // ۱۲۸۶	
اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ	متوفیہ ۵۹ھ	// // // ۲۲۱۰	
عبداللہ بن عباسؓ	متوفی ۶۸ھ	// // // ۱۶۶۰	
عبداللہ بن عمرؓ	متوفی ۷۰ھ	// // // ۱۶۳۰	
عبداللہؓ بن عمرو بن عاص	متوفی ۶۳ھ	// // // ۷۰۰	
عبداللہؓ بن مسعود	متوفی ۳۲ھ	// // // ۸۴۸	

کیا یہ اسی بات کا ثبوت ہے کہ صحابہ کرام نبی ﷺ کے حالات کو اپنے سینوں میں دفن کر کے یونہی اپنے ساتھ دنیا سے لے گئے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورِ صحابہؓ سے امام بخاری کے دَور تک علمِ حدیث کی مسلسل تاریخ

اس کے بعد اُن تابعین کو دیکھیے جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے سیرتِ پاک کا علم حاصل کیا اور بعد کی نسلوں تک اس کو منتقل کیا۔ ان کی تعداد کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ صرف طبقات ابنِ سعد میں چند مرکزی شہروں کے جن تابعین کے حالات ملتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

مدینہ	۴۸۴	کوفہ	۴۱۳
مکہ	۱۳۱	بصرہ	۱۶۴

ان میں سے جن اکابر تابعین نے حدیث کے علم کو حاصل کرنے، محفوظ کرنے اور آگے پہنچانے کا سب سے بڑھ کر کام کیا ہے وہ یہ ہیں:

سعید بن المسیب	پیدائش ۱۴ھ	وفات ۹۳ھ
حسن بصری	۲۱ھ	۱۱۰ھ
ابنِ سیرین	۳۳ھ	۱۱۰ھ
عروہ بن زبیر	۲۲ھ	۹۴ھ (انہوں نے سیرت رسولؐ پر پہلی کتاب لکھی)
علی بن حسین (زین العابدین)	۳۸ھ	۹۴ھ
مجاہد	۲۱ھ	۱۰۴ھ
قاسم بن محمد بن ابی بکر	۳۷ھ	۱۰۴ھ
شریح (حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قاضی مقرر ہوئے)		۷۸ھ
مسروق (حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مدینہ آئے)		۶۳ھ
اسود بن یزید		۷۵ھ
مکحول		۱۱۲ھ
رَجاء بن حَیْوہ		۱۰۳ھ
ہمّام بن مُنَبِّہ	۴۰ھ	۱۳۱ھ

(انہوں نے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا جو صحیفہ ہمّام بن مُنَبِّہ کے نام سے آج بھی موجود ہے اور شائع ہو چکا ہے)

سالم بن عبداللہ بن عمر		۱۰۶ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر		۱۱۷ھ
سعید جبیر	۴۵ھ	۹۵ھ
سلیمان الاعمش	پیدائش ۶۱ھ	وفات ۱۴۸ھ
ایوب السختیانی	۶۶ھ	۱۳۱ھ
محمد بن المنکدر	۵۴ھ	۱۳۰ھ
ابن شہاب زہری	۵۸ھ	۱۲۴ھ (انہوں نے حدیث کا بہت بڑا تحریری ذخیرہ چھوڑا)
سلیمان بن یسار	۳۴ھ	۱۰۷ھ
عکرمہ مولیٰ ابن عباس	۲۲ھ	۱۰۵ھ
عطاء بن ابی رَباح	۲۷ھ	۱۱۵ھ
قتادہ بن دعامہ	۶۱ھ	۱۱۷ھ
عامر الشعبی	۱۷ھ	۱۰۴ھ
عَلْقَمہ (یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جوان تھے مگر حضورؐ سے ملے نہیں)		وفات ۶۲ھ
ابراھیم النخعی	۴۶ھ	۹۶ھ
یزید بن ابی حبیب	۵۳ھ	۱۲۸ھ

ان حضرات کی تواریخ پیدائش و وفات پر ایک نگاہ ڈالنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں نے صحابہؓ کے عہد کا بہت بڑا حصہ دیکھا ہے۔ ان میں سے بیشتر وہ تھے جنہوں نے صحابہ کے گھروں میں اور صحابیات کی گودوں میں پرورش پائی ہے، اور بعض وہ تھے جن کی عمر کسی نہ کسی صحابیؓ کی خدمت میں بسر ہوئی ہے۔ ان کے حالات پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک شخص نے بکثرت صحابہ سے مل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کیے ہیں اور آپ کے ارشادات اور فیصلوں کے متعلق وسیع واقفیت بہم پہنچائی ہے۔ اسی وجہ سے روایت حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ انہی لوگوں سے بعد کی نسلوں کو پہنچا ہے۔ تاوقتیکہ کوئی شخص یہ فرض نہ کر لے کہ پہلی صدی ہجری کے تمام مسلمان منافق تھے، اس بات کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا کہ ان لوگوں نے گھر بیٹھے حدیثیں گھڑ لی ہوں گی اور پھر بھی پوری امت نے انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا ہوگا اور ان کو اپنے اکابر علماء میں شمار کیا ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد اصاغر تابعین اور تبع تابعین کا وہ گروہ ہمارے سامنے آتا ہے جو ہزار ہا کی تعداد میں تمام دنیائے اسلام میں پھیلا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے بہت بڑے پیمانے پر تابعین سے احادیث لیں اور دُور دراز کے سفر کر کے ایک ایک علاقے کے صحابہؓ اور ان کے شاگردوں کا علم جمع کیا۔ ان کی چند نمایاں شخصیتیں یہ ہیں:

جعفر بن محمد بن علی (جعفر الصادق)	پیدائش ۸۰ھ	وفات ۱۴۸ھ
ابوحنیفۃ النعمان (امام اعظم)	۸۰ھ	۱۵۰ھ
شعبہ بن الحجاج	۸۳ھ	۱۶۰ھ
لیث بن سعد	۹۳ھ	۱۶۵ھ
ربیعۃ الرائے (استاذ امام مالک)		۱۳۶ھ
سعید بن عروبہ		۱۵۶ھ
مسعر بن کدام		۱۵۲ھ
عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر		۱۲۶ھ
سفیان الثوری	۹۷ھ	۱۶۱ھ
حماد بن زید	۹۸ھ	۱۷۹ھ

دوسری صدی ہجری کے جامعینِ حدیث

یہی دور تھا جس میں حدیث کے مجموعے لکھنے اور مرتب کرنے کا کام باقاعدگی کے ساتھ شروع ہوا۔ اس زمانے میں جن لوگوں نے احادیث کے مجموعے مرتب کیے وہ حسب ذیل ہیں:

ربیع بن صبیح	پیدائش	وفات ۱۶۰ھ انہوں نے ایک ایک فقہی عنوان پر الگ الگ رسائل مرتب کیے۔
سعید بن عروبہ	۱۵۶ھ	
موسیٰ بن عقبہ		۱۴۱ھ انہوں نے نبی ﷺ کے غزوات کی تاریخ مرتب کی۔
امام مالک	۹۳ھ	۱۷۹ھ انہوں نے احکام شرعی کے متعلق احادیث و آثار کو جمع کیا۔
ابن جریج	۸۰ھ	۱۵۰ھ // // // //
امام اوزاعی	۸۸ھ	۱۵۶ھ // // // //

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفیان ثوری	۹۷ھ	۱۶۱ھ	// // // //
حماد بن سلمہ بن دینار	۱۶۷ھ	//	// // //
امام ابو یوسف	۱۱۳ھ	۱۸۲ھ	// // // //
امام محمد	۱۳۱ھ	۱۸۹ھ	// // // //
محمد بن اسحاق	پیدائش	وفات ۱۵۱ھ	انہوں نے نبی ﷺ کی سیرتِ پاک مرتب کی۔
ابن سعد	۱۶۸ھ	۲۲۰ھ	انہوں نے نبی ﷺ اور صحابہ وتابعین کے حالات جمع کیے۔
عبید اللہ بن موسیٰ العبسی		۲۱۳ھ	انہوں نے ایک ایک صحابیؓ کی روایات الگ الگ جمع کیں۔
مسدد بن مسرہد البصری		۲۱۸ھ	// // // //
اسد بن موسیٰ		۲۱۲ھ	// // // //
نعیم بن حماد الخزاعی		۲۲۸ھ	// // // //
امام احمد بن حنبل	۱۶۴ھ	۲۴۱ھ	// // // //
اسحٰق بن راہویہ	۱۶۱ھ	۲۳۸ھ	// // // //
عثمان بن ابی شیبہ	۱۵۶ھ	۲۳۹ھ	// // // //
ابوبکر بن ابی شیبہ	۱۵۹ھ	۲۳۵ھ	انہوں نے فقہی ابواب اور صحابہؓ کی جداگانہ مرویات دونوں کے لحاظ سے احادیث جمع کیں۔

ان میں سے امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد، محمد بن اسحاق، ابن سعد، امام احمد بن حنبل اور ابوبکر ابن ابی شیبہ کی کتابیں آج تک موجود ہیں اور شائع ہو چکی ہیں۔ نیز موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی کا ایک حصہ بھی شائع ہو چکا ہے اور جن حضرات کی کتابیں آج نہیں ملتیں وہ بھی درحقیقت ضائع نہیں ہوئی ہیں، بلکہ ان کا پورا مواد بخاری و مسلم اور ان کے ہم عصروں نے اور ان کے بعد آنے والوں نے اپنی کتابوں میں شامل کر لیا۔ اس لیے لوگ ان سے بے نیاز ہوتے چلے گئے۔

امام بخاریؒ کے دور تک علم حدیث کی اس مسلسل تاریخ کو دیکھنے کے بعد کوئی شخص ان ارشادات کو آخر کیا وزن دے سکتا ہے کہ احادیث نہ یاد کی گئیں نہ محفوظ کی گئیں بلکہ وہ ان لوگوں کے ذہنوں میں چھپی پڑی رہیں جو اتفاقاً کبھی دوسروں کے سامنے ان کا ذکر کر کے مر گئے یہاں تک کہ ان کی وفات کے چند سو برس بعد ان کو جمع اور مرتب کیا گیا۔'' اور یہ کہ ''بعد میں پہلی مرتبہ رسول اللہ کے تقریباً ایک سو برس بعد احادیث کو جمع کیا گیا مگر ان کا ریکارڈ اب محفوظ نہیں ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث میں اختلاف کی حقیقت

یہ حضرات کہتے ہیں کہ بہت کم احادیث ہیں جن میں یہ جامعین حدیث متفق ہوں۔'' یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو سرسری طور پر چند مختلف احادیث پر ایک نگاہ ڈال کر تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر تفصیل کے ساتھ کتب حدیث کا متقابل مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان اتفاق بہت زیادہ اور اختلاف بہت کم ہے۔ پھر جن میں اختلاف ہے ان کا جائزہ لیا جائے تو زیادہ تر اختلافات حسبِ ذیل چار نوعیتوں میں سے کسی نوعیت کے پائے جاتے ہیں:

- ایک یہ کہ مختلف راویوں نے ایک ہی بات یا واقعہ کو مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے اور ان کے درمیان معانی میں کوئی اہم اختلاف نہیں ہے، یا مختلف راویوں نے ایک ہی واقعہ یا تقریر کے مختلف اجزا نقل کیے ہیں۔
- دوسرے یہ کہ خود حضورؐ نے ایک مضمون کو مختلف الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔
- تیسرے یہ کہ حضورؐ نے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے عمل فرمایا ہے۔
- چوتھے یہ کہ ایک حدیث پہلے کی ہے اور دوسری حدیث بعد کی اور اس نے پہلی کو منسوخ کر دیا ہے۔

ان چار اقسام کو چھوڑ کر جن احادیث کا باہمی اختلاف رفع کرنے میں واقعی مشکل پیش آتی ہے ان کی تعداد پورے ذخیرۂ حدیث میں ایک فی صدی سے بھی کم ہے۔ کیا چند روایات میں اس خرابی کا پایا جانا یہ فیصلہ کر دینے کے لیے کافی ہے کہ پورا ذخیرۂ حدیث مشکوک اور ناقابلِ اعتماد ہے؟ روایات کسی ایک ناقابلِ تقسیم کل کا نام نہیں ہے جس کے کسی جزء کے ساقط ہو جانے سے کل کا ساقط ہو جانا لازم آئے۔ ہر روایت اپنی ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے اور اپنی جداگانہ سند کے ساتھ آتی ہے۔ اس بنا پر ایک دو نہیں، دو چار سو روایتوں کے ساقط ہو جانے سے بھی بقیہ روایات کا سقوط لازم نہیں آ سکتا۔ علمی تنقید پر جو روایات پوری اتریں انہیں ماننا ہی ہوگا۔

محدثین کے درمیان اختلاف کی ایک اور صورت یہ ہے کہ کسی روایت کی سند کو ایک محدث اپنی تنقید کے اعتبار سے درست سمجھتا ہے اور دوسرا محدث اسے کمزور قرار دیتا ہے۔ یہ رائے اور تحقیق کا اختلاف ہے جس سے پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیا عدالتوں میں کسی شہادت کو قبول کرنے اور نہ قبول کرنے پر اختلاف کبھی نہیں ہوتا؟

کیا حافظہ سے نقل کی ہوئی روایات ناقابلِ اعتماد ہیں؟

(یہ حضرات) کہتے ہیں کہ آج کے عربوں کا حافظہ جیسا کچھ قوی ہے، پہلی صدی ہجری کے عربوں کا حافظہ بھی اتنا ہی قوی ہوگا۔ تاہم اسے خواہ کتنا ہی قوی مان لیا جائے، کیا صرف حافظہ سے نقل کی ہوئی باتیں قابل اعتماد سمجھی جا سکتی ہیں؟ پھر ان کا ارشاد ہے کہ ایک ذہن سے دوسرے ذہن تک پہنچتے پہنچتے بات کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے اور ہر ذہن کے اپنے خیالات اور تعصبات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کو موڑتے توڑتے چلے جاتے ہیں۔ یہ دو مزید وجہیں ہیں جن کی بنا پر وہ احادیث کو اعتماد و استناد کے قابل نہیں سمجھتے۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے وہ تجربے اور مشاہدے کے خلاف ہے۔ تجربے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آدمی اپنی جس قوت سے زیادہ کام لیتا ہے وہ ترقی کرتی ہے اور جس سے کام کم لیتا ہے وہ کمزور ہو جاتی ہے۔ یہ بات جس طرح تمام انسانی قوتوں کے معاملے میں صحیح ہے، حافظہ کے بارے میں بھی صحیح ہے۔ اہل عرب نبی ﷺ سے پہلے ہزاروں برس سے اپنا کام تحریر کے بجائے یاد اور حافظے سے چلانے کے خوگر تھے۔ ان کے تاجر لاکھوں روپے کا لین دین کرتے تھے اور کوئی لکھا پڑھی نہ ہوتی تھی۔ پائی پائی کا حساب، اور بیسیوں گاہکوں کا تفصیلی حساب وہ نوکِ زبان پر رکھتے تھے۔ ان کی قبائلی زندگی میں نسب اور خونی رشتوں کی بڑی اہمیت تھی یہ سب کچھ بھی حافظے میں محفوظ رہتا اور زبانی روایت سے ایک نسل کے بعد دوسری نسل تک پہنچتا تھا۔ ان کا سارا لٹریچر بھی کاغذ پر نہیں بلکہ لوحِ قلب پر لکھا ہوا تھا۔ ان کی یہی عادت تحریر کا رواج ہو جانے کے بعد بھی تقریباً ایک صدی تک جاری رہی۔ اس لیے کہ قومی عادتیں بدلتے بدلتے ہی بدلتی ہیں۔ وہ کاغذ کی تحریر پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنے حافظے پر اعتماد کرنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ انہیں اس پر فخر تھا، اور ان کی نگاہ سے وہ شخص گر جاتا تھا جس سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ زبانی بتانے کے بجائے گھر سے کتاب لا کر اس کا جواب دے۔ ایک مدت دراز تک وہ لکھنے کے باوجود یاد کرتے تھے اور تحریر پڑھ کر سنانے کے بجائے نوکِ زبان سے سنانا نہ صرف باعثِ عزت سمجھتے تھے بلکہ ان کے نزدیک آدمی کے علم پر اعتماد بھی اسی طریقے سے قائم ہوتا تھا۔

کوئی وجہ نہیں کہ حافظے کی یہ کیفیت آج کے عربوں میں باقی رہے۔ صدیوں سے کتابت پر اعتماد کرتے رہنے اور حافظے سے کام کم لینے کے باعث اب کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے کہ ان کی یادداشت قدیم عربوں کی سی رہ جائے۔ لیکن عربوں اور غیر عربوں، سب میں آج بھی اس امر کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ ان پڑھ لوگ اور اندھے آدمی پڑھے لکھے اور بینا انسانوں کی بہ نسبت زیادہ یادداشت رکھتے ہیں۔ ناخواندہ تاجروں میں بکثرت لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں جنہیں بہت سے گاہکوں کے ساتھ اپنا ہزار ہا روپے کا لین دین پوری تفصیل کے ساتھ یاد رہتا ہے۔ بے شمار اندھے ایسے موجود ہیں جن کی قوتِ حافظہ آدمی کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ تحریر پر اعتماد کر لینے کے بعد ایک قوم کے حافظے کی وہ حالت باقی نہیں رہ سکتی جو ناخواندگی کے دور میں اس کی تھی۔

احادیث کے محفوظ رہنے کی اصل علّت

یہ اس معاملے کا ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ صحابہؓ کے لیے خاص طور پر نبی ﷺ کی احادیث کو ٹھیک ٹھیک یاد رکھنے اور انہیں صحیح صحیح بیان کرنے کے کچھ مزید محرکات بھی تھے جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولاً، وہ سچے دل سے آپ کو خدا کا نبی اور سب سے بڑا انسان سمجھتے تھے۔ان کے دلوں پر آپ کی شخصیت کا بڑا گہرا اثر تھا۔ان کے لیے آپ کی بات اور آپ کے واقعات و حالات کی حیثیت عام انسانی وقائع جیسی نہ تھی کہ وہ ان کو اپنے معمولی حافظے کے حوالے کر دیتے۔ان کے لیے تو ایک ایک لمحہ جو انہوں نے آپ کی معیت میں گزارا، ان کی زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی لمحہ تھا اور اس کی یاد کو وہ اپنا سب سے بڑا سرمایہ سمجھتے تھے۔

ثانیاً وہ آپ کی ایک ایک تقریر، ایک ایک گفتگو اور آپ کی زندگی کے ایک ایک عمل سے وہ علم حاصل کر رہے تھے جو انہیں اس سے پہلے کبھی حاصل نہ ہوا تھا۔وہ خود جانتے تھے کہ ہم اس سے پہلے سخت جاہل اور گمراہ تھے، اور یہ پاکیزہ ترین انسان اب ہم کو صحیح علم دے رہا ہے اور مہذب انسان کی طرح جینا سکھا رہا ہے۔اس لیے وہ پوری توجہ کے ساتھ ہر بات سنتے اور ہر فعل کو دیکھتے تھے، کیونکہ انہیں اپنی زندگی میں عملاً اسی کا نقش پیوست کرنا تھا، اسی کی نقل اتارنی تھی، اور اسی کی رہنمائی میں کام کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس شعور و احساس کے ساتھ آدمی جو کچھ دیکھتا اور سنتا ہے اسے یاد رکھنے میں وہ اتنا سہل انگار نہیں ہو سکتا جتنا وہ کسی میلے یا کسی بازار میں سنی اور دیکھی ہوئی باتیں یاد رکھنے میں ہو سکتا ہے۔

ثالثاً وہ قرآن کی رو سے بھی یہ جانتے تھے اور نبی ﷺ کے بار بار متنبہ کرنے سے بھی ان کو شدت کے ساتھ اس بات کا احساس تھا کہ خدا کے نبی پر افترا کرنا بہت بڑا گناہ ہے جس کی سزا ابدی جہنم ہوگی۔اس بنا پر وہ حضورؐ کی طرف منسوب کر کے کوئی بات کرنے میں سخت محتاط تھے۔صحابہ کرامؓ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی صحابیؓ نے اپنی کسی ذاتی غرض سے یا اپنا کوئی کام نکالنے کے لیے حضورؐ کے نام سے کبھی ناجائز فائدہ اٹھایا ہو۔حتیٰ کہ ان کے درمیان جب اختلافات برپا ہوئے اور دو خونریز لڑائیاں تک ہو گئیں، اس وقت بھی فریقین میں سے کسی ایک شخص نے بھی کوئی حدیث گھڑ کر دوسرے کے خلاف استعمال نہیں کی۔اس قسم کی حدیثیں بعد کے خدا ناترس لوگوں نے تو ضرور تصنیف کیں مگر صحابہؓ کے واقعات میں اس کی مثال ناپید ہے۔

رابعاً وہ اپنے اوپر اس بات کی بہت بڑی ذمہ داری محسوس کرتے تھے کہ بعد کے آنے والوں کو حضورؐ کے حالات اور آپ کی ہدایات و تعلیمات بالکل صحیح صورت میں پہنچائیں اور اس میں کسی قسم کا مبالغہ یا آمیزش نہ کریں، کیونکہ ان کے نزدیک یہ دین تھا اور اس میں اپنی طرف سے تغیر کر دینا کوئی معمولی جرم نہیں بلکہ ایک عظیم خیانت تھا۔اسی وجہ سے صحابہ کے حالات میں اس قسم کے بکثرت واقعات ملتے ہیں کہ حدیث بیان کرتے ہوئے وہ کانپ جاتے تھے، ان کے چہرے کا رنگ اڑ جاتا تھا، جہاں ذرہ برابر بھی خدشہ ہوتا تھا کہ شاید حضورؐ کے الفاظ کچھ اور ہوں وہاں بات نقل کر کے اوکما قال کہہ دیتے تھے تاکہ سننے والا ان کے الفاظ کو بعینہٖ حضورؐ کے الفاظ نہ سمجھ لے۔

خامساً، اکابر صحابہؓ خاص طور پر عام صحابیوں کو احادیث روایت کرنے میں احتیاط کی تلقین کرتے رہتے تھے۔اس معاملے میں سہل انگاری برتنے سے شدت کے ساتھ روکتے تھے اور بعض اوقات ان سے حضورؐ کا کوئی ارشاد سن کر شہادت طلب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے تا کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ دوسروں نے بھی یہ بات سنی ہے۔ اسی اطمینان کے لیے صحابیوں نے ایک دوسرے کے حافظے کا امتحان بھی لیا۔ مثلاً ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کو حج کے موقعہ پر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ایک حدیث پہنچی۔ دوسرے سال حج میں ام المومنین نے اُسی حدیث کو دریافت کرنے کے لیے ان کے پاس آدمی بھیجا۔ دونوں مرتبہ حضرت عبداللہؓ کے بیان میں ایک حرف کا فرق بھی نہ تھا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا واقعی عبداللہ کو بات ٹھیک یاد ہے۔ (بخاری، مسلم)

سادساً، حضورؐ کی ہدایات و تعلیمات کا بہت بڑا حصہ وہ تھا جس کی حیثیت محض زبانی روایات ہی کی نہ تھی، بلکہ صحابہؓ کے معاشرے میں، ان کی شخصی زندگیوں میں، ان کے گھروں میں، ان کی معیشت اور حکومت اور عدالت میں اس کا پورا ٹھپہ لگا ہوا تھا جس کے آثار و نقوش ہر طرف لوگوں کو چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ ایسی ایک چیز کے متعلق کوئی شخص حافظے کی غلطی، یا اپنے ذاتی خیالات و تعصبات کی بنا پر کوئی نرالی بات لا کر پیش کرتا بھی تو وہ چل کہاں سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی نرالی حدیث آئی بھی ہے تو وہ الگ پہچان لی گئی ہے اور محدثین نے اس کی نشاندہی کر دی ہے کہ اس خاص راوی کے سوا یہ بات کسی اور نے بیان نہیں کی ہے۔ یا اس پر عملدر آمد کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

احادیث کی صحت کا ایک ثبوت

ان سب کے علاوہ ایک نہایت اہم بات اور بھی ہے جسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو عربی زبان جانتے ہیں اور جنہوں نے محض سرسری طور پر کبھی کبھار متفرق احادیث کا مطالعہ نہیں کر لیا ہے بلکہ گہری نگاہ سے حدیث کی پوری پوری کتابوں کو، یا کم از کم کسی ایک ہی کتاب (مثلاً بخاری یا مسلم) کو از اوّل تا آخر پڑھا ہے۔ ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی ایک خاص زبان اور آپ کا اپنا ایک مخصوص اندازِ بیان ہے جو تمام صحیح احادیث میں بالکل یکسانیت اور یک رنگی کے ساتھ نظر آتا ہے۔ قرآن کی طرح آپ کا لٹریچر اور اسٹائل اپنی ایسی انفرادیت رکھتا ہے کہ اس کی نقل کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ اس میں آپ کی شخصیت بولتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اس میں آپ کا بلند منصب و مقام جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس کو پڑھتے ہوئے آدمی کا دل یہ گواہی دینے لگتا ہے کہ یہ باتیں محمدؐ رسول اللہ کے سوا کوئی دوسرا شخص کہہ نہیں سکتا۔ جن لوگوں نے کثرت سے احادیث کو پڑھ کر حضورؐ کی زبان اور طرز بیان کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے وہ حدیث کی سند کو دیکھے بغیر محض متن کو پڑھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع، کیونکہ موضوع کی زبان ہی بتا دیتی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی زبان نہیں ہے۔ حتیٰ کہ صحیح احادیث تک میں روایت باللفظ اور روایت بالمعنیٰ کا فرق صاف محسوس ہو جاتا ہے، کیونکہ جہاں راوی نے حضورؐ کی بات کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے وہاں آپؐ کے اسٹائل سے واقفیت رکھنے والا یہ بات پالیتا ہے کہ یہ خیال اور بیان تو حضورؐ ہی کا ہے لیکن زبان میں فرق ہے۔ یہ انفرادی خصوصیت احادیث میں کبھی نہ پائی جا سکتی اگر بہت سے کمزور حافظوں نے ان کو غلط طریقوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے نقل کیا ہوتا اور بہت سے ذہنوں کی کارفرمائی نے ان کو اپنے اپنے خیالات وتعصّبات کے مطابق توڑا مروڑا ہوتا۔ کیا یہ بات عقل میں سماتی ہے کہ بہت سے ذہن مل کر ایک یک رنگ لٹریچر اور ایک انفرادی سٹائل پیدا کر سکتے ہیں؟

اور یہ معاملہ صرف زبان وادب کی حد تک ہی نہیں ہے اس سے آگے بڑھ کر دیکھئے تو نظر آتا ہے کہ طہارت جسم ولباس سے لے کر صلح وجنگ اور بین الاقوامی معاملات تک زندگی کے تمام مختلف شعبوں میں اور ایمان واخلاق سے لے کر علاماتِ قیامت اور احوال آخرت تمام فکری اور اعتقادی مسائل میں صحیح احادیث ایک ایسا نظام فکر وعمل پیش کرتی ہیں جو اوّل سے آخر تک اپنا ایک ہی مزاج رکھتا ہے اور جس کے تمام اجزاء میں پورا پورا منطقی ربط ہے۔ ایسا مربوط اور ہم رنگ نظام اور اتنا مکمل وحدانی نظام لازماً ایک ہی فکر سے بن سکتا ہے، بہت سے مختلف ذہن مل کر اسے نہیں بنا سکتے۔ یہ ایک اور اہم ذریعہ ہے جس سے موضوع احادیث ہی نہیں مشکوک احادیث تک پہچانی جاتی ہیں۔ سند کو دیکھنے سے پہلے ایک بصیرت رکھنے والا آدمی اس طرح کی کسی حدیث کے مضمون ہی کو دیکھ کر یہ بات صاف محسوس کر لیتا ہے کہ صحیح احادیث اور قرآن مجید نے مل کر اسلام کا جو نظام فکر اور نظام حیات بنایا ہے اس کے اندر یہ مضمون کسی طرح ٹھیک نہیں بیٹھتا کیونکہ اس کا مزاج پورے نظام کے مزاج سے مختلف نظر آتا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے (تو ان حضرات) کی یہ رائے بڑے ہی سرسری مطالعے اور نہایت ناکافی غور و تحقیق کا نتیجہ نظر آتی ہے کہ حدیث کو حافظوں کی غلطی اور مختلف ذہنوں کی کارفرمائی نے مسخ کر دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل

توحید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اوّل

توحید اور اُس کے تقاضے

اساسیاتِ اسلام:

۱. الاسلام ان تشهد ان لاالٰه الا اللّٰه وان محمد ارسول اللّٰه وتقیم الصلوة وتوتی الزکاة وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیه سبیلا. (مسلم. ابوداؤد، ترمذی. نسائی)[۱]

تخریج

۱: حَدَّثَنِی اَبُوْخَیْثَمَةَ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ نَاوَکِیْعٌ عَنْ کَهْمَسٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ، عَنْ یَحْیَی بْنِ یَعْمَرَ ح وحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذِ نِ الْعَنْبَرِیُّ وَهٰذَا حَدِیْثُهٗ قَالَ: نَا اَبِیْ قَالَ: نَا کَهْمَسٌ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ،

عَنْ یَحْیَی بْنِ یَعْمَرَ، قَالَ: کَانَ اَوَّلَ مَنْ قَالَ فِی الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدُ الْجُهَنِیُّ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَحَمِیْدُبْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحِمْیَرِیُّ حَاجَّیْنِ اَوْمُعْتَمِرَیْنِ، فَقُلْنَا: لَوْلَقِیْنَا اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا یَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِی الْقَدْرِ، فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلًا الْمَسْجِدَ فَاکْتَنَفْتُهٗ اَنَا وَصَاحِبِیْ اَحَدُنَا عَنْ یَمِیْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ فَظَنَنْتُ اَنَّ صَاحِبِیْ سَیَکِلُ الْکَلَامَ اِلَیَّ

یحییٰ بن یعمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ بصرہ میں معبد جہنی نے سب سے پہلے انکار تقدیر پر گفتگو کی میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری دونوں حج یا عمرہ کا عزم لیے ہوئے روانہ ہوئے۔ ہماری خواہش تھی کہ کاش اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی سے ہماری ملاقات ہو جائے تو ہم ان سے اس نظریہ کے بارے میں دریافت کریں جو یہ لوگ تقدیر کے متعلق رکھتے ہیں۔ حسنِ اتفاق سے عبداللہؓ بن عمر سے ہماری ملاقات اس وقت ہوگئی جب وہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم دونوں نے ان کو دائیں بائیں دونوں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ چونکہ میرا خیال یہ تھا کہ میرا ساتھی آغازِ گفتگو کا موقع مجھے ہی دے گا۔ اس خیال سے میں نے گفتگو شروع کردی میں نے کہا۔ اے ابوعبدالرحمٰن! ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے ظاہر ہو گئے ہیں جو تلاوتِ قرآن کرتے ہیں اور علم کا شوق بھی رکھتے ہیں اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَقُلْتُ: یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّهٗ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَیَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ وَذَکَرَمِنْ شَاْنِهِمْ وَاَنَّهُمْ یَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا قَدْرَ. وَاَنَّ الْاَمْرَ اُنُفٌ قَالَ: اِذَا لَقِیْتَ اُولٰٓئِکَ فَاَخْبِرْ هُمْ اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِنْهُمْ وَاَنَّهُمْ بُرَآءٌ مِّنِّیْ وَالَّذِیْ یَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَلَوْ اَنَّ لَاَحَدِهِمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فَاَنْفَقَهٗ مَاقَبِلَ اللّٰهُ حَتّٰی یُوْمِنَ بِالْقَدَرِ.

ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرٰی عَلَیْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَایَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْهِ اِلٰی رُکْبَتَیْهِ وَوَضَعَ کَفَّیْهِ عَلٰی فَخِذَیْهِ وَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کے متعلق باریکیاں بھی چھانٹتے ہیں اور مزید ان کے حالات پر روشنی ڈالی۔ مگر ان لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کوئی چیز نہیں۔ ہر معاملہ بغیر تقدیر کے از خود ہو جاتا ہے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر ان سے تمہاری ملاقات ہو تو صاف صاف کہہ دینا کہ ان کا مجھ سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں اور نہ میرا ان سے کوئی تعلق ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کی ابن عمر قسم کھاتا ہے۔ اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اسے راہ خدا میں خرچ کر دے اللہ تعالیٰ اس کی اس خیرات کو اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے۔

اس کے بعد ابن عمر نے فرمایا کہ میرے والد نے مجھے حدیث سنائی کہ ایک روز ہم لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک اس اثنا میں ایک اجنبی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لباس نہایت سفید، بال انتہائی سیاہ۔ سفر کا کوئی نشان اس پر نمایاں نہیں تھا۔ ہم میں سے کوئی بھی اسے جانتا پہچانتا نہیں تھا۔ بالآخر حضورؐ کے روبرو دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے (مؤدب ہو کر بیٹھا) اور عرض کیا اے محمدؐ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا، ''اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں اور اس بات کی شہادت دے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ تو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرے۔'' اس نے عرض کیا، ''آپ نے سچ فرمایا''۔ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی اس کی تصدیق کر رہا ہے۔ پھر اس نے عرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلْإِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. قَالَ: صَدَقْتَ قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْئَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ: اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ: صَدَقْتَ قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ: اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَآءَ الشَّاءِ

کیا کہ اچھا بتائیے ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم خدا پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور قیامت پر ایمان لاؤ اور خیر و شر کے مقدر ہونے پر ایمان لاؤ۔‘‘ اس نے عرض کیا ’’کہ آپ نے سچ فرمایا۔‘‘ پھر پوچھا ’’کہ احسان کیا ہے؟‘‘۔ آپؐ نے فرمایا ’’احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو کیونکہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو اس یقین کے ساتھ عبادت کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے‘‘۔ اس شخص نے کہا ’’اچھا اب قیامت کے متعلق ارشاد فرمائیے‘‘۔ آپؐ نے فرمایا، ’’مسئول عنہ سائل سے اس بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا‘‘۔ اس پر اس نے عرض کیا اچھا کچھ علامات بتادیں۔ آپؐ نے فرمایا ’’اس کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی۔ اور برہنہ پا مفلس چروا ہے اونچے اونچے عالی شان محلات تعمیر کریں گے اور ان پر اترائیں گے‘‘۔ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر میں ٹھہرا رہا۔ پھر حضورؐ نے دریافت فرمایا ’’جانتے ہو یہ سائل کون تھا‘‘؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ’’یہ جبریل تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔‘‘!

يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ.

ماخذ:

○ مسلم ج ا ص ۲۷ کتاب الایمان۔ ○ بخاری ج ا ص ۱۲ کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان و الاسلام الخ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس چیز کو ہم اسلامی اخلاقیات سے تعبیر کرتے ہیں وہ قرآن اور حدیث کی رو سے دراصل چار مراتب پر مشتمل ہے۔ ایمان، تقویٰ، اسلام، اور احسان، یہ چاروں مراتب یکے بعد دیگرے اس فطری ترتیب پر واقع ہیں کہ ہر بعد کا مرتبہ پہلے

عن ابی ہریرۃ بخاری میں مسلم والی روایت کا پہلا حصہ نہیں ہے اور روایت فاتاہ رجل فقال ما الایمان سے شروع ہوتی ہے۔

- ابو داؤد. کتاب السنة باب فی القدر.
- ترمذی ابواب الایمان باب ما جاء فی وصف جبریل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الایمان و الاسلام.

ترمذی نے قال فما الاسلام کے جواب میں حضور کا جواب شَهَادَةَ ان لا اِلٰه اِلااللّٰه وان محمدا عبده ورسوله و اقام الصلوٰة وایتاء الزکوة وحج البیت وصوم رمضان الخ نقل کیا ہے۔

- نسائی کتاب الایمان وشرائعه باب صفة الایمان والا سلام.
- ابن ماجه المقدمة باب فی الایمان.
- مسند احمد ج ا ص ۲۷ عمر بن خطاب.
- مسند ابی عوانة ج ا. ص ۳ باب الاعمال والفرائض

بقول قاضی عیاض۔ یہ حدیث ایسی جامع ہے کہ جملہ امور شریعت اس میں بیان کر دیے ہیں۔ مثلاً

ارکان واساساتِ اسلام:

شهادة ان لااله الا اللّٰه وان محمد رسول اللّٰه ۔اقامت صلوٰۃ، ایتاء الزکوٰۃ، صوم رمضان بصورتِ استطاعت حج بیت اللہ۔

ایمانیات۔

ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسل، ایمان بالآخرت، اور ایمان بالقدر خیرہ شرہ، وغیرہ۔

احسان:

ایک جملہ میں سارے تصوف اور سلوک کو یکجا کر دیا ہے کہ عبادت اس رنگ میں کرنی چاہیے کہ عابد اپنے معبود حقیقی کو اپنے روبرو دیکھ رہا ہو۔ اگر اس مرتبہ پر نہ پہنچے تو کم از کم یہ احساس تو ہو کہ وہ معبود اپنے عابد کو دیکھ رہا ہے گویا خدائے بزرگ و برتر کے ہر آن اور ہر لحظہ حاضر و ناظر ہونے کا تصور رہے۔

(مرتب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتبے سے پیدا اور لازماً اسی پر قائم ہوتا ہے، اور جب تک نیچے والی منزل پختہ ومحکم نہ ہو جائے دوسری منزل کی تعمیر کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ اس پوری عمارت میں ایمان کو بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس بنیاد پر اسلام کی منزل تعمیر ہوتی ہے۔ پھر اسکے اوپر تقویٰ اور اس سے اوپر احسان کی منزلیں اٹھتی ہیں۔ ایمان نہ ہو تو اسلام وتقویٰ یا احسان کا سرے سے کوئی امکان ہی نہیں۔ ایمان کمزور ہو تو اس پر کسی بالائی منزل کا بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا، یا ایسی کوئی منزل تعمیر کر بھی دی جائے تو وہ بودی اور متزلزل ہوگی۔ ایمان محدود ہو تو جتنے حدود میں وہ محدود ہوگا، اسلام، تقویٰ اور احسان بھی بس انہی حدود تک محدود رہیں گے۔ پس جب تک ایمان پوری طرح صحیح، پختہ اور وسیع نہ ہو، کوئی مرد عاقل جو دین کا فہم رکھتا ہو، اسلام، تقویٰ یا احسان کی تعمیر کا خیال نہیں کر سکتا۔ اسی طرح تقویٰ سے پہلے اسلام اور احسان سے پہلے تقویٰ کی تصحیح، پختگی اور توسیع ضروری ہے۔ لیکن اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اس فطری و اصولی ترتیب کو نظر انداز کر کے ایمان واسلام کی تکمیل کے بغیر تقویٰ واحسان کی باتیں شروع کر دیتے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ افسوس ناک یہ ہے کہ بالعموم لوگوں کے ذہنوں میں ایمان واسلام کا ایک نہایت محدود تصور جاگزیں ہے، اس وجہ سے وہ سمجھتے ہیں کہ محض وضع قطع، لباس، نشست و برخاست، اکل وشرب اور ایسی ہی چند ظاہری چیزوں کو ایک مقرر نقشے پر ڈھال لینے سے تقویٰ کی تکمیل ہو جاتی ہے، اور پھر عبادات میں نوافل، اذکار، اوراد و وظائف اور ایسے ہی بعض اعمال اختیار کر لینے سے احسان کا بلند مقام حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ بسا اوقات اسی تقویٰ اور احسان کے ساتھ ساتھ لوگوں کی زندگیوں میں ایسی صریح علامات بھی نظر آتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی ان کا ایمان ہی سرے سے درست اور پختہ نہیں ہوا ہے۔ یہ غلطیاں جب تک موجود ہیں، کسی طرح یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ ہم اسلامی اخلاقیات کا نصاب پورا کرنے میں کبھی کامیاب ہو سکیں گے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہمیں ایمان، اسلام، تقویٰ اور احسان کے ان چاروں مراتب کا پورا پورا تصور بھی حاصل ہو اور اس کے ساتھ ہم ان کی فطری ترتیب کو بھی اچھی طرح سمجھ لیں۔

ایمان:

سب سے پہلے ایمان کو لیجیے جو اسلامی زندگی کی بنیاد ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ توحید ورسالت کے اقرار کا نام ایمان ہے۔ اگر کوئی شخص اس کا اقرار کر لے تو اس سے وہ قانونی شرط پوری ہو جاتی ہے جو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے رکھی گئی ہے اور وہ اس کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کیا جائے مگر کیا یہی سادہ اقرار، جو ایک قانونی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے، اس غرض کے لیے بھی کافی ہو سکتا ہے کہ اسلامی زندگی کی ساری سہ منزلہ عمارت صرف اس بنیاد پر قائم ہو سکے؟ لوگ ایسا ہی سمجھتے ہیں، اور اسی لیے جہاں یہ اقرار موجود ہوتا ہے وہاں عملی اسلام اور تقویٰ اور احسان کی تعمیر شروع کر دی جاتی ہے جو اکثر ہوائی قلعے سے زیادہ پائیدار ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن فی الواقع ایک مکمل اسلامی زندگی کی تعمیر کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ ایمان اپنی تفصیلات میں پوری طرح وسیع اور اپنی گہرائی میں اچھی طرح مستحکم ہو۔ اس کی تفصیلات میں سے جو شعبہ بھی

ل حدیث جبریل میں اساساتِ اسلام، ایمانیات اور احسان کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسلامی اخلاقیات کی عمارت چار بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔ یعنی ایمان، اسلام، تقویٰ اور احسان۔ اسی کے پیش نظر اس مقام پر ایمان، اسلام اور احسان کے ساتھ تقویٰ کو بالترتیب بیان کیا گیا ہے۔ (مرتب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھوٹ جائے گا، اسلامی زندگی کا وہی شعبہ تعمیر ہونے سے رہ جائے گا، اور اس کی گہرائی میں جہاں بھی کسر رہ جائے گی اسلامی زندگی کی عمارت اسی مقام پر بودی ثابت ہوگی۔

مثال کے طور پر ایمان باللہ کو دیکھئے جو دین کی اولین بنیاد ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ خدا کا اقرار اپنی سادہ صورت سے گزر کر جب تفصیلات میں پہنچتا ہے تو اس کی بے شمار صورتیں بن جاتی ہیں۔ کہیں وہ صرف اس حد پر ختم ہو جاتا ہے کہ بے شک خدا موجود ہے اور وہ دنیا کا خالق ہے اور اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ کہیں اس کی انتہائی وسعت بس اتنی ہوتی ہے کہ خدا ہمارا معبود ہے اور ہمیں اس کی پرستش کرنی چاہیے۔ کہیں خدا کی صفات اور اسی کے حقوق و اختیارات کا تصور کچھ زیادہ وسیع ہو کر بھی اس سے آگے نہیں بڑھتا کہ عالم الغیب، سمیع و بصیر، سمیع الدعوات، اور قاضی الحاجات اور ''پرستش'' کی تمام جزوی شکلوں کا مستحق ہونے میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہے، اور یہ کہ ''مذہبی معاملات'' میں آخری سند خدا ہی کی کتاب ہے۔ ظاہر ہے کہ ان مختلف تصورات سے ایک ہی طرز کی زندگی نہیں بن سکتی بلکہ جو تصور جتنا محدود ہے، عملی زندگی اور اخلاق میں بھی لازماً اسلامی رنگ اتنا ہی محدود ہو گا، حتیٰ کہ جہاں عام مذہبی تصورات کے مطابق ایمان باللہ اپنی انتہائی وسعت پر پہنچ جائے گا وہاں بھی اسلامی زندگی اس سے آگے نہ بڑھ سکے گی کہ خدا کے باغیوں کی وفاداری اور خدا کی وفاداری ایک ساتھ نباہ لی جائے، یا نظامِ کفر اور نظامِ اسلام کو سمو کر ایک مرکب بنالیا جائے۔

اسی طرح ایمان باللہ کی گہرائی کا پیمانہ بھی مختلف ہے۔ کوئی خدا کا اقرار کرنے کے باوجود اپنی کسی معمولی سے معمولی چیز کو بھی خدا پر قربان کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا، کوئی بعض چیزوں سے خدا کو عزیز تر رکھتا ہے مگر بعض چیزیں اسے خدا سے عزیز تر ہوتی ہیں، کوئی اپنی جان و مال تک خدا پر قربان کر دیتا ہے مگر اپنے رجحاناتِ نفس اور اپنے نظریات و افکار کی قربانی یا اپنی شہرت کی قربانی اسے گوارا نہیں ہوتی۔ ٹھیک ٹھیک اسی تناسب سے اسلامی زندگی کی پائیداری و ناپائیداری بھی متعین ہوتی ہے، اور انسان کا اسلامی اخلاق ٹھیک اسی مقام پر دغا دے جاتا ہے جہاں اس کے نیچے ایمان کی بنیاد کمزور رہ جاتی ہے۔ ایک مکمل اسلامی زندگی کی عمارت اگر اٹھ سکتی ہے تو صرف اسی اقرارِ توحید پر اٹھ سکتی ہے جو انسان کی پوری انفرادی و اجتماعی زندگی پر وسیع ہو جس کے مطابق انسان اپنے آپ کو اور اپنی ہر چیز کو خدا کی مِلک سمجھے، اس کو اپنا اور تمام دنیا کا ایک ہی جائز مالک، معبود، مطاع اور صاحبِ امر و نہی تسلیم کرے، اسی کو ہدایت کا سرچشمہ مانے، اور پورے شعور کے ساتھ اس حقیقت پر مطمئن ہو جائے کہ خدا کی اطاعت سے انحراف، یا اس کی ہدایت سے بے نیازی، یا اس کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں غیر کی شرکت جس پہلو اور جس رنگ میں بھی ہے سراسر ضلالت ہے۔ پھر اس عمارت میں استحکام اگر پیدا ہو سکتا ہے تو صرف اس وقت ہو سکتا ہے کہ آدمی پورے شعور اور پورے ارادے کے ساتھ یہ فیصلہ کرلے کہ وہ اور اس کا سب کچھ اللہ کا ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے۔ اپنے معیار پسند اور ناپسند کو ختم کر کے اللہ کی پسند و ناپسند کے تابع کر دے۔ اپنی خودسری کو مٹا کر اپنے نظریات، خیالات، خواہشات، جذبات اور اندازِ فکر کو اس علم کے مطابق ڈھال لے جو خدا نے اپنی کتاب میں دیا ہے۔ اپنی تمام ان وفاداریوں کو دریا برد کر دے جو خدا کی وفاداری کے تابع نہیں بلکہ اس کی مدمقابل بن سکتی ہوں۔ اپنے دل میں سب سے بلند مقام پر خدا کی محبت کو بٹھائے اور ہر اس بت کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نہاں خانۂ دل سے نکال پھینکے جو خدا کے مقابلہ میں عزیز تر ہونے کا مطالبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہو۔ اپنی محبت اور نفرت، اپنی دوستی اور دشمنی، اپنی رغبت اور کراہیت، اپنی صلح اور جنگ ہر چیز کو خدا کی مرضی میں اس طرح گم کردے کہ اس کا نفس وہی چاہنے لگے جو خدا چاہتا ہے اور اس سے بھاگنے لگے جو خدا کو ناپسند ہے یہ ہے ایمان باللہ کا حقیقی مرتبہ اور آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ جہاں ایمان ہی ان حیثیات سے اپنی وسعت اور ہمہ گیری اور اپنی پختگی و مضبوطی میں ناقص ہو وہاں تقویٰ یا احسان کا کیا امکان ہوسکتا ہے۔

اسی پر دوسرے ایمانیات کو بھی قیاس کر لیجیے۔ نبوت پر ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک انسان کا نفس زندگی کے سارے معاملات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما نہ مان لے اور اس کی رہنمائی کے خلاف یا اس سے آزاد جتنی رہنمائیاں ہوں ان کو رد نہ کردے۔ کتاب پر ایمان اس وقت تک ناقص ہی رہتا ہے جب تک نفس میں کتاب اللہ کے بتائے ہوئے اصولِ زندگی کے سوا کسی دوسری چیز کے تسلط پر رضامندی کا شائبہ بھی باقی ہو یا اتباع مَاأَنْزَلَ اللّٰهُ کو اپنی اور ساری دنیا کی زندگی کا قانون دیکھنے کے لیے قلب وروح کی بے چینی میں کچھ کسر بھی ہو۔ اسی طرح آخرت پر ایمان بھی مکمل نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ نفس پوری طرح آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے اور اخروی قدروں کے مقابلہ میں دنیوی قدروں کو ٹھکرا دینے پر آمادہ نہ ہو جائے اور آخرت کی جواب دہی کا خیال اسے زندگی کی ہر راہ پر چلتے ہوئے قدم قدم پر کھٹکنے نہ لگے۔ یہ بنیادیں ہی جہاں پوری طرح موجود نہ ہوں آخر وہاں اسلامی زندگی کی عالی شان عمارت کس شے پر تعمیر ہوگی جب لوگوں نے ان بنیادوں کی توسیع و تکمیل اور پختگی کے بغیر ہی تعمیر اخلاقِ اسلامی کو ممکن سمجھا تب ہی تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتاب اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے والے جج، غیر شرعی قوانین کی بنیاد پر مقدمے لڑنے والے وکیل، نظامِ کفر کے ماتحت معاملاتِ زندگی کا انتظام کرنے والے کارکن، کافرانہ اصولِ تمدن وسیاست پر زندگی کی تشکیل وتاسیس کے لیے لڑنے والے لیڈر اور پیرو، غرض سب کے لیے تقویٰ واحسان کے مراتب عالیہ کا دروازہ کھل گیا بشرطیکہ وہ اپنی زندگی کے ظاہری انداز واطوار کو ایک خاص نقشے پر ڈھال لیں۔ اور کچھ نوافل واذکار کی عادت ڈال لیں۔

اسلام:

ایمان کی یہ بنیادیں، جن کا ابھی میں نے آپ سے ذکر کیا ہے، جب مکمل اور گہری ہو جاتی ہیں، تب ان پر اسلام کی منزل تعمیر ہوتی ہے۔ اسلام دراصل ایمانٰ کے عملی ظہور کا دوسرا نام ہے۔ ایمان اور اسلام کا باہمی تعلق ویسا ہی ہے جیسا بیج اور درخت کا تعلق ہوتا ہے۔ بیج میں جو کچھ اور جیسا کچھ موجود ہوتا ہے وہی درخت کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ درخت کا امتحان کرکے بآسانی یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ بیج میں کیا تھا اور کیا نہ تھا۔ آپ نہ یہ تصور کرسکتے ہیں کہ بیج نہ ہو اور درخت موجود ہو، اور نہ یہی ممکن ہے کہ زمین بنجر بھی نہ ہو اور بیج اس میں موجود بھی ہو پھر بھی درخت پیدا نہ ہو۔ ایسا ہی معاملہ ایمان اور اسلام کا ہے۔ جہاں ایمان موجود ہوگا، لازماً اس کا ظہور آدمی کی عملی زندگی میں، اخلاق میں، برتاؤ میں، تعلقات کے کٹنے اور جڑنے میں، دوڑ دھوپ کے رخ میں، مذاق ومزاج کی افتاد میں، سعی وجہد کے راستوں میں، اوقات اور قوتوں اور قابلیتوں کے مصرف میں، غرض مظاہر زندگی کے ہر ہر جز میں ہوکر رہے گا۔ ان میں سے جس پہلو میں بھی اسلام کے بجائے غیر اسلام ظاہر ہو رہا ہے یقین کر لیجیے کہ اس پہلو میں ایمان موجود نہیں ہے یا ہے تو بالکل بودا اور بے جان ہے، اور اگر عملی زندگی ساری کی ساری ہی غیر مسلمانہ شان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بسر ہو رہی ہو تو جان لیجیے کہ دل ایمان سے خالی ہے، یا زمین اتنی بنجر ہے کہ ایمان کا بیج برگ و بار نہیں لا رہا ہے۔ بہر حال میں نے جہاں تک قرآن اور حدیث کو سمجھا ہے یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ دل میں ایمان ہو اور عمل میں اسلام نہ ہو۔

تھوڑی دیر کے لیے اپنے ذہن سے ان بحثوں کو نکال دیں جو فقہاء اور متکلمین نے اس مسئلہ میں کی ہیں اور قرآن سے اس معاملہ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ قرآن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعتقادی ایمان اور عملی اسلام لازم و ملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ جگہ جگہ ایمان اور عمل صالح کا ساتھ ساتھ ذکر کرتا ہے، اور تمام اچھے وعدے جو اس نے اپنے بندوں سے کیے ہیں انہی لوگوں سے متعلق ہیں جو اعتقاداً مومن اور عملاً مسلم ہوں۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں منافقین کو پکڑا ہے وہاں ان کے عمل ہی کی خرابیوں سے ان کے ایمان کے نقص پر دلیل قائم کی ہے اور عملی اسلام ہی کو حقیقی ایمان کی علامت ٹھیرایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قانونی لحاظ سے کسی شخص کو کافر ٹھیرانے اور امت سے اس کا رشتہ کاٹ دینے کا معاملہ دوسرا ہے اور اس میں انتہائی احتیاط ملحوظ رہنی چاہیے، مگر میں یہاں اس ایمان و اسلام کا ذکر نہیں کر رہا ہوں جس پر دنیا میں فقہی احکام مترتب ہوتے ہیں بلکہ یہاں ذکر اس ایمان و اسلام کا ہے جو خدا کے ہاں معتبر ہے اور جس پر اخروی نتائج مترتب ہونے والے ہیں۔ قانونی نقطہ نظر کو چھوڑ کر حقیقت نفس الامری کے لحاظ سے اگر آپ دیکھیں گے تو یقیناً یہی پائیں گے کہ جہاں عملاً خدا کے آگے سپر اندازی اور سپردگی و حوالگی میں کمی ہے، جہاں نفس کی پسند خدا کی پسند سے مختلف ہے، جہاں خدا کی وفاداری کے ساتھ غیر کی وفاداری نبھ رہی ہے۔ جہاں اقامتِ دین کی سعی کے بجائے دوسرے مشاغل میں انہماک ہے، جہاں کوششیں اور محنتیں راہ خدا کے بجائے دوسری راہوں میں صرف ہو رہی ہیں، وہاں ضرور ایمان میں نقص ہے اور ظاہر ہے کہ ناقص ایمان پر تقویٰ اور احسان کی تعمیر نہیں ہوسکتی خواہ ظاہر کے اعتبار سے متقیوں کی سی وضع بنانے اور محسنین کے بعض اعمال کی نقل اتارنے کی کتنی ہی کوشش کی جائے۔ ظاہر فریب شکلیں اگر حقیقت کی روح سے خالی ہوں تو ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسی ایک نہایت خوب صورت آدمی کی لاش بہترین وضع و ہیئت میں موجود ہو مگر اس میں جان نہ ہو۔ اس خوب صورت لاش کی ظاہری شان سے دھوکا کھا کر آپ کچھ توقعات اس سے وابستہ کریں گے تو واقعات کی دنیا اپنے پہلے ہی امتحان میں اس کا ناکارہ ہونا ثابت کر دے گی اور تجربے سے آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ایک بدصورت مگر زندہ انسان ایک خوب صورت مگر بے روح لاش سے بہر حال زیادہ کارگر ہوتا ہے۔ ظاہر فریبیوں سے آپ اپنے نفس کو تو ضرور دھوکا دے سکتے ہیں، لیکن عالم واقعہ پر کچھ بھی اثر نہیں ڈال سکتے اور نہ خدا کی میزان ہی میں کوئی وزن حاصل کر سکتے ہیں۔

تقویٰ:

تقویٰ کی بات کرنے سے پہلے یہ سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ تقویٰ ہے کیا چیز۔ تقویٰ حقیقت میں کسی وضع و ہیئت اور کسی خاص طرز معاشرت کا نام نہیں ہے بلکہ دراصل وہ نفس کی اس کیفیت کا نام ہے جو خدا ترسی اور احساسِ ذمہ داری سے پیدا ہوتی ہے اور زندگی کے ہر پہلو میں ظہور کرتی ہے۔ حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ انسان کے دل میں خدا کا خوف ہو، عبدیت کا شعور ہو، خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری و جواب دہی کا احساس ہو، اور اس بات کا زندہ ادراک موجود ہو کہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے جہاں خدا نے ایک مہلتِ عمر دے کر مجھے بھیجا ہے اور آخرت میں میرے مستقبل کا فیصلہ بالکل اس چیز پر منحصر ہے کہ میں اس دیے ہوئے وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اندر اس امتحان گاہ میں اپنی قوتوں اور قابلیتوں کو کس طرح استعمال کرتا ہوں۔اس سروسامان میں کس طرح تصرف کرتا ہوں جو مشیئتِ الٰہی کے تحت مجھے دیا گیا ہے۔اور ان انسانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہوں جن سے قضائے الٰہی نے مختلف حیثیتوں سے میری زندگی متعلق کر دی ہے۔یہ احساس وشعور جس شخص کے اندر پیدا ہو جائے اس کا ضمیر بیدار ہو جاتا ہے۔اس کی دینی حس تیز ہو جاتی ہے اس کو ہر وہ چیز کھٹکنے لگتی ہے جو خدا کی رضا کے خلاف ہو۔اُس کے مذاق کو ہر وہ شے ناگوار ہونے لگتی ہے جو خدا کی پسند سے مختلف ہو۔وہ اپنے نفس کا آپ جائزہ لینے لگتا ہے کہ میرے اندر کس قسم کے رجحانات ومیلانات پرورش پا رہے ہیں۔وہ اپنی زندگی کا خود محاسبہ کرنے لگتا ہے کہ میں کن کاموں میں اپنا وقت اور اپنی قوتیں صرف کر رہا ہوں۔وہ صریح ممنوعات کو تو درکنار مشتبہ امور میں بھی مبتلا ہوتے ہوئے خود بخود جھجکنے لگتا ہے۔اس کا احساسِ فرض اسے مجبور کر دیتا ہے کہ تمام اوامر کو پوری فرمانبرداری کے ساتھ بجالائے۔اس کی خداترسی ہر اس موقعہ پر اس کے قدم میں لرزش پیدا کر دیتی ہے جہاں حدود اللہ سے تجاوز کا اندیشہ ہو۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کی نگہداشت آپ سے آپ اس کا وتیرہ بن جاتی ہے اور اس خیال سے بھی اس کا ضمیر کانپ اٹھتا ہے کہ کہیں اس سے کوئی بات حق کے خلاف سرزد نہ ہو جائے۔یہ کیفیت کسی ایک شکل یا کسی مخصوص دائرۂ عمل میں ہی ظاہر نہیں ہوتی بلکہ آدمی کے پورے طرزِ فکر اور اس کے تمام کارنامۂ زندگی میں اس کا ظہور ہوتا ہے اور اس کے اثر سے ایک ایسی ہموار ویک رنگ سیرت پیدا ہوتی ہے جس میں آپ ہر پہلو سے ایک ہی طرز کی پاکیزگی وصفائی پائیں گے۔بخلاف اس کے جہاں تقویٰ اس چیز کا نام رکھ لیا گیا ہے کہ آدمی چند مخصوص شکلوں کی پابندی اور مخصوص طریقوں کی پیروی اختیار کر لے اور مصنوعی طور پر اپنے آپ کو ایسے سانچے میں ڈھال لے جس کی پیمائش کی جاسکتی ہو وہاں آپ دیکھیں گے کہ وہ چند اشکالِ تقویٰ جو سکھا دی گئی ہیں، ان کی پابندی انتہائی اہتمام کے ساتھ ہو رہی ہے۔مگر اس کے ساتھ زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں وہ اخلاق، وہ طرزِ فکر اور وہ طرزِ عمل بھی ظاہر ہو رہے ہیں جو مقامِ تقویٰ تو درکنار، ایمان کے ابتدائی مقتضیات سے بھی مناسبت نہیں رکھتے۔یعنی حضرت مسیحؑ کی تمثیلی زبان میں مچھر چھانے جا رہے ہیں اور اونٹ بے تکلفی کے ساتھ نگلے جا رہے ہیں۔

حقیقی تقویٰ اور مصنوعی تقویٰ کے اس فرق کو یوں سمجھیے کہ ایک شخص تو وہ ہے کہ جس کے اندر طہارت ونظافت کی حس موجود ہے اور پاکیزگی کا ذوق پایا جاتا ہے۔ایسا شخص گندگی سے فی نفسہٖ نفرت کرے گا خواہ وہ جس شکل میں بھی ہو اور طہارت کو بجائے خود اختیار کرے گا خواہ اس کے مظاہر کا احاطہ نہ ہو سکتا ہو بخلاف اس کے ایک دوسرا شخص ہے جس کے اندر طہارت کی حس موجود نہیں مگر وہ گندگیوں اور طہارتوں کی ایک فہرست لئے پھرتا ہے جو کہیں سے اس نے نقل کر لی ہیں، یہ شخص ان گندگیوں سے سخت اجتناب کرے گا جو اس کی فہرست میں لکھی ہوئی ہیں، مگر بے شمار ایسی گھناؤنی چیزوں میں آلودہ پایا جائے گا جو ان گندگیوں سے بدرجہا زیادہ ناپاک ہوں گی جن سے وہ بچ رہا ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ اس کی فہرست میں درج ہونے سے رہ گئیں۔یہ فرق جو میں آپ سے عرض کر رہا ہوں، یہ محض ایک نظری فرق نہیں ہے بلکہ آپ اس کو اپنی آنکھوں سے ان حضرات کی زندگیوں میں دیکھ سکتے ہیں جن کے تقویٰ کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ایک طرف ان کے ہاں جزئیاتِ شرع کا یہ اہتمام ہے کہ ڈاڑھی ایک خاص مقدار سے کچھ بھی کم ہو تو فسق کا فیصلہ نافذ کر دیا جاتا ہے، پائنچہ ٹخنے سے ذرا نیچے ہو جائے تو جہنم کی وعید سنا دی جاتی ہے۔اپنے مسلکِ فقہی کے فروعی احکام سے ہٹنا ان کے نزدیک گویا دین سے نکل جانا ہے۔لیکن دوسری طرف دین کے اصول و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلیات سے ان کی غفلت اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ مسلمانوں کی پوری زندگی کا مدار انہوں نے رخصتوں اور سیاسی مصلحتوں پر رکھ دیا ہے، اقامتِ دین کی سعی سے گریز کی بے شمار راہیں انہوں نے نکال رکھی ہیں، غلبہ کفر کے تحت ''اسلامی زندگی'' کے نقشے بنانے ہی میں ان کی ساری محنتیں اور کوششیں صرف ہو رہی ہیں، اور انہی کی غلط رہنمائی نے مسلمانوں کو اس چیز پر مطمئن کیا ہے کہ ایک غیر اسلامی نظام کے اندر رہتے ہوئے بلکہ اس کی خدمت کرتے ہوئے بھی ایک محدود دائرے میں مذہبی زندگی بسر کر کے وہ دین کے سارے تقاضے پورے کر سکتے ہیں اور اس سے آگے کچھ مطلوب نہیں ہے جس کے لیے وہ سعی کریں۔ پھر اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ اگر کوئی ان کے سامنے دین کے اصلی مطالبے پیش کرے اور سعی اقامت دین کی طرف توجہ دلائے تو صرف یہی نہیں کہ وہ اسکی بات سنی ان سنی کر دیتے ہیں بلکہ کوئی حیلہ، کوئی بہانہ اور کوئی چال ایسی نہیں چھوڑتے جو اس کام سے خود بچنے اور مسلمانوں کو بچانے کے لیے استعمال نہ کریں۔ اس پر بھی ان کے تقویٰ پر کوئی آنچ نہیں آتی اور نہ مذہبی ذہنیت رکھنے والوں میں سے کسی کو یہ شک ہوتا ہے کہ ان کے تقویٰ میں کوئی کسر ہے۔ اسی طرح حقیقی اور مصنوعی تقویٰ کا فرق بے شمار دوسری شکلوں میں بھی ظاہر ہوتا رہتا ہے مگر آپ اسے تب ہی محسوس کر سکتے ہیں کہ تقویٰ کا اصلی تصور آپ کے ذہن میں واضح طور پر موجود ہو۔

میری ان باتوں کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وضع قطع، لباس اور معاشرت کے ظاہری پہلوؤں کے متعلق جو آداب و احکام حدیث سے ثابت ہیں، میں ان کا استخفاف کرنا چاہتا ہوں یا انہیں غیر ضروری قرار دیتا ہوں۔ خدا کی پناہ اس سے کہ میرے دل میں ایسا کوئی خیال ہو، دراصل جو کچھ میں آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اصل شے حقیقت تقویٰ ہے نہ کہ یہ مظاہر۔ حقیقتِ تقویٰ جس کے اندر پیدا ہوگی تو اس کی پوری زندگی ہمواری و یک رنگی کے ساتھ اسلامی زندگی بنے گی اور اسلام اپنی پوری ہمہ گیری کے ساتھ اس کے خیالات میں، اس کے جذبات ور جحانات میں، اس کے مذاق طبیعت میں، اس کے اوقات کی تقسیم اور اس کی قوتوں کے مصارف میں، اس کی سعی کی راہوں میں، اس کے طرز زندگی اور معاشرت میں، اس کی کمائی اور خرچ میں، غرض اس کی حیاتِ دنیوی کے سارے ہی پہلوؤں میں رفتہ رفتہ نمایاں ہوتا چلا جائے گا۔ بخلاف اس کے اگر مظاہر کو حقیقت پر مقدم رکھا جائے گا اور ان پر بے جا زور دیا جائے گا اور حقیقی تقویٰ کی تخم ریزی و آبیاری کے بغیر مصنوعی طور پر چند ظاہری احکام کی تعمیل کرا دی جائے گی تو نتائج وہی کچھ ہوں گے جن کا میں نے ابھی آپ سے ذکر کیا ہے۔ پہلی چیز دیر طلب اور صبر آزما ہے۔ بتدریج نشو و نما پاتی اور ایک مدت کے بعد برگ و بار لاتی ہے۔ جس طرح بیج سے درخت کے پیدا ہونے اور پھل پھول لانے میں کافی دیر لگا کرتی ہے، اسی لیے سطحی مزاج کے لوگ اس سے اپراتے ہیں۔ بخلاف اس کے دوسری چیز جلدی اور آسانی سے پیدا کر لی جاتی ہے، جیسے ایک لکڑی میں پتے اور پھل اور پھول باندھ کر درخت کی سی شکل بنا دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ تقویٰ کی پیداوار کا یہی ڈھنگ آج مقبول ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ جو توقعات ایک فطری درخت سے پوری ہوتی ہیں، وہ اس قسم کے مصنوعی درختوں سے کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔

احسان:

احسان دراصل اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کے ساتھ اس قلبی لگاؤ، اس گہری محبت، اس سچی وفاداری اور فدویت و جاں نثاری کا نام ہے جو مسلمان کو فنافی الاسلام کر دے۔ تقویٰ کا اساسی تصور خدا کا خوف ہے جو انسان کو اس کی ناراضی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بچنے پر آمادہ کرے اور احسان کا اساسی تصور خدا کی محبت ہے جو آدمی کو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ابھارے۔ ان دونوں چیزوں کے فرق کو ایک مثال سے یوں سمجھیے کہ حکومت میں سے ایک تو وہ لوگ ہیں جو نہایت فرض شناسی وتن دہی سے وہ تمام خدمات ٹھیک ٹھیک بجالاتے ہیں جو ان کے سپرد کی گئی ہوں۔ تمام ضابطوں اور قاعدوں کی پوری پوری پابندی کرتے ہیں اور کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو حکومت کے لیے قابلِ اعتراض ہو۔ دوسرا طبقہ ان مخلص وفاداروں اور جان نثاروں کا ہوتا ہے جو دل و جان سے حکومت کے ہوا خواہ ہوتے ہیں، صرف وہی خدمات انجام نہیں دیتے جو ان کے سپرد کی گئی ہوں بلکہ ان کے دل کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ سلطنت کے مفاد کو زیادہ سے زیادہ کس طرح ترقی دی جائے، اور اس دھن میں فرض اور مطالبہ سے زائد کام کرتے ہیں، سلطنت پر کوئی آنچ آئے تو وہ جان و مال اور اولاد سب کچھ قربان کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں، قانون کی کہیں خلاف ورزی ہو تو ان کے دل کو چوٹ لگتی ہے، کہیں بغاوت کے آثار پائے جائیں تو وہ بے چین ہو جاتے ہیں اور اسے فرو کرنے میں جان لڑا دیتے ہیں، جان بوجھ کر خود سلطنت کے مفاد کو نقصان پہنچانا تو درکنار اس کے مفاد کو کسی طرح نقصان پہنچتے دیکھنا بھی ان کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے اور اس خرابی کے رفع کرنے میں وہ اپنی حد تک کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے، ان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دنیا میں بس ان کی سلطنت ہی کا بولا ہو اور زمین کا کوئی چپہ ایسا باقی نہ رہے جہاں اس کا پھریرا نہ اڑے۔ ان دونوں میں سے پہلے قسم کے لوگ حکومت کے متقی ہیں اور دوسری قسم کے لوگ اس کے محسن۔ اگرچہ ترقیاں متقین کو بھی ملتی ہیں اور بہر حال ان کے نام اچھے ہی ملازموں کی فہرست میں لکھے جاتے ہیں، مگر جو سرفرازیاں محسنین کے لیے ہیں ان میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں ہوتا۔ پس اسی مثال پر اسلام کے متقیوں اور محسنوں کو بھی قیاس کر لیجیے۔ اگرچہ متقین بھی قابل قدر اور قابل اعتماد لوگ ہیں، مگر اسلام کی اصلی طاقت محسنین کا گروہ ہے اور وہ اصلی کام جو اسلام اس دنیا میں کرنا چاہتا ہے اسی گروہ سے بن آسکتا ہے۔

احسان کی اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد آپ خود ہی اندازہ کر لیں کہ جو لوگ اپنی آنکھوں سے خدا کے دین کو کفر سے مغلوب دیکھیں، جن کے سامنے حدود اللہ پامال ہی نہیں بلکہ کالعدم کر دی جائیں، خدا کا قانون عملاً ہی نہیں بلکہ باضابطہ منسوخ کر دیا جائے۔ خدا کی زمین پر خدا کا نہیں بلکہ اسکے باغیوں کا بول بالا ہو رہا ہو، نظام کفر کے تسلط سے نہ صرف عام انسانی سوسائٹی میں اخلاقی وتمدنی فساد برپا ہو بلکہ خود امتِ مسلمہ بھی نہایت سرعت کے ساتھ اخلاقی وعملی گمراہیوں میں مبتلا ہو رہی ہو اور یہ سب کچھ دیکھ کر بھی ان کے دلوں میں نہ کوئی بے چینی پیدا ہو نہ اس حالت کو بدلنے کے لیے کوئی جذبہ بھڑکے بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے نفس کو اور عام مسلمانوں کو غیر اسلامی نظام کے غلبے پر اصولاً وعملاً مطمئن کر دیں، ان کا شمار آخر کار محسنین میں کس طرح ہو سکتا ہے اور اس جرم عظیم کے ساتھ محض یہ بات انہیں احسان کے مقام عالی پر کیسے سرفراز کر سکتی ہے کہ وہ چاشت اور اشراق اور تہجد کے نوافل پڑھتے رہے، ذکر وشغل اور مراقبے کرتے رہے، حدیث وقرآن کے درس دیتے رہے، جزئیات فقہ کی پابندی اور چھوٹی چھوٹی سنتوں کے اتباع کا سخت اہتمام فرماتے رہے اور تزکیہ نفس کی خانقاہوں میں دینداری کا وہ فن سکھاتے رہے جس میں حدیث فقہ اور تصوف کی باریکیاں تو ساری موجود تھیں مگر ایک نہ تھی تو وہ حقیقی دینداری جو ''سر داد نداد دست در دست یزید'' کی کیفیت پیدا کرے اور ''بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا'' کے مقام وفاداری پہ پہنچائے۔ آپ دنیوی ریاستوں اور قوموں میں بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفادار اور غیر وفادار کی اتنی تمیز ضرور نمایاں پائیں گے کہ اگر ملک میں بغاوت ہو جائے یا ملک کے کسی حصے پر دشمن کا قبضہ ہو جائے تو باغیوں اور دشمنوں کے تسلط کو جو لوگ جائز تسلیم کر لیں، یا ان کے تسلط پر راضی ہو جائیں اور ان کے ساتھ مغلوبانہ مصالحت کر لیں، یا ان کی سر پرستی میں کوئی ایسا نظام بنائیں جس میں اصلی اقتدار کی باگیں انہیں کے ہاتھ میں رہیں اور کچھ ضمنی حقوق و اختیارات انہیں بھی مل جائیں، تو ایسے لوگوں کو کوئی قوم اپنا وفادار ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتی خواہ وہ قومی فیشن کے کیسے ہی سخت پابند اور جزئی معاملات میں قومی قانون کے کتنے ہی شدید پیرو ہوں۔[1]

(روداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص ۲۸۸ تا ۳۰۸)

[1] اس حدیث کے جزء ماالمسئول عنها باعلم من السائل کی تشریح فصل ۳ کے تحت عالم الغیب کے ضمن میں ملاحظہ ہو۔ (مرتب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّي دِمَآءَ هُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ[1]۔(بخاری۔مسلم۔ مسند احمد۔ دارقطنی)

ترجمہ: (حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا) ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں جب وہ ایسا کر دیں گے تو مجھ سے اپنی جانیں بچالیں گے، اِلَّا یہ کہ اسلام کا کوئی حق ان کے خلاف قائم ہو، اور ان کا حساب اللہ عز وجل کے ذمے ہے۔''

تشریح: جہاں تک کسی شخص کے درحقیقت مومن یا غیر مومن ہونے کا تعلق ہے اس کا فیصلہ کرنا تو کسی انسان کا کام ہی نہیں ہے۔ یہ معاملہ تو براہ راست خدا سے تعلق رکھتا ہے اور وہی اس کا فیصلہ قیامت کے روز فرمائے گا۔ رہے بندے، تو ان کے فیصلہ کرنے کی چیز اگر کوئی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول نے ملت اسلام کے لیے جو امتیازی نشانات بتائے ہیں ان کے لحاظ سے کون شخص سرحد اسلام کے اندر ہے اور کون اس سے باہر نکل گیا ہے۔ اس غرض کے لیے جو چیزیں ہم کو بنائے اسلام کی حیثیت سے بتائی گئی ہیں۔ (وہ وہی ہیں جو اوپر مذکور ہیں) (تفہیمات حصہ دوم ص ۱۷۸)

تخریج

[1] حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْرَوْحٍ الْحَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآءَ هُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں جب وہ ایسا کر دیں گے تو مجھ سے اپنی جانیں بچالیں گے، اِلَّا یہ کہ اسلام کا کوئی حق ان کے خلاف قائم ہو اور ان کا حساب اللہ عز وجل کے ذمے ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ تَصِلُ الرَّحِمَ[۱]۔

ترجمہ: اللہ کی بندگی کر، اس کے ساتھ خداوندی میں کسی کو شریک نہ کر، نماز کا پابند رہ، زکوٰۃ دے اور قرابت داروں کے حقوق ادا کر۔

ماٰخذ:

- بخاری ج ا ص ۸ کتاب الایمان۔ باب فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فخلّوا سبیلهم۔
- مسلم ج ا ص ۳۷ کتاب الایمان باب الامر بقتال الناس حتی یقولو الااِلٰہ الا اللّٰہ۔
- مسند احمد ج ۳ ص ۹۵ جابر بن عبداللّٰہ۔
- دارقطنی کتاب الصلوٰۃ۔ باب تحریم دماء ھم و اموالهم اذا یشهدوا بالشهادتین۔
- کنزالعمال ج ا ص ۸۸۔

تخریج

ا حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ : اَخْبَرَنِي ابْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُوْسَى ابْنَ طَلْحَةَ عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَ نْصَارِىِّ، اَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِى بِعَمَلٍ يُّدْ خِلُنِى الْجَنَّةَ ح وَحَدَّثَنِىْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، قَالَ:حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مُوْهِبٍ وَ اَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّهُمَا سَمِعَا مُوْسَى بْنَ طَلْحَةَ

عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِىِّ، اَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِىْ بِعَمَلٍ يُّدْخِلُنِى الْجَنَّةَ فَقَالَ الْقَوْمُ: مَالَهٗ مَالَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرَبٌ مَالَهٗ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ۔ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ.

حضرت ابوایوب انصاری سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، ''یارسول اللہ مجھے ایسا عمل ارشاد فرمائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے''۔ لوگوں نے شور مچانا شروع کردیا کہ ''اسے کیا ہوگیا اسے کیا ہوگیا''۔ آپؐ نے فرمایا ''اسے کوئی ضرورت پیش آگئی ہے'' پھر فرمایا ''اللہ کی بندگی کر، اس کے ساتھ خداوندی میں کسی کو شریک نہ کر؟ نماز کا پابند رہ، زکوٰۃ دے اور قرابت داروں کے حقوق ادا کر''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس منظر: ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے، ایک اعرابی نے آکر آپ کے اونٹ کی نکیل تھام لی اور عرض کیا۔ یارسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے جو مجھ کو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کردے۔ (فرمایا تَعْبُدُاللّٰهَ الخ)

ماخذ:

O بخاری ج ۲ ص ۸۸۵ کتاب الادب باب فضل صلة الرَّحِم. Oمسلم ج ۱ ص ۳۱ کتاب الا یمان باب السوال عن ارکان الاسلام. O نسائی ج ۲ ص ۲۳۴ کتاب الصلوة باب ثواب من اقام الصلوٰة.

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِبْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: نَا اَبُو الْاَ حْوَصِ عَنْ اَبِیْ اِ سْحَاقَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ. قَالَ :جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :

دُلَّنِیْ عَلٰى عَمَلٍ اَعْمَلُهٗ یُدْنِیْنِیْ مِنَ الْجَنَّةِ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ : تَعْبُدُ اللّٰهَ لَاتُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَ تُؤتِی الزَّکٰوةَ وَتَصِلُ ذَارَحِمَکَ فَلَمَّا اَدْبَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.اِنْ تَمَسَّکَ بِمَا اُمِرَبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

ایک آدمی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا" (یارسول اللہ) مجھے ایسے عمل کی راہ نمائی فرمائیں جو مجھے جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کردے۔ جواب میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی بندگی کر اور اس کے ساتھ خداوندی میں کسی کو شریک نہ کر، نماز قائم رکھ، اور زکوٰۃ دے اور قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر"۔ یہ سن کر وہ شخص جب واپس پلٹنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جن امور کا اسے حکم دیا گیا ہے اگر ان پر عمل پیرا رہا تو جنت میں داخل ہوگیا"۔

ماخذ:

O مسلم ج ۱ ص ۳۱ کتاب الایمان. باب بیان الایمان الذی یدخل به الجنة و ان من تمسک بمااُمِرَبه دخل الجنة.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ اَبِیْ عُمَرَالْعَدَنِیُّ، ثَنَاعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِی النُّجُوْدِ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ،

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَصْبَحْتُ یَوْمًا قَرِیْبًا مِّنْهُ

حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں، میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہمارا سفر جاری تھا کہ ایک روز علی الصبح حضور کا قرب مجھے نصیب ہوگیا (اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: یہاں ایک ایسا شخص سامنے ہے جو آپ کی رسالت کا قائل ہے، حیاتِ اخروی کا قائل ہے، اسلام قبول کر چکا ہے، اس کو تمام ایمانیات اور اخلاقیات کی تفصیل مطلوب نہیں۔ وہ صرف خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہدایت مانگ رہا ہے۔ آپؐ اس کی اس ضرورت کے مطابق اس کو تعلیم دیتے ہیں کہ جس عقیدہ پر اسلام کی بنیاد قائم ہے، اس میں مضبوط ہو جا اور اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کیے جا۔ (تفہیمات حصہ اوّل ص ۱۸۲،۱۸۳)

۴۔ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ[۱]۔

وَنَحْنُ نَسِيْرُ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَ عَظِيْمًا وَاِنَّهٗ يَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ.
تَعْبُدُ اللّٰهَ لَاتُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ الخ

میں نے عرض کیا ''اے رسولؐ خدا!'' مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔'' آپؐ نے فرمایا،'' تم نے بہت بڑا سوال کیا مگر اللہ تعالیٰ جس کے لیے آسان فرما دے اس کے لیے بڑا آسان ہے۔ (پھر فرمایا)'' اللہ تعالیٰ کی بندگی کر اور اس کے ساتھ خداوندی میں کسی کو شریک وساجھی نہ بنا، نماز قائم رکھ اور زکاۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر۔''

ماخذ:

- ابن ماجه كتاب الفتن باب كف اللسان فى الفتنة.
- ترمذى ابواب الايمان باب ما جاء فى حرمة الصلوٰة.
- مسندِ احمد ج۵ ص ۲۳۱، معاذ بن جبل ص ۲۳۳، ۲۳۷، ۲۴۵، ۲۶۴، ۲۷۶، ۳۸۸، ۴۱۸.
- مسند ابى عوانة ج ۱ ص ۴ بيان الاعمال و الفرائض.

تخریج

۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ: نَا اَبِيْ، قَالَ: نَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ: نَامُوسَى ابْنُ طَلْحَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اَيُّوْبَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''وہ عمل یہ ہے کہ تو صرف اللہ کی بندگی کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، جو نماز فرض کی گئی ہے اس کا پابند رہے جو زکوٰۃ مقرر کردی گئی ہے وہ ادا کرتا رہے اور رمضان کے روزے رکھے۔''

پس منظر: ایک دوسرے موقع پر ایک اعرابی حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھ کو جنت میں پہنچا دے (تو آپؐ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے) اس نے کہا ''بخدا میں نہ اس سے زیادہ کچھ کروں گا نہ کم۔'' جب وہ چلا گیا

اَنَّ اَعْرَابِيًّا عَرَضَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ فَاَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِهِ اَوْبِزِمَامِهَا ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ بِمَا يُقَرِّبُنِيْ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ، قَالَ: فَكَفَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَظَرَ فِيْ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ: لَقَدْ وُفِّقَ اَوْلَقَدْ هُدِيَ قَالَ: كَيْفَ قُلْتَ قَالَ: فَاَعَادَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. تَعْبُدُاللّٰهَ لَاتُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعِ النَّاقَةَ.

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے۔ ایک اعرابی نے سامنے سے آکر آپؐ کے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور عرض کیا ''یارسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز ارشاد فرمائیں جو مجھے جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کردے۔'' راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تھوڑے سے توقف کے بعد اپنے صحابہ میں نظر دوڑا کر فرمایا ''لازماً توفیق الٰہی سے نوازا گیا یا فرمایا راہِ ہدایت دکھایا گیا۔ پھر آپؐ نے اس سے فرمایا کہ ذرا اپنا سوال پھر دہراؤ تو اس نے دوبارہ پہلے کی طرح عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کی بندگی کر، اس کے ساتھ خداوندی میں کسی کو شریک نہ کر، نماز کا پابندہ رہ، زکوٰۃ دے اور قرابت داروں کے حقوق ادا کر اور اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو''۔

ماٰخذ:

- مسلم ۱ ص ۳۱ کتاب الایمان، باب السوال عن ارکان الاسلام۔

تخریج

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو حضورؐ نے فرمایا: ''جو شخص اہل جنت میں سے کسی کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرنا چاہتا ہو وہ اس شخص کو دیکھ لے''۔ (تفہیمات حصہ اول ص ۱۸۲۔۱۸۳) •

تشریح: اب حضورؐ کی تعلیم اور اس شخص کے جواب اور پھر آپؐ کے آخری ارشاد پر غور کیجیے۔ ایک سچا مسلمان سامنے تھا۔ نبی کی ہدایت کو صدق دل سے قبول کرنے کو تیار تھا۔ اس کو صرف یہ سمجھانے کی ضرورت تھی کہ خدا کی جنت میں داخل ہونے کے لیے بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں کی ضرورت نہیں، چلے کھینچنے اور رات رات بھر وظیفے پڑھنے کی ضرورت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، اِنَّ اَعْرٰبِيًّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ :تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّی الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَااَزِيْدُ عَلٰی هٰذَا فَلَمَّاوَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے ایسے عمل کی طرف راہ نمائی فرمائیں کہ جب میں اسے انجام دوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ تو آپؐ نے فرمایا: وہ عمل یہ ہے کہ تو صرف اللہ کی بندگی کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، جو نماز فرض کی گئی ہے اس کا پابند رہے۔ جو زکوٰۃ مقرر کر دی گئی ہے وہ ادا کرتا رہے اور رمضان کے روزے رکھے۔ (یہ ارشادات سن کر) اس شخص نے کہا بخدا میں نہ اس سے زیادہ کچھ کروں گا نہ کم۔ جب وہ چلا گیا تو حضورؐ نے فرمایا جو شخص اہل جنت میں سے کسی کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرنا چاہتا ہو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

مآخذ:

- بخاری ج ۱ ص ۱۸۷ کتاب الزکوٰۃ باب وجوب الزکوٰۃ.
- بخاری ج ۲ ص ۷۰۴ کتاب التفسیر سورہ لقمان باب قوله اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ.
- مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۲. ۳۴۳. ۳۴ ○ مسندِ ابی عوانة ج ۱ ص ۴ بیان الاعمال و الفرائض.
- مسلم میں والذی نفسی بیده لاازید علی هذا شیئًا ولا اَنْقُصُ منه کا اضافہ ہے۔ باقی متن حدیث بخاری والا ہے۔
- مسلم ج ۱ ص ۳۰ کتاب الایمان باب السوال عن ارکان الاسلام.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔اسی دنیاداری کی زندگی میں اگر تو اپنے اعتقاد کو شرک سے پاک رکھے اور خدا کے عائد کیے ہوئے فرائض ادا کرتا ہے تو جنت تجھے مل سکتی ہے۔(تفہیمات حصہ اول ص ۱۸۲۔۱۸۳)

۵۔ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک مشن پر یمن بھیجا تو فرمایا کہ تم اہل کتاب کی ایک قوم میں پہنچو گے۔سب سے پہلے ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ لاالہ الا اللّٰہ کی شہادت دیں اور یہ تسلیم کریں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، جب اس کو مان لیں تو ان سے کہنا کہ اللہ نے تم پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔جب وہ اس کو بھی مان لیں تو ان سے کہنا کہ اللہ نے تم پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے، جو تمہارے مال داروں سے لی جائے گی اور تمہارے غریبوں کو دے دی جائے گی۔جب وہ اس کو بھی مان لیں تو خبرداران کے (عمدہ ونفیس) مال کو ہاتھ نہ لگانا۔اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔(تفہیمات حصہ اوّل ص ۱۸۵)

تخریج

۱ حَدَّثَنِیْ حِبَّانٌ، قَالَ: اَخْبَرَ نَا عَبْدُاللّٰہِ، عَنْ زَکَرِیَّا بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ یَحْیَی بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ صَیْفِیٍّ، عَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ حِیْنَ بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ اِنَّکَ سَتَاْتِیْ قَوْمًا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ فَاِذَاجِئْتَھُمْ فَادْعُھُمْ اِلٰی اَنْ یَّشْھَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْالَکَ بِذٰلِکَ فَاَخْبِرْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْکُمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْالَکَ بِذَالِکَ فَاَخْبِرْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْکُمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغنِیَآءِ ھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَآءِ ھُمْ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْالَکَ بِذٰلِکَ فَاِیَّاکَ وَ کَرَائِمَ اَمْوَالِھِمْ وَاتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ.

مآخذ

- بخاری ج ۲ ص ۶۲۳ کتاب المغازی باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمن قبل حجۃ الوداع.
- بخاری ج ۱ ص ۱۹۶ کتاب بالزکواۃ باب لاتو خذ کرائم اموال الناس فی الصدقۃ. بخاری کی اس روایت میں وتَوَقَّ کَرَائِمَ اموال الناس منقول ھے.
- بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۶ کتاب الرد علی الجھمیۃ وغیر ھم التوحید باب ماجاء فی دعاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم امتہ الی التوحید.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۔ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَیُوءْ مِنُوْا بِیْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ فَاِذَافَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِ مَآ ءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ [1]۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ

- مسلم ج ۱ ص ۳۲ کتاب الایمان باب الدعاء الی الشھادتین و شرائع الاسلام.
- ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمة.
- ترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی کراھیة اخذخیارالمال فی الصدقة. حدیث حسن صحیح
- نسائی. کتاب الزکوٰۃ باب اخراج الزکوٰۃ من بلدٍ الی بلدٍ.
- ابنِ ماجة کتاب الزکوٰۃ باب فرض الزکوٰۃ.
- دارمی . کتاب الزکوٰۃ باب فی فضل الزکوٰۃ.
- دارقطنی کتاب الزکوٰۃ.
- مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲.

مسلم اور دیگر کتب میں افترض ہے جب کہ بخاری نے فرض نقل کیا ہے۔

تخریج

[1] (الف)حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِیُّ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ یَعْنِی الدَّرَاوَرْدِیُّ ،عَنِ الْعَلَاءِ ح وَحَدَّثَنَا اُمَیَّةُ بْنُ بُسْطَامٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ: نَا یَزِیْدُبْنُ زُرَیْعٍ، قَالَ: نَارَوْحُ عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبدِالرَّحْمٰنِ بْنِ یَعْقُوْبَ عَنْ اَبِیْهِ،

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَیُؤْ مِنُوْ ابِیْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ فَاِذَافَعَلُوْ ا ذٰلِکَ عَصَمُوْامِنِّیْ دِمَآ ءَ هُمْ وَاَمْوَ الَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ.

ماخذ:

- مسلم ج ۱ ص ۳۷ کتاب الایمان باب الامربقتال الناس حتی یقولوا لااله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه ویقیموالصلاۃ الخ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور مجھ پر اور ان سب باتوں پر ایمان لائیں جو میں لایا ہوں۔ پھر جب انہوں نے ایسا کر دیا تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچالیا الّا یہ کہ ان کے خلاف کوئی حق قائم ہو جائے، اس کے بعد ان کا حساب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

(ب) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ،

اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ الخ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ پس جس شخص نے لاالٰہ الا اللّٰہ کہا تو اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان کو بچالیا اِلّا یہ کہ اس کے خلاف کوئی حق قائم ہو جائے۔ اس کے بعد اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔"

(اس روایت میں جمع کے بجائے واحد کا صیغہ ہے)

ماخذ:

- بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳ کتاب الاستتابة المعاندين باب قتل من ابى قبول الفرائض وما نسبوا الى الردة.

(ج) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثنا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا مَنَعُوْا مِنِّيْ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى.

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لاالٰہ الاّ اللّٰہ کہیں (اقرار کریں) پس جب انہوں نے لاالٰہ الااللّٰہ کا اقرار کرلیا تو مجھ سے اپنے خون، اپنے مال بچالیے الا یہ کہ ان کے خلاف کوئی حق قائم ہو جائے۔ اس کے بعد ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے"۔

اس روایت میں يَشْهَدُوْا کے بجائے قَالُوْا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۔ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنْ یَسْتَقْبِلُوْا قِبْلَتَنَا وَاَنْ یَّاْكُلُوْا ذَبِیْحَتَنَا وَاَنْ یُّصَلُّوْا صَلَاتَنَا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ حَرُمَتْ عَلَیْنَا دِمَاءُهُمْ وَ اَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِیْنَ وَعَلَیْهِمْ مَا عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ۔[۱] (ابو داؤد، ترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اُس کا بندہ اور رسول ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہمارا ذبیحہ

ماٰخذ:

- سنن ابی دائود، کتاب الجهاد باب علی ما یقاتل المشرکون.

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْاَزْهَرِ، ثنا اَبُوا النَّضْرِ، ثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ، عَنْ یُوْنُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلَاةَ وَیُؤْتُوا الزَّكوٰةَ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دیں اور اس کی شہادت دیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں۔

ماٰخذ:

- ابن ماجه المقدمه باب فی الایمان عن ابی هریرة و معاذ بن جبل.
- کنز العمال ج ۱ ص ۸۹.
- دار قطنی کتاب الصلوة باب تحریم دماء هم و اموالهم اذا یشهدوا بالشهادتین.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ یَعْقُوْبَ الطَّالَقَانِیُّ ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُمَیْدٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھائیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو ہمارے اوپر ان کے خون اور ان کے اموال حرام ہو جائیں گے۔ بجز اس کے کہ کسی حق کے بدلے میں ان کو لیا جائے۔ ان کے حقوق وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور ان پر فرائض وہی عائد ہوں گے جو مسلمانوں پر ہیں''۔

تشریح: اس اعتقادی قانون کی رو سے اسلام اور کفر کے درمیان ابدی جنگ ہے مگر یہ جنگ محض نظری (Theretical) ہے ہر کافر حربی (Enemy) ہے، مگر اس معنی میں کہ جب تک ہماری اور اس کی قومیت الگ ہے۔ ہمارے اور اس کے درمیان بنائے نزاع قائم ہے۔ ہر دار الکفر دار الحرب ہے، مگر اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ جب تک وہ

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنْ یَسْتَقْبِلُوْا قِبْلَتَنَا وَاَنْ یَاْکُلُوْا ذَبِیْحَتَنَا وَاَنْ یُّصَلُّوْا صَلَاتَنَا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ حَرُمَتْ عَلَیْنَا دِمَاءُ هُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِیْنَ وَعَلَیْهِمْ مَا عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ.

ماٰخذ:

- سننِ ابی داؤد کتاب الجهاد باب علی ما (یقاتل) المشرکون.
- ترمذی ابواب الایمان باب ماجاء امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوالا اله الا اللّٰه.
- دار قطنی کتاب الصلاة باب تحریم دماء هم واموالهم اذایشهدوا بالشهادتین.
- نسائی ج ۸ ص ۱۰۹ کتاب الایمان باب علی مایقاتل الناس
- کنزالعمال ج ۱ ص ۸۸.

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِذَا شَهِدُوْا اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَصَلُّوْا صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَاَکَلُوْا ذَبَائِحَنَا. الخ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مشرکین سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ پس جب وہ اس کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دارالکفر ہے ارتفاع صرف اختلافِ قومیت ہی کے مٹ جانے سے ہوسکتا ہے۔ اس قانون نے محض ایک نظریہ اور قاعدۂ اصلیہ واضح طور پر مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا ہے جس پر ان کی حکمتِ عملی کی بنا قائم ہے۔ باقی رہے حقوق وواجبات اور جنگ وصلح کے عملی مسائل توان کا اس قانون سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ دستوری اور بین الاقوامی قانون سے تعلق رکھتے ہیں۔ (سود۔ ص ۴۰۴۔۴۰۵)

قانونی اور حقیقی اسلام کا فرق:

۸۔ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَابْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِ يْمَانَ ۔[۱]

ترجمہ: (حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ''جس نے کسی سے دوستی ومحبت کی تو خدا کے لیے کی اور دشمنی کی تو خدا کے لیے کی اور کسی کو دیا تو خدا کے لیے اور کسی سے روکا تو خدا کے لیے روکا، اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا، یعنی وہ پورا مومن ہوگیا۔''

اس روایت میں الناس کے بجائے مشرکون کا لفظ آیا ہے۔

حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ، قَالَ: نَاابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ، عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْ هَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَاَكَلُوْا ذَبِيْحَتَنَا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَآءُ .هُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں (اقرار کریں) پس جب وہ اس کلمہ کا اقرار کرلیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں تو ان کے خون اوران کے مال ہم پر حرام ہوگئے۔ اِلَّا یہ کہ کوئی حق ان کے خلاف قائم ہو جائے۔ اس کے بعد ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔''

ماخذ:

- بخاری کتاب الصلوۃ ج ۱ ص ۵۶ باب فضل استقبال القبلة.
- مسلم ج ۱ ص ۳۷ کتاب الایمان باب الامر بقتال الناس حتی یقولو الا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه الخ.
- ترمذی ابواب الایمان باب ما جاء امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوالا اِلٰه اِلَّا اللّٰه. فی الباب عن معاذبن جبل وابی هریرة.هذا حدیث حسن صحیح غریب من هذا الوجه.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی کتاب پاک میں فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ.

(یعنی اے محمد ﷺ) کہو میری نماز اور میرے تمام مراسمِ عبودیت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو ساری کائنات کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں اس کی اطاعت میں سر تسلیم خم کرتا ہوں۔"

اس آیت کی تشریح نبی ﷺ کے (مندرجہ بالا) ارشاد سے ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی بندگی کو اپنے جینے اور مرنے کو صرف اللہ کے لیے خالص کر لے اور اللہ کے سوا کسی کو اس میں شریک نہ کرے۔ یعنی نہ تو اس کی بندگی اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ہو اور نہ اس کا جینا اور مرنا۔ اس کی جو تشریح نبی ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے اس سے

- ابن ماجة کتاب الفتن باب الکف عمن قال لا الٰہ الا اللّٰہ.
- دارقطنی کتاب الصلاة باب تحریم دماء ھم و اموالھم اذا یشھد و ابالشھادبین.
- کنزالعمال ج ۱ ص ۸۸.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ شَابُوْرٍ، عَنْ یَحْیَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ.

ماخذ:

- ابو داؤ کتاب السنة باب الدلیل علی زیادۃ الایمان و نقصانہ.
- ترمذی ابواب الایمان ج ۲ ص ۷۸.
- مسند احمد ج ۴ ص ۱۱.
- مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۸ اور ۴۴۰ معاذ بن انس.
- کنزالعمال ج ۱ ص ۴۰.
- مجمع الزوائد ج ۱ ص ۹۰.
- بخاری نے کتاب الایمان میں اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ مِنَ الْاِیْمَانِ نقل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی محبت اور دشمنی اور اپنی دنیوی زندگی کے معاملات میں اس کالین دین خالصتاً خدا کے لیے ہونا عین تقاضائے ایمان ہے۔ اس کے بغیر ایمان ہی کی تکمیل نہیں ہوتی کجا کہ مراتبِ عالیہ کا دروازہ کھل سکے۔ جتنی کمی اس معاملے میں ہوگی اتنا ہی نقص آدمی کے ایمان میں ہوگا اور جب اس حیثیت سے آدمی مکمل طور پر خدا کا ہو جائے تب کہیں اس کا ایمان مکمل ہوتا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی چیزیں صرف مراتب عالیہ کا دروازہ کھولتی ہیں، ورنہ ایمان و اسلام کے لیے انسان کے اندر یہ کیفیت پیدا ہونا شرط نہیں ہے۔ یعنی بالفاظ دیگر اس کیفیت کے بغیر بھی انسان مومن و مسلم ہو سکتا ہے۔ مگر یہ ایک غلط فہمی ہے اور اس غلط فہمی کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر لوگ فقہی اور قانونی اسلام اور اس حقیقی اسلام میں جو خدا کے ہاں معتبر ہے، فرق نہیں کرتے۔ فقہی اور قانونی اسلام میں آدمی کے قلب کا حال نہیں دیکھا جاتا اور نہیں دیکھا جا سکتا۔ بلکہ صرف اس کے اقرار زبانی کو اور اس امر کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اپنے اندر ان لازمی علامات کو نمایاں کرتا ہے یا نہیں، جو اقرار زبانی کی توثیق کے لیے ضروری ہیں۔ اگر کسی شخص نے زبان سے اللہ اور رسول ﷺ اور قرآن اور آخرت اور دوسرے ایمانیات کو ماننے کا اقرار کر لیا اور اس کے بعد وہ ضروری شرائط بھی پوری کر دیں جن سے اس کے ماننے کا ثبوت ملتا ہے تو وہ دائرہ اسلام میں لے لیا جائے گا۔ اور سارے معاملات اس کے ساتھ مسلمان سمجھ کر کیے جائیں گے۔ لیکن یہ چیز صرف دنیا کے لیے ہے اور دنیوی حیثیت سے وہ قانونی اور تمدنی بنیاد فراہم کرتی ہے جس میں مسلم سوسائٹی کی تعمیر کی گئی ہے۔ اس کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایسے اقرار کے ساتھ جتنے لوگ مسلم سوسائٹی میں داخل ہوں، ان کو ایک دوسرے پر شرعی اور قانونی اور اخلاقی اور معاشرتی حقوق حاصل ہو جائیں۔ ان کے درمیان شادی بیاہ کے تعلقات قائم ہوں، میراث تقسیم ہو، اور دوسرے تمدنی روابط وجود میں آئیں۔ لیکن آخرت میں انسان کی نجات اور اس کا مسلم و مومن قرار دیا جانا اور اللہ کے مقبول بندوں میں شمار ہونا اس قانونی اقرار پر مبنی نہیں ہے، بلکہ وہاں اصل چیز آدمی کا قلبی اقرار، اس کے دل کا جھکاؤ اور اس کا برضا و رغبت اپنے آپ کو بالکلیہ خدا کے حوالے کر دینا ہے۔ دنیا میں جو زبانی اقرار کیا جاتا ہے وہ تو صرف قاضی شرع کے لیے اور عام انسانوں اور مسلمانوں کے لیے ہے۔ کیونکہ وہ صرف ظاہر ہی کو دیکھ سکتے ہیں، مگر اللہ آدمی کے دل کو اور اس کے باطن کو دیکھتا ہے، اور اس کے ایمان کو ناپتا ہے۔ اس کے ہاں آدمی کو جس حیثیت سے جانچا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آیا اس کا جینا اور مرنا اور اس کی وفاداریاں اور اس کی اطاعت و بندگی، اور اس کا پورا کارنامہ زندگی اللہ کے لیے ہے یا کسی اور کے لیے۔ اگر اللہ کے لیے ہے تو وہ مسلم اور مومن ہے اور اگر کسی اور کے لیے ہے تو نہ مسلم نہ مومن۔ اس حیثیت سے جو جتنا خام ہے اتنا ہی اس کا ایمان اور اسلام خام ہے خواہ دنیا میں اس کا شمار کیسے ہی بڑے مسلمانوں میں ہوتا ہو اور اس کو کتنے ہی بڑے مراتب دیے جاتے ہوں۔ اللہ کے ہاں قدر صرف اس چیز کی ہے کہ جو کچھ اس نے آپ کو دیا ہے وہ سب کچھ آپ نے اس کی راہ میں لگا دیا یا نہیں۔ اگر آپ نے ایسا کر دیا تو آپ کو وہی حق دیا جائے گا جو وفاداروں کو اور حق بندگی ادا کرنے والوں کو دیا جاتا ہے، اور اگر آپ نے کسی چیز کو خدا کی بندگی سے مستثنیٰ کر کے رکھا، تو آپ کا یہ اقرار کہ آپ مسلم ہوئے یعنی یہ کہ آپ نے اپنے آپ کو بالکل خدا کے حوالے کر دیا، محض ایک جھوٹا اقرار ہے، جس سے دنیا کے لوگ دھوکا کھا سکتے ہیں، جس سے فریب کھا کر مسلم سوسائٹی آپ کو اپنے اندر جگہ دے سکتی ہے جس سے دنیا کے لوگ دھوکا کھا سکتے ہیں جس سے فریب کھا کر مسلم سوسائٹی آپ کو اپنے اندر جگہ دے سکتی ہے جس سے دنیا میں آپ کو مسلمانوں کے سے تمام حقوق مل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتے ہیں۔ لیکن اس سے فریب کھا کر خدا اپنے ہاں آپ کو وفاداروں میں جگہ نہیں دے سکتا۔

یہ قانونی اور حقیقی اسلام کا فرق جو (اوپر بیان کیا گیا ہے) اگر آپ اس پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کے نتائج صرف آخرت ہی میں مختلف نہیں ہوں گے بلکہ دنیا میں بھی ایک بڑی حد تک مختلف ہیں۔ دنیا میں جو مسلمان پائے گئے ہیں یا آج پائے جاتے ہیں، ان سب کو دو قسموں پر منقسم کیا جا سکتا ہے۔ ایک قسم کے مسلمان وہ خدا اور رسول کا اقرار کر کے اسلام کو بحیثیت اپنے مذہب کے مان لیں، مگر اپنے اس مذہب کو اپنی کل زندگی کا محض ایک جزا اور ایک شعبہ ہی بنا کر رکھیں، اس مخصوص جزا اور شعبے میں تو اسلام کے ساتھ عقیدت ہو، عبادت گزاریاں ہوں، تسبیح و مصلّے ہوں، خدا کا ذکر ہو، کھانے پینے اور بعض معاشرتی معاملات میں پرہیز گاریاں ہوں اور وہ سب کچھ ہو جسے مذہبی طرز عمل کہا جاتا ہے، مگر اس شعبے کے سوا ان کی زندگی کے دوسرے تمام پہلو ان کے مسلم ہونے کی حیثیت سے مستثنیٰ ہوں۔ وہ محبت کریں تو اپنے نفس یا اپنے مفاد یا اپنے ملک وقوم یا کسی اور کی خاطر کریں۔ وہ دشمنی کریں اور کسی سے جنگ کریں تو وہ بھی ایسے ہی کسی دنیوی یا نفسانی تعلق کی بنا پر کریں۔ ان کے کاروبار، ان کے لین دین، ان کے معاملات اور تعلقات، ان کا اپنے بال بچوں، اپنے خاندان، اپنی سوسائٹی اور اپنے اہل محکمہ کے ساتھ برتاؤ سب کا سب ایک بڑی حد تک دین سے آزاد دنیوی حیثیتوں پر مبنی ہو۔ ایک زمیندار کی حیثیت سے ایک تاجر کی حیثیت سے، ایک حکمران کی حیثیت سے، ایک سپاہی کی حیثیت سے، ایک پیشہ ور کی حیثیت سے ان کی اپنی ایک مستقل حیثیت ہو۔ جس کا ان کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے، خواہ جزئی طور پر متاثر یا منسوب ہوں، لیکن فی الواقع ان کو اسلام سے کوئی علاقہ نہ ہو۔ دوسری قسم کے مسلمان وہ ہیں جو اپنی پوری شخصیت کو اور اپنے سارے وجود کو اسلام کے اندر پوری طرح دے دیں۔ ان کی ساری حیثیتیں ان کے مسلمان ہونے کی حیثیت میں گم ہو جائیں۔ وہ باپ ہوں تو مسلمان کی حیثیت سے، بیٹے ہوں تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے، شوہر یا بیوی ہوں تو مسلمان کی حیثیت سے۔ تاجر، زمیندار، مزدور، ملازم یا پیشہ ور ہوں تو مسلمان کی حیثیت سے ان کی خدمات، ان کی خواہشات، ان کے نظریات، ان کے خیالات اور ان کی راہیں، ان کی نفرت اور رغبت، ان کی پسند اور ناپسند سب کچھ اسلام کے تابع ہو۔ ان کے دل و دماغ پر، ان کی آنکھوں اور کانوں پر، ان کے پیٹ اور ان کی شرمگاہوں پر، اور ان کے ہاتھ پاؤں اور ان کے جسم و جان پر اسلام کا مکمل قبضہ ہو۔ نہ ان کی محبت اسلام سے آزاد ہو نہ دشمنی۔ جس سے ملیں تو اسلام کے لیے ملیں اور جس سے لڑیں تو اسلام کے لیے لڑیں۔ کسی کو دیں تو اس لیے دیں کہ اسلام کا تقاضا یہی ہے کہ اسے دیا جائے اور کسی سے روکیں تو اس لیے روکیں کہ اسلام یہی کہتا ہے کہ اس سے روکا جائے۔ اور ان کا یہ طرز عمل صرف انفرادی حد تک ہی نہ ہو بلکہ ان کی اجتماعی زندگی بھی سراسر اسلام کی بنیاد پر قائم ہو۔ بحیثیت ایک جماعت کے ان کی ہستی صرف اسلام کے لیے قائم ہو اور ان کا سارا اجتماعی برتاؤ اسلام کے اصولوں پر مبنی ہو۔

یہ دو قسم کے مسلمان حقیقت میں بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ چاہے قانونی حیثیت سے دونوں پر لفظ مسلمان کا اطلاق یکساں ہو۔ پہلی قسم کے مسلمانوں کا کوئی کارنامہ تاریخ اسلام میں قابل ذکر یا قابل فخر نہیں ہے۔ انہوں نے فی الحقیقت کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس نے تاریخ عالم پر کوئی اسلامی نقش چھوڑا ہو۔ اسلام کو اگر تنزل نصیب ہوا ہے تو ایسے ہی لوگوں کی بدولت نصیب ہوا ہے۔ ایسے ہی مسلمانوں کی کثرت مسلم سوسائٹی میں ہو جانے کا نتیجہ اس شکل میں رونما ہوا کہ دنیا کے نظام زندگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی باگیں کفر کے قبضے میں چلی گئیں اور مسلمان اس کے ماتحت رہ کر صرف ایک محدود مذہبی زندگی کی آزادی پر قانع ہو گئے۔ خدا کو ایسے مسلمان ہرگز مطلوب نہ تھے۔ اس نے اپنے انبیاء کو دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا تھا، نہ اپنی کتابیں اس لیے نازل کی تھیں کہ صرف اس طرز کے مسلمان دنیا میں بنا ڈالے جائیں۔ دنیا میں ایسے مسلمانوں کے نہ ہونے سے کسی حقیقی قدر و قیمت رکھنے والی چیز کی کمی نہ تھی جسے پورا کرنے کے لیے سلسلہ، وحی و نبوت کو جاری کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ درحقیقت جو مسلمان خدا کو مطلوب ہیں جنہیں تیار کرنے کے لیے انبیاء کی بعثت اور کتابوں کی تنزیل ہوئی اور جنہوں نے اسلامی نقطہ نظر سے کوئی قابلِ قدر کام کیا ہے یا آج کر سکتے ہیں وہ صرف دوسری ہی قسم کے مسلمان ہیں۔ (روداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص ۱۰۸ تا ۱۱۱)

ایمان و اسلام[1] کا یہ معیار جو اس حدیث میں بیان ہوا ہے ہم سب اپنے آپ کو اس پر پرکھ کر دیکھیں اور اس کی روشنی میں اپنا محاسبہ کریں .... کیا ہم نے اپنی پسند اور ناپسند کو سراسر رضائے الٰہی کے تابع کر دیا ہے؟ پھر دیکھیے کہ واقعی ہم جس سے محبت کرتے ہیں خدا کے لیے کرتے ہیں۔ ہماری نفسانیت کا کوئی حصہ شامل نہیں ہے؟ پھر کیا ہمارا دینا اور روکنا بھی خدا کی خاطر ہو چکا ہے؟ اپنے پیٹ اور اپنے نفس سمیت دنیا میں ہم جس کو جو کچھ دے رہے اسی لیے دے رہے ہیں کہ خدا نے اس کا حق مقرر کیا ہے اور اس کو دینے سے صرف خدا کی رضا ہم کو مطلوب ہے؟ اور اسی طرح جس سے ہم جو کچھ روک رہے ہیں وہ بھی اسی لیے روک رہے ہیں کہ خدا نے اسے روکنے کا حکم دیا ہے اور اس کے روکنے میں ہمیں خدا کی خوشنودی حاصل ہونے کی تمنا ہے؟ اگر ہم یہ کیفیت اپنے اندر پاتے ہیں تو اللہ کا شکر کیجیے کہ اس نے ہم پر نعمتِ ایمان کا اتمام کر دیا۔ اور اگر اس حیثیت سے ہم اپنے اندر کمی محسوس کرتے ہیں تو ساری فکریں چھوڑ کر بس اسی کمی کو پورا کرنے کی فکر کیجیے اور اپنی تمام کوششوں اور محنتوں کو اسی پر مرکوز کر دیجیے۔ کیونکہ اسی کسر کے پورے ہونے پر دنیا میں ہماری فلاح اور آخرت میں ہماری نجات کا مدار ہے۔ ہم دنیا میں خواہ کچھ بھی حاصل کر لیں، اس کے حصول سے اس نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی جو اس کسر کی بدولت ہمیں پہنچے گا۔ لیکن اگر یہ کسر ہم نے پوری کر لی تو خواہ ہم کو دنیا میں کچھ حاصل نہ ہو پھر بھی ہم خسارے میں نہ رہیں گے۔

یہ کسوٹی اس غرض کے لیے نہیں ہے کہ اس پر ہم دوسروں کو پرکھیں اور ان کے مومن یا منافق اور مسلم یا کافر ہونے کا فیصلہ کریں۔ بلکہ یہ کسوٹی اس غرض کے لیے ہے کہ ہم اس پر خود اپنے آپ کو پرکھیں، اور آخرت کی عدالت میں جانے سے پہلے اپنا کھوٹ معلوم کر کے یہیں اسے دور کرنے کی فکر کریں۔ ہمیں فکر اس بات کی نہ ہونی چاہیے کہ دنیا میں مفتی اور قاضی ہمیں کیا قرار دیتے ہیں، بلکہ اس کی ہونی چاہیے کہ احکم الحاکمین اور عالم الغیب والشہادۃ ہمیں کیا قرار دے گا۔ ہم اس پر مطمئن نہ ہوں کہ یہاں ہمارا نام مسلمانوں کے رجسٹر میں لکھا ہے، فکر اس بات کی کیجیے کہ خدا کے دفتر میں ہم کیا لکھے جاتے ہیں۔ ساری دنیا بھی ہم کو سند اسلام و ایمان دے دے تو کچھ حاصل نہیں۔ فیصلہ جس خدا کے ہاتھ ہے اس کے ہاں منافق کے بجائے مومن، نافرمان کے بجائے فرمانبردار اور بے وفا کی جگہ وفادار قرار پانا اصل کامیابی ہے۔ (خطبات ص ۱۰۲۔۱۰۳)

---

[1] ضمائر کے قدرے تغیر کے ساتھ۔ (مرتب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِسْتِقَامت فِي الدين:

۹ .قَدْ قَالَهَاالنَّاسُ ثُمَّ كَفَرَ اَكْثَرُ هُمْ، فَمَنْ مَاتَ عَلَيْهَا فَهُوَمِمَّنِ اسْتَقَامَ [۱] ..

ترجمہ: حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''بہت سے لوگوں نے اللہ کو اپنا رب کہا مگر ان میں سے اکثر کافر ہو گئے۔ ثابت قدم وہ شخص ہے جو مرتے دم تک اسی عقیدے پر جما رہا۔ (ابن جریر، نسائی، ابن ابی حاتم)

تشریح: یعنی محض اتفاقاً کبھی اللہ کو اپنا رب کہہ کر نہیں رہ گئے، اور نہ اس غلطی میں مبتلا ہوئے کہ اللہ کو اپنا رب کہتے بھی جائیں اور ساتھ ساتھ دوسروں کو اپنا رب بناتے بھی جائیں۔ بلکہ ایک مرتبہ یہ عقیدہ قبول کر لینے کے بعد پھر ساری عمر اس پر قائم رہے، اس کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ اختیار نہ کیا نہ اس عقیدے کے ساتھ کسی باطل عقیدے کی آمیزش کی، اور اپنی عملی زندگی میں بھی عقیدۂ توحید کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے۔

خدا اور رسول کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلنے اور خدا کے دین کو قائم کرنے میں جو مشکلات بھی پیش آئیں، جو خطرات بھی در پیش ہوئے جو تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں اور جن نقصانات سے بھی دو چار ہونا پڑے ان کا پوری ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے۔ کوئی خوف، کوئی لالچ اور خواہشات نفس کا کوئی تقاضا ان کو سیدھی راہ سے ہٹا دینے میں کامیاب نہیں ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اس حدیث کی تشریح یوں کرتے ہیں:

لَمْ يُشْرِ كُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا ،لَمْ يَلْتَفِتُوْا اِلٰى اِلٰهٍ غَيْرِهٖ [۲]۔''

پھر اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا۔ اس کے سوا کسی دوسرے معبود کی طرف توجہ نہ کی۔ (ابن جریر)

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ منبر پر فرمایا: خدا کی قسم! استقامت اختیار کرنے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئے، لومڑیوں [۳] کی طرح اِدھر اُدھر اور اُدھر سے اِدھر دوڑتے نہ پھرے''۔ (ابن جریر)

تخریج

[۱] حَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: ثَنَا سَالِمُ بْنُ قُتَيْبَةَ اَبُوْقُتَيْبَةَ، قَالَ: ثَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِىْ حَزْمٍ الْقُطَعِيُّ عَنْ ثَابِتٍ الْبَنَانِيِّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَرَأَ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْ اقَالَ قَدْ قَالَهَا النَّاسُ ثُمَّ كَفَرَ اَكْثَرُهُمْ فَمَنْ مَاتَ عَلَيْهَا فَهُوَ مِمَّنِ اسْتَقَامَ.

ماٰخذ:

- ابن جریر ج ۱۱ جز ۲۴/۲۷ ص ۷۳ سورہ حمٰ السجدۃ.
- ترمذی ج ۲ ص ۱۶۰ ابواب التفسیر. سورہ حمٰ السجدہ ھذا حدیث غریب.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمانؓ (استقامت کے بارے میں) فرماتے ہیں کہ اپنے عمل کو اللہ کے لیے خالص کر لینا (کشاف ص ۳۳۱ سورہ حٰم السجدہ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "اللہ کے عائد کردہ فرائض فرمانبرداری کے ساتھ ادا کرتے رہنا۔" (کشاف ص ۳۳۱ سورہ حٰم السجدہ مطبع الشرفیہ) (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۴۵۴ حٰم السجدہ)

توکّل علی اللہ:

• ۱ .مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَکُوْنَ اَقْوَی النَّاسِ فَلْیَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ،وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَکُوْنَ اَغْنَی النَّاسِ فَلْیَکُنْ بِمَافِیْ یَدِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَوْثَقَ مِنْہُ بِمَافِیْ یَدَیْہِ، وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَکُوْنَ اَکْرَمَ النَّاسِ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ [۱] .

ترجمہ: ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہو کہ سب انسانوں سے زیادہ طاقتور ہو جائے اسے چاہیے کہ اللہ پر توکل کرے اور جو شخص چاہتا ہو کہ سب سے بڑھ کر غنی ہو جائے اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس پر زیادہ بھروسہ رکھے بہ نسبت اس چیز کے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے، اور جو شخص چاہتا ہو کہ سب سے زیادہ عزت والا ہو جائے اسے چاہیے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے۔" (تفہیم القرآن ج ۴ الزمر ص ۳۷۴ حاشیہ ۵۷)

تشریح: توکل کے معنی یہ ہیں کہ: اولاً آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی پر کامل اعتماد ہو اور وہ سمجھے کہ حقیقت کا جو علم، اخلاق کے جو اصول، حلال و حرام کے جو حدود اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے جو قواعد و ضوابط اللہ نے دیے ہیں وہی برحق ہیں اور انہی کی پیروی میں انسان کی خیر ہے۔

○ ابن کثیر ۴ ج ص ۹۸ سورہ حٰم السجدہ بحوالہ نسائی.

○ فتح القدیر ج ۴ ص ۵۱۶ بحوالہ ابویعلٰی .ابن ابی حاتم، ابن عدی، ابن مردویہ عن انس.

تخریج

۱ حَدَّثَنَا اَبُوْکُرَیْبٍ وَاَبُو السَّائِبِ قَالاَ : ثَنَا ابْنُ اِدْرِیْسَ قَالَ: اَخْبَرَنَا الشَّیْبَانِیُّ عَنْ أَبِیْ بَکْرِبْنِ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَسْوَدِ بْنِ ہِلَالٍ الْمُحَارِبِیِّ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ ہٰذِہِ الْاٰیَۃِ؟ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا قَالَ فَقَالُوْا رَبُّنَااللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا مِنْ ذَنْبٍ قَالَ : فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ لَقَدْ حَمَلْتُمْ عَلٰی غَیْرِ الْمَحْمَلِ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْ فَلَمْ یَلْتَفِتُوْا اِلیٰ اِلٰہٍ غَیْرِہٖ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثانیاً، آدمی کا بھروسا اپنی طاقت، قابلیت، اپنے ذرائع و وسائل، اپنی تدابیر اور اللہ کے سوا دوسروں کی امداد و اعانت پر نہ ہو، بلکہ وہ پوری طرح یہ بات ذہن نشین رکھے کہ دنیا و آخرت کے ہر معاملے میں اس کی کامیابی کا اصل انحصار اللہ کی توفیق و تائید پر ہے، اور اللہ کی توفیق و تائید کا وہ اسی صورت میں مستحق ہوسکتا ہے جب کہ وہ اس کی رضا کو مقصود بنا کر، اس کے مقرر کیے ہوئے حدود کی پابندی کرتے ہوئے کام کرے۔ ثالثاً، آدمی کو ان وعدوں پر پورا بھروسا ہو جو اللہ نے ایمان و عملِ صالح کا رویہ اختیار کرنے والے اور باطل کے بجائے حق کے لیے کام کرنے والے بندوں سے کیے ہیں، اور انہی وعدوں پر اعتماد کرتے ہوئے وہ ان تمام فوائد اور منافع اور لذائذ کو لات مار دے جو باطل کی راہ پر جانے کی صورت میں اسے حاصل ہوتے نظر آتے ہوں۔ اور ان سارے نقصانات اور تکلیفوں اور محرومیوں کو انگیز کر جائے جو حق پر استقامت کی وجہ سے اس کے نصیب میں آئیں۔

توکل کے معنی کی اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان کے ساتھ اس کا کتنا گہرا تعلق ہے، اور اس کے بغیر جو ایمان محض خالی خولی اعتراف و اقرار کی حد تک ہو، اس سے وہ شاندار نتائج کیوں نہیں حاصل ہو سکتے جن کا وعدہ ایمان لا کر توکل کرنے والوں سے کیا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۴ الشوریٰ ص ۵۰۷ حاشیہ ۵۷)

مآخذ:

O تفسیر ابن جریر ج ۲۷/۲۴ ص ۷۳ سورہ حٰم السجدہ O ابن کثیر ج ۴ ص ۹۸ سورہ حٰم السجدۃ۔

۲ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ قَالَ: ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: تلاعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا قَالَ اسْتَقَامُوْا وَاللّٰهِ بِطَاعَتِهٖ وَلَمْ يُرَوِّ غُوْارَوْغَانِ الثَّعَالِبِ.

مآخذ: O تفسیر ابنِ جریر ج ۲۷/۲۴ جلد ۱۱ ص ۷۳۔

تخریج

۱ قَالَ اَبْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِصَامِ نِالْاَنْصَارِيُّ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، عَنْ اَبِي الْمِقْدَامِ مَوْلٰى آلِ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ نِالْقُرَظِيِّ، ثَنَا بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَفَعَ الْحَدِيْثَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ اَقْوَى النَّاسِ فَلْيَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ اَغْنَى النَّاسِ فَلْيَكُنْ بِمَا فِيْ يَدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَوْثَقَ مِنْهُ بِمَا فِيْ يَدَيْهِ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ اَكْرَمَ النَّاسِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ.

مآخذ O ابن کثیر ج ۴ ص ۵۴ سورۃ زمر بحوالہ ابن ابی حاتم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف ایمان باللہ سے ہی انسان راہ راست پر قائم رہ سکتا ہے:

۱۱۔ عَجَباً لِلْمُؤْمِنِ، لا یَقْضِی اللّٰہُ لَہٗ قَضَاءً اِلَّا کَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَلَیْسَ ذٰلِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ[۱]۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اللہ اس کے حق میں جو فیصلہ بھی کرتا ہے وہ اس کے لیے اچھا ہی ہوتا ہے مصیبت پڑے تو صبر کرتا ہے اور وہ اس کے لیے اچھا ہوتا ہے۔ خوشحالی میسر آئے تو شکر کرتا ہے، اور وہ بھی اس کیلئے اچھا ہی ہوتا ہے۔ یہ بات مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوتی''۔

تشریح: مصائب کے ہجوم میں جو چیز انسان کو راہ راست پر قائم رکھتی ہے اور کسی سخت سے سخت حالت میں بھی اس کے قدم ڈگمگانے نہیں دیتی وہ صرف ایمان باللہ ہے۔ جس کے دل میں ایمان نہ ہو وہ آفات کو یا تو اتفاقات کا نتیجہ سمجھتا ہے یا دنیوی طاقتوں کو ان کے لانے اور روکنے میں مؤثر مانتا ہے، یا انہیں ایسی خیالی طاقتوں کا عمل سمجھتا ہے جنہیں انسانی اوہام نے نفع و ضرر پہنچانے پر قادر فرض کر لیا ہے، یا خدا کو فاعل مختار مانتا تو ہے مگر صحیح ایمان کے ساتھ نہیں مانتا۔ ان تمام مختلف صورتوں میں آدمی کم ظرف ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایک خاص حد تک تو وہ مصیبت سہہ لیتا ہے لیکن اس کے بعد وہ گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔ ہر آستانے پر جھک جاتا ہے۔ ہر ذلت قبول کر لیتا ہے۔ ہر کمینہ حرکت کر سکتا ہے۔ ہر غلط کام کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ خدا کو گالیاں دینے سے بھی نہیں چوکتا۔ حتیٰ کہ خودکشی تک کر گزرتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص یہ جانتا اور سچے دل سے مانتا ہو کہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس کائنات کا مالک و فرمانروا ہے۔ اور اسی کے اذن سے مصیبت آتی اور اسی کے حکم سے ٹل سکتی ہے۔ اس کے دل کو اللہ صبر و تسلیم اور رضا بالقضاء کی توفیق دیتا ہے۔ اس کو عزم اور ہمت کے ساتھ ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کی طاقت بخشتا ہے۔ تاریک سے تاریک حالات میں بھی اس کے سامنے اللہ کے فضل کی امید کا چراغ روشن رہتا ہے اور کوئی بڑی سے بڑی آفت بھی اس کو اتنا پست ہمت نہیں ہونے دیتی کہ وہ راہ راست سے ہٹ جائے، یا باطل کے آگے سر جھکا دے، یا اللہ کے سوا کسی اور کے در پر اپنے درد کا مداوا ڈھونڈنے لگے۔ اس طرح ہر مصیبت اس کے لیے مزید خیر کے دروازے کھول دیتی ہے اور کوئی مصیبت بھی حقیقت میں اس کے لیے مصیبت نہیں رہتی بلکہ نتیجے کے اعتبار سے سراسر رحمت بن جاتی ہے کیونکہ خواہ وہ اس کا شکار ہو کر رہ جائے یا اس سے بخیریت گزر جائے، دونوں صورتوں میں وہ اپنے رب کی ڈالی ہوئی آزمائش سے کامیاب ہو کر نکلتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ التغابن ص ۵۴۲ حاشیہ ۲۵)

تخریج

[۱] وَفِی الْحَدِیْثِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ: عَجَباً لِلْمُؤْمِنِ، لا یَقْضِی اللّٰہُ لَہٗ قَضَاءً اِلَّا کَانَ خَیْرًا لَّہٗ اِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَلَیْسَ ذٰلِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کا اصل دشمن

۱۲۔ ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تیرا اصل دشمن وہ نہیں ہے جسے اگر تو قتل کر دے تو تیرے لیے کامیابی ہے اور وہ تجھے قتل کر دے تو تیرے لیے جنت ہے، بلکہ تیرا اصل دشمن، ہوسکتا ہے کہ تیرا اپنا وہ بچہ ہو جو تیری ہی صلب سے پیدا ہوا ہے، پھر تیرا سب سے بڑا دشمن وہ مال ہے جس کا تو مالک ہے۔[۱]

تشریح: اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال میں بھی یہ فرمایا ہے کہ اگر تم مال اور اولاد کے فتنے سے اپنے آپ کو بچا لے جاؤ اور ان کی محبت پر اللہ کی محبت کو غالب رکھنے میں کامیاب رہو، تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ التغابن ص ۵۴۶ حاشیہ ۳۰)۔

ماخذ:

- ابن کثیر ج ۴ ص ۳۷۵، سورۃ التغابن۔

۱ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ وَ شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ جَمِيعًا، عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ الْمُغِيرَةِ وَاللَّفْظُ لِشَيْبَانَ قَالَ: نَا سُلَيْمَانُ، نَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ صُهَيْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

عَجَباً لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ.

مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ بلاشبہ اس کا سارے کا سارا معاملہ اچھا ہے۔ یہ بات مومن کے سوا کسی کو بھی نصیب نہیں۔ اگر خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو شکر گزاری کا طرزِ عمل اختیار کرتا ہے اور اگر تکلیف سے دوچار ہوتا ہے تو صبر و شکیب سے کام لیتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی اس کے حق میں اچھا ہے اور بہتر ہے۔

ماخذ:

- مسلم ج ۲ ص ۴۱۳ کتاب الزهد باب فی احادیث متفرقة۔
- مختصر فی شعب الایمان ص ۱۰۵ اور شعب الایمان للبیهقی ج ۴ ص ۱۱۶۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا بَهْزٌ وَحَجَّاجٌ قَالَا: ثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ صُهَيْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کے اخلاص ایمانی میں جو چیز بالعموم خلل ڈالتی ہے اور جس کی وجہ سے انسان اکثر منافقت، غداری اور خیانت میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنے مالی مفاد اور اپنی اولاد کے مفاد سے اس کی حد سے بڑھی ہوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ مال اور اولاد، جن کی محبت میں گرفتار ہو کر تم عموماً راستی سے ہٹ جاتے ہو، دراصل یہ دنیا کی امتحان گاہ میں تمہارے لیے سامانِ آزمائش ہیں جسے تم بیٹا یا بیٹی کہتے ہو، حقیقت کی زبان میں وہ دراصل امتحان کا ایک پرچہ ہے۔ اور جسے تم جائداد یا کاروبار کہتے ہو وہ بھی درحقیقت ایک دوسرا پرچۂ امتحان ہے۔ یہ چیزیں تمہارے حوالہ کی ہی اس لیے گئی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے تمہیں جانچ کر دیکھا جائے کہ تم کہاں تک حقوق اور حدود کا لحاظ کرتے ہو، کہاں تک ذمہ داریوں کا بوجھ لادے ہوئے جذبات کی کشش کے باوجود راہ راست پر چلتے ہو، اور کہاں تک اپنے نفس کو، جو ان دنیوی چیزوں کی محبت میں اسیر ہوتا ہے۔ اس طرح قابو میں رکھتے ہو کہ پوری طرح بندۂ حق بھی بنے رہو اور ان چیزوں کے حقوق اس حد تک ادا بھی کرتے رہو جس حد تک حضرت حق نے خود ان کا استحقاق مقرر کیا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۲ الانفال ص ۳۵۶ حاشیہ ۴)

اخلاص عمل

۱۳ . اِنَّ اللّٰہ تَعَالٰی لَا یَقْبَلُ اِلَّا مَنْ اَخْلَصَ لَہٗ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کوئی عمل بھی قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ خالص اسی کے لیے نہ ہو۔[۱]

تشریح: یہ حدیث ابن مردویہ نے یزید الرقاشی سے نقل کی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے دین کو خالص کر کے اس کی بندگی تم کو کرنی چاہیے کیونکہ خالص اور بے آمیز اطاعت و بندگی اللہ کا حق ہے۔ دوسرے الفاظ میں بندگی کا مستحق کوئی دوسرا ہے ہی نہیں کہ اللہ کے ساتھ اس کی بھی پرستش اور اس کے احکام و قوانین کی بھی اطاعت کی جائے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے سوا کسی اور کی خالص اور بے آمیز بندگی کرتا ہے تو وہ غلط کرتا ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ اللہ کی بندگی کے ساتھ بندگیٔ غیر کی آمیزش کرتا ہے تو یہ بھی حق کے سراسر خلاف ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۴ الزمر ص ۳۵۶ حاشیہ ۴)

عَجِبْتُ مِنْ اَمْرِالْمُوْمِنِ اَنَّ اَمْرَالْمُؤْمِنِ کُلَّہٗ خَیْرٌ وَلَیْس ذٰلِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ کَانَ ذٰلِکَ لَہٗ خَیْراً وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ فَصَبَرَ کَانَ ذٰلِکَ لَہٗ خَیْرًا.

ماخذ:

- مُسْنَدِ احمد ج ۴ ص ۳۳۲، المستدرک ج ۴ ص ۳۷۶.

[۱] اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَاتِمِ الْبَصرِیُّ رَوْحُ بْنُ اَسْلَمَ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ، اَنَاثَابِتٌ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں ایمانِ بلا امانت اور دین بلا کا کوئی تصور نہیں:

۱۴۔ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ۔

ترجمہ: جو امانت کی صفت نہیں رکھتا وہ ایمان نہیں رکھتا، اور جو عہد کا پاس نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ چاروں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں کوئی ایک پائی جائے اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہے جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ ''جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔ جب بولے تو جھوٹ بولے جب عہد کرے تو توڑ دے اور جب کسی سے جھگڑے تو (اخلاق و دیانت کی) ساری حدیں پھاند جائے''

تشریح: سورۂ مومنون میں ارشاد ہوا ہے۔ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ۔

''امانات'' کا لفظ جامع ہے ان تمام امانتوں کے لیے جو خداوندِ عالم نے یا معاشرے نے، یا افراد نے کسی شخص کے سپرد کی ہوں۔ اور عہد و پیمان میں وہ سارے معاہدے داخل ہیں جو انسان اور خدا کے درمیان[۱]، یا انسان اور انسان کے درمیان، یا قوم اور قوم کے درمیان استوار کیے گئے ہوں۔ مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ کبھی امانت میں خیانت نہ کرے گا اور کبھی اپنے قول و اقرار سے نہ پھرے گا۔ (تفہیم القرآن ج ۳۔ المومنون ص ۲۶۷ حاشیہ ۸)

ان دونوں قسم میں امانتوں اور دونوں قسم کے عہد و پیمان کا پاس لحاظ ایک مومن کی سیرت کے لازمی خصائص میں سے ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۶۔ المعارج ۹۲۔ حاشیہ ۲۱)

مومنِ صادق کی پہچان:

۱۵۔ (نبی ﷺ نے فرمایا) لَا یَابْنَتَ الصِّدِّیْقِ وَلٰکِنَّہُ الَّذِیْ یُصَلِّیْ وَیَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُ وَھُوَ یَخَافُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ۔

۱۔ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے یہ معاملہ تخلیق آدم کے موقع پر پیش آیا۔ اس وقت جس طرح فرشتوں کو جمع کر کے انسانِ اوّل کو سجدہ کرایا گیا تھا اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا، اسی طرح پوری نسل آدم کو بھی، جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی، اللہ تعالیٰ نے بیک وقت وجود اور شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا تھا اور ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت لی تھی۔ اس کی تفسیر حضرت ابی بن کعب نے غالبًا نبی ﷺ سے استفادہ کر کے جو کچھ بیان کی ہے وہ اس مضمون کی بہترین شرح ہے، وہ فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے سب کو جمع کیا اور (ایک ایک قسم یا ایک ایک دور کے) لوگوں کو الگ الگ گروہوں کی شکل میں مرتب کر کے انہیں انسانی صورت اور گویائی کی طاقت عطا کی، پھر ان سے عہد و میثاق لیا اور انہیں آپ اپنے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم پر زمین و آسمان سب کو اور خود تمہارے باپ آدم کو گواہ ٹھہراتا ہوں تا کہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس کا علم نہ تھا۔ خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور میرے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میں تمہارے پاس اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تم کو یہ عہد و میثاق جو تم میرے ساتھ باندھ رہے ہو، یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں بھی نازل کروں گا۔ اس پر سب انسانوں نے کہا کہ ہم گواہ ہوئے، آپ ہی ہمارے رب اور آپ ہی ہمارے معبود ہیں، آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے نہ کوئی معبود۔ (تفہیم القرآن ج ۲ الاعراف ص ۹۶ حاشیہ ۱۳۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا) ''یارسول اللہ! کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص چوری، زنا اور شراب نوشی کرتے ہوئے اللہ سے ڈرے؟'' جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اے صدیق کی بیٹی! اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے اور پھر اللہ عزوجل سے ڈرتا رہتا ہے۔

عَنْ صُهَيْبٍ ، قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَضَحِکَ، فَقَالَ: اَلَا تَسْأَلُوْنِيْ مِمَّا اَضْحَکُ ؟ فَقَالُوْ: مِمَّ تَضْحَکُ؟ قَالَ:

عَجَبًا مِنْ اَمْرِ الْمُؤْمِنِ كُلِّهٖ لَهٗ خَيْرٌ اِنْ اَصَابَهٗ مَا يُحِبُّ حَمِدَاللّٰهَ عَلَيْهِ فَكَانَ لَهٗ خَيْرًا وَاِنْ اَصَابَهٗ مَا يَكْرَهُ فَصَبَرَ، كَانَ لَهٗ خَيْرًا وَلَيْسَ كُلُّ اَحَدٍ اَمْرُهٗ لَهٗ خَيْرٌ اِلَّا الْمُؤْمِنُ.

ماخذ:

- دارمی کتاب الرقاق ج۲ ۲۷۸ باب المومن من یوجر فی کل شیء.
- مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۰۹ عن سعدؓ بن ابی وقاص. الفاظ مختلف ھیں.

تخریج

۱ قَالَ الطبرانی: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ مَرْثَدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدبْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، حَدَّثَنِيْ ضَمْضَمُ بْنُ زُرْعَةَ بْنِ عُبَيْدٍ ، عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ:

لَيْسَ عَدُوُّکَ الَّذِيْ اِنْ قَتَلْتَهٗ كَانَ فَوْزًا لَکَ وَاِنْ قَتَلَکَ دَخَلْتَ الْجَنَّةَ وَلٰكِنَّ الَّذِيْ لَعَلَّهٗ عَدُوٌّ لَّکَ وَلَدُکَ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْ صُلْبِکَ ثُمَّ اَعْدٰى لَکَ الَّذِيْ مَلَكَتْ يَمِيْنُکَ.

ماخذ:

- الطبرانی ج ۳ ص ۲۹۴.
- ابن کثیر ج ۴ ص ۳۷۲ التغابن.
- مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۴۵ محمد بن اسماعیل بن عیاش ضعیف.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تخریج

۱ الف اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ، عَنْ يَزِيْدَ الرَّقَاشِيِّ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُعْطِى اِلْتِمَاسَ الذِّكْرِ فَهَلْ لَّنَا مِنْ اَجْرٍ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

یزید الرقاشی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ''ہم اپنا مال دیتے ہیں، اس لیے کہ ہمارا نام بلند ہو، کیا اس پر ہمیں کوئی اجر ملے گا''؟ حضورؐ نے فرمایا ''نہیں''۔ اس نے پوچھا اگر اللہ کے اجر اور دنیا کی ناموری دونوں کی نیت ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کوئی عمل بھی قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ خالص اسی کے لیے نہ ہو۔

لاَ. قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُعْطِى اَمْوَالَنَا الْتِمَاسَ الْاَجْرِ والذِّكْرِ فَهَلْ لَّنَا اَجْرٌ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لاَ يَقْبَلُ اِلَّا مَنْ اَخْلَصَ لَهٗ.

مآخذ:

○ روح المعانی ج ۲۴/۲۲/۲۲ پ ۲۳. ص ۲۱۲. سورة الزمر.

۲. نا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، وجَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوْبَ الصَّنْدَلِيُّ، قَالاَ: نَا اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ مَحْشَرٍ، نَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رَفِيْعٍ وَغَيْرُهٗ عَنْ تَمِيْمِ ابْنِ طَرَفَةَ،

عَنْ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسِ نِالْفِهْرِيِّ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ: اَنَا خَيْرُ شَرِيْكٍ فَمَنْ اَشْرَكَ مَعِيْ شَرِيْكًا فَهُوَ لِشَرِيْكِيْ.

حضرت ضحاک بن قیس فہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں۔ میں سب شریکوں سے بہتر ہوں۔ پس جس چیز میں کسی نے میرے ساتھ غیر کو شریک بنایا وہ میرے شریک کے لیے ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَخْلِصُوْ اَعْمَالَكُمْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ لَايَقْبَلُ اِلَّا مَا اَخْلَصَ لَهٗ.

لوگو! اپنے اعمال خالصۃً اللہ کے لیے کرو کیونکہ وہ ایسا کوئی عمل قبول نہیں کرتا جو صرف اسی کے لیے نہ کیا گیا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: حدیث بالا سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۶۰ کے متعلق ہے۔ آیت میں فرمان ربانی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ.

عربی زبان میں ''دینے'' (ایتاء) کا لفظ صرف مال یا کوئی مادی چیز دینے ہی کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ معنوی چیزیں دینے کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کی اطاعت قبول کر لینے کے لیے کہتے ہیں کہ اٰتَيْتُهٗ من نفسي القَبُوْلَ۔ کسی شخص کی اطاعت سے انکار کر دینے کے لیے کہتے ہیں اٰتَيْتُهٗ مِنْ نَفْسِي الْاِ بَائَةَ. پس اس دینے کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ وہ راہِ خدا میں مال دیتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب اللہ کے حضور طاعت و بندگی پیش کرنے پر بھی حاوی ہے۔

اس معنی کے لحاظ سے آیت کا پورا مفہوم یہ ہوا کہ وہ اللہ کی فرمانبرداری میں جو کچھ بھی نیکیاں کرتے ہیں، جو کچھ

وَلاَ تَقُوْلُوْا: هٰذَالِلّٰهِ وِلِلرَّحِمِ، فَاِنَّهَا لِلرَّحِمِ وَلَيْسَ لِلّٰهِ مِنْهَا شَيْءٌ، وَلاَ تَقُوْلُوْا هٰذَالِلّٰهِ وَلِوُجُوْهِكُمْ فَاِنَّهَا لِوُجُوْهِكُمْ وَلَيْسَ لِلّٰهِ مِنْهَا شَيْءٌ.

لہٰذا تم یوں نہ کہا کرو کہ ''یہ اللہ کے لیے اور قرابت داری کے لیے ہے کیونکہ اس طرح یہ قرابتداری کے لیے ہے اللہ کے لیے کچھ بھی نہیں ہے اور یوں بھی نہ کہا کرو کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور تمہاری ذات کے لیے ہے۔ ایسا کہو گے تو یہ صرف تمہاری ذاتوں کے لیے ہوگا اللہ کے لیے اس میں سے کچھ بھی نہ ہوگا۔

مآخذ:

- دارقطنی کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص ۵۱ باب النية.
- کنز العمال ج ۱ ص ۲۸.

تخریج

۱ اَخْبَرَنَا اَبُوْ الْخَيْرِ جامِعُ بْنُ اَحْمَدَبْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَهْدِيِّ ن الْوَكِيْلُ، اَنْبَأَ اَبُوْ طَاهِرِ ن الْمُحَمَّدُ اٰبَاذِيْ، ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيْدِ ن الدَّارِمِيُّ، ثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، ثَنَا اَبُوْ هِلَالٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:

لاَ اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَا نَةَ لَهٗ وَلاَ دِيْنَ لِمَنْ لاَ عَهْدَلَهٗ.

جو امانت کی صفت نہیں رکھتا وہ ایمان نہیں رکھتا، اور جو عہد کا پاس نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی خدمات انجام دیتے ہیں، جو کچھ بھی قربانیاں کرتے ہیں ان پر وہ پھولے نہیں ہیں۔ غرور تقویٰ اور پندار خدارسیدگی میں مبتلا نہیں ہوتے، بلکہ اپنے مقدور بھر سب کچھ کر کے بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ خدا جانے یہ قبول ہو یا نہ ہو، ہمارے گناہوں کے مقابلے میں وزنی ثابت ہو یا نہ ہو، ہمارے رب کے ہاں ہماری مغفرت کے لیے کافی ہو یا نہ ہو۔

ماخذ:

السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۳۱ کتاب الجزیة باب الوفاء بالعهد اذا کان العقد مباحا وما ورد من التشدید فی نقضه.

- شعب الایمان بیهقی ج ۴ ص ۷۸ حدیث ۴۳۵۴ عن انس. ○ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۹۶. ○ مشکوٰة کتاب الایمان فصل دوم. ○ ابویعلیٰ طبرانی الاوسط بحواله الزوائد. ○ مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۴. ۱۳۵. ۲۱۰. ۲۵۱ روایت انس بن مالک.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا وَکِیْعٌ قَالَ: ثَنَا مَالِکُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ سَعِیْدِ بْنِ وَهْبٍ الْهَمْدَانِیِّ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُؤْتَوْنَ مَآاٰتَوا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَهُوَ الرَّجُلُ یَزْنِیْ و یَسْرِقُ وَ یَشْرَبُ الْخَمْرَ قَالَ: لَا یَابْنَتَ الصِّدِّیْقِ وَلٰکِنَّهُ الرَّجُلُ یَصُوْمُ وَ یُصَلِّیْ وَ وَ یَتَصَدَّقُ وَ هُوَ یَخَافُ اَنْ لَّا یُقْبَلَ مِنْهُ.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت الَّذِیْنَ یُؤتَوْنَ مَا آتَوا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ کے متعلق پوچھا کہ کیا اس سے مراد وہ شخص ہے جو زانی ہو، چور ہو اور مے خوار ہو۔ آپؐ نے فرمایا نہیں اے صدیق کی بیٹی! اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے اور پھر اللہ عزوجل سے ڈرتا رہتا ہے کہ اس کا عمل قبول نہ کیا جائے۔

ماخذ:

- مُسندِ احمد ج ۶ ص ۲۰۵ مُسند کی ایک روایت میں وھو یخاف اللّٰہ عزوجل ہے۔
- ترمذی ج ۲ ص ۱۵۱ ابواب التفسیر سورہ مومنون
- ابن ابی حاتم نے بھی مالک بن مغول کی روایت نقل کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(حدیث مذکورہ بالا میں حضرت عائشہؓ کے) سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ یُؤتُونَ مَا اٰتَوْا کو یَاْتُوْنَ مَا اَتَوْا کے معنی میں لے رہی تھیں، پھر (حضورؐ کے) جواب سے پتہ چلا کہ آیت کی صحیح قرأت یَاْتُوْنَ نہیں بلکہ یُؤْتُوْنَ ہے اور یہ یُؤْتُوْنَ صرف مال دینے کے محدود معنی میں نہیں ہے بلکہ طاعت بجالانے کے وسیع معنی میں ہے۔

ایک مومن کس قلبی کیفیت کے ساتھ اللہ کی بندگی کرتا ہے۔ اس کی مکمل تصویر حضرت عمرؓ کی وہ حالت ہے کہ عمر بھر بے نظیر خدمات کے بعد جب دنیا سے رخصت ہونے لگتے ہیں تو خدا کے محاسبے سے ڈرتے ہوئے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آخرت میں برابر سرابر بھی چھوٹ جاؤں تو غنیمت ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے خوب کہا ہے کہ مومن طاعت کرتا ہے پھر بھی ڈرتا رہتا ہے، اور منافق معصیت کرتا ہے پھر بھی بے خوف رہتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ المومنون ص ۲۸۶ حاشیہ ۵۴)

گنہگار مومن اور ''نیکوکار'' کافر کا فرق:

گنہگار مومن اور نیکوکار کافر کے درمیان فرق کی بنیاد یہ ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری قبول کر کے اس کے وفادار بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اپنی اخلاقی کمزوریوں کی وجہ سے وہ کسی جرم یا بعض جرائم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ اس کے برعکس کافر دراصل ایک باغی ہوتا ہے اور اگر وہ نیکوکار ہو بھی تو اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ اس نے بغاوت کے جرم پر کسی اور جرم کا اضافہ نہیں کیا۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جو شخص باغی نہیں ہے اور صرف مجرم ہے اسے صرف جرم کی حد تک سزا دی جائے گی، بغاوت کی سزا اس کو نہیں دی جا سکتی، کیونکہ جرم کرنے کی وجہ سے کوئی شخص وفادار رعیت کے زمرے سے خارج نہیں ہو جاتا۔ لیکن بغاوت بجائے خود سب سے بڑا جرم ہے، اس کے ساتھ اگر کوئی شخص دوسرے جرائم کا اضافہ نہ بھی کرتا ہو تو اسے وہ حیثیت کسی طرح نہیں دی جا سکتی جو وفادار رعیت کو دی جاتی ہے۔ وہ بغاوت کی سزا بہر حال پا کر رہے گا خواہ وہ اس کے علاوہ کسی جرم کا ارتکاب نہ کرے۔ لیکن اگر وہ باغی ہونے کے ساتھ کچھ جرائم کا مرتکب بھی ہو تو اسے بغاوت کی سزا کے ساتھ ان دوسرے جرائم کی سزا بھی دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی وفادار و فرمانبردار رعیت میں صرف وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید کو کسی قسم کے شرک کی آمیزش کے بغیر اور اللہ کے سب پیغمبروں کو کسی استثناء کے بغیر، اور اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں کو کسی کا انکار کیے بغیر مانتے ہوں اور آخرت کی جواب دہی کو بھی تسلیم کرتے ہوں۔ ان میں سے جس چیز کو بھی آدمی نہ مانے گا وہ باغی ہوگا اور اسے خدا کی وفادار رعیت میں شمار نہ کیا جا سکے گا۔ اب مثال کے طور پر رسولوں اور کتابوں ہی کے معاملہ کو لے لیجیے۔

وَقَالَ لاَ يَابْنَةَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ وَيَصُوْمُوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَلَّا يُتَقَبَّلَ مِنْهُمْ.

ماٰخذ:

○ ابن کثیر ج ۳ سورۃ المومنون ص ۲۴۸. ○ ابن ماجہ کتاب الزهد باب التوقی علی العمل ص ۱۴۰۴.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی انجیل کو جب یہودیوں نے نہ مانا تو وہ سب باغی ہو گئے، اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے انبیاء اور ان کی لائی ہوئی کتابوں کو وہ مانتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی آمد سے پہلے تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو اللہ کی وفادار رعیت تھے۔ لیکن جب انہوں نے آنحضرت ﷺ اور قرآن کو ماننے سے انکار کر دیا تو وہ بھی باغی ہو گئے۔ مسیح اور انجیل اور سابق انبیاء اور ان کی کتابوں کو ماننے کے باوجود اللہ کی وفادار رعیت میں شمار نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت باغیوں کے لیے نہیں بنائی ہے بلکہ اپنی وفادار رعیت کے لیے بنائی ہے۔ اس وفادار رعیت میں سے اگر کوئی شخص کوئی ناقابل معافی جرم کرتا ہے یا اس نوعیت کے بہت سے جرائم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو اسے اس کے جرائم کے مطابق سزا دی جائے گی اور جب وہ اپنی سزا بھگت لے گا تو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ لیکن جس نے بغاوت کا ارتکاب کیا ہے وہ کسی طرح جنت میں نہیں جا سکتا۔ اس کا مقام بہر حال دوزخ ہے۔ دوسرے کسی جرم کا وہ مرتکب نہ بھی ہو تو بغاوت بجائے خود اتنا بڑا جرم ہے جس کے ساتھ کوئی نیکی بھی اسے جنت میں نہیں پہنچا سکتی۔ (رسائل ومسائل حصہ پنجم ص ۱۷۰ تا ۱۷۳)

کفر بجائے خود انسان کے جہنمی ہونے کا مستقل سبب ہے، اور کفر کے ساتھ کوئی نیک عملی بھی اس کو جہنم سے نہیں بچا سکتی۔ البتہ فرق اگر ہے تو صرف اس لحاظ سے ہے کہ اس دار العذاب کے دروازے بہت سے ہیں۔ اچھے کام کرنے والا کافر کسی اور دروازے سے داخل ہو گا اور برے کام کرنے والے کفار اپنے برے اعمال کے مطابق مختلف دروازوں سے داخل ہوں گے۔ بالفاظ دیگر کسی کے لیے عذاب ہلکا ہو گا اور کسی کے لیے سخت اور کسی کے لیے سخت سے سخت۔ اعمال صرف عذاب کے خفیف یا شدید ہونے کے موجب تو بن سکتے ہیں، لیکن جہنم میں جانے سے کوئی کافر نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ کفر خدا سے بغاوت ہے، اور باغی کے لیے اللہ نے اپنی جنت نہیں بنائی ہے۔

رہے مومن تو وہ دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو ایمان کے ساتھ بحیثیت مجموعی صالح ہوں۔ ان کے اگر کچھ قصور بھی ہوں تو وہ بھی توبہ سے معاف ہو سکتے ہیں، دنیا کے مصائب، امراض، تکالیف ان کا کفارہ بن سکتی ہیں، شفاعت بھی ان کے حق میں نافع ہو سکتی ہے، اور اللہ اپنے فضل وکرم سے بھی ان کی مغفرت فرما سکتا ہے۔

دوسری قسم کے مومن وہ ہیں جو ایمان رکھنے کے باوجود بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب ہوئے ہوں۔ وہ باغی نہیں بلکہ مجرم ہیں۔ ان کے لیے اگر کوئی چیز بھی بخشش کی موجب نہ بن سکتی ہو، تو انہیں بغاوت کی نہیں بلکہ جرم یا جرائم کی سزا دی جائے گی۔ دنیا کے قوانین بھی باغی اور مجرم کو ایک سطح پر نہیں رکھتے پھر وہ احکم الحاکمین سے یہ توقع کیسے کر سکتے ہیں کہ وہ دونوں کو ایک سطح پر رکھے گا؟ (رسائل ومسائل حصہ پنجم ۱۸۹-۱۹۰)

کس موقع کا ایمان معتبر ہے:

۱۶۔ لَوْ قُلْتَهَا وَاَنْتَ تَمْلِکُ اَمْرَکَ اَفْلَحْتَ کُلَّ الْفَلَاحِ ۔ [۱]

ترجمہ: (مسند احمد اور مسلم میں حضرت عمران بن حصین کی روایت ہے کہ) بنی عقیل کا ایک شخص گرفتار ہو کر آیا، اور اس نے کہا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ بات تو نے اس وقت کہی ہوتی جب تو آزاد تھا تو یقیناً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فلاح پا جاتا۔"

تشریح: جو شخص قید میں آنے سے پہلے اسلام قبول کر چکا ہو اور پھر کسی طرح گرفتار ہو جائے وہ تو آزاد کر دیا جائے گا۔ مگر جو شخص قید ہونے کے بعد اسلام قبول کرے، یا کسی شخص کی ملکیت میں دے دیے جانے کے بعد مسلمان ہو تو یہ اسلام اس کے لیے آزادی کا سبب نہیں بن سکتا۔

اسی بنا پر فقہائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قید ہونے کے بعد مسلمان ہونے والا غلامی سے نہیں بچ سکتا (السیر الکبیر، امام محمد) اور یہ بات سراسر معقول بھی ہے۔ اگر ہمارا قانون یہ ہوتا کہ جو شخص بھی گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کرے گا وہ آزاد کر دیا جائے گا تو آخر وہ کون سا ناداں قیدی ہوتا جو کلمہ پڑھ کر رہائی نہ حاصل کر لیتا (تفہیم القرآن ج ۵۔ محمد ص ۱۵۔ حاشیہ ۸)

مخلص مومن کے لیے دنیوی مصائب گناہوں کا کفارہ ہیں:

۱۷۔ مَایُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلاَ وَصَبٍ وَلاَ هَمٍّ وَلاَ اَذیً وَلاَ حَزَنٍ وَلاَ اَذیً وَلاَ غَمٍّ حَتَّی الشَّوْکَةِ یُشَاکُهَااِلَّا کَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَا یَاهُ (بخاری و مسلم)[1]

تخریج

[1] حَدَّثَنِی زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ وَاللَّفْظُ لِزُهَیْرٍ، قَالَ : نَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ، قَالَ : نَا اَیُّوْبُ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، عَنْ اَبِی الْمُهَلَّبِ،

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ، قَالَ: کَانَتْ ثَقِیْفُ حُلَفَاءَ لِبَنِیْ عُقَیْلٍ فَاَسَرَتْ ثَقِیْفُ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَسَرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ عُقَیْلٍ وَاَصَابُوْا مَعَهُ الْعَضْبَاءَ فَاَتَی عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ فِی

حضرت عمران بن حصین نے بیان کیا کہ قبیلہ ثقیف بنی عقیل کا حلیف تھا۔ ثقیف والوں نے رسول اللہ ﷺ کے دو صحابیوں کو قیدی بنا لیا اور اصحاب رسول اللہ ﷺ نے عقیل کے ایک آدمی کو قید کر لیا اور عضباء نامی اونٹنی بھی اس کے ساتھ ہی انہوں نے حاصل کر لی۔ اسے جب نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو وہ جکڑا ہوا تھا۔ اس نے پکارا یا محمدؐ آپؐ اس کی آواز سن کر اس کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہو کیا ماجرا ہے؟ بولا مجھے اور سابقۃ الحاج (عضباء) کو تم نے کس جرم میں پکڑ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تجھے اس باتْ سے خبردار کرنے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: مسلمان کو جو رنج اور دکھ اور فکر اور غم اور تکلیف اور پریشانی بھی پیش آتی ہے، حتّٰی کہ ایک کانٹا بھی اگر اس کو چبھتا ہے تو اللہ اس کو اس کی کسی نہ کسی خطا کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

ابوداؤد میں ہے۔ فقال يامحمدًا! علام تاخذني و تاخذ سابقة الحاج۔ اس کے علاوہ بھی قدرے لفظی اختلاف موجود ہے۔

تشریح: مومن مخلص کے لئے اللہ کا قانون (یہ ہے کہ) اس پر جو تکلیفیں اور مصیبتیں بھی آتی ہیں وہ سب اس کے گناہوں اور خطاؤں اور کوتاہیوں کا کفارہ بنتی چلی جاتی ہیں۔

الْوَثَاقِ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ فَاَتَاهُ قَالَ: مَا شَاْنُكَ؟ قَالَ بِمَ اَخَذْتَنِيْ وَ بِمَ اَخَذْتَ سَابِقَةَ الْحَاجِّ قَالَ: اِعْظَامًا لِذٰلِكَ اَخَذْتُكَ بِجَرِيْرَةِ حُلَفَائِكَ ثَقِيْفَ ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ فَنَادَاهُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَقِيْقًا فَرَجَعَ اِلَيْهِ فَقَالَ: مَاشَاْنُكَ قَالَ: اِنِّيْ مُسْلِمٌ قَالَ: لَوْقُلْتَهَا وَ اَنْتَ تَمْلِكُ اَمْرَكَ اَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ. ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَادَاهُ فَقَالَ: يَامُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ فَاَتَاهُ فَقَالَ: مَا شَاْنُكَ؟ قَالَ: اِنِّيْ جَائِعٌ فَاَطْعِمْنِيْ وَظَمْاٰنُ فَاَسْقِنِيْ قَالَ: هٰذِهٖ حَاجَتُكَ فَفُدِيَ بِالرَّجُلَيْنِ. الحديث.

لیے کہ تمہارے حلیف قبیلے ثقیف نے ہمارے دو آدمی اسیر بنا کر کتنا بڑا جرم کیا ہے۔ پھر آپ واپس ہوئے تو اس نے پھر بلند آواز سے پکارنا شروع کر دیا یا محمدؐ یا محمدؐ آپ انتہائی رقیق القلب اور رحم دل انسان تھے۔ واپس اس کی طرف لوٹے اور دریافت فرمایا کہو کیا ماجرا ہے؟ بولا کہ میں مسلم ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بات تو نے اس وقت کہی ہوتی جب تو آزاد تھا تو یقیناً فلاح پا جاتا۔ پھر آپؐ واپس ہوئے تو اس نے پھر یا محمدؐ یا محمدؐ کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کیا ماجرا ہے؟ بولا میں بھوکا ہوں، پیاسا ہوں کچھ کھلائیے پلائیے۔'' آپؐ نے فرمایا یہ تمہاری ضرورت ہے۔ پھر آپ نے ایک کے بدلے دو کو رہا کرایا۔''

ماخذ:

مسلم كتاب النذر ج ۲ ص ۴۴.

- مُسندِ احمد ج ۴ ص ۴۳۰ عمران بن حُصَين.
- ابوداؤد كتاب الأيمان والنذور باب في النذر فيما لايملك.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تخریج

۱۔حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْمَلِکِ ابْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ، وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَایُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَاوَصَبٍ وَلَاهَمٍّ وَ لَاحَزَنٍ وَ لَااَذًی وَلَاغَمٍّ حَتّٰی الشَّوْکَةِ یُشَاکُهَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ

مآخذ:

- بخاری ج ۲ ص ۸۴۳ کتاب المرضیٰ، باب ماجاء فی کفارۃ المریض۔
- مسندِ احمد بن حنبل ج۲ ص ۳۰۳۔ ۳۳۵۔ مرویات ابی ھریرۃ وابو سعید خدری۔

۲۔حَدَّثَنَا قَبِیْصَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیِّ، عَنِ الْحَارِثِ ابْنِ سُوَیْدٍ،

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِهٖ فَمَسَسْتُهٗ وَ هُوْ یُوْعَکُ وَ عْکًا شَدِیْدًا فَقُلْتُ: اِنَّکَ لَتُوْعَکُ وَ عْکًا شَدِیْدًا وَ ذَاکَ اِنَّ لَکَ اَجْرَیْنِ قَالَ: اَجَلْ وَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصِیْبُهٗ اَذًی اِلَّاحَاتَّتْ عَنْهُ خَطَایَاهُ کَمَاتُحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ.

عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی بیماری کے دوران حاضر ہوا۔ میں نے اپنا ہاتھ لگا کر دیکھا کہ آپ کو تیز بخار ہے۔ میں نے عرض کیا حضورؐ آپ کو شدید قسم کا بخار ہے اور یہ اس لئے کہ آپؐ کو دوہرا اجر ملے؟ آپؐ نے فرمایا ''ہاں، کوئی مسلم ایسا نہیں کہ اسے کوئی اذیت وتکلیف پہنچتی ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح (موسم خزاں میں) درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

مآخذ:

- بخاری ج۲ ص۸۴۵ کتاب المرضیٰ، باب وضع الید علی المریض۔ ○ مسلم ج۲ ص۳۱۸ کتاب البرو الصلة ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض اوحزن و نحوذالک حتی الشوکة یشاکها۔ ○ دارمی ج ۲ ص ۲۲۴ الرقاق باب فی ثواب اجرالمریض۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ حَدَّثَنَا بْنُ اَبِیْ عُمَرَوَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ زِیَادٍ اَلْمَعْنٰی وَ احِدٌ، قَالَا: نَاسُفْیَانُ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ ابْنِ مُحَیْصِنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ قَیْسِ بْنِ مَخْرَمَۃَ،

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ مَنْ یَعْمَلْ سُوْءً یُّجْزَبِہٖ شَقَّ ذٰلِکَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ فَشَکَوْا ذَالِکَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قَارِبُوْا وسَدِّدُوْا وَفِیْ کُلِّ مَایُصِیْبُ الْمُؤْمِنَ کَفَّارَۃٌ حَتَّی الشَّوْکَۃِ یُشَاکُھَا وَ النَّکْبَۃِ یَنْکِبُھَا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب آیت مَنْ یَعْمَلْ سُوْءً یُجْزَبِہٖ نازل ہوئی تو مسلمانوں کو یہ گراں گزری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکوہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ''میانہ روی اختیار کرو، افراط تفریط سے بچو۔ ہر وہ تکلیف جو کسی مومن کو پہنچتی ہے حتی کہ کانٹا بھی اگر چبھ جائے یا اور کسی قسم کی مصیبت پہنچ جائے تو وہ اس کے لئے کفارہ کا کام دیتی ہے۔''

ھذا حدیث حسن غریب.

ماخذ:

ترمذی ابواب التفسیر. سورة النساء.

عَنِ الْاَسْوَدِ، قَالَ:

دَخَلَ شَبَابٌ مِّنْ قُرَیْشٍ عَلٰی عَائِشَۃَ وَھِیَ بِمِنًی وَھُمْ یَضْحَکُوْنَ فَقَالَتْ: مَایُضْحِکُکُمْ؟ قَالُوْا: فُلَانٌ، خَرَّ عَلٰی طَنُبِ فُسْطَاطٍ فَکَادَتْ عُنُقُہٗ اَوْعَیْنُہٗ اَنْ تَذْھَبَ. قَالَتْ: لَاتَضْحَکُوْا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:

کچھ قریشی نوجوان حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت منٰی میں تشریف فرما تھیں۔ آپ نے دیکھا کہ وہ نوجوان ہنس رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ تم کیوں ہنس رہے ہو؟
بولے کہ فلاں صاحب خیمے کی طنابوں میں پھنس کر اس بری طرح منہ کے بل گرے کہ اس کی آنکھ کے ضائع ہونے یا گردن کے ٹوٹنے کا اندیشہ تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ ''مت ہنسو! میں نے اپنے کانوں سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی سنا ہے۔'' آپؐ نے فرمایا ''کوئی مسلم ایسا نہیں کہ اسے کانٹا چبھنے کی تکلیف پہنچے یا اس سے کچھ زیادہ اور کسی قسم کی اذیت کہ اس کے بدلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُشَاكُ شَوْكَةً فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَ مُحِيَتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ."

میں اُس کا ایک درجہ نہ لکھ دیا جائے اور اس کی ایک خطا مٹا نہ دی جائے۔"

۵. عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
لَايَصِيْبُ الْمُؤْمِنَ شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اِلاقَصَّ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطِيْئَتِهٖ.

۶۔ عَنْ عَائِشَةَ،
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَا مِنْ مُصِيْبَةٍ يُصَابُ بِهَا الْمُسْلِمُ اِلَّا كُفِّرَ بِهَاعَنْهُ حَتّٰى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا.

عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا:

۷۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَايُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ مُصِيْبَةٍ حَتَّى الشَّوْكَةِ اِلَّا قُصَّ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ اَوْكُفِّرَ بِهَا من خَطَايَاهُ لَايَدْرِىْ يَزِيْدُ اَيَّتُهُمَا قَالَ عُرْوَةُ.

۸۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ حَتَّى الشَّوْكَةِ تُصِيْبُهُ اِلَّاكَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً اَوْحُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ.

عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا:

۹۔ اِنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَصَبٍ وَ لَانَصَبٍ وَلَا سَقَمٍ وَلَاحَزَنٍ حَتَّى الْهَمِّ يَهُمُّهُ اِلَّا كُفِّرَبِهٖ مِنْ سَيِّئَاتِهٖ.

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ دونوں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ مومن کو جو دکھ اور جو رنج اور جو بیماری اور غم پہنچتا، حتی کہ جو فکر بھی لاحق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کی سیئات کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

۱۰. عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءً يُجْزَبِهٖ بَلَغَتْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مَبْلَغًا شَدِيْدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا فَفِىْ كُلِّ مَا يُصَابُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے وہ مصائب جو اللہ کی راہ میں اس کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کوئی مومن برداشت کرتا ہے، تو وہ محض کوتاہیوں کا کفارہ ہی نہیں ہوتے بلکہ اللہ کے ہاں ترقی درجات کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ تصور کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ گناہوں کی سزا کے طور پر نازل ہوتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۴ الشوریٰ ص ۵۰۵ حاشیہ ۵۶)

اس کی مزید توضیح اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوداؤد میں مروی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے خوفناک آیت وہ ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً يُّجْزَبِهٖ ''جو شخص کوئی برائی کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا۔'' اس پر حضورؐ نے فرمایا، ''عائشہؓ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا کے مطیع فرمان بندے کو دنیا میں جو تکلیف بھی پہنچتی ہے حتیٰ کہ کوئی کانٹا بھی اس کو چبھتا ہے تو اللہ اسے اس کے کسی نہ کسی قصور کی سزا دے کر دنیا میں ہی اس کا حساب صاف کر دیتا ہے۔[9]

(تفہیم القرآن ج ۲ الرعد ص ۴۵۴ حاشیہ ۳۴)

بِهِ الْمُسْلِمَ كَفَّارَةٌ حَتَّى النَّكْبَةِ يَنْكِبُهَا اَوِ الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا.

اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ:

۱۱۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ السَّآئِبِ اَوْ اُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: مَالَكِ يَا اُمَّ السَّآئِبِ اَوْيَا اُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِيْنَ قَالَتْ: الْحُمّٰى لَابَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا فَقَالَ: لَاتَسُبِّى الْحُمّٰى فَاِنَّهَا يُذْهِبُ خَطَايَا بَنِىْ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُم السائب یا اُم المسیب کے ہاں تشریف لے گئے (شدید بخار میں مبتلا پا کر) آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا۔ ''ام السائب کہا یا ام المسیب تمہیں کیا ہوا؟ تمہاری سانس پھولی ہوئی ہے۔ کپکپی تم پر طاری ہے۔'' بولیں حضورؐ بخار کی لپیٹ میں ہوں، جس میں کوئی بھلائی و برکت نہیں۔'' آپؐ نے فرمایا۔ ''بخار کو برا بھلا مت کہو یہ تو اولادِ آدم کے گناہ اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کا زنگ جلا کر صاف کر دیتی ہے۔

ماخذ:

- مسلم ج۲ ص۳۱۸ کتاب البروالصلة باب ثواب المؤمن فيما يصيبهٔ من مرض اوحزن اونحوذالک حتی الشوکة یشاکها.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۸. جاء في الحديث لَايَزَالُ الْبَلاءُ بِالْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنْ ذُنُوْبِهِ وَالْمُنَافِقُ مَثَلُهُ كَمَثَلِ الْحِمَارِ لَايَدْرِيْ فِيْمَ رَبَطَهُ اَهْلُهُ وَ لَا فِيْمَا اَرْسَلُوْهُ۔[۲]

(ابن کثیر ج۲ ص۲۳۳ سورہ اعراف)

ترجمہ: مصیبت مومن کی تو اصلاح کرتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ جب وہ اس بھٹی سے نکلتا ہے تو ساری کھوٹ سے صاف ہو کر نکلتا ہے۔ لیکن منافق کی حالت بالکل گدھے کی سی ہوتی ہے جو کچھ نہیں سمجھتا کہ اس کے مالک نے کیوں اسے باندھا تھا اور کیوں اسے چھوڑ دیا۔

تشریح: جب کسی قوم میں کوئی نبی بھیجا گیا تو پہلے اس قوم کے خارجی ماحول کو قبولِ دعوت کے لئے نہایت سازگار بنایا گیا۔ یعنی اس کو مصائب اور آفات میں مبتلا کیا گیا۔ قحط، وبا، تجارتی خسارے، جنگی شکست یا اسی طرح کی تکلیفیں اس پر ڈالی گئیں۔ تاکہ اس کا دل نرم پڑے۔ اس کی شیخی اور تکبر سے اکڑی ہوئی گردن ڈھیلی ہو۔ اس کا غرور، طاقت اور نشہ دولت ٹوٹ جائے، اپنے ذرائع وسائل اور اپنی قوتوں اور قابلیتوں پر اس کا اعتماد شکستہ ہو جائے، اسے محسوس ہو کہ اوپر کوئی اور طاقت بھی ہے

تخریج

۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيٰى، ح و ثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ اَبُوْدَاؤدَ: وَ هٰذَا لَفْظُ ابْنِ بَشَّارٍ، عَنْ اَبِيْ عَامِرٍ الْخَزَّازِ، عَنِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَشَدَّ آيَةً فِي الْقُرْاٰنِ، قَالَ: اَيَّةُ آيَةٍ يَاعَائِشَةُ؟ قَالَتْ: قَوْلُ اللّٰهِ تعالٰى (مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً يُجْزَبِهٖ)قَالَ اَمَا عَلِمْتِ يَاعَائِشَةُ: اَنَّ الْمُؤْمِنَ تُصِيْبُهُ النَّكْبَةُ اَوِالشَّوْكَةُ فَيُكَافَأُ بِأَسْوَءِ عَمَلِهٖ، الحديث.

مآخذ:

- ابو داؤد ج۳ ص۱۸۴ كتاب الجنائز باب عيادة النساء.

تخریج

۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ النُّفَيْلِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ يُقَالُ لَهُ اَبُوْمَنْصُوْرٍ عَنْ عَمِّهٖ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ عَنْ عَامِرٍ الرَّامِ اَخِي الْخَضِرِ قَالَ اَبُوْدَاؤدَ: قَالَ النُّفَيْلِيُّ: هُوَ الخَضِرُ وَلٰكِنْ كَذَا قَالَ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کے ہاتھ میں اس کی قسمت کی باگیں ہیں۔ اور اس طرح اس کے کان نصیحت کے لئے کھل جائیں اور وہ اپنے خدا کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھک جانے پر آمادہ ہو جائے۔ پھر جب اس سازگار ماحول میں بھی اس کا دل قبولِ حق کی طرف مائل نہیں ہوتا تو اس کو خوش حالی کے فتنے میں مبتلا کر دیا جاتا ہے یہاں سے اس کی بربادی کی تمہید شروع ہو جاتی ہے۔ جب وہ نعمتوں سے مالا مال ہونے لگتا ہے تو اپنے برے دن بھول جاتا ہے اور اس کے کج فہم رہنما اس کے ذہن میں تاریخ کا یہ احمقانہ تصور بٹھاتے

قَالَ اِنِّیْ لَبِبِلَادِنَا اِذَا رُفِعَتْ لَنَا رَایَاتٌ وَ اَلْوِیَةٌ فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالُوْا: هٰذَا لِوَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهٗ وَ هُوَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَدْ بُسِطَ لَهٗ كِسَاءٌ وَ هُوَ جَالِسٌ عَلَيْهِ وَقَدِاجْتَمَعَ اِلَيْهِ اَصْحَابُهٗ فَجَلَسْتُ اِلَيْهِمْ فَذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَسْقَامَ فَقَالَ:
اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ اَعْفَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِّمَا مَضٰى مِنْ ذُنُوْبِهٖ وَ مَوْعِظَةً لَّهٗ فِيْمَا يَسْتَقْبِلُ.

خضر بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گاؤں میں تھا کہ ہمیں کچھ جھنڈے اور علم بلند ہوتے ہوئے دکھائی دیے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہے۔ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے لئے چادر بچھائی ہوتی تھی۔ اس پر آپ تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرامؓ آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے امراض کا ذکر فرمایا ''کہ ایک مومن جب کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے صحت و تندرستی عطا فرما دیتا ہے تو یہ بیماری اس مومن کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ اور مستقبل کے لئے نصیحت و موعظت بن جاتی ہے اور منافق جب بیمار پڑ جاتا ہے اور پھر اسے صحت ہو جاتی ہے۔ تو یہ منافق اس اونٹ کی مانند ہوتا ہے جسے اس کے مالک نے باندھ رکھا ہو پھر اسے آزاد چھوڑ دے اسے نہ یہ معلوم ہو کہ اسے آزاد کیوں چھوڑا گیا۔'' حاضرین مجلس میں سے ایک شخص بولا ''یا رسول اللہ یہ امراض کیا ہیں، میں تو زندگی بھر کبھی بیمار نہیں ہوا۔'' آپؐ نے فرمایا ''اٹھو ہمارے ہاں سے تمہارا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''

وَ اِنَّ الْمُنَافِقَ اِذَا مَرِضَ ثُمَّ اُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيْرِ عَقَلَهٗ اَهْلُهٗ ثُمَّ اَرْسَلُوْهُ فَلَمْ يَدْرِلِمَ عَقَلُوْهُ وَ لَمْ يَدْرِلِمَ اَرْسَلُوْهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ حَوْلَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا الْاَسْقَامُ؟ وَ اللّٰهِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ عَنَّافَلَسْتَ مِنَّا. الحديث.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ حالات کے اتار چڑھاؤ اور قسمت کا بناؤ اور بگاڑ کسی حکیم کے انتظام پر نہیں ہو رہا ہے بلکہ ایک اندھی طبیعت بالکل غیر اخلاقی اسباب سے کبھی اچھے اور کبھی برے دن لاتی ہی رہتی ہے۔ لہٰذا مصائب اور آفات کے نزول سے کوئی اخلاقی سبق لینا اور کسی ناصح کی نصیحت قبول کر کے خدا کے آگے زاری و تضرع کرنے لگنا بجز ایک طرح کی نفسی کمزوری کے اور کچھ نہیں ہے۔ یہی وہ احمقانہ ذہنیت ہے جس کا نقشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچا ہے۔

پس جب کسی قوم کا حال یہ ہوتا ہے کہ نہ مصائب سے اس کا دل خدا کے آگے جھکتا ہے، نہ نعمتوں پر وہ شکر گزار ہوتی ہے اور نہ کسی حال میں اصلاح قبول کرتی ہے تو پھر اس کی بربادی اس طرح اس کے سر پر منڈلانے لگتی ہے جیسے پورے دن کی حاملہ عورت کہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کب اس کا وضع حمل ہو جائے۔ (تفہیم القرآن ج ۲ الاعراف ص ۵۹ حاشیہ ۷۷)

ایک اسرائیلی موحّد کا ایمان افروز واقعہ:

۱۹۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رومی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس ایک ساحر تھا۔ اس نے اپنے بڑھاپے میں بادشاہ سے کہا کہ کوئی لڑکا ایسا مامور کر دے جو مجھ سے یہ سحر سیکھ لے۔ بادشاہ نے ایک لڑکے کو مقرر کر دیا۔ مگر وہ لڑکا ساحر کے پاس آتے جاتے ایک راہب سے بھی (جو غالباً پیروانِ مسیح علیہ السلام میں سے تھا) ملنے لگا اور اس کی باتوں سے متاثر ہو کر ایمان لے آیا۔ حتیٰ کہ اس کی تربیت سے صاحبِ کرامت ہو گیا اور اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے لگا۔ بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لڑکا توحید پر ایمان لے آیا ہے تو اس نے پہلے راہب کو قتل کیا۔ پھر اس لڑکے کو قتل کرنا چاہا، مگر کوئی ہتھیار اور کوئی حربہ اس پر کارگر نہ ہوا۔ آخر کار لڑکے نے کہا کہ اگر تو مجھے قتل کرنا ہی چاہتا ہے[1]

ماخذ:

- ابوداؤد کتاب الجنائز باب الامراض المكفرة الذنوب.
- مسندِ احمد میں ہے۔ وَمَایَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰی یَمْشِیَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ لَیْسَ عَلَیْهِ خَطِیْئَةٌ.
- (مسندِ احمد ج ۱ ص ۱۷۲ روایت سعد بن ابی وقاص)

ایک اور روایت میں ہے: لَایَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِالْمُؤْمِنَةِ فِیْ جَسَدِهٖ وَفِیْ مَالِهٖ وَفِیْ وَلَدِهٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهَ وَمَاعَلَیْهِ مِنْ خَطِیْئَةٍ

- مسندِ احمد ج۲ ص ۲۸۷ روایت ابی هریرة اور ص ۳۰۳، ۳۳۵، ۴۰۲، ۴۵۰ ج۵ ص ۱۹۵
- اور مسندِ ابی داؤد طیالسی ص ۳۰ سعد بن ابی وقاص.
- ابنِ ماجه کتاب الفتن باب الصبر علی البلاء.
- ترمذی ابواب الزهد باب فی الصبر علی البلاء هذا حدیث حسن صحیح.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تخریج

ح ١ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثنا عَفَّانُ، ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، انا ثَابِتُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ صُهَیْبٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: کَانَ مَلِکٌ فِیْمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ وَ کَانَ لَهٗ سَاحِرٌ فَلَمَّا کَبُرَ السَّاحِرُ قَالَ لِلْمَلِکِ: اِنِّیْ قَدْکَبُرَتْ سِنِّیْ، وَحَضَرَأَ جَلِیْ، فَادْفَعْ اِلَیَّ غُلَامًا فَلِاُ عَلِّمُهُ السِّحْرَ فَدَفَعَ اِلَیْهِ غُلَامًا فَکَانَ یُعَلِّمُهُ السِّحْرَ وَ کَانَ بَیْنَ السَّاحِرِ وَ بَیْنَ الْمَلِکِ رَاهِبٌ فَاَتَی الْغُلَامُ عَلَی الرَّاهِبِ فَسَمِعَ مِنْ کَلَامِهٖ فَاَعْجَبَهٗ نَحْوَهٗ وَ کَلَامَه ' فَکَانَ اِذَا اَتَی السَّاحِرَ ضَرَبَهٗ وَ قَالَ مَاحَبَسَکَ؟ وَ اِذَا اَتٰی اَهْلَهٗ ضَرَبُوْهُ وَ قَالُوْا مَاحَبَسَکَ؟ فَشَکَاذَالِکَ اِلَی الرَّاهِبِ فَقَالَ: اِذَا اَرَادَالسَّاحِرُ اَنْ

حضرت صہیبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کے پاس ایک ساحر تھا۔ جب ساحر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ ''میں اب بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری اجل قریب ہے۔ مجھے ایک لڑکا دو جسے میں سحر سکھا دوں۔'' بادشاہ نے اسے ایک لڑکا دے دیا۔ ساحر نے اسے سحر سکھانا شروع کر دیا۔ بادشاہ اور جادوگر کے درمیانی راستے میں ایک راہب رہتا تھا یہ لڑکا اس کے پاس ٹھیرنے لگا۔ راہب کا کلام لڑکے نے سنا تو اسے اس کا انداز اور کلام بہت اچھا لگا۔ اب معاملہ کی نوعیت یہ ہو گئی کہ لڑکا جب ساحر کے پاس پہنچتا تو وہ اس کی پٹائی کرتا اور دریافت کرتا کہ کس چیز نے تمہیں روکے رکھا اور جب وہ لڑکا اپنے گھر پہنچتا تو گھر والے دیر سے پہنچنے کی وجہ سے مارتے اور پوچھتے تاخیر سے آنے کی کیا وجہ ہے؟ اس صورتِ حال سے لڑکے نے راہب کو آگاہ کیا تو اس نے ایک تجویز اسے سمجھائی کہ جب ساحر تجھے مارنے کے درپے ہو تو اس کو کہہ دیا کرو کہ گھر والوں نے کسی کام سے روک لیا تھا اور جب گھر والے دیر سے پہنچنے کی سزا دینے لگیں تو ان سے کہہ دیا کرو کہ ساحر نے مجھے روکے رکھا۔ اسی اثناء میں ایک روز اس لڑکے کا گزر ایک ہیبت ناک اور بہت بڑے جانور پر ہوا جس نے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا۔ اس کی دہشت اور خوف سے لوگ اس راستہ سے نہیں گزرتے تھے۔ یہ معاملہ دیکھ کر لڑکے کو خیال آیا کہ میں آج معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو راہب کا طریقہ زیادہ پسند ہے یا جادوگر کا۔ یہ سوچ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو مجمع عام میں (بِاسْمِ رَبِّ الْغُلَامِ) (اس لڑکے کے رب کے نام پر) کہہ کر مجھے تیر مار میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور لڑکا مر گیا۔ اس پر لوگ پکار اٹھے کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے اس سے کہا کہ یہ تو وہی کچھ ہو گیا جس سے آپ بچنا چاہتے تھے۔ لوگ آپ کے دین کو چھوڑ کر اس لڑکے کے دین کو مان گئے۔ بادشاہ یہ حالت

يَضْرِبَكَ فَقُلْ حَبَسَنِيْ اَهْلِيْ وَ اِذَا اَرَادَ اَهْلُكَ اَنْ يَضْرِبُوْكَ فَقُلْ حَبَسَنِي السَّاحِرُ وَقَالَ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اَتٰى ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى دَآبَّةٍ فَظِيْعَةٍ عَظِيْمَةٍ وَقَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَجُوْزُوْا فَقَالَ: اَلْيَومَ اَعْلَمُ اَمْرُ الرَّهِبِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ اَمْ اَمْرُ السَّاحِرِ: فَاَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَمْرُ الرَّاهِبِ اَحَبَّ اِلَيْكَ وَ اَرْضٰى لَكَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّآبَّةَ حَتّٰى يَجُوْزَ النَّاسُ وَ رَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَ مَضَى النَّاسُ فَاَخْبَرَ الرَّاهِبَ بِذٰلِكَ فَقَالَ: اَىْ بُنَيَّ اَنْتَ اَفْضَلُ مِنِّيْ وَ اِنَّكَ سَتُبْتَلٰى فَاِنِ ابْتُلِيْتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ. فَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ اَكْمَهَ وَسَائِرَالْاَدْوَاءِ وَيَشْفِيْهِمْ وَكَانَ جَلِيْسٌ لِلْمَلِكِ فَعَمِيَ فَسَمِعَ بِهٖ

اس نے ایک پتھر ہاتھ میں پکڑا اور یہ کہہ کر اس جانور کو کھینچ مارا کہ اے اللہ! اگر اس راہب کا طریقہ تیری نظر میں ساحر کے طریقے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے، تو اس جانور کو مار دے۔ تاکہ لوگوں کا راستہ کھل جائے اور یہ گزر جائیں، چنانچہ وہ جانور اس پتھر سے مر گیا اور لوگ آرام سے گزر گئے۔

پھر یہ سارا ماجرا لڑکے نے راہب کو سنایا۔ راہب سن کر بولا۔ بیٹے اب تم مجھ سے بازی لے گئے ہو۔ تمہارا مقام مجھ سے افضل ہے۔ لہٰذا اب مستقبل قریب میں تمہاری آزمائش ضرور ہوگی۔ لہٰذا اگر تمہیں سخت آزمائش میں ڈالا گیا اور یہ پوچھا گیا کہ تم نے یہ علم کس سے حاصل کیا ہے تو میرے بارے میں کچھ نہ بتانا۔

(یہ لڑکا راہب سے تعلیم پا کر صاحبِ کرامت ہو گیا) اور اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے لگا اور دوسرے بیماروں کو بھی شفاء دینے لگا۔

''شفا کی نسبت لڑکے کی طرف سبب کے درجہ میں ہے حقیقی نہیں، حقیقی شفا صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

بادشاہ کا ایک ہم جلیس بھی نابینا تھا۔ اسے اس لڑکے کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بہت تحائف اور ہدایا لے کر اس کے پاس آیا۔ کہنے لگا اے لڑکے مجھے شفا دے۔ اس کے عوض یہاں جو کچھ میں لایا ہوں وہ سب تیرا ہے۔ لڑکا بولا میں تو کسی کو بھی شفا یاب نہیں کر سکتا۔ شفا تو صرف اللہ عزوجل کے قبضہ و اختیار میں ہے، اگر تو ایمان لے آئے تو میں اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیکھ کر غصے میں بھر گیا۔ اس نے سڑکوں کے کنارے گڑھے کھدوائے، ان میں آگ، بھروائی اور جس جس نے ایمان سے پھرنا قبول نہ کیا اس کو آگ میں پھکوادیا۔" (احمد، مسلم، نسائی، ترمذی، ابنِ جریر، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، طبرانی، عبد بن حمید)

فَاَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيْرَةً فَقَالَ: اِشْفِنِيْ وَلَكَ مَاهٰهُنَا اَجْمَعُ فَقَالَ: مَا اَشْفِيْ اَنَا اَحَدًا اِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَاِنْ اَنْتَ آمَنْتَ بِهٖ دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ فَاٰمَنَ فَدَعَا اللّٰهَ لَهٗ فَشَفَاهُ ثُمَّ اَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ يَا فُلَانُ مَنْ رَدَّعَلَيْكَ بَصَرَكَ: فَقَالَ: رَبِّيْ. قَالَ: اَنَا قَالَ: لَا وَ لٰكِنْ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ قَالَ: اَوَلَكَ رَبٌّ غَيْرِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهٗ حَتّٰى دَلَّهٗ عَلَى الْغُلَامِ فَبَعَثَ اِلَيْهِ فَقَالَ: اَىْ بُنَيَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ اَنْ تُبْرِئَ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ هٰذِهِ الْاَدْوَاءَ قَالَ: مَا اَشْفِيْ اَنَا اَحَدًا مَايَشْفِيْ غَيْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ: اَنَا قَالَ: لَاقَالَ: اَوَلَكَ رَبٌّ غَيْرِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ رَبِّيْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ

سے فدعا کروں گا وہ تجھے شفاء دے دے گا۔ وہ ایمان لے آیا۔ لڑکے نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور وہ شفایاب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کے پاس آیا اور حسبِ معمول وہیں بیٹھ گیا، جہاں بیٹھتا تھا۔ بادشاہ نے دیکھا اور حیران ہو کر پوچھا ارے تمہاری بینائی کس نے لوٹائی ہے؟ بولا میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا "میں نے"؟ اس نے نفی مین جواب دیا کہ نہیں بلکہ میرے اور تمہارے رب نے مجھے شفا عطا فرمائی ہے۔ بادشاہ بولا میرے علاوہ بھی تیرا اور کوئی رب ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا کہ "ہاں! ہے"۔ پس پھر کیا تھا بادشاہ نے اسے عذاب میں اس وقت تک مبتلا رکھا جب تک کہ اس نے لڑکے کا اتا پتا نہ بتا دیا۔ بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے پاس بلوا کر پوچھا۔ اے نوجوان! تیرا جادو اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ تو اندھے کو بینا اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہے۔ لڑکا بولا کسی کو شفا دینا میرے دائرۂ اختیار میں نہیں ہے۔ شفا دینا صرف اللہ عزوجل کا کام ہے کسی غیر اللہ کا یہ کام نہیں۔ بادشاہ بولا "تو وہ میں ہوں"۔ لڑکے نے جواب دیا "نہیں تم نہیں ہو"۔ بادشاہ نے کہا کیا "میرے سوا تیرا اور بھی کوئی رب ہے؟" بولا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ اس پر اسے بھی بادشاہ نے مبتلائے عذاب کر دیا اور اتنا عذاب دیا کہ لڑکا راہب کے متعلق بتانے پر مجبور ہو گیا۔ بادشاہ نے اس راہب کو بلوایا اور حکم دیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ۔ راہب نے اپنا دین ترک کرنے سے انکار کر دیا تو بادشاہ نے اس کے سر کے وسط میں آرا رکھوا کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاَخَذَہٗ اَیْضًا بِالْعَذَابِ فَلَمْ یَزَلْ بِہٖ حَتّٰی دَلَّ عَلَی الرَّاھِبِ فَاُتِیَ بِالرَّاھِبِ فَقَالَ: اِرْجِعْ عَنْ دِیْنِکَ فَاَبٰی فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِی مَفْرَقِ رَأْسِہٖ حَتّٰی وَقَعَ شِقَّاہُ وَ قَالَ لِلْاَعْمٰی اِرْجِعْ عَنْ دِیْنِکَ فَاَبٰی فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِی مَفْرَقِ رَأْسِہٖ حَتّٰی وَقَعَ شِقَّاہُ اِلَی الْاَرْضِ وَ قَالَ لِلْغُلَامِ اِرْجِعْ عَنْ دِیْنِکَ فَاَبٰی فَبَعَثَ بِہٖ مَعَ نَفَرٍ اِلٰی جَبَلِ کَذَا وَ کَذَا فَقَالَ: اِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَہٗ فَاِنْ رَّجَعَ عَنْ دِیْنِہٖ وَ اِلَّا فَدَھْدَ ھُوْہُ مِن فَوْقِہٖ فَذَھَبُوْا بِہٖ فَلَمَّا عَلَوْا بِہِ الْجَبَلَ قَالَ: اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَاشِئْتَ فَرَجَفَ بِھِمُ الْجَبَلُ فَدَھْدَ ھُوْا اَجْمَعُوْنَ. وَجَآءَ الْغُلَامُ یَتَلَمَّسُ حَتّٰی دَخَلَ عَلَی الْمَلِکِ فَقَالَ: مَا فَعَلَ اَصْحَابُکَ؟ فَقَالَ: کَفَانِیْھِمُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فَبَعَثَہٗ مَعَ نَفَرٍ فِیْ قُرْقُوْرٍ فَقَالَ: اِذَا

چروادیا۔ پھر بادشاہ اس اندھے کی طرف متوجہ ہوا اور اسے حکم دیا کہ اپنے دین سے پھر جائے۔ مگر ایسا کرنے سے اس نے بھی انکار کر دیا تو اس کے سر پر بھی آرا رکھ کر چروادیا حتیٰ کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔

پھر بادشاہ لڑکے کی طرف متوجہ ہوا اور اسے بھی حکم دیا کہ اپنے دین سے پھر جائے مگر ایسا کرنے سے اس نے بھی انکار کر دیا تو اسے کچھ سپاہیوں کی تحویل میں دے کر حکم دیا کہ اسے فلاں اونچے پہاڑ پر لے جا کر پوچھو۔ اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو چھوڑ دو بصورتِ دیگر اسے پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکا دو۔ تعمیلِ حکم میں یہ لوگ اسے لے کر جب پہاڑ پر لے چڑھے تو لڑکے نے اللہ سے دعا کی اے اللہ تو خود ان سے جس طرح چاہے نمٹ لے۔ چنانچہ پہاڑ اس شدت سے لرزا کہ وہ سارے کے سارے لڑھکتے ہوئے نیچے آ رہے اور مر گئے۔ لڑکا راستہ تلاش کرتا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ پوچھا کہ تمہارے ساتھ جو لوگ گئے تھے ان کا کیا حال ہے؟ وہ بولا: اللہ تعالیٰ نے ان کا کام تمام کر دیا ہے۔ پھر بادشاہ نے اسے کچھ لوگوں کے ساتھ بھیجا اور کہا کہ اسے بڑی کشتی پر سوار کر کے سمندر کی تلاطم خیز موجوں میں لے جاؤ۔ وہاں جا کر اگر یہ اپنے دین سے پھرنے کا اقرار کر لے تو چھوڑ دو ورنہ اسے وہیں غرق کر دو۔ چنانچہ وہ اسے بپھری ہوئی موجوں میں لے گئے اس موقع پر لڑکے نے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: (اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان لانے والوں کو آگ میں پھینکنے کا قصہ بیان کیا آگ میں پھینکنے کے اور بھی واقعات روایات میں بیان ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظلم دنیا میں کئی بار ہوا)

لَجَجْتُمْ بِهِ الْبَحْرَ فَاِنْ رَجَعَ عَنْ دِيْنِهٖ وَ اِلَّا فَغَرِّقُوْهُ فَلَجَّجُوْا بِهِ الْبَحْرَ فَقَالَ الْغُلَامُ: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ فَغَرِقُوْا اَجْمَعُوْنَ وَ جَآءَ الْغُلَامُ يَتَلَمَّسُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى الْمَلِكِ. فَقَالَ مَا فَعَلَ اَصْحَابُكَ؟ قَالَ: كَفَانِيْهِمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ. ثُمَّ قَالَ لِلْمَلِكِ اِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِيْ حَتّٰى تَفْعَلَ مَا اٰمُرُكَ بِهٖ، فَاِنْ اَنْتَ فَعَلْتَ مَا اٰمُرُكَ بِهٖ قَتَلْتَنِيْ وَ اِلَّا فَاِنَّكَ لَاتَسْتَطِيْعُ قَتْلِيْ قَالَ: وَ مَا هُوَ؟ قَالَ: تَجْمَعُ النَّاسَ فِيْ صَعِيْدٍ ثُمَّ تَصْلُبْنِيْ عَلٰى جِذْعٍ فَتَاخُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِيْ ثُمَّ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ، فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذَالِكَ قَتَلْتَنِيْ فَفَعَلَ وَ وَضَعَ السَّهْمَ فِيْ كَبِدِ قَوْسِهٖ ثُمَّ رَمٰى فَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ فَوَضَعَ السَّهْمُ فِيْ صُدْغِهٖ فَوَضَعَ

ہی جس طرح چاہے ان سے نمٹ لے۔ دعا قبول ہوئی اور وہ سب موجوں کی لپیٹ میں آ کر لقمہ اجل بن گئے۔ لڑکا پھر راستہ تلاش کرتا ہوا بادشاہ تک پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا تیرے ساتھیوں کا کیا بنا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا اور ان کو ہلاک کر دیا۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک کہ تو اس طرح نہ کرے جس طرح میں تجھے بتاتا ہوں۔ اگر تو نے میری بتائی ہوئی تدبیر پر عمل کیا تو تو مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا ورنہ تو مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ لڑکا بولا، تمام لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کر اور مجھے کھجور کے تنے پر پھانسی پر لٹکا کر میرے ترکش سے تیر لے اور یوں کہہ کر تیر مار "اس لڑکے کے پروردگار اللہ کے نام سے" پس جب تو حسبِ ہدایت عمل کرے گا تو مجھے قتل کر دے گا۔ لہٰذا بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ کمان کے بیچ میں تیر لگا کر مارا اور ساتھ ہی کہا بِسْمِ اللّٰهِ رب الغلام تیر سیدھا لڑکے کی کنپٹی پر لگا۔ لڑکے نے اپنا ہاتھ تیر لگنے کے مقام پر رکھا اور مر گیا۔ اس پر لوگ پکار اٹھے کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے اس سے کہا یہ تو وہی کچھ ہو گیا جس سے آپ بچنا چاہتے تھے۔ لوگ آپ کے دین کو چھوڑ کر اس لڑکے کے دین کو مان گئے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر غصے سے بھر گیا۔ اس نے سڑکوں کے کنارے گڑھے کھدوائے اور ان میں آگ بھروائی اور جس نے ایمان سے پھرنا قبول نہ کیا اس کو ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الْغُلَامُ يَدَهُ عَلٰى مَوْضِعِ السَّهْمِ وَ مَاتَ فَقَالَ النَّاسُ: آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَقِيْلَ لِلْمَلِكِ اَرَأَيْتَ مَاكُنْتَ تَحْذَرُ فَقَدْ وَاللّٰهِ نَزَلَ بِكَ

گڑھوں میں پھکوادیا۔"

اسی دوران میں ایک خاتون اس حال میں آئی کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی اور وہ آگ میں کودنے سے ہچکچائی تو اس کا شیر خوار بچہ بول اٹھا۔ امی جان ثابت قدم رہو۔ بلاشبہ تم حق پر ہو۔"

قَدْ آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَاَمَرَ بِاَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدِّدَتْ فِيْهَا الْاُخْدُوْدُ وَاُضْرِمَتْ فِيْهَا النِّيْرَانُ وَ قَالَ: مَنْ رَجَعَ عَنْ دِيْنِهِ فَدَعُوْهُ وَاِلَّا فَاقْحَمُوْهُ فِيْهَا قَالَ فَكَانُوْا يَتَعَادُوْنَ فِيْهَا وَيَتَدَافَعُوْنَ فَجَآءَتْ اِمْرَأَةٌ بِابْنٍ لَّهَا تُرْضِعُهُ فَكَاَنَّهَا تَقَاعَسَتْ اَنْ تَقَعَ فِي النَّارِ فَقَالَ الصَّبِيُّ: يَا اُمَّهْ اِصْبِرِيْ فَاِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ.

مآخذ:

- مسندِ احمد بن حنبل ج٦ ص١٧، ١٨ مرویات صهيب.
- مسلم ج٢ ص٤١٥ كتاب الزهد باب قصة اصحاب الاخدود و الساحرو الراهب و الغلام.

مسلم میں منشار کے بجائے مئشار منقول ہے۔

- ترمذی ابواب التفسیر سورة البروج.

ترمذی میں یہ اضافہ ہے: قال فَاَمَا الْغُلَامُ فا نه دفن قال فيذكرانَّهُ اُخرِجَ فِي زَمَنِ عمر بن الخطاب واصبحهُ عَلٰى صُدْغِهِ كَمَا وَ ضَعَها حِيْنَ قتل. (هٰذا حديث حسن غريب)

- ابنِ جرير ج٣٠ ص٨٦.

ابنِ جریر نے على الحق کے بعد فاقتحمت فی النار کا اضافہ بھی نقل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲. حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: ثنا يَعْقُوْبُ الْقُمِّيُّ عَنْ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ أَبْزٰى، قَالَ: لَمَّارَجَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ مِنْ بَعْضِ غَزَوَاتِهِمْ بَلَغَهُمْ نَعْيُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اَيُّ الْاَحْكَامِ تَجْرِيْ فِي الْمَجُوْسِ وَاِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِاَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَيْسُوْا مِنْ مُشْرِكِي الْعَرَبِ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَدْ كَانُوْا اَهْلَ كِتَابٍ وَقَدْ كَانَتِ الْخَمْرُ اُحِلَّتْ لَهُمْ فَشَرِبَهَا مَلِكٌ مِنْ مُلُوْكِهِمْ حَتّٰى ثَمَلَ مِنْهَا فَتَنَاوَلَ اُخْتَهُ فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ السُّكْرُ قَالَ لَهَاوَيْحَكِ فَمَا الْمَخْرَجُ مِمَّا ابْتَلَيْتُ بِهٖ؟ فَقَالَتْ: اُخْطُبِ النَّاسَ فَقُلْ يَااَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَلَّ نِكَاحَ الْاَخَوَاتِ فَقَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَلَّ نِكَاحَ الْاَخَوَاتِ فَقَالَ

ابن جریر کا بیان ہے کہ جب مہاجرین بعض غزوات سے واپس لوٹے انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے مجوس کے متعلق احکام شریعت کیا ہیں؟ وہ اہلِ کتاب میں سے بھی نہیں اور مشرکینِ عرب میں بھی ان کا شمار نہیں۔ اس موقعہ پر حضرت علیؓ نے فرمایا ''یہ اہلِ کتاب ہیں کیونکہ ان کی شریعت میں شراب نوشی حلال تھی۔ ان کے کسی ایک بادشاہ نے شراب پی اور حواس باختہ ہوگیا اور اس نے اپنی حقیقی بہن کو پکڑ کر اس سے حرام کاری کی مگر جب نشہ کافور ہوا تو اسے اس کا بڑا افسوس ہوا کہنے لگا۔ بڑا افسوس ہے۔ اب اس سے مخلصی کا راستہ کیا ہے جس میں میں مبتلا ہو چکا ہوں اس کی بہن نے مشورہ دیا کہ عوام سے خطاب کر کے انہیں یقین دلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حقیقی بہن سے نکاح جائز قرار دے دیا ہے چنانچہ اس نے کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بہنوں سے نکاح جائز کر دیا مگر لوگوں نے اس کی اس بات کو یہ کہہ کر تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا کہ ہم اس بات سے اظہار برأت کرتے ہیں اس لئے کہ نہ تو ہمارے نبی نے یہ فرمایا ہے اور نہ ہی ہمیں اللہ کی کتاب میں یہ بات ملی ہے۔ لوگوں کا یہ جواب سن کر نادم و پریشان واپس چلا گیا اور جا کر بہن کو سارا واقعہ سنایا کہ انہوں نے یہ بات تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ بہن نے پھر مشورہ دیا کہ ان پر کوڑے برسائے جائیں چنانچہ اس نے کوڑے برسائے مگر پھر بھی لوگوں نے بات ماننے سے انکار کر دیا۔ نادم و پشیمان واپس آیا اور سارا ماجرا بہن کو سنایا کہ لوگوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اس نے کہا کہ ان پر کوڑے برساؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ابنِ عباسؓ نے غالباً اسرائیلی روایات سے نقل کیا ہے کہ بابل والوں نے بنی اسرائیل کو دینِ موسیٰ علیہ السلام سے پھر جانے پر مجبور کیا تھا یہاں تک کہ انہوں نے آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں اُن لوگوں کو پھینک دیا جو اس سے انکار کرتے تھے۔(ابنِ جریر، عبد بن حُمید)

۴۔سب سے مشہور واقعہ نجران کا ہے جسے ابنِ ہشام، طبری، ابنِ خلدون اور صاحب مُعْجَم الْبلدان وغیرہ اسلامی مورخین نے بیان کیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حِمْیَر (یمن) کا بادشاہ تُبان اسعد ابو کرب ایک مرتبہ یثرب گیا جہاں یہودیوں سے متاثر ہوکر اس نے دینِ یہود قبول کر لیا اور بنی قُریظہ کے دو یہودی عالموں کو اپنے ساتھ یمن لے گیا۔

النَّاسُ: اِنَّا نَبْرَأُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْقَوْلِ، مَا اَتَانَا بِهٖ نَبِيٌّ وَلَا وَجَدْ نَاهُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَرَجَعَ اِلَيْهَا نَادِمًا فَقَالَ لَهَا: وَيْحَكِ اِنَّ النَّاسَ قَدْ اَبَوْا عَلَى اَنْ يُّقِرُّوْا بِذٰلِكَ فَقَالَتْ: اُبْسُطْ عَلَيْهِمُ السِّيَاطَ فَفَعَلَ، فَبَسَطَ عَلَيْهِمُ السِّيَاطَ فَاَبَوْا اَنْ يُّقِرُّوْا فَرَجَعَ اِلَيْهَا نَادِمًا فَقَالَ: اِنَّهُمْ اَبَوْا اَنْ يُّقِرُّوْا، فَقَالَتْ: اُخْطُبْهُمْ فَاِنْ اَبَوْا فَجَرِّدْ فِيْهِمِ السَّيْفَ فَفَعَلَ

باوجود ایسا ہی کیا۔اس کے باوجود انہوں نے نہ مانا۔ پھر بہن کو سارا واقعہ سنایا تو اس نے مزید مشورہ دیا کہ ان کو تلوارِ برہنہ سے ڈراوَ۔اس نے شمشیر سے انہیں مرعوب کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔پھر اس نے خندقیں کھدوائیں اور عوام میں اعلان کروا دیا کہ جو میری بات کا اقرار کرے وہ زندہ رہ سکے گا مگر جس نے اس کی بات کو نہ مانا اسے اُس نے آگ کی خندق میں ڈال دیا۔اسی واقعہ کے متعلق قرآنِ پاک کی سورۂ بروج میں ذکر آیا ہے۔ قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِلٰى اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ...... اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ.

اس واقعہ کے بعد سے بہنوں اور بیٹیوں اور حقیقی ماؤں سے نکاح حلال قرار دے دیا گیا۔

فَاَبٰى عَلَيْهِ النَّاسُ فَقَالَ لَهَا قَدْ اَبٰى عَلَيَّ النَّاسُ فَقَالَتْ: خُدَّلَهُمُ الْاُخْدُوْدَ ثُمَّ اَعْرِضْ عَلَيْهَا اَهْلَ مَمْلَكَتِكَ فَمَنْ اَقَرَّ وَاِلَّا فَاقْذِفْهُ فِي النَّارِ، فَفَعَلَ ثُمَّ عَرَضَ عَلَيْهَا اَهْلَ مَمْلَكَتِهٖ فَمَنْ لَّمْ يُقِرَّ مِنْهُمْ قَذَفَهُ فِي النَّارِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمْ قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِلٰى اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ...... اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ. فَلَمْ يَزَالُوْا مُنْذُ ذٰلِكَ يَسْتَحِلُّوْنَ نِكَاحَ الْاَخَوَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْاُمَّهَاتِ.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مآخذ:

○ ابنِ جریر ج ۲۸/۳۰ جلد ۱۲ ص ۸۴.

۳. قال العَوْفِیْ عَنِ ابْنِ عبَّاسٍ قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ. قَالَ نَاسٌ مِنْ بَنِیِ اِسْرائِیْلَ: خَدُّوْا اُخْدُوْدًا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ اَوْقَدُوْا فِیْهِ نَارًا ثُمَّ اَقَامُوْا عَلٰی ذَالِکَ الْاُخْدُوْدِ رِجَالًا وَّنِسَآءً فَعُرِضُوْا عَلَیْهَا وَزَعَمُوْا اَنَّهٗ دَانِیَالٌ وَاَصْحَابُهٗ.

مآخذ:

○ تفسیر ابنِ کَثِیْر ج ۴ ص ۴۹۳.

۴۔ ذَکَرَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ فِی السِّیْرَةِ اِنَّ الَّذِیْ قَتَلَ اَصْحَابَ الْاُخْدُوْدِ، هُوَ ذُوْنَوَاسٍ وَاِسْمُهٗ زُرْعَةُ وَیُسَمِّیْ فِیْ زَمَانِ مَمْلَکَتِهٖ بِیُوْسُفَ وَ هُوَ بْنُ ثَنَا اَسْعَدُ اَبِیْ کُرَیْبٍ وَ هُوَتُبَّعٌ الَّذِیْ غَزَا الْمَدِیْنَةَ وَ کَسَی الْکَعْبَةَ وَ اسْتَصْحَبَ مَعَهٗ حِبْرَیْنِ مِنْ یَهُوْدِ الْمَدِیْنَةِ فَکَانَ تَهَوَّدَ مَنْ تَهَوَّدَ مِنْ اَهْلِ الْیَمَنِ عَلٰی یَدَیْهِمَا کَمَا ذَکَرَهٗ ابْنُ اِسْحَاقَ مَبْسُوْطًا فَقَتَلَ ذُوْنَوَاسٍ فِیْ غَدَاةٍ وَاحِدَةٍ فِی الْاُخْدُوْدِ عِشْرِیْنَ اَلْفًا وَ لَمْ یَنْجُ مِنْهُمْ سِوٰی رَجُلٍ وَاحِدٍ یُقَالُ لَهٗ دَوْسٌ ذُوْتَغْلبَانِ ذَهَبَ فَارِسًا وَطَرَدُوْا وَرَآءَ هٗ فَلَمْ

محمد بن اسحاق نے اپنی ''سیرت'' میں بیان کیا ہے کہ جس آدمی نے اصحاب الاخدود کو قتل کیا تھا وہ ذونواس یعنی زُرْعہ نامی شخص تھا۔ اپنی بادشاہت میں یوسف کے نام سے موسوم تھا۔ ابن ثنا بھی اسے کہتے تھے۔ اسعد ابو کریب یعنی تبّع جس نے اہلِ مدینہ کے ساتھ جنگ کی تھی اور خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا۔ جاتے ہوئے مدینہ کے دو یہودی علماء اپنے ساتھ لے گیا۔ ان دونوں کے ذریعہ سے اہلِ یمن میں سے بہت سے لوگ یہودی بن گئے۔ جیسا کہ ابنِ اسحاق نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ذُونواس نے ایک ہی صبح میں بیس ہزار آدمیوں کو گڑھوں میں ڈال کر قتل کر دیا۔ دَوس ذو تغلبان کے سوا کوئی زندہ نہ بچ سکا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گیا۔ لوگوں نے اس کا تعاقب کیا مگر اسے پکڑ نہ سکے۔ اس کے بعد وہ ملک شام کے فرمانروا قیصر کے پاس پہنچا۔ اس نے حبش کے بادشاہ نجاشی کو خط لکھا۔ اس نے حبشہ کے عیسائیوں کا ایک لشکر اس کے ساتھ روانہ کیا۔ اس لشکر نے یمن کو یہودی قبضہ سے آزاد کرالیا۔ ذونواس نے راہِ فرار اختیار کی اور سمندر کی تلاطم خیز موجوں میں کود کر غرق ہو گیا۔ سلطنتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہاں اس نے بڑے پیمانے پر یہودیت کی اشاعت کی۔ اس کا بیٹا ذونواس اس کا جانشین ہوا اور اس نے نجران پر، جو جنوبی عرب میں عیسائیوں کا گڑھ تھا، حملہ کیا تا کہ وہاں سے عیسائیت کا خاتمہ کر دے اور اس کے باشندوں کو یہودیت اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ (ابنِ ہشام کہتا ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے اصل دین پر قائم تھے) نجران پہنچ کر اس نے لوگوں کو دینِ یہود قبول کرنے کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کیا۔ اس پر اس نے بکثرت لوگوں کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں پھینک کر جلوا دیا اور بہت سوں کو قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ مجموعی طور پر بیس ہزار آدمی مارے گئے۔ اہلِ نجران میں سے ایک شخص دوس

يَقْدِرُوْا عَلَيهِ فَذَهَبَ اِلٰى قَيْصَرَ مَلِكِ الشَّامِ فَكَتَبَ اِلٰى النَّجَاشِي مَلِكِ الْحَبَشَةِ فَاَرْسَلَ مَعَهُ جَيْشًا مِنْ نَصَارٰى الْحَبَشَةِ يَقْدِمُهُمْ اَرْبَاط وَ اَبْرَهَة فَاسْتَنْقَذُوا الْيَمَنَ مِنْ اَيْدِى الْيَهُوْدِ وَ ذَهَبَ ذُوْنَوَاسٍ هَارِبًا فَلَجَّجَ فِي الْبَحْرِ فَغَرَقَ وَ اسْتَمَرَّ مُلْكُ الْحَبَشَةِ فِي اَيْدِى النَّصَارٰى سَبْعِيْنَ سَنَةً الخ

حبشہ پر عیسائیوں کی ستر سال تک لگاتار حکومت رہی۔"

مآخذ:

O تفسیر ابنِ کثیر ج ۴ ص ۴۹۵.

قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ حَزْمٍ اَنَّهُ حُدِّثَ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ نَجْرَانَ كَانَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ حَفَرَخَرِبَةً مِّنْ خَرِبِ نَجْرَانَ لِبَعْضِ حَاجَتِهٖ فَوَجَدُوْا عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ الثَامِرَ تَحْتَ دَفْنٍ مِنْهَا قَاعِدًا وَاضِعًا يَدَهٗ عَلٰى ضَرْبَةٍ فِيْ رَأْسِهٖ مُمْسِكًا بِيَدِهٖ عَلَيْهَا فَاِذَا أُخِّرَتْ

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے روایت بیان کی ہے کہ اہلِ نجران میں ایک آدمی تھا اس نے اپنی ضرورت کے لئے حضرت عمرؓ بن خطاب کے عہد خلافت میں نجران کے کھنڈرات میں سے ایک کھنڈر کی کھدائی کی تو ایک قبر میں سے عبداللہ بن ثامر کی لاش برآمد ہوئی جو اپنی قبر میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنا ہاتھ سر کے اس مقام پر رکھے ہوئے تھا جہاں زخم آیا تھا۔ اس نے ہاتھ رکھ کر خون بہنے سے روک رکھا تھا۔ جوں ہی ہاتھ اس مقام سے ہٹایا جاتا خون بہہ پڑتا اور جیسے ہی ہاتھ واپس اس مقام پر لوٹا دیا جاتا تو خون کو رک لیتا۔ اس کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی جس پر رَبِّیَ اللّٰہُ منقش تھا۔ اس کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریری طور پر دی گئی۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے انہیں لکھا کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اور لاش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذوثعلبان بھاگ نکلا۔ اور ایک روایت کی رو سے اس نے قیصر رُوم کے پاس جا کر، اور دوسری روایت کی رُو سے حبش کے بادشاہ نجاشی کے ہاں جا کر اس ظلم کی شکایت کی۔ پہلی روایت کی رُو سے قیصر نے حبش کے بادشاہ کو لکھا، اور دوسری روایت کی رُو سے نجاشی نے قیصر سے بحری بیڑا فراہم کرنے کی درخواست کی۔ بہر حال آخر کار حبش کی ۷۰ ہزار فوج اَرْیاط نامی ایک جنرل کی قیادت میں یمن پر حملہ آور ہوئی، ذونواس مارا گیا۔ یہودی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یمن حبش کی عیسائی سلطنت کا ایک حصہ بن گیا۔ (تفہیم القرآن ج ۶۔ البروج ص ۲۹۵۔ حاشیہ ۴)

اللہ کا بندے سے معاملہ بندے کے گمان کے مطابق ہے

۲۰۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (بخاری و مسلم[۱])

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارا رب کہتا ہے۔ ''میں اس گمان کے ساتھ ہوں جو میرا بندہ مجھ سے رکھتا ہے۔''

یَدُہٗ عَنْھَا تَنْبَعِثُ دَمًا وَاِذَا اُرْسِلَتْ یَدُہٗ رَدَّھَا عَلَیْھَا فَاَمْسَکَتْ دَمَھَا وَ فِیْ یَدِہٖ خَاتَمٌ مَکْتُوْبٌ فِیْہِ رَبِّیَ اللّٰہُ فَکَتَبَ فِیْہِ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. یُخْبِرُ بِاَمْرِہٖ فَکَتَبَ اِلَیْھِمْ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنْ اَقِرُّوْہُ عَلٰی حَالِہٖ وَرَدُّوْا عَلَیْہِ الدَّفْنَ الَّذِی کَانَ عَلَیْہِ فَفَعَلُوْا.

کو اسی حالت میں دفن کر دو جس حالت میں وہ تھی چنانچہ لوگوں نے اسی طرح اسے دفن کر دیا۔

مآخذ:

○ سیرت ابنِ ہشام ج اوّل ص ۳۴ تا ۳۷.

اس واقعہ کو ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں ج ۴ ص ۴۹۴۔۴۹۵ پر اور روح المعانی نے جز ۳۰ ص ۸۸ پر نقل کیا ہے۔ ابن کثیر نے عبداللہ بن تامر نقل کیا ہے۔

تخریج

۱ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ: حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَ اَنَا

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ''میں اس گمان کے ساتھ ہوں جو میرا بندہ مجھ سے رکھتا ہے۔ اور فرمایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جامع اور مختصر الفاظ میں اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ ہر آدمی کا رویہ اس گمان کے لحاظ سے متعین ہوتا ہے جو وہ اپنے رب کے متعلق قائم کرتا ہے۔ مومن صالح کا رویہ اس لئے درست ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب کے بارے میں صحیح گمان رکھتا ہے، اور کافر و منافق اور فاسق و ظالم کا رویہ اس لئے غلط ہوتا ہے کہ اپنے رب کے بارے میں اس کا گمان غلط ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۴۔ حم السجدہ ص ۴۵۱۔ حاشیہ ۲۷)

مَعَهُ اِذَا ذَكَرَنِيْ، فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَ اِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِي مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنهُمْ وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْ وَلَةً.

کہ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پس اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے، تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے لوگوں کے گروہ میں یاد کرتا ہے تو میں ان سے بہتر گروہ ملائکہ میں اسے یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک بالشت برابر میرے قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ کے برابر اس کے قریب آتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں ایک گز آتا ہوں۔ اگر وہ تیز چل کر آتا ہے تو میں لپک کر آتا ہوں۔"

ماخذ:

بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۱ کتاب الرد علی الجهمية و غیر هم التوحيد. باب قول الله ويحذركم الله نفسهٗ وقوله تعالىٰ تعلم مافي نفسي ولااعلم مافي نفسك.

- مسلم ج ۲ ص ۳۴۱ کتاب الذكر و الدعاء والتوبة والاستغفار باب الحث علىٰ ذكر الله
- مسندِ احمد ج ۲ ص ۳۹۱ ابوهريرة.
- ابنِ ماجه كتاب الادب باب فضل العمل.
- دارمی كتاب الرقاق باب حسن الظن بالله.

مسند کے الفاظ ہیں: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ اِنْ ظَنَّ بِيْ خَيْرًا فَلَهٗ وَاِنْ ظَنَّ شَرًّا فَلَهٗ.

۲۔ ترمذی نے اس روایت کو کتاب الدعوات ص ۲۰۰ پر نقل کر کے آخر میں لکھا ہے۔ هذا حديث حسن صحيح ويروى عن الاعمش فی تفسير هذا الحديث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں بنیادی چیز عقیدۂ توحید ہے۔

۲۱۔ترجمہ:ایک مرتبہ حضورؐ سواری پر چلے جا رہے تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے، آپ نے تین مرتبہ ٹھہر ٹھہر کر آواز دی۔ ''یا معاذ بن جبل''! حضرت معاذ نے ہر مرتبہ عرض کیا ''لبیّک یا رسول اللّٰہ وسعدیک'' اس طرح تین مرتبہ پکار کر جب آپؐ نے مخاطب کو اچھی طرح اپنی جانب متوجہ کر لیا اور آپؐ کو یقین ہو گیا کہ جو بات آپؐ فرمانا چاہتے ہیں سننے والا اس کو خاص اہمیت کے ساتھ سنے گا تب فرمایا۔ ''جانتے ہو بندوں پر خدا کا کیا حق ہے؟'' انہوں نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا ''اللہ کا حق اس کے بندوں پر یہ ہے کہ صرف اسی کی بندگی کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔'' تھوڑی دور آگے چل کر پھر آواز دی۔ ''یا معاذ بن جبل! انہوں نے عرض کیا؟'' لبیّک یا رسول اللّٰہ وسعدیک'' فرمایا ''پھر جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے جبکہ وہ ایسا کریں؟'' انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا ''ان کا حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے[۱]''

مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا یعْنِیْ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ وَهٰكَذَا فَسَرَّ بعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِیْثَ قَالُوْا اِنَّمَا مَعْنَاهُ یقُوْلُ اِذَا تقَرَّبَ اِلَیَّ الْعَبْدُ بِطَاعَتِیْ وَبِمَا اَمَرْتُ تُسَارِعُ اِلَیْهِ مَغْفِرَتِیْ وَ رَحْمَتِیْ.

جو شخص ایک بالشت میرے قریب آتا ہے، میں ایک ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں یعنی بخشش اور رحمت سے بعض علماء نے اس حدیث کی تشریح یہی کی ہے اور کہا ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میری اطاعت اور تعمیلِ احکام کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میری بخشش اور رحمت اس کی طرف تیزی سے لپکتی ہے۔

تخریج

۱؎ حَدَّثَنَا هُدْ بَةُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: بَیْنَا اَنَا رَدِیْفُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بَیْنِیْ وبَیْنَهٗ اِلَّااٰخِرَةُ الرَّحْلِ، فَقَالَ: یَا مُعَاذُ! قُلْتُ: لَبَّیْکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَیْکَ، ثُمَّ سَارَسَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: یَامُعَاذُ! قُلْتُ: لَبَّیْکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْکَ، ثُمَّ سَارَسَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: یَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ! قُلْتُ: لَبَّیْکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَیْکَ قَالَ: هَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ: حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ اَنْ یَعْبُدُوْهُ وَ لَایُشْرِكُوْابِهٖ شَیْئًا، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: یَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاذ نے یہ سن کر پوچھا۔ کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت دے دوں؟" فرمایا "نہیں ان کو بشارت نہ دو کیونکہ وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔"

تشریح: یعنی عام لوگ اس کی اسپرٹ کو نہ سمجھیں گے اور اس غلط فہمی میں پڑ جائیں گے کہ محض زبانی کلمہ شہادت پڑھ لینے سے نجات لازم ہو جاتی ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۲۸۳ طبع سوم)

مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ! قُلْتُ: لَبَّیْکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ و سَعْدَیْکَ، قَالَ: ھَلْ تَدْرِیْ مَاحَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اِذَا فَعَلُوْہُ؟ قُلْتُ: اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، قَالَ: حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اَنْ لَّا یُعَذِّ بَھُمْ.

مآخذ:

O بخاری ج ۲ ص ۹۶۲۔ کتاب الرقاق، باب من جاھد نفسه فی طاعة اللّٰه O مسلم ج ۱ ص ۴۴ کتاب الایمان باب الدلیل علی من مات علی التوحید دخل الجنة۔ اور بخاری نے کتاب الرد عل الجھمیة وغیر ھم التوحید باب ماجاء فی دعاءِ النبی صلی اللّٰه علیه وَسَلَّمَ امته الی توحید اللّٰه الخ میں مختصراً روایت نقل کی ہے یعنی عن معاذ بن جبلٍ، قال: قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الخ۔ بخاری کتاب الاستیذان باب من اجاب بلبیك و سعدیك

O ابنِ ماجه کتاب الزھد باب مایر جی من رحمة اللّٰه یوم القیمة.

۲. عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِیْفُہٗ عَلَی الرَّحْلِ قَالَ: یَامُعَاذُ قَالَ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ قَالَ: یَامُعَاذُ قَالَ: لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ قَالَ: یَامُعَاذُ قَالَ: لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ ثَلَاثًا قَالَ:
مَامِنْ اَحَدٍ یَّشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ قَالَ:
یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا اُخْبِرُبِہِ النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا قَالَ: اِذًا یَتَّکِلُوْا فَاَخْبَرَبِھَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِہٖ تَاَثُّمًا.

مآخذ:

O بخاری ج ۱ ص ۲۴. کتاب العلم باب من خص بالعلم قوماً کے تحت منقول روایت میں صدقاً من قلبه کا اضافه ھے۔

۳. عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلَّمَ وَ مُعَاذٌ رَدِیْفُہٗ عَلَی الرَّحْلِ قَالَ: یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ سَعْدَیْکَ قَالَ: یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ سَعْدَیْکَ قَالَ: یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ سَعْدَیْکَ ثَلَاثًا قَالَ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۲۔ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذَالِکَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ ۱

ترجمہ: جس بندے نے کہہ دیا کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور اسی عقیدہ پر جان دی۔ وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔"

پس منظر: ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپؐ ایک سفید کپڑا اوڑھے ہوئے لیٹے ہیں۔ یہ واپس ہوگئے۔ دوبارہ حاضر ہوئے تو اٹھ چکے تھے۔ ان کو دیکھ کر فرمایا: "مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذَالِکَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ کہ جس بندے نے کہہ دیا کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور اسی عقیدہ پر جان دی وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔"

مَامِنْ عَبْدٍ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِهَا فَیَسْتَبْشِرُوْا قَالَ اِذًا یَتَّکِلُوْا فَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَمَوْتِهٖ تَاَثُّمًا.

اس میں انّ محمدًا عبده و رسوله زیادہ ہے۔

ماخذ: مسلم ج ۱ ص ۴۴ کتاب الایمان مَن مات علی التوحید فقد دخل الجنة.

تخریج

۱ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَیْنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ، عَنْ یَحْیَی بْنِ یَعْمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدُّءَلِیَّ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَاذَرٍّ حَدَّثَهٗ قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَیْهِ ثَوْبٌ اَبْیَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَیْتُهٗ وَ قَدِ اسْتَیْقَظَ فَقَالَ:

مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذَالِکَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

قُلْتُ: وَ اِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ قَالَ: وَ اِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ،

قُلْتُ: وَ اِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ: وَ اِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ،

قُلْت: وَ اِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ قَالَ: وَ اِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ.

وَ کَانَ اَبُوْذَرٍّ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ وَ اِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِیْ ذَرٍّ.

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ: هٰذَا عِنْدَالْمَوْتِ اَوْقَبْلَهٗ اِذَا تَابَ وَنَدِمَ. وَقَالَ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ غُفِرَلَهٗ مَاکَانَ قَبْلُ.

ماخذ: بخاری ج۲ ص۸۶۲ کتاب اللباس باب الثیاب البیض. کتاب الاستیذان، کتاب الرقاق اور کتاب الردعلی الجهمیة وَغیرهم التوحید. O بخاری ج ۱ ص۱۶۵ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الجنائز. عن ابی ذرّ. O بخاری ج ۱ ص۴۵۷ کتاب بدأ الخلق، باب ذکر الملائکة. O مسلم ج ۱ ص۶۶ کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات لایشرک باللّٰه شیئًا دخل الجنة. Oمُسندِ احمد ج۵ ص۱۶۲. O مُسندِ ابی عَوَانه ج ۱ ص ۱۹. O کنزالعمال ج ۱ ص۴۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے پوچھا وَ اِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ۔ اگرچہ اس نے زنا کی ہو؟ اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ آپؐ نے فرمایا: وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ۔ انہوں نے پھر یہی پوچھا اور آپؐ نے پھر یہی جواب دیا۔ انہوں نے سہ بارہ پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: وَاِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ۔

مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ یعنی جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا وہ جنت میں داخل ہوا۔ یہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے مراد پورا کلمہ ہی پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہے، اگرچہ بظاہر کلمے کا ایک حصہ بیان فرمایا گیا ہے۔

۲۳۔ ترجمہ: ایک اور موقعہ پر حضورؐ اپنے خاص صحابیوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ یکایک آپ اٹھے اور تشریف لے گئے، جب بہت دیر گزر گئی تو صحابہؓ کو تشویش ہوئی کہ کہیں کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔ ڈھونڈھنے نکلے۔ سب سے پہلے جو صاحب گئے وہ حضرت ابوہریرہؓ تھے۔ یہ سرکار کو تلاش کرتے ہوئے انصار کے ایک باغ پر پہنچے جس کا دروازہ تلاش کے باوجود نہ ملا۔ آخر ایک چھوٹی سی نہر کے رستے سے اندر پہنچے۔ دیکھا کہ حضورؐ تشریف فرما ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا: کہ کیسے آئے؟ انہوں نے ماجرا عرض کیا۔ آپؐ نے اپنی دونوں جوتیاں اٹھا کر انہیں دے دیں اور فرمایا: ''انہیں لے جاؤ اور باغ کے پیچھے جو شخص ایسا ملے جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت دیتا ہو اور اس پر دل سے یقین رکھتا ہو اسے جنت کی بشارت دے دو۔'' یہ اس حکم کی تعمیل کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے۔ انہوں نے پوچھا: ''یہ جوتیاں کیسی ہیں۔'' انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین ہیں اور آپؐ نے مجھے ایسا اور ایسا کہنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر ان کے ایک زور کا دھپ رسید کیا اور کہا کہ واپس جاؤ۔ یہ گرتے پڑتے بھاگے اور جا کر حضورؐ سے سارا معاملہ بیان کیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے۔ آپؐ نے پوچھا کہ عمرؓ! ''کس چیز نے تم کو اس حرکت پر آمادہ کیا؟'' انہوں نے عرض کیا۔ ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کیا آپؐ نے ابوہریرہؓ کو ایسا اور ایسا کہنے کے لئے بھیجا تھا؟'' حضورؐ نے فرمایا ''ہاں۔'' حضرت عمرؓ نے عرض کیا ایسا نہ کیجئے۔ مجھے خوف

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: نَاعُمَرُ بْنُ یُوْنُسَ الْحَنَفِیُّ قَالَ: نَاعِکْرِمَۃُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبُوْکَثِیْرٍ قَالَ:

حَدَّثَنِیْ اَبُوْهُرَیْرَۃَ قَالَ: کُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَنَا اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَیْنَا فَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا و فَزِعْنَا وَقُمْنَا فَکُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ہماری اس مجلس میں حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ بھی موجود تھے۔ ہمارے درمیان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکایک اٹھے اور باہر تشریف لے گئے۔ کافی دیر ہوگئی۔ آپؐ واپس تشریف نہ لائے تو ہمیں اندیشہ لاحق ہوا کہ مبادا آپ کو کوئی حادثہ نہ پیش آجائے۔ ہم گھبرائے اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلا شخص میں تھا جو گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ انصار کے قبیلہ بنی نجار کے باغ کے پاس پہنچ گیا۔ اس باغ کے چاروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے، انہیں عمل کے لئے چھوڑ دیجئے۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا تو انہیں عمل کے لئے چھوڑ دو۔
(تفہیمات حصہ اول ص ۱۸۶)

قرآن وحدیث کی رُو سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی عمل، عملِ صالح نہیں ہے اور کوئی شخص

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِيِّ لِبَنِى النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِيْعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِيْرٍ خَارِجَةٍ وَالرَّبِيْعُ اَلْجَدْوَلُ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَبُوْهُرَيْرَةَ فَقُلْتُ: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: مَا شَانُكَ قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاۤءِ النَّاسُ وَرَآءِىْ فَقَالَ: يَا اَبَاهُرَيْرَةَ وَاَعْطَانِىْ نَعْلَيْهِ قَالَ: اذْهَبْ بِنَعْلَىَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيْتَ مِنْ وَرَآءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا

اطراف گھوما پھرا مگر اندر جانے کا راستہ نہ پاسکا اور نہ دروازے کا سراغ ملا۔ اچانک ایک جدول پر نظر پڑی جو باہر کے ایک کنوئیں کی جانب سے اس باغ میں جاتی تھی۔ لومڑی کی طرح سمٹ کر میں اس نالی کے ذریعہ اندر گھس گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، ابوہریرہ! میں نے عرض کیا جی حضورؐ! آپ نے فرمایا ''تمہارا کیا حال ہے؟'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ کے اچانک باہر تشریف لے جانے پر دیر تک واپس تشریف نہ لانے کی وجہ سے ہمیں اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں کوئی حادثہ نہ پیش آجائے۔ ہم سب گھبرا گئے۔ سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور آپ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور اس باغ کی چاردیواری تک پہنچ گیا مگر داخلے کا کہیں راستہ یا دروازہ نظر نہیں آیا تھا۔ اتفاق سے ایک جدول باہر سے اندر جاتی نظر پڑی۔ اس کے سوراخ میں لومڑی کی طرح سکڑ سمٹ کر اندر داخل ہوا اور آپؐ تک پہنچ گیا۔ باقی حضرات سب میرے پیچھے ہیں۔ آپؐ نے اپنی نعلین مبارک مجھے عنایت فرما کر ہدایت فرمائی کہ ''میری یہ جوتیاں لے کر باہر جاؤ۔ سب سے پہلے جو شخص ایسا ملے جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور دل سے اس پر یقین بھی رکھتا ہو، تو اسے جنت کی خوش خبری سنا دو! ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں جوتیاں لے کر باغ سے باہر آیا تو سب سے پہلے جس شخص سے ملاقات ہوئی وہ حضرت عمرؓ تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو ایمان نہ لایا ہو جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ جو رعایت کسی کافر کے لئے ممکن ہے وہ صرف یہ ہے کہ اگر وہ اخلاق لحاظ سے برائیوں کا مرتکب نہ ہو بلکہ ایسے اعمال کرتا ہو جو اخلاقِ حسنہ کے مطابق ہوں تو اسے اتنی سخت سزا نہ دی جائے جتنی اس کا فر کو ملے گی، جو کافر بھی ہو اور اخلاقی جرائم کا مرتکب بھی۔ لیکن کفر کی سزا سے وہ بچ نہیں سکتا۔ (مکاتیب حصہ اول ص ۱۳۰)

تشریح: (مندرجہ بالا تینوں حدیثوں کے) مخاطب وہ لوگ ہیں جن کے کامل الاسلام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ وہ تعلیماتِ قرآنی اور قوانین اسلامی سے نہ صرف خوب واقف بلکہ ان پر پورے عامل بھی ہیں۔ ان کے سامنے حضورؐ نے جو کچھ فرمایا اس سے یہ اندیشہ کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی کہ وہ توحید کے سوا اسلام کے دوسرے اصولی عقائد اور حقوق و فرائض کو غیر ضروری سمجھ لیں گے۔ اس لئے ان کو آپؐ نے یہ حقیقت بتا دی کہ اسلام میں اصل اور بنیادی چیز عقیدۂ توحید ہے۔ انبیاء کی آمد کا اصلی مقصد یہ ہے کہ انسان کو خدا کے سوا ہر ایک کی بندگی سے نکالیں اور صرف خدا کا بندہ بنائیں۔ دنیا اور آخرت میں انسان کی فلاح و کامیابی کا انحصار بھی اسی پر ہے

بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ اَوَّلُ مَنْ لَقِيْتُ عُمَرُ فَقَالَ: مَا هَاتَانِ النَّعْلَيْنِ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ؟ قُلْتُ: هَاتَيْنِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ بِهِمَا مَنْ لَقِيْتُ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ: فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً فَخَرَرْتُ لِاسْتِيْ فَقَالَ: اِرْجِعْ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْهَشْتُ بُكَاءً وَ رَكِبَنِيْ عُمَرُ فَاِذَا هُوَ عَلٰى اَثَرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ ؟

انہوں نے میرے ہاتھ میں جوتیاں دیکھ کر دریافت کیا۔ ابوہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں؟ میں نے بتایا کہ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں ہیں۔ آپؐ نے یہ مجھ دے کر بھیجا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص ملے اگر اس کا اس پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس پر اس کو قلبی اطمینان و یقین بھی ہو تو اسے جنت کی بشارت سنا دوں۔ یہ بات سن کر حضرت عمرؓ نے ایک دھپ میرے سینے پر رسید کیا جس سے میں پشت کے بل زمین پر جا گرا۔ حضرت عمرؓ نے کہا جاؤ واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ میں اسی حالت میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور رونے والے کا سامنہ بنا کر گزری ہوئی داستان سنانے والا ہی تھا کہ حضرت عمرؓ بھی آ پہنچے۔ نبی کریمؐ نے مجھ سے پوچھا۔ ابوہریرہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا حضور والا آپ نے مجھے جو پیغامِ بشارت دے کر بھیجا تھا سب سے پہلی ملاقات عمرؓ سے ہوئی میں نے آپؐ کا ارشادِ گرامی ان کو سنایا تو عمرؓ نے سن کر میرے سینے پر ایک زور کی دھپ ماری کہ میں پشت کے بل زمین پر جا گرا اور مجھ سے کہا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ غیر اللہ کی بندگی سے نکلے اور بس ایک خدا کا بندہ بن کر رہے۔ یہ حقیقت جس نے سمجھ لی اور جس کے دل میں یہ بات خوب بیٹھ گئی کہ خدائے واحد کے سوا دنیا کی کسی چیز کو قطعاً کسی قسم کی الوہیت حاصل نہیں ہے۔ اور صرف ایک خدا ہی ہے جس کی اطاعت، فرمانبرداری، غلامی اور بندگی اس کو کرنی ہے۔ وہ یقیناً اپنی زندگی میں سیدھا راستہ اختیار کرے گا اور ٹیڑھے راستوں سے بچ کر چلے گا۔ اس کے مزاج میں راستی ہوگی، صداقت کو قبول کرے گا۔ متقی اور پرہیزگار ہوگا۔ تمام وہ حقوق ادا کرے گا جن کو خدا نے حق ٹھہرایا ہے۔ اور تمام وہ فرائض بجالائے گا جن کو خدا نے فرض قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہی ایک چیز اس کو صحیح الخیال بھی بنائے گی اور طاہر الاخلاق اور صالح الاعمال بھی۔ رہی یہ بات کہ بشری کمزوری کی بنا پر اس سے گناہ سرزد ہو جائے، تو خدا پر ایمان اسے

قُلْتُ: لَقِيْتُ عُمَرَفَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِیْ بَعَثْتَنِیْ بِهٖ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاسْتِیْ قَالَ ارْجِعْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عُمَرُ مَا حَمَلَکَ عَلٰى مَا فَعَلْتَ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اَبَعَثْتَ اَبَاهُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْکَ مَنْ لَقِیَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ يَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَخَلِّهِمْ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''اے عمرؓ ایسا تم نے کیوں کیا؟'' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ ابو ہریرہؓ کو آپؐ نے اپنی نعلین مبارک عنایت فرما کر بھیجا تھا کہ جو سب سے پہلے ملے اور اسکا اعتقاد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مستحقِ عبادت کوئی ذات نہیں، اس پر اسے قلبی ایقان بھی ہو، تو اسے جنت کا مژدہ سنا دے۔ آپ نے فرمایا ''ہاں میں نے اسے بھیجا تھا۔'' عمرؓ نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں ایسا نہ کیجیے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ اس پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں اور عمل سے کنارہ کش ہو جائیں گے، انہیں عمل کرنے دیجیے۔ اس پر رسولؐ اللہ نے فرمایا اچھا انہیں چھوڑ دو کہ عمل کریں۔

مآخذ:

مسلم ج ۱ ص ۴۵ کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجبور کرے گا کہ اس گناہ سے توبہ کرے کیونکہ ایمان کے ساتھ یہ ناممکن ہے کہ وہ گناہ اور بدکاری پر جما رہے۔ (تفہیمات حصہ اول ص ۱۸۷۔۱۸۸ اشاعت چودھویں)

مذکورہ بالا احادیث اور ان کی ہم معنی دوسری احادیث کا یہی مفہوم صحابہ کرامؓ نے سمجھا تھا اور یہی ان کا حقیقی مفہوم تھا۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ خیال نہ کیا کہ بس عقیدۂ توحید ہی کافی ہے اس کے بعد نہ رسالت کو ماننے کی ضرورت ہے، نہ کلام اللہ کو، اور نہ پاکیزگی اخلاق مطلوب ہے نہ صلاحیتِ اعمال۔ ایسا غلط مفہوم وہ کس طرح سمجھ سکتے تھے جب کہ ان کو پوری طرح بتا دیا گیا تھا کہ اسلام کیا ہے۔ اور اس میں کن چیزوں کا اعتقاد، کن عبادات کی پابندی، کن حدود کی حفاظت، کن قوانین کی اطاعت اور کن طریقوں سے اجتناب ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے یہ تعلیم صرف کاملین کو دی اور عوام کے سامنے اس کو بیان کرنے سے منع فرما دیا۔ معاذ بن جبل والی حدیث میں آپؐ نے اس کی وجہ بھی خود ہی بیان فرما دی ہے کہ عام لوگ اس کو سن کر غلط فہمی میں پڑ جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث میں ایک شخص کو شبہ ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے شاید عوام تک پہنچانے کی ہدایت فرمائی تھی، خود حضرت عمرؓ کو بھی ایسا ہی شبہ ہوا تھا لیکن دراصل حضورؐ کا مقصد کامل الاسلام لوگوں کو بشارت دینا تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے اپنا اندیشہ بیان کیا تو آپؐ نے ان کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ اسی طرح حضرت ابوذرؓ والی حدیث میں بھی کوئی شخص یہ شبہ نہیں کر سکتا کہ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے مراد مجرد زبانی قول ہے اس لئے کہ حضورؐ نے دوسرے مواقع پر تصریح فرمائی ہے کہ دخولِ جنت کے لئے توحید پر کاملِ ایمان کی ضرورت ہے۔ کہیں مستیقنا بھا قلبہ فرمایا کہیں عَبْدٌ غَیْرُ شَاکٍّ فرمایا۔ اور کہیں دوسرے الفاظ ارشاد فرمائے جو اسی معنی پر دلالت کرتے ہیں۔

بہرحال یہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جن احادیث میں توحید کی اہمیت بیان کی گئی ہے ان کا خطاب دراصل ان لوگوں سے ہے جو تمام شرائط کے ساتھ دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، نہ کہ ان لوگوں سے جو مسلمان ہی نہ ہوں، پھر مسلمانوں کو بھی اعتقادِ توحید پر دخولِ جنت کی بشارت دینے سے یہ مراد نہیں کہ بس خدا کی وحدانیت مان لو، پھر جس قسم کی بدعقیدگی اور فسق و فجور اور بدعت و معصیت میں چاہو مبتلا رہو۔ بلکہ اس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ مسلمان کی کامیابی کا مدار سب سے بڑھ کر اعتقادِ توحید کی صحت اور مضبوطی پر ہے۔ اس میں اگر خرابی آ گئی تو پھر کوئی چیز نافع نہیں ہو سکتی اور اگر یہ صحیح و مضبوط ہو تو آخری کامیابی حاصل ہو کر رہے گی۔ اسی جہت سے اس معنی کی احادیث اس آیتِ قرآنی سے مطابق ہوتی ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ (حٰم السجدہ: ۳۰) (تفہیمات حصہ اوّل ص ۱۸۹۔۱۹۰ اشاعت چودھویں)

کن حالات میں کلمہ کفر کہنے کی رخصت ہے۔

۲۴۔ عمار بن یاسرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا۔ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تُرِکْتُ حَتّٰی سَبَبْتُکَ وَ ذَکَرْتُ اٰلِهَتَهُمْ بِخَیْرٍ۔ (حضور نے پوچھا) کَیْفَ تَجِدُ قَلْبَکَ (عرض کیا) مُطْمَئِنًّا بِالْاِیْمَانِ (حضورؐ نے فرمایا) اِنْ عَادُوْا فَعُدْ۔ ۱

ترجمہ: (عمار بن یاسرؓ کو اتنی ناقابلِ برداشت اذیت دی گئی کہ آخرکار انہوں نے جان بچانے کے لئے وہ سب کچھ کہہ دیا جو کفار ان سے کہلوانا چاہتے تھے۔ پھر وہ روتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یارسول اللہ مجھے نہ چھوڑا گیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا اور ان کے معبودوں کو اچھا نہ کہہ دیا۔'' حضورؐ نے پوچھا: ''اپنے دل کا کیا حال پاتے ہو؟'' عرض کیا ''ایمان پر پوری طرح مطمئن ہے۔'' اس پر حضورؐ نے فرمایا: ''اگر وہ پھر اس طرح کا ظلم کریں تو تم پھر یہی باتیں کہہ دینا۔''

(یہ واقعہ ان مسلمانوں میں سے ایک کا ہے جنہیں ناقابلِ برداشت اذیتیں دی گئیں)

تشریح: یہاں ان مسلمانوں کا ذکر کیا گیا جن پر (کفار کی طرف) سے سخت مظالم توڑے جا رہے تھے اور ناقابلِ برداشت اذیتیں دے دے کر کلمۂ کفر پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر کہہ دینا چاہئے بلکہ یہ صرف رخصت ہے۔ اگر ایمان دل میں رکھتے ہوئے آدمی مجبوراً ایسا کہہ دے تو مواخذہ نہ ہوگا۔ ورنہ مقامِ عزیمت یہی ہے کہ خواہ آدمی کا جسم تکا بوٹی کر ڈالا جائے بہر حال وہ کلمۂ حق ہی کا اعلان کرتا رہے۔

دونوں قسم کی نظیریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پائی جاتی ہیں۔ ایک طرف خبابؓ بن ارتؓ ہیں جن کو آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی چربی پگھلنے سے آگ بجھ گئی۔ مگر وہ سختی کے ساتھ ایمان پر جمے رہے۔ بلال حبشیؓ ہیں جن کو لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا گیا، پھر تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر گھسیٹا گیا مگر وہ احد احد ہی کہتے رہے۔ حبیبؓ بن زیدؓ بن عاصمؓ ہیں جن کے بدن کا ایک ایک عضو مسیلمہ کذاب کے حکم سے کاٹا جاتا تھا اور پھر مطالبہ کیا جاتا تھا کہ مسیلمہ کو نبی مان لیں مگر ہر مرتبہ وہ اس کے دعوائے رسالت کی شہادت دینے سے انکار کرتے تھے یہاں تک کہ اسی حالت میں کٹ کٹ کر انہوں نے جان دے دی۔ دوسری طرف مندرجہ بالا حدیث کی مثال) عمارؓ بن یاسرؓ ہیں جن کی آنکھوں کے سامنے ان کے والد اور ان کی والدہ کو سخت عذاب دے دے کر شہید کر دیا گیا۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۵۷۵۔ حاشیہ ۱۰۹)

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی، قَالَ: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزْرِيِّ، عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ، قَالَ: اَخَذَ الْمُشْرِكُوْنَ عَمَّارَ بْنَ یَاسِرٍ فَعَذَّبُوْهُ حَتّٰى بَارَّاهُمْ [۱] فِیْ بَعْضِ مَا اَرَادُوْا فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو عُبیدہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ عمارؓ بن یاسر کو مشرکین مکہ نے پکڑ لیا اور انہیں اتنی ناقابلِ برداشت اذیت دی کہ انہوں نے جان بچانے کے لئے وہ سب کچھ کہہ دیا جو مشرکین کہلوانا چاہتے تھے۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے نہ چھوڑا گیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا بھلا اور ان کے معبودوں کو اچھا نہ کہہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ

۱۔ قَارَبَهُمْ (ابن کثیر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ تَجِدُ قَلْبَکَ؟ قَالَ: مُطْمَئِنًّا بِالْاِیْمَانِ. قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: فَاِنْ عَادُوْا فَعُدْ.

وسلم نے پوچھا ''اپنے دل کا کیا حال پاتے ہو؟ عرض کیا ایمان پر پوری طرح مطمئن ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر وہ پھر اس طرح کا ظلم کریں تو تم پھر یہی بات کہہ دینا۔''

ماخذ:

O تفسیر ابنِ جریر جلد۷۔ سورہ نحل ص ۱۲۲۔ O ابن کثیر ج۲ ص۵۸۷۔ O فتح القدیر الشوکانی ج ۳ص۱۹۸ بحوالہ ابنِ سعد، ابنِ ابی حاتم، ابنِ مردویہ، بیہقی، ابنِ عساکر O المستدرک حاکم ج۲ ص۳۵۷۔

۲. اَنَّہٗ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ذَکَرَ اٰلِھَتَھُمْ بَخَیْرٍ فَشَکَاذَالِکَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا تُرِکْتُ حَتّٰی سَبَبْتُکَ وَ ذَکَرْتُ اٰلِھَتَھُمْ بَخَیْرٍ قَالَ: کَیْفَ تَجِدُ قَلْبَکَ؟ قَالَ: مُطْمَئِنًّا بِالْاِیْمَانِ، فَقَالَ: اِنْ عَادُوْا، فَعُدْ.

ماخذ:

O تفسیر ابنِ کثیر ج۲ سورہ نحل ص ۵۸۷، ۵۸۸ بحوالہ بیہقی۔

۱ کَانَ بِلَالٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَأَبٰی عَلَیْھِمْ ذٰلِکَ وَھُمْ یَفْعَلُوْنَ بِہِ الْاَفَاعِیْلَ حَتّٰی اَنَّھُمْ لَیَضَعُوْا الصَّخْرَۃَ الْعَظِیْمَۃَ عَلٰی صَدْرِہٖ فِیْ شِدَّۃِ الْحَرِّ وَ یَأْمُرُوْنَہٗ بِالشِّرْکِ بِاللّٰہِ فَیَأبٰی عَلَیْھِمْ وَھُوَ یَقُوْلُ: اَحَدٌ اَحَدٌ وَیَقُوْلُ: وَ اللّٰہِ لَوْ اَعْلَمُ کَلِمَۃً ھِیَ اَغْیَظُ لَکُمْ مِنْھَا لَقُلْتُھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ اَرْضَاہُ.

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کی باتیں ماننے سے انکار کرتے رہے۔ وہ انہیں ہر طرح کی اذیت پہنچاتے رہے تا آنکہ ان کے سینے پر شدید گرمی کے موسم میں بڑا بھاری پتھر رکھ کر کہتے کہ توحید کا انکار کرو اور اللہ کے ساتھ شرک کا اقرار کرو۔ مگر وہ نشہ توحید میں سرشار احد احد پکارتے رہے، حضرت بلالؓ فرماتے تھے کہ اگر مجھے کوئی ایسا کلمہ معلوم ہو جائے جس کے ادا کرنے سے تمہارا غیظ و غضب اور بھڑکے تو میں ضرور اسے اپنی زبان سے ادا کروں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف ایک کلمہ توحید کا اقرار، عرب و عجم کی فرمانروائی۔

۲۵۔ اُرِيْدُ عَلٰى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ يَقُوْلُوْنَهَا تَدِيْنُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَ تُؤَدِّيْ اِلَيْهِمْ بِهَا الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ.

ترجمہ: میں ان کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں جسے اگر یہ مان لیں تو عرب ان کا تابع فرمان اور عجم ان کا باجگذار ہو جائے۔

حضورؐ کے اس ارشاد کو مختلف راویوں نے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے۔ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

اَدْعُوْهُمْ اِلٰى اَنْ يَتَكَلَّمُوْا بِكَلِمَةٍ تَدِيْنُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَ يَمْلِكُوْنَ بِهَا الْعَجَمَ.

میں انہیں ایک کلمہ کے قائل ہونے کی دعوت دیتا ہوں جس کے نتیجہ میں عرب ان کا تابع اور عجم ان کا باجگذار ہو جائے۔ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے ابوطالب کے بجائے قریش کے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا۔

كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ تُعْطُوْنِيْهَا تَمْلِكُوْنَ بِهَا الْعَرَبَ وَ تَدِيْنُ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ.

ایک کلمہ ہے جس کے تم قائل ہو جاؤ تو عرب و عجم کے فرمانروا ہو جاؤ گے۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَعْطَيْتُكُمْ كَلِمَةً تَكَلَّمْتُمْ بِهَا مَلَكْتُمْ بِهَا الْعَرَبَ وَ دَانَتْ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ.

کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں ایک کلمہ دے رہا ہوں اس کے قائل ہونے کی وجہ سے تم عرب کے فرمانروا اور عجم تمہارا زیر نگین ہو جائے۔

ان لفظی اختلافات کے باوجود مدعا سب کا یکساں ہے۔یعنی حضورؐ نے ان سے کہا کہ اگر میں ایک ایسا کلمہ تمہارے سامنے پیش کروں جسے قبول کر کے تم عرب و عجم کے مالک ہو جاؤ گے تو بتاؤ کہ یہ زیادہ بہتر ہے یا وہ جسے تم انصاف کی بات کہہ کر میرے سامنے پیش کر رہے ہو؟ تمہاری بھلائی اس کلمے کو مان لینے میں ہے یا اس میں کہ جس حالت میں تم پڑے ہوا سی میں تم کو پڑا رہنے دوں اور بس اپنی جگہ آپ ہی اپنے خدا کی عبادت کرتا رہوں؟

۲۔ وَكَذٰلِكَ حَبِيْبُ بْنُ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ لَمَّا قَالَ لَهُ مُسَيْلَمَةُ الْكَذَّابُ اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَيَقُوْلُ: لَا اَسْمَعُ. فَلَمْ يَزَلْ يُقَطِّعُهُ اِرْبًا اِرْبًا وَ هُوَ ثَابِتٌ عَلٰى ذٰلِكَ.

اسی طرح کا واقعہ حضرت حبیب بن زید الانصاری کا ہے۔مسیلمہ کذاب نے جب ان سے پوچھا کہ ”تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی شہادت دیتے ہو۔“ تو انہوں نے کہا ”ہاں“ اس پر مسیلمہ نے پھر پوچھا ”مجھے رسول مانتے ہو؟“ تو انہوں نے فرمایا۔ ”میں سنتا نہیں ہوں، یا میں ایسی بات نہیں سن سکتا۔“ چنانچہ مسیلمہ ان کے بدن کا ایک ایک عضو کاٹتا رہا (اس طرح کٹ کٹ کر اپنی جان، جان آفریں کے حوالے کر دی) اور وہ اس دردناک اذیت پر ثابت قدم رہے۔

ماخذ: تفسیر ابنِ کثیر ج ۲ سورہ نحل ص ۵۸۸۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پس منظر: جب ابو طالب بیمار ہوئے اور قریش کے سرداروں نے محسوس کیا کہ اب یہ ان کا آخری وقت ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چل کر شیخ سے بات کرنی چاہئے۔ وہ ہمارا اور اپنے بھتیجے کا جھگڑا چکا جائیں تو اچھا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا انتقال ہو جائے اور ان کے بعد ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کوئی سخت معاملہ کریں اور عرب کے لوگ ہمیں طعنہ دیں کہ جب تک شیخ زندہ تھا، یہ لوگ اس کا لحاظ کرتے رہے، اب اس کے مرنے کے بعد ان لوگوں نے اس کے بھتیجے پر ہاتھ ڈالا ہے۔

اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا اور تقریباً ۲۵ سرداران قریش جن میں ابو جہل، ابوسفیان، اُمیہ بن خلف، عاص بن وائل، اسود بن المُطّلب، عقبہ بن ابی مُعَیط، عتبہ اور شیبہ شامل تھے، ابو طالب کے پاس پہنچے۔ ان لوگوں نے پہلے تو حسب معمول

تخریج

۱۔ قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ فَحَدَّثَنِی الْعَبَّاسُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابنِ مَعْبَدٍ (بن عباس) عَنْ بَعْضِ اَهْلِهٖ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَشَوْا اِلٰی اَبِی طَالِبٍ فَكَلَّمُوْهُ وَ هُمْ اَشْرَافُ قَوْمِهٖ: عُتْبَةُ ابْنُ رَبِيْعَةَ، وَ شَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ، وَ اَبُوْجَهْلِ بْنُ هِشَامٍ، وَ اُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ وَ اَبُوْسُفْيَانُ ابْنُ حَرْبٍ فِیْ رِجَالٍ مِنْ اَشْرَافِهِمْ فَقَالُوْا: يَا اَبَا طَالِبٍ! اِنَّکَ مِنَّا حَيْثُ قَدْ عَلِمْتَ وَ قَدْ حَضَرَکَ مَاتَرٰی وَ نَخَوَّفْنَا عَلَيْکَ وَقَدْ عَلِمْتَ الَّذِیْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ بْنِ اَخِيْکَ. فَادْعُهُ فَخُذْلَهُ مِنَّا وَخُذْلَنَا مِنْهُ لِيَكُفَّ عَنَّا وَنَكُفَّ عَنْهُ وَ لِيَدَعَنَا وَ دِيْنَنَا وَ نَدَعُهُ وَ دِيْنَهُ.

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اشراف قریش عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابوجہل بن ہشام اور امیہ بن خلف اور ابوسفیان بن حرب وغیرہ اپنے دیگر قریشی معززین کے ہمراہ ابو طالب کے پاس گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گفتگو کی۔ کہنے لگے اے ابو طالب آپ کا جو مقام و مرتبہ اور حیثیت ہماری نظروں میں ہے اسے آپ بخوبی جانتے ہیں۔ آپ کی جو حالت اس وقت ہے اس سے ہمیں آپ کے بارے میں اندیشہ لاحق ہے۔ ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو نزاع برپا ہے، وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ آپ اسے بلائیں اور کچھ لے اور کچھ دے کے اصول پر ہمارے درمیان تصفیہ کرا دیں۔ تاکہ ہم ایک دوسرے سے رک جائیں۔ وہ ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دے۔ ہم اسے اس کے دین پر چھوڑے دیتے ہیں۔ یہ سن کر ابو طالب نے آپ کو بلا بھیجا۔ چنانچہ آپؐ تشریف لے آئے۔ ابو طالب نے آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا۔ بھتیجے! یہ تیری قوم کے اشراف و معززین اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ وہ تمہیں کچھ دیں اور تم سے کچھ لیں یعنی کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر مصالحت چاہتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا: "صرف ایک کلمہ ہے جس کے تم قائل ہو جاؤ تو تم عرب کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توحسبِ معمول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی شکایات بیان کیں، پھر کہا کہ ہم آپ کے سامنے ایک انصاف کی بات پیش کرنے آئے ہیں۔ آپ کا بھتیجا ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دے اور ہم اسے اس کے دین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ جس معبود کی عبادت کرنا چاہے کرے، ہمیں اس سے کوئی تعرض نہیں مگر وہ ہمارے معبودوں کی مذمت نہ کرے اور یہ کوشش نہ کرتا پھرے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ اس شرط پر آپ ہم سے اس کی صلح کرا دیں۔ ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور آپؐ سے کہا کہ بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ تم ایک منصفانہ بات پر ان سے اتفاق کرلو تاکہ تمہارا اور ان کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ پھر انہوں نے حضورؐ کو وہ بات بتائی جو سرداران قریش نے ان سے کہی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ چچا جان، میں تو ان کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں جسے اگر یہ مان لیں تو عرب ان کا تابع فرمان اور عجم ان کا باجگذار ہو جائے۔

فَبَعَثَ اِلَيْهِ اَبُوْطَالِبِ فَجَآءَ هُ. فَقَالَ: يَا ابْنَ اَخِيْ! هٰؤُلَآءِ اَشْرَافُ قَوْمِکَ قَدِاجْتَمَعُوْا لَکَ لِيُعْطُوْکَ، وَ لِيَاْ خُذُوْا مِنْکَ قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ. كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ تُعْطُوْنِيْهَا تَمْلِكُوْنَ بِهَا الْعَرَبَ وَ تَدِيْنُ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ قَالَ: فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ: نَعَمْ وَ اَبِيْکَ وَ عَشْرُ كَلِمَاتٍ. قَالَ: تَقُوْلُوْنَ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَ تَخْلَعُوْنَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ قَالَ: فَصَفَّقُوْا بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ قَالُوْا: أَتُرِيْدُ يا مُحَمَّدُ اَنْ تَجْعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا. اِنَّ اَمْرَکَ لَعَجَبٌ الخ

فرمانبردار بن جائے گا۔'' اس پر ابوجہل جھٹ بولا۔ ہاں، تمہارے باپ کی قسم ایسے دس کلمے پیش کرو گے (تو بھی ہم ماننے کے لئے تیار ہیں) آپؐ نے فرمایا ''تو پھر تم لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرو اور اس کے ماسوا سب معبودانِ باطل کا قلادہ گلے سے اتار پھینکو۔ یہ سن کر انہوں نے حیرت کے عالم میں اپنے ہاتھوں پر ہاتھ مارے اور کہنے لگے۔ اے محمد کیا تم یہ چاہتے ہو کہ سب معبودوں کا ایک معبود بنا دو۔ یہ تو بڑا عجیب معاملہ ہے۔''

مآخذ:

سیرت ابنِ ہشام ج ۱ ص ۴۱۷ المشرکون عند ابی طالب لماثقل بہِ المرض یطلبون عَهْدًا ابینھم و بین الرسول.

O ترمذی کتاب التفسیر ج ۲ ص ۱۵۸ . سورہ صٓ O ابنِ جریر ج ۱۰ پ ۲۳ . ص ۷۹ سورہ صٓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ سن کر پہلے تو وہ لوگ سٹپٹا گئے۔ انکی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آخر کیا کہہ کر ایسے مفید کلمے کو رد کردیں۔ پھر کچھ سمجھ کر بولے، تم ایک کلمہ کہتے ہو ہم ایسے دس کلمے کہنے کو تیار ہیں مگر یہ تو بتاؤ کہ وہ کلمہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس پر وہ سب یکبارگی اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ باتیں کہتے ہوئے نکل گئے جو سورہ (ص) کے ابتدائی حصے میں اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہیں۔

○ المستدرک ج۲. کتاب التفسیر ص۴۳۲ سورہ صٓ. ○ مُسندِ احمد ج ۱ ص۲۲۷. عن ابن عباس. ○ فتح القدیر للشوکانی ج۴ ص۴۱۸ سورہ صٓ بحوالہ ابن ابی شیبة، عبد بن حُمید، نسائی، ابن المنذر، ابنِ ابی حاتم، ابنِ مردویہ، بیھقی فی الدلائل عن بنِ عباس.

۲۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ قَالَ: ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ: ثَنَا اَسْبَاطٌ عَنِ السُّدِّیِّ، اَنَّ اُنَاسًا مِّنْ قُرَیْشٍ اجْتَمَعُوْا فِیْهِمْ اَبُوْجَهْلِ بْنُ هِشَامٍ وَالْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ وَالْاَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ وَ الْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِیَغُوْثَ فِیْ نَفَرٍ مِنْ مَشْیَخَةِ قُرَیْشٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اِنْطَلِقُوْا بِنَااِلٰی اَبِیْ طَالِبٍ فَلْنُكَلِّمْهُ فِیْهِ فَلْیَنْصِفْنَا مِنْهُ فَیَاْ مُرْهُ فَلْیَكُفَّ عَنْ شَتْمِ اٰلِهَتِنَا وَنَدَعُهُ وَاِلٰهَهُ الَّذِیْ یَعْبُدُ فَاِنَّا نَخَافُ اَنْ یَمُوْتَ هٰذَا الشَّیْخُ فَیَكُوْنُ مِنَّا شَیْءٌ فَتُعَیِّرُنَا الْعَرَبُ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَكُوْهُ حَتّٰی اِذَا مَاتَ عَمُّهٗ تَنَا وَلُوْهُ. قَالَ: فَبَعَثُوْا رَجُلًا مِنْهُمْ یُدْعَی الْمُطَّلِبُ فَاسْتَاْذَنَ لَهُمْ عَلٰی اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ: هٰؤُلَاءِ

حضرت سُدّی سے منقول ہے کہ قریش کے کچھ لوگ جن میں ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن عبدیغوث وغیرہ تھے یہ سردارانِ قریش کے ساتھ جمع ہوئے۔ ان میں سے بعض، بعض سے کہنے لگے کہ ہمیں ابوطالب کے پاس لے چلو تاکہ اس کے بارے میں ہم ان سے بات چیت کرلیں اور وہ ہماری اس سے نصف نصف (یعنی کچھ لے دے کے اصول پر) مصالحت کرادیں۔ ابوطالب اسے حکم دیں کہ وہ ہمارے خداؤں کو سب وشتم کرنے سے باز آجائے ہم اسے اور اس کے الٰہ کو جسے وہ پوجتا ہے چھوڑ دیں گے۔ ہمیں ڈر ہے کہ شیخ کے مرنے کے بعد ہماری جانب سے اسے کوئی گزند پہنچ گیا تو اہل عرب ہمیں عار دلائیں گے کہ جب تک شیخ زندہ رہا اس وقت تک تو اسے اس کے حال پر چھوڑے رکھا جونہی شیخ نے آنکھیں بند کیں اس کے بھتیجے پر ہاتھ ڈال دیا (یہ سوچ کر) انہوں نے مطلب نامی ایک شخص کو ابو طالب کے پاس بھیجا کہ جا کر ابو طالب سے کہے کہ آپ کی قوم کے معززین وسردار آرہے ہیں وہ آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت کے طلب گار ہیں۔ ابوطالب نے اس سے کہا ’’انہیں اندر لے آؤ‘‘ چنانچہ جب وہ ابو طالب کے پاس آئے تو کہنے لگے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابنِ سعد نے طبقات میں یہ سارا واقعہ اُسی طرح بیان کیا ہے جس طرح اوپر مذکور ہوا، مگر اُن کی روایت کے مطابق یہ ابو طالب کے مرضِ وفات کا نہیں بلکہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب حضورؐ نے دعوتِ عام کی ابتدا کی تھی اور مکہ میں پے در پے یہ خبریں پھیلنی شروع ہوگئی تھیں کہ آج فلاں آدمی مسلمان ہوا اور کل فلاں۔ اُس وقت سردارانِ قریش یکے بعد دیگرے کئی وفد ابو طالب کے پاس لے کر پہنچے تھے تاکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تبلیغ سے روک دیں اور انہی وفود میں سے ایک وفد کے ساتھ یہ گفتگو ہوئی تھی۔

مَشِيْخَةُ قَوْمِكَ وَسَرَوَاتُهُمْ يَسْتَأذِنُوْنَكَ عَلَيْكَ قَالَ: اَدْخِلْهُمْ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا: اَبَا طَالِبٍ اَنْتَ كَبِيْرُنَا وَ سَيِّدُنَا فَا نْصِفْنَا مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ فَمُرْهُ فَلْيَكُفَّ عَنْ شَتْمِ اٰلِهَتِنَا وَ نَدَعُهُ وَ اِلٰهَهُ قَالَ: فَبَعَثَ اِلَيْهِ اَبُوْ طَالِبٍ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا بْنَ أَخِيْ هٰؤُلَاءِ مَشِيخَةُ قَوْمِكَ وَسَرَوَاتُهُمْ وَقَدْسَاَلُوْكَ النِّصْفَ اَنْ تَكُفَّ عَنْ شَتْمِ

"اے ابو طالب آپ ہمارے بزرگ ہیں، ہمارے سردار ہیں اپنے بھتیجے سے ہمیں انصاف دلائیں، اسے کہیں کہ وہ ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہے۔ ہم اسے اور اس کے الٰہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔"
ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا آپ تشریف لائے تو ابو طالب نے کہا۔ بھتیجے یہ تیری اپنی قوم کے مشائخ اور سردار تشریف لائے ہیں تم سے انصاف کی استدعا کرتے ہیں یہ کہ تم ان کے معبودوں کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دو، تمہیں اور تمہارے الٰہ کو تمہارے حال پر چھوڑتے ہیں۔" آپؐ نے یہ سن کر فرمایا۔ چچا جان کیا میں انہیں ایسی بات کی دعوت نہ دوں جو اس سے بہتر ہے۔" پوچھا کس چیز کی طرف تم دعوت دیتے ہو؟ فرمایا: میں انہیں ایک ایسے کلمہ کا اقرار کرنے کو کہتا ہوں جس کی وجہ سے سارا عرب ان کے زیرنگین ہوگا اور سارے عجم کے یہ فرمانروا ہوں گے۔"

اٰلِهَتِهِمْ وَ يَدَعُوْكَ وَ اِلٰهَكَ قَالَ: فَقَالَ اَىْ عَمِّ اَوَلَا اَدْعُوْهُمْ اِلٰى مَا هُوْ خَيْرٌ لَّهُمْ مِنْهَا؟ قَالَ: وَ إِلَامَ تَدْعُوْهُمْ؟ قَالَ: اَدْعُوْهُمْ اِلٰى اَنْ يَتَكَلَّمُوْا بِكَلِمَةٍ تَدِيْنُ لَهُمْ بِهَاالْعَرَبُ وَ يَمْلِكُوْنَ بِهَا الْعَجَمَ. الخ

ماخذ:

تفسیر ابنِ جَریر ج ۲۴/۲۲ ص ۸۰-۸۱ سورہ صٓ ○ ابنِ کثیر ج ۴ ص ۲۷ سورہ صٓ۔

۳. حَدَّثَنَا بِشْرٌ، قَالَ: ثنا يَزِيْدُ، قَالَ: ثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمخشری، رازی نیشا پوری اور بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ یہ وفد ابو طالب کے پاس اُس وقت گیا تھا جب حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر سردارانِ قریش بوکھلا گئے تھے۔ لیکن کتبِ روایت میں سے کسی میں اس کا حوالہ ہمیں نہیں مل سکا ہے اور نہ ان مفسرین نے اپنے مآخذ کا حوالہ دیا ہے۔ تاہم اگر یہ صحیح ہو تو یہ ہے سمجھ میں آنے والی بات

اَنّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمْ: اَمْاَ لُكُمْ اَنْ تُجِيْبُوْنِىْ اِلٰى وَّاحِدَةٍ تَدِيْنُ لَكُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُعْطِيْكُمْ بِهَا الْخَرَاجَ الْعَجَمُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میں تم سے ایک بات کے تسلیم کرنے کا سوال کرتا ہوں پھر سارا عرب تمہارا زیرِ نگین ہو جائے گا اور عجم تمہیں خراج ادا کرے گا۔

۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَ ابْنُ وَكِيْعٍ، قَالَا: ثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، قَالَ: ثَنَا الْاَعْمَشُ، قَالَ: ثَنَا عَبَّادٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا مَرِضَ اَبُوْ طَالِبٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَهْطٌ مِنْ قُرَيْشٍ

وَتَكَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَاعَمِّ اِنِّىْ اُرِيْدُهُمْ عَلٰى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ يَقُوْلُوْنَهَا. تَدِيْنُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتَؤَدِّىْ اِلَيْهِمْ بِهَا الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ فَفَزِعُوْا لِكَلِمَتِهٖ وَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ الْقَوْمُ كَلِمَةً وَاحِدَةً نَعَمْ وَ اَبِيْكَ عَشْرًا الخ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چچا جان! میں ان کے سامنے ایک کلمہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اسے یہ لوگ مان لیں تو سارا عرب ان کا مطیع اور عجم ان کا باجگذار ہو جائے گا۔'' یہ لوگ اس بات سے ششدر سے رہ گئے اور بولے صرف ایک کلمہ، ہاں تمہارے باپ کی قسم ایسے دسیوں کلمے (ہوں تو بھی ہم ماننے کو تیار ہیں)

مآخذ:

تفسیر ابن جریر ج۲۴/۲۲ ص ۷۹ سورہ صٓ۔

۵۔ حَدَّثَنَا مُحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَ عَبدُ بْنُ حُمَيْدٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالَا: نَا اَبُوْ اَحْمَدَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعمَشِ، عن يَحْيٰى، قَالَ: عَبْدٌ هُوَ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لئے کہ کفارِ قریش پہلے ہی یہ دیکھ کر گھبرائے ہوئے تھے کہ اسلام کی دعوت لے کر ان کے درمیان سے ایک ایسا شخص اٹھا ہے جو اپنی شرافت اور بے داغ سیرت اور دانائی و سنجیدگی کے اعتبار سے ساری قوم میں اپنا جواب نہیں رکھتا اور پھر اس کا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرِضَ اَبُوْطَالِبٍ فَجَاءَ تْهُ قُرَيْشٌ وَ جَآءَ هُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عِنْدَ اَبِيْ طَالِبٍ مَجْلِسُ رَجُلٍ فَقَامَ اَبُوْ جَهْلٍ كَيْ يَمْنَعَهُ قَالَ: و شَكَوْهُ اِلٰى اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ: يَا ابْنَ اَخِيْ مَا تُرِيْدُ مِنْ قَوْمِكَ فَقَالَ: اُرِيْدُ مِنْهُمْ كَلِمَةً تَدِيْنُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّيْ اِلَيْهِمُ الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ قَالَ: كَلِمَةً وَاحِدَةً قَالَ: كَلِمَةً وَاحِدَةً.

حضرت ابنِ عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب بیمار ہو گئے تو قریش ان کے پاس آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی ابوجہل کھڑا ہوا تا کہ آپ کو روکے اور انہوں نے ابو طالب سے آپ کا شکوہ کیا۔ ابوطالب نے پوچھا۔ بھتیجے اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپؐ نے فرمایا "میں ان سے فقط ایک کلمہ چاہتا ہوں۔ جس کی وجہ سے سارا عرب ان کے ماتحت ہوگا اور اہل عجم انہیں جزیہ ادا کریں گے۔" انہوں نے پوچھا صرف ایک کلمہ۔ فرمایا: "چچا جان! یہ لوگ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرلیں۔" بولے صرف ایک الٰہ؟ یہ بات ہم نے زمانہ قریب کی ملت میں کسی سے نہیں سنی۔ بس یہ تو ایک من گھڑت بات ہے۔

فَقَالَ: يَا عَمِّ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالُوْا اِلٰهًا وَاحِدًا مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ. الخ

مآخذ:

- ترمذی ابواب التفسیر سورۃ صٓ۔ ○ ابنِ جریر ج ۲۳/۲۲ ص ۷۹ سورہ صٓ۔
- ابنِ کثیر ج۴ ص ۲۸ سورہ صٓ۔ ○ مسندِ احمد ج ۱ ص ۲۲۷۔
- المستدرک لِلحاکم ج۲ ص ۴۳۲ کتاب التفسیر سورہ صٓ۔

مستدرک میں تدین کے بجائے تذل کا لفظ ہے۔

- رُوح المعانی جلد ۲۳ ص ۱۵۱۔

روح المعانی میں وَ تودّی الیھم بھا کے الفاظ ہیں۔

۶۔ اَخْبَرَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْاَسْلَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ لُوْطٍ النَّوفَلِيُّ عَنْ عَوْنِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وستِ راست ابوبکرؓ جیسا آدمی ہے جسے مکّے اور اس کے اطراف کا بچہ بچہ ایک نہایت شریف، راستباز اور ذکی انسان کی حیثیت سے جانتا ہے۔ اب جو انہوں نے دیکھا ہوگا کہ عمرؓ بن خطاب جیسا جری اور صاحبِ عزم آدمی بھی ان دونوں سے جاملا ہے۔ تو یقیناً انہیں محسوس ہوا ہوگا کہ خطرہ حدِ برداشت سے گزرتا جارہا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۴ سورہ ص تاریخی پس منظر ص ۳۱۶)

ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، قَالَ: وَحَدَّثَنِيْ عَائِذُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ اَبِى الْحُوَيْرِثِ قَالَ: وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَخِى الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ،

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرِ الْعُذْرِيِّ. دَخَلَ حَدِيْثُ بَعْضِهِمْ فِيْ حَدِيْثِ بَعْضٍ، قَالُوْا: لَمَّارَأَتْ قُرَيْشٌ ظُهُوْرَ الْاِسْلَامِ وَ جُلُوْسَ الْمُسْلِمِيْنَ حَوْلَ الْكَعْبَةِ سُقِطَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ فَمَشَوْا اِلٰى اَبِيْ طَالِبٍ حَتّٰى دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا: اَنْتَ سَيِّدُنَا وَ اَفْضَلُنَا فِيْ اَنْفُسِنَا وَ قَدْرَ اَيْتَ هٰذَا الَّذِيْ فَعَلَ هٰؤُلَآءِ السُّفَهَآءُ مَعَ ابْنِ اَخِيْكَ مِنْ تَرْكِهِمْ اٰلِهَتَنَا وَطَعْنِهِمْ عَلَيْنَا وَ تَسْفِيْهِهِمْ اَحْلَامَنَا، وَ جَاؤُوْا بِعُمَارَةَ ابْنِ الْوَلِيْدِ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ فَقَالُوْا: قَدْ جِئْنَاكَ بِفَتِيْ قُرَيْشٍ جَمَالًا وَ نَسَبًا وَ نَهَادَةً وَ شِعْرًا نَدْفَعُهُ اِلَيْكَ فَيَكُوْنُ لَكَ نَصْرُهُ وَ

عبداللہ بن ثعلبہ سے مروی ہے جب قریش نے دیکھا کہ اسلام کا غلبہ روز افزوں ہے اور مسلمان خانہ کعبہ کے اردگرد بیٹھنا شروع ہوگئے تو سخت بوکھلا گئے اور اٹھ کر ابو طالب کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ ابو طالب کے پاس پہنچ کر کہنے لگے، آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سب سے زیادہ صاحبِ فضیلت ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان بے وقوفوں نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ ہو کر کیا کچھ کیا ہے ہمارے معبودوں کو ترک کرنا اور ہم پر طعنہ زنی کرنا اور ہمارے عقلا کو احمق کہنا وغیرہ یہ وفد عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو اپنے ہمراہ لے کر آیا تھا۔ بولے ہم آپ کی خدمت گاری کے لئے قریش کے ایک خوبرو، عمدہ حسب نسب کے مالک، نہایت اچھے شاعر کو لے کر حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ اسے ہم آپ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ آپ کی مدد کرے۔ آپ اس کی میراث کے بھی حقدار ہوں۔ آپ اس کے بدلہ میں اپنا بھتیجا ہمارے سپرد کردیں تاکہ ہم اسے قتل کریں۔ بلاشبہ یہ قبیلے کے لئے بھی مفید رہے گا اور مستقبل کے امور کے انجام کیلئے بھی بہترین رہے گا۔ ابو طالب نے کہا بخدا تم نے میرے ساتھ کیا خوب انصاف کیا ہے کہ تم تو اپنا آدمی مجھے اس لئے دو کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور پرورش کروں اور تمہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۶۔ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لوگوں سے فرمایا کہ "ایک کلمہ ہے جس کے تم قائل ہو جاؤ تو عرب و عجم کے فرمانروا ہو جاؤ گے۔"

مِيْرَاثُهُ وَ تَدْفَعْ اِلَيْنَا ابْنَ اَخِيْكَ لِنَقْتُلَهُ فَاِنَّ ذَالِكَ اَجْمَعُ لِلْعَشِيْرَةِ وَ اَفْضَلُ فِيْ عَوَاقِبِ الْاُمُوْرِ مَغَبَّةً.

قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ: وَ اللّٰهِ مَا اَنْصَفْتُمُوْنِيْ، تُعْطُوْنَنِيْ اِبْنَكُمْ اَغْذُوْهُ لَكُمْ وَ اُعْطِيْكُمْ ابْنَ اَخِيْ تَقْتُلُوْنَهُ؟ مَا هٰذَا بِالنَّصَفِ؟ تَسُوْمُوْنَنِيْ سَوْمَ الْعَزِيْزِ الذَّلِيْلِ!

قَالُوْا: فَاَرْسِلْ اِلَيْهِ فَلْنُعْطِهِ النَّصَفَ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ اَبُوْطَالِبٍ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا ابْنَ اَخِيْ هٰؤُلَآءِ عُمُوْمَتُكَ وَاَشْرَافُ قَوْمِكَ وَ قَدْ اَرَادُوْا يُنْصِفُوْنَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَسْمَعُ، قَالُوْا: تَدَعُنَا وَاٰلِهَتَنَا، وَنَدَعُكَ وَ اِلٰهَكَ.

قَالَ اَبُوْطَالِبٍ: قَدْ اَنْصَفَكَ الْقَوْمُ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ.

اپنا بھتیجا قتل کرنے کے لئے دے دوں۔ یہ انصاف ہرگز نہیں ہے۔ تم مجھ سے ذلّت آمیز سودا بازی کرنا چاہتے ہو؟

بولے اچھا آپ اسے بلائیں ہم اس سے مساویانہ پیمانہ پر بات چیت کرنا چاہیں گے۔ ابو طالب نے آپ کو بلا بھیجا۔ آپ تشریف لائے تو ابو طالب نے کہا بھتیجے! یہ تیرے چچا اور تیری قوم کے سربرآوردہ حضرات آئے ہیں۔ تیرے ساتھ مساویانہ بات کرنا چاہتے ہیں، فرمایا: کہو! میں سنتا ہوں، انہوں نے کہا کہ تم ہمیں اور ہمارے الٰھوں کو اپنے حال پر چھوڑ و ہم تمہیں اور تمہارے الٰہ کو تمہارے حال پر چھوڑتے ہیں۔

ابو طالب نے کہا: "تیری قوم کے ان اشراف نے بڑی منصفیانہ پیش کش کی ہے اسے قبول کرلو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دیکھو! اگر میں تمہیں ایک ایسا کلمہ پیش کروں کہ اگر تم اس کا اقرار کرلو تو سارے عرب کے تم فرمانروا بن جاؤ گے اور عجم تمہارے زیرنگین ہو جائے گا۔"

ابوجہل بولا۔ "بہت نفع بخش اور سود مند بات ہے۔ ہم اسے ضرور مان لیں گے بلکہ ایسی دس باتیں اور بھی ہوں تو انہیں بھی تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی عار نہیں۔" الخ

فرمایا "(تو پھر) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرو۔" یہ سن کر وہ لوگ غیظ و غضب کی حالت میں اپنے کپڑے سمیٹتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ اپنے معبودوں کی (عبادت) پر ڈٹے اور جمے رہو (یہ بات تو کسی اور ہی غرض سے کہی جارہی ہے) بھاگ کھڑے ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت ہی میں نہیں اس دنیا میں بھی قوموں کی قسمتوں کا اتار چڑھاؤ اخلاقی بنیادوں ہی پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عالم پر جو فرمانروائی کر رہا ہے وہ اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے نہ کہ ان طبعی اصولوں پر جو اخلاقی خیر و شر کے امتیاز سے خالی ہوں۔ یہ بات کئی مقامات پر قرآن میں فرمائی گئی ہے کہ جب ایک قوم کے پاس نبی کے ذریعہ سے خدا کا پیغام پہنچتا ہے تو اس کی قسمت اس پیغام کے ساتھ معلق ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اسے قبول کر لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اگر رد کر دیتی ہے تو اسے تباہ کر ڈالا جاتا ہے۔ یہ گویا ایک ''دفعہ'' ہے اس اخلاقی قانون کی جس پر اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ معاملہ کر رہا ہے۔ اس طرح اس قانون کی ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ جو قوم دنیا کی خوشحالی سے فریب کھا کر ظلم و معصیت کی راہوں پر چل نکلتی ہے اس کا انجام بربادی ہے لیکن عین اس وقت جب کہ وہ اپنے اس بُرے انجام کی طرف بگ ٹٹ چلی جا رہی ہو۔ اگر وہ اپنی غلطی کو محسوس کر لے اور نافرمانی چھوڑ کر خدا کی بندگی کی طرف پلٹ آئے تو اس کی قسمت بدل جاتی ہے، اس کی مہلتِ عمل میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور مستقبل میں اس کے لئے عذاب کے بجائے انعام، ترقی اور سرفرازی کا فیصلہ لکھ دیا جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۲ سورہ ہود ص ۳۴۶ حاشیہ ۵۷)

کیا راستبازی اور خدا ترسی سے دنیا بگڑ جاتی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل آیت ۹۷)

جو شخص بھی ایمان کے ساتھ نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔

اس سے لوگوں کی اس عام غلط فہمی کو دور کرنا مقصود ہے جو شیطان نے ہر نادان دنیا پرست آدمی کے کان میں پھونک

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرَأَيْتُمْ اِنْ اُعْطِيْتُكُمْ هٰذِهٖ هَلْ اَنْتُمْ مُعْطِيَّ كَلِمَةً اِنْ اَنْتُمْ تَكَلَّمْتُمْ بِهَا مَلَكْتُمْ بِهَا الْعَرَبَ وَدَانَتْ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ.

فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ: اِنَّ هٰذِهٖ لَكَلِمَةٌ مُرْبِحَةٌ، نَعَمْ وَ اَبِيْكَ لَنَقُوْلَنَّهَا وَ عَشْرًا مِثْلَهَا قَالَ: قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاشْمَأَزُّوْا وَنَفَرُوْا مِنْهَا وَغَضِبُوْا وَ قَامُوْا وَ هُمْ يَقُوْلُوْنَ اصْبِرُوْا عَلٰى اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ. الخ

ماخذ:

طبقات ابنِ سعد ج ۱ ص ۲۰۱ ذکر ممشی قریش الی ابی طالب فی امرہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھی ہے کہ خدا ترسی اور راستبازی اور احساسِ ذمہ داری کا طریقہ اختیار کرنے سے آدمی کی آخرت بنتی ہو، تو بنتی ہو، مگر دنیا ضرور بگڑ جاتی ہے اور یہ کہ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں فاقہ مستی وخستہ حالی کے سوا کوئی زندگی نہیں ہے۔ مگر یہاں وضاحت کر دی گئی ہے کہ راہِ راست کو اختیار کرنے سے صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا بھی بنے گی۔ آخرت کی طرح اس دنیا کی حقیقی عزت وکامیابی بھی ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے جو سچی خدا پرستی کے ساتھ صالح زندگی بسر کریں، جن کے اخلاق پاکیزہ ہوں، جن سے کسی انسان کو یا کسی قوم کو شر کا اندیشہ نہ ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۲ سورہ ہود ص ۳۲۲۔ حاشیہ ۳)

یہ رحمتِ الٰہی صرف مسلمانوں کو ہی عطا نہیں ہوئی۔ بلکہ بائیبل کی کتاب احبار (باب ۲۶) اور استثناء (باب ۲۸) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک تقریر نقل کی گئی ہے جس میں انہوں نے بنی اسرائیل کو بڑی تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ اگر تم احکامِ الٰہی کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرو گے تو کس کس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے جاؤ گے، اور اگر کتاب اللہ کو پسِ پشت ڈال کر نافرمانیاں کرو گے تو کس طرح بلائیں اور مصیبتیں اور تباہیاں ہر طرف سے تم پر ہجوم کریں گی۔ (تفہیم القرآن ج ۱۔ المائدہ ص ۴۸۷ حاشیہ ۹۶)

یہ بات قرآن میں (بھی) متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے کہ خدا سے بغاوت کی روش صرف آخرت ہی میں نہیں، دنیا میں بھی انسان کی زندگی کو تنگ کر دیتی ہے، اور اس کے برعکس اگر کوئی قوم نافرمانی کے بجائے ایمان وتقویٰ اور احکامِ الٰہی کی اطاعت کا طریقہ اختیار کر لے تو یہ آخرت ہی میں نافع نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی اس پر نعمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا ہے ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔'' (آیت ۱۲۴)۔ سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا ہے ''اور اگر ان اہلِ کتاب نے تورات اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں تو ان کے لئے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے ابلتا (آیت ۶۶)۔ سورۂ اعراف میں فرمایا ''اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے'' (آیت ۹۶)۔ سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کر کے فرمایا ''اے میری قوم کے لوگو، اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا'' (آیت ۵۲)۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بھی اسی سورۂ ہود میں اہلِ مکہ کو مخاطب کر کے یہ بات فرمائی گئی اور یہ کہ اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مقرر وقت تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا۔ (آیت ۳)۔

سورۂ نوح آیات (۹ تا ۱۲) میں بھی اسی قسم کا مضمون بیان ہوا ہے۔

(چنانچہ) ایک مرتبہ قحط کے موقع پر حضرت عمرؓ بارش کی دعا کرنے کے لئے نکلے اور صرف استغفار پر اکتفا فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا، امیر المومنین! آپ نے بارش کے لئے دعا تو کی ہی نہیں۔ فرمایا ''میں نے آسمان کے ان دروازوں کو کھٹکھٹا دیا ہے جہاں سے بارش نازل ہوتی ہے، اور پھر سورۂ نوح کی آیات (۹ تا ۱۲) لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں!'' (ابنِ جریر وابن کثیر)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ کی مجلس میں ایک شخص نے خشک سالی کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا اللہ سے استغفار کرو۔ دوسرے شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی۔ تیسرے نے کہا میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ چوتھے نے کہا میری زمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی پیداوار کم ہورہی ہے۔ ہر ایک کو وہ یہی جواب دیتے چلے گئے کہ استغفار کرو۔ لوگوں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ سب کو مختلف شکایتوں کا ایک ہی علاج بتارہے ہیں؟ انہوں نے جواب میں سورہ نوح کی یہ آیات سنا دیں۔ (کشاف ۱) (تفہیم القرآن ج ۶ سورۂ نوح ص ۱۰۰ حاشیہ ۱۲)

گردشِ لیل ونہار اور ایمان باللہ

س: بخاری شریف کی حدیث ہے۔ فَاللّٰهُ هُوَ الدَّهْرُ. وَقَالَ اللّٰهُ يَسُبُّ بَنُوْ اٰدَمَ الدَّهْرَ وَ اَنَا الدَّهْرُ. مؤطا امام مالک، فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ وحدیث ترمذی لو انکم دليتم بحبل الى الارض السفلى لهبط على الله.

ان سے ظاہر ہے کہ دہر ہی بخاری صاحب وغیرہ کا معبود (الٰہ) ہے اور ان کا (الٰہ) صرف دہر ہے۔ اب فرمایئے ان دہر کو اپنا معبود (الٰہ) ماننے والوں کی بابت آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ راغب اصفہانی کی سند زیر نظر رکھ کر جواب مرحمت کیا جائے۔

هَلِ الدَّهْرُ اِلَّا لَيْلَةٌ وَ نَهَارُهَا وَ اِلَّا طُلُوْعُ الشَّمْسِ ثُمَّ غِيَابُهَا

جس کی رو سے تو نظامِ شمسی، کواکب، کرۂ ارض عناصر یہی دہر نیچرز مانہ ہیں جن کی بابت کفار دہریے کہا کرتے تھے۔

وَقَالُوا مَاهِيَ اِلَّاحَيَا تُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَمَايُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ وَ مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (سورۃ الجاثیہ: ۲۳)

تخریج

۱ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِالْاَ عْلٰى قَالَ: اَخْبَرَنا سُفْيَانُ عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: خَرجَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَسْقِيْ فَمَازَادَ عَلَى الْاِسْتِغْفَارِ ثُمَّ رَجعَ فَقَالُوْا: يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا رَأَيْنَاكَ اسْتَسْقَيْتَ فَقَالَ: لَقَدْ طَلَبْتُ الْمَطَرَ بِمَجَادِيْحِ السَّمَآءِ الَّتِيْ يَسْتَنْزِلُ بِهَا الْمَطَرُ ثُمَّ قَرَأَ:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّاراً ہ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَ قَرَأَ الْاٰية التى فى سورة هود حتّٰى بَلَغَ وَ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ.

ماخذ:

تفسیر ابنِ جریر جز ۳۰/۲۸ پ ۲۹ سورہ نوح ص ۵۹۔

○ تفسیر کشاف سورہ نوح۔ ○ ابنِ کثیر ج ۴ ص ۴۲۵ سورہ نوح۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ج: آپ کے ارشادات کا ماحصل یہ ہے کہ:

۱۔ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ حضرات جنہوں نے اس مضمون کی احادیث کو روایت کیا ہے، دراصل ان روایات کے واضع ہیں اور یہ حدیثیں انہوں نے خود گھڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی ہیں۔

۲۔ ان روایات میں جس دہر کو برا کہنے سے روکا گیا ہے اس سے مراد زمانہ ہے یا نیچر ہے جس میں نظامِ شمسی کواکب، کرہ ارض اور عناصر سب آجاتے ہیں۔ پس ان احادیث کے وضع کرنیوالے اور اس کو ماننے والے دراصل دہریے اور نیچری تھے۔

۳۔ یہ حدیث دہریوں کے اس اعتقاد کی تائید کرتی ہے جس کی تردید قرآن مجید نے کی ہے۔

ان تینوں بدگمانیوں کی حقیقت ترتیب وار ملاحظہ ہو۔

۱۔ اس مضمون کی کم و بیش پندرہ سولہ روایتیں مختلف طریقوں سے امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابو جعفر ابنِ جریر طبری نے نقل کی ہیں۔ ان تمام احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس بات پر جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق ہے کہ صحابہ سب کے سب عدول ہیں۔ ان میں سے کسی پر یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افتریٰ باندھا ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جن لوگوں نے ان روایات کو لیا ہے ان میں محمد بن سیرین، سعید بن المسیّب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور اعرج جیسے لوگ ہیں۔ اس کے بعد ہر مرتبۂ روایت میں راوی بڑھتے جاتے ہیں اور کئی طریقوں سے یہ روایتیں ائمہ مذکورین تک پہنچتی ہیں جن میں سے اکثر کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی ضعیف روایت کی تائید میں کوئی قوی روایت موجود ہو تو وہ ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔

ایک طرف اتنی شہادتیں ہیں اور دوسری طرف آپ کا یہ مختصر سا فیصلہ کہ تمام روایتیں جعلی ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ جو مضمون ان روایات میں بیان ہوا ہے وہ آپ کی سمجھ میں نہیں آیا۔ روایات اور شہادتوں کو جانچنے کا یہ بالکل نیا طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ جو روایت آپ کی سمجھ میں نہ آئے یا جس کا مضمون آپ کی رائے کے خلاف ہو، اس کو بلا تکلف غلط اور

ابنِ کثیر نے انه صعد المنبر نقل کیا ہے یعنی انہوں نے منبر پر چڑھ کر بارانِ رحمت کے لئے دعا مانگی اور طلبت المطر کی جگہ طلبت الغیث نقل کیا ہے۔

تخریج

۱ وَعَنِ الْحَسَنِ، اَنَّ رَجُلًا شَكَا اِلَيْهِ الْجذْبَ فَقَالَ اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، وَشَكَا اِلَيْهِ آخَرُ الْفَقْرَ وَ آخَرُ قِلَّةَ النَّسْلِ و آخَرُ قِلَّةِ رِبْحِ اَرْضِهٖ فَاَمَرَ هُمْ كُلَّهُمْ بِالْاِسْتِغْفَارِ.

مآخذ:

الکشّاف پ ۲۹ سورہ نوح. ص ۴۹۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے راوی کو بے تامل جھوٹا کہہ دیجئے۔ کیونکہ صداقت کے لئے لازم ہے کہ وہ آپ کی رائے اور سمجھ کے عین مطابق ہو۔ معلوم نہیں کہ یہ حق آپ نے صرف اپنے لئے محفوظ رکھا ہے یا ہر سامع کو فرداً فرداً یہی حق عطا فرماتے ہیں۔ اگر پہلی صورت ہے تو آپ اس کے مستحق ہیں کہ تمام دنیا کے واحد قاضی قرار پائیں۔ کیونکہ اور کوئی شخص اس کا اہل نہیں ہوگا کہ کسی گواہ کی جرح یا تعدیل کر سکے۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو شہادتوں اور روایتوں کو جانچنے اور ان کو صحیح یا غلط قرار دینے کے لئے دنیا میں کوئی متفق علیہ معیار نہ ہوگا، بلکہ ہر شخص جس کو چاہے گا سچا اور جس کو چاہے گا جھوٹا کہہ دے گا، اور اس کی زد سے خود آپ بھی نہ بچ سکیں گے۔

آپ نے اپنے اس قاعدے کے مطابق جن لوگوں کو کذاب اور واضعِ حدیث، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان گھڑنے والے اور دہری و نیچری قرار دیا ہے، وہ امتِ مسلمہ کے سب سے زیادہ نامور اور ممتاز بزرگوں میں سے ہیں۔ اپنے تقویٰ، دینداری، صداقت، خدمتِ دین اور علمی تحقیق و کاوش کے لحاظ سے ان کا درجہ اتنا بلند ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد مسلمانوں کی پوری تاریخ میں شاید ان سے زیادہ بلند پایہ شخصیتیں آپ کو نہ مل سکیں گی۔ یہ مسلمانوں کے وہ ہیرو ہیں جن پر وہ تمام دنیا کی قوموں کے مقابلے میں فخر کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے خلاف زبان کھولنے اور بدترین قسم کے کذب و افتراء کا الزام لگانے اور اس سے بھی بڑھ کر کفر اور دہریت کا فتویٰ صادر کرنے سے پہلے آپ کو کافی غور و خوض اور بحث و تحقیق سے کام لینا چاہیے تھا، اور ذرا اس پہلو پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے تھی کہ کہیں آپ خود تو غلطی پر نہیں ہیں۔ اگر آپ اپنے آپ کو غلطی سے بالکل مبرا نہیں سمجھتے تو امام مالکؒ اور امام احمد ابن حنبل جیسے لوگوں پر اتنے بڑے الزامات عائد کرتے ہوئے آپ کو خدا سے ڈرنا چاہیے تھا کہ اگر آپ خود غلطی پر ہوئے تو خدا کے ہاں اس گناہ کی کیسی سخت باز پرس ہوگی۔ کیا ایک ......"داعی الی اللہ" کے دل میں اللہ کا اتنا بھی خوف نہ ہونا چاہئے؟

۲۔ آپ نے حدیثوں کے آدھے آدھے ٹکڑے نقل کر کے ان کو بالکل غلط معنی پہنائے ہیں۔ ذیل میں ان تمام حدیثوں کو نقل کیا جاتا ہے جو اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ ان کو ترجمے کے ساتھ پڑھ کر بتائیے کہ ان میں سے دہریت کی تائید نکلتی ہے یا صریح اور شدید تردید۔

بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ جاثیہ، اور کتاب التوحید میں ہے۔

۲۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِیُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، يُؤْذِيْنِی ابْنُ اٰدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ بِيَدِی الْاَمْرُ، اُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يُؤْذِيْنِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَ اَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الْاَمْرُ، اُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ ابنِ آدم مجھ کو اذیت پہنچاتا ہے کہ زمانے کو برا کہتا ہے۔ زمانہ تو میں ہوں۔ تمام معاملات میرے ہاتھ میں ہیں۔ میں ہی لیل ونہار کو گردش دیتا ہوں۔''

طبری نے یہی حدیث دو طریقوں سے نقل کی ہے۔ مسلم اور احمد بن حنبل نے بھی اس کو لیا ہے۔ ''یوذینی'' کی تشریح میں قرطبی نے کہا ہے کہ

انما هذا من التوسع فی الكلام- والمراد ان من وقع ذالك منه تعرض لسخط الله، والله منزه عن ان يصل اليه الاذىٰ-

بخاری کتاب الادب باب لاتسبُّو الدهر میں ایک دوسری سند سے یہ روایت آئی ہے:۔

۲۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ يَسُبُّ بَنُوْ آدَمَ الدَّهْرَ وَ اَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ۔[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بنی آدم زمانے کو بُرا بھلا کہتے ہیں، حالانکہ زمانہ میں ہوں، لیل ونہار میرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔''

طبری نے ایک دوسرے طریقے سے یہی حدیث نقل کی ہے۔ مسلم نے بھی تھوڑے سے لفظی تغیر کے ساتھ اس کو نکالا ہے۔

مسند امام حنبل اور تفسیر ابنِ جریر طبری، میں مختلف طریقوں اور تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ یہ حدیث آئی ہے۔

۲۹۔ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَاِنِّيْ اَنَا الدَّهْرُ اُقَلِّبُ لَيْلَهٗ وَ نَهَارَهٗ وَاِذَا شِئْتُ قَبَضْتُهُمَا[۳]

مآخذ:

- بخاری ج۲ ص۷۱۵ کتاب التفسیر سورہ جاثیہ باب و مایهلكنا الاالدهر.
- بخاری ج۲ ص۱۱۱۶ کتاب التوحید باب قول الله يريدون ان يبدّلوا كلام الله.
- بخاری ج ۲ ص۹۱۳ کتاب الادب باب لاتسبُّوالدهر.
- مسلم ج۲ ص۲۳۷ کتاب الالفاظ. باب النهي عن سب الدهر.
- ابوداؤد کتاب الادب باب فی الرجل يسب الدهر.
- فتح القدير للشوكانی ج۵ ص ۹ بحواله ابنِ ابی حاتم، ابنِ مردويه.
- مسند احمد ج۲ ص۲۳۸، ۲۷۲، ۳۹۵، ۴۹۱، ۴۹۶. ابوهريرة.

۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم میں سے کوئی ہائے زمانہ نہ کہے کیونکہ زمانہ تو میں خود ہوں۔ اس کے لیل ونہار کو میں ہی گردش دیتا ہوں اور جب چاہوں گا اس کو روک دوں گا۔

امام احمد بن حنبل نے ایک دوسرے طریقے سے یہ حدیث نقل کی ہے:۔

۳۰۔ لَاتَسُبُّو الدَّهْرَفَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَ جَلَّ قَالَ: اَنَا الدَّهْرُ اَلْاَيَّامُ وَ اللَّيَالِيُّ اُجَدِّ دُهَا وَاُبْلِيْهَا وَاٰتِيْ بِمُلُوْكٍ بَعْدَ مُلُوْكٍ

زمانے کو گالیاں نہ دو کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ زمانہ میں خود ہوں۔ رات اور دن میرے ہی قبضہ قدرت میں ہیں ان کو میں ہی نیا اور پرانا کرتا ہوں اور بادشاہوں کے بعد بادشاہوں کو لاتا ہوں۔

مسلم اور طبری میں ہے:۔

۳۱۔ لَاتَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ۔[۵]

زمانے کو برا نہ کہا کرو کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے۔

اَبُوْسَلَمَةَ قَالَ: قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ يَسُبُّ بَنُوْ آدَمَ الدَّهْرَ وَ اَنَا الدَّهْرُ بِيَدِى اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ.

مآخذ:

○ بخاری ج۲ ص۹۱۳ کتاب الادب باب لَاتَسُبُّوا الدَّهر.

۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ، ثنا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

لَايَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ اِنِّيْ اَنَا الدَّهْرُ اُرْسِلُ اللَّيْلَ والنَّهَارَ فَاِذَاشِئْتُ قَبَضْتُهُمَا.

مآخذ:

○ مُسندِ احمد ج۲ ص۳۱۸.

حَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ:

لَايَقُوْلَنَّ اَحَدُ كُمْ يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَاِنِّيْ اَنَا الدَّهْرُ اُقَلِّبُ لَيْلَهُ وَ نَهَارَهُ وَ اِذَاشِئْتُ قَبَضْتُهُمَا.

مآخذ:

○ تفسیر ابنِ جریر طبری پ۲۵ سورہ جاثیہ ص۹۲.

۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، ثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مؤطا امام مالک باب مایکرہ من الکلام میں ہے:

۳۲۔ لَایَقُوْلَنَّ اَحَدُ کُمْ یَا خَیْبَةَ الدَّھْرِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الدَّھْرُ.[1]

تم میں سے کوئی ہائے زمانہ نہ کہے کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے۔

اب فرمایئے کہ دہریت اور نیچریت ان احادیث سے کہاں نکلتی ہے؟ ان کا مفہوم تو یہ ہے کہ تم پر جو مصائب ونوائب آتے ہیں ان کو تم اپنی جہالت سے زمانے کی طرف منسوب کرتے ہو اور کہا کرتے ہو کہ زمانے نے ہم کو مٹا دیا۔ گردشِ لیل ونہار نے ہم کو پیس ڈالا۔ حالانکہ تمام افعال کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ لیل ونہار جن کی گردش کا نام زمانہ ہے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ لہٰذا تم جو زمانے کو گالیاں دیتے ہو تو دراصل وہ گالیاں خدا کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ زمانہ جس کو تم مصیبت اور راحت لانے والا سمجھتے ہو، وہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور وہ زمانہ جو گردشِ لیل ونہار سے عبارت ہے، حقیقت میں کسی فعل پر بھی قادر نہیں۔ کیا یہی بات ہے جس کو آپ دہریت اور نیچریت سے تعبیر فرما رہے ہیں؟ کیا اسی سرمایۂ فہم وتدبر کے ساتھ جناب کو یہ جرأت ہوئی کہ اسلام کے جلیل القدر ائمہ پر حملہ آور ہوں۔

ذرا غور کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان احادیث میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ضرور ادا ہوا ہو گا اور مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے ہوا ہو گا۔ کیونکہ مصیبت کے وقت زمانے کو کوسنا اور برا بھلا کہنا اب بھی عوام کی عادت ہے اور عہدِ رسالت میں اہلِ عرب کی بھی یہی عادت تھی۔ چنانچہ خود قرآن مجید شہادت دیتا ہے کہ عرب کے جہلاء زمانے کو ہلاک اور فنا کرنے والا سمجھتے تھے۔ پس تکلیفوں کے وقت عام دستور کے مطابق مسلمانوں کی زبان سے بھی زمانے کی شکایت ضرور نکل جاتی ہو گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس سے ضرور منع فرماتے ہوں گے۔ اس میں کونسی ایسی انوکھی بات ہے جو بالکل خلافِ عقل اور بعید از امکان ہو اور اس کی بنا پر ان روایات کو غلط اور ان کے راویوں کو جھوٹا قرار دینا ضروری ہو جائے؟

۳۔ قرآن مجید کی جو آیت آپ نے نقل کی ہے وہ ان احادیث کے خلاف نہیں بلکہ ان کی مؤید ہے۔ اس آیت میں کفارِ عرب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "ہماری جو کچھ بھی زندگی ہے اسی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم مرتے اور جیتے ہیں اور زمانے کے سوا ہم کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے۔" اس قول کو نقل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ذَکْوَانَ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَاتَسُبُّوا الدَّھْرَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ اَنَا الدَّھْرُ اَلْاَیَّامُ وَاللَّیَالِیُّ اُجَدِّ دُھَا وَاُبْلِیْھَا وَاٰتِیْ بِمُلُوْکٍ بَعْدَ مُلُوْکٍ.

مآخذ: ○ مسندِ احمد ج ۲ ص ۴۹۶ مرویات ابی ھریرة.

۵ حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ قَالَ: ثَنَا بْنُ عُلَیَّةَ عَنْ ھِشَامٍ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ: لَاتَسُبُّوا الدَّھْرَ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَالدَّھْرُ.

مآخذ: تفسیر ابنِ جریر طبری پ ۲۵. سورہ جاثیہ ص ۹۲.

○ مُسندِ اَحمد. ج ۲ ص ۴۹۹. ج ۵ ص ۲۹۹، ۳۱۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ. ''ان کو اس کا علم نہیں ہے بلکہ یہ صرف ان کا گمان ہے۔''
قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.
''یعنی اے محمدؐ! ان سے کہہ دو کہ تمہارا مارنے اور جلانے والا جس کو تم جہالت سے دہر کہہ رہے ہو وہ اللہ ہی ہے۔ پھر وہی تم کو قیامت کے روز جمع کرے گا۔'' اوپر احادیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے کیا وہ یہی مضمون نہیں ہے؟ (رسائل ومسائل ص ۲۳۲ تا ۲۳۹)

کیا اسلامی معتقدات کے اقرار کرنے والے کو ملت سے خارج کیا جا سکتا ہے؟

۳۳۔ ترجمہ: امام شافعی اور احمد نے اپنی مسندوں میں اور امام مالک نے مؤطا میں یہ روایت نقل کی ہے کہ انصار میں سے ایک صاحب ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راز کی بات کر رہے تھے۔ اتنے میں حضورؐ نے بآواز بلند فرمایا:
اَلَيْسَ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (کیا وہ شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت نہیں دیتا؟) انصاری نے عرض کیا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاشَهَادَةَ لَهٗ (جی ہاں، وہ اقرار تو کرتا ہے مگر اس کے اقرار کا کچھ اعتبار نہیں) حضورؐ نے پھر فرمایا اَلَيْسَ يُصَلِّيْ؟

تخریج

۱ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ اَبِى الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَايَقُلْ اَحَدُكُمْ يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ

مآخذ:

مؤطا امام مالک ج۲ ص ۲۵۱ کتاب الجامع باب مایکرہ من الکلام.

تخریج

۱ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَنَّهٗ قَالَ: بَيْنَمَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَانِى النَّاسِ اِذْجَآءَهٗ رَجُلٌ فَسَارَّهٗ فَلَمْ نَدْرِ مَاسَارَّهٗ بِهٖ حَتّٰى جَهَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَسْتَاْذِنُهٗ فِيْ قَتْلِ رَجُلٍ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ جَهَرَ اَلَيْسَ يَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ الرَّجُلُ بَلٰى وَلَاشَهَادَةَ لَهٗ قَالَ اَلَيْسَ يُصَلِّيْ؟ قَالَ بَلٰى وَ لَاصَلٰوةَ لَهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَهَانِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(کیا وہ نماز نہیں پڑھتا) انہوں نے عرض کیا بَلٰی وَلَاصَلٰوۃَ لَہٗ (جی ہاں پڑھتا ہے مگر اس کی نماز کا کوئی اعتبار نہیں) اس پر حضورؐ نے فرمایا اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ نَھَانِی اللّٰہُ عَنْ قَتْلِھِمْ (ایسے لوگوں کو قتل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منع فرمایا ہے۔ (تفہیمات حصہ دوم ص ۱۸۰۔ طبع نہم)

کسی مسلمان کو کافر قرار دینا کیسا ہے؟

۳۴۔ اَیُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِیْہِ یَا کَافِرُ فَقَدْ بَآءَ بِھَا اَحَدُھُمَا (بخاری)

ترجمہ: جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے گا تو یہ قول دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور پڑے گا۔ (تفہیمات حصہ دوم طبع نہم ص ۱۸۱۔۱۸۲)

مآخذ:

- مؤطا امام مالک. کتاب الصلوٰۃ جامع الصلوٰۃ.
- مسند احمد ج۵ ص ۴۳۲. ۴۳۳. مرویات عبید اللّٰہ بن عدی بن خیار.

۲۔ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَاقِ اناابْنُ جُرَیْجٍ، اَخْبَرَ نِی ابْنُ شِھَابٍ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ یَزِیْدَ اللَّیْثِیِّ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ، اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ حَدَّثَہٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھُوَ فِیْ مَجْلِسٍ فَسَارَّہٗ یَسْتَاْذِنُہٗ فِی قَتْلِ رَجُلٍ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ فَجَھَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلَیْسَ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ الْاَنْصَارِیُّ، بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، وَ لَاشَھَادَۃَ لَہٗ قَالَ: اَلَیْسَ یُصَلِّیْ؟ قَالَ: بَلٰی یا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ لَاصَلَاۃَ لَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ نَھَانِی اللّٰہُ عَنْھُمْ.

مآخذ:

- مسندِ احمد ج۵ ص ۴۳۲. ۴۳۳.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ، حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:

اَیُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِیْہِ کَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِھَا اَحَدُ ھُمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ یَا کَافِرُ بَاءَ اَحَدُ ھُمَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکفیر و تفسیقِ مسلم۔

۳۵۔ لَایَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَایَرْمِیْهِ بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْهِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُهٗ کَذٰلِکَ۔[۱] (بخاری)

ترجمہ: (حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ) ''جب کبھی ایک شخص دوسرے شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے گا تو وہ تہمت اسی پر پلٹ آئے گی اگر وہ شخص جس پر تہمت لگائی گئی ہے درحقیقت کافر یا فاسق نہ ہو۔ (تفہیمات حصہ دوم ص ۱۸۱۔۱۸۲ طبع نہم)

۳۶۔ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْقَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّاحَارَ عَلَیْهِ (مسلم)

ترجمہ: جس شخص نے کسی کو کافر یا دشمنِ خدا کہہ دیا درآنحالیکہ وہ شخص ایسا نہ تھا تو یہ قول خود قائل پر ضرور پلٹ آئے گا۔[۲]

(تفہیمات حصہ دوم ص ۱۸۱۔۱۸۲ طبع نہم)

مآخذ:

O بخاری ج۲ ص ۹۰۱ کتاب الادب باب من اکفرا خاہ بغیر تاویل فھو کما قال. O مسلم ج ۱ ص۵۷ کتاب الایمان باب حال من قال لاخیه المسلم یا کافر. O ترمذی ابواب الایمان باب فیمن رمٰی اخاہ بکفر. O مؤطا امام مالک ج۲ ص ۲۵۱ باب مایکرہ من الکلام .

۲: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، ثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ فُضَیْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اَیُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ اَکْفَرَ رَجُلًا مُسْلِمًا فَاِنْ کَانَ کَافِرًا وَ اِلَّاکَانَ هُوَ الْکَافِرُ.

جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے گا اگر تو وہ کافر ہے تب تو ٹھیک ورنہ وہ خود کافر ہوگا۔

مآخذ: O ابو داؤد کتاب السنة باب الدلیل علی زیادۃ الایمان و نقصانه. O مسند احمد ج ۲ ص ۱۸. ۴۴. ۶۰. ۷۷. ۱۰۵. ۱۱۳.

تخریج

۱ حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَیْنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ یَعْمَرَ اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدُّؤَلِیَّ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَقُوْلُ:

لَایَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَایَرْمِیْهِ بِالْکُفْرِ اِلَّاارْتَدَّتْ عَلَیْهِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُهٗ کَذٰلِکَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۷۔ ترجمہ: جو شخص کسی مسلمان کو ناحق کافر کہے گا، اس کا قول خود اسی پر پلٹ آئے گا۔

تشریح: اللہ نے جو شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہم کو بھیجی ہے اس کو خدا کی شریعت ماننے والے اور اسے واجب التعمیل سمجھنے والے سب کے سب مسلمان ہیں۔ اب اگر اس شریعت کے احکام کو ایک شخص کسی طرح سمجھتا ہے اور دوسرا کسی اور طرح، اور دونوں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس پر عمل کرتے ہیں، تو چاہے ان کے عمل میں کتنا ہی فرق ہو، ان میں سے کوئی بھی نوکری سے خارج نہ ہوگا اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک جس طریقہ پر چل رہا ہے یہی سمجھ کر تو چل رہا ہے کہ یہ آقا کا حکم

بخاری کی ایک روایت میں وَمَنْ رمٰی مُؤمِنًا بِکُفْرٍ فَھُوَ کَقَتْلِہٖ کے الفاظ بھی ہیں۔

مآخذ:

O بخاری ج۲ ص۸۹۳ کتاب الادب باب ماینھی عن السباب واللعن. O مسند احمد ج۵ ص۱۸۱

مآخذ:

بخاری ج۳ ص۹۰۱ کتاب الادب باب من اکفرا خاہ بغیر تاویل فھو کما قال:

تخریج

۲۔ حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: نَاعَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ: نَا اَبِیْ قَالَ: نَا حَسَنُ الْمُسْلِمُ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ، عَنْ یَحْیَی بْنِ یَعْمَرَ، اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ حَدَّثَہٗ،

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ اَبِیْہِ وَ ھُوَ یَعْلَمُہٗ اِلَّا کَفَرَ. وَ مَنِ ادَّعٰی مَالَیْسَ لَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَ لْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ. وَمَنْ دَعَارَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْقَالَ عَدُوَّ اللّٰہِ وَ لَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَّ عَلَیْہِ.

حضرت ابوذرؓ (غفاری) سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ''جو شخص جانتے بوجھتے اپنا نسب اپنے (حقیقی) باپ کو چھوڑ کر دوسرے شخص کی طرف منسوب کرتا ہے وہ کافر ہوا۔ اور جو شخص ایسی چیز کا بے بنیاد دعویٰ کرتا ہے جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے اور جس شخص نے کسی کو کافر یا دشمنِ خدا کہا درآنحالیکہ وہ شخص ایسا نہ تھا تو یہ قول خود قائل پر ضرور پلٹ آئے گا۔''

مآخذ:

مسلم ج۱ ص۵۷ کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ آقا کا حکم ہے۔ پھر ایک نوکر کو یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ میں تو نوکر ہوں اور فلاں شخص نوکر نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ بس وہ یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آقا کے حکم کا صحیح مطلب سمجھا اور اس نے صحیح نہیں سمجھا۔ مگر وہ اس کو نوکری سے خارج کر دینے کا مجاز کیسے ہو گیا؟ جو شخص ایسی جرأت کرتا ہے وہ گویا خود آقا کا منصب اختیار کرتا ہے۔ وہ گویا یہ کہتا ہے کہ تو جس طرح آقا کے حکم کو ماننے پر مجبور ہے اسی طرح میری سمجھ کو بھی ماننے پر مجبور ہے۔ اگر تو میری سمجھ کو نہ مانے گا تو میں اپنے اختیار سے تجھ کو آقا کی نوکری سے خارج کر دوں گا۔ غور کرو یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص کسی مسلمان کو ناحق کافر کہے گا اس کا قول خود اسی پر پلٹ جائے گا۔'' کیونکہ مسلمان کو تو خدا نے اپنے حکم کا غلام بنایا ہے، مگر یہ شخص کہتا ہے کہ نہیں، تم میری سمجھ اور میری رائے کی بھی غلامی کرو۔ یعنی صرف خدا ہی تمہارا خدا نہیں ہے، بلکہ میں بھی چھوٹا خدا ہوں، اور میرا حکم نہ مانو گے تو میں اپنے اختیار سے تم کو خدا کی بندگی سے خارج کر دوں گا، چاہے خدا خارج کرے یا نہ کرے۔ ایسی بڑی بات جو شخص کہتا ہے اس کے کہنے سے چاہے دوسرا مسلمان کافر ہو یا نہ ہو مگر وہ خود تو اپنے آپ کو کفر کے خطرے میں ڈال ہی دیتا ہے (خطبات ص ۱۲۴-۱۲۵)

۳۸۔ مَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ وَ مَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ (بخاری)

ترجمہ: جس نے کسی مومن پر لعنت کی اس نے گویا اسے قتل کر دیا اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی اس نے گویا اسے قتل کر دیا۔

تشریح: یہ کتنی بڑی زیادتی کی بات ہے کہ جو مسلمان خدا اور رسول کے بتائے ہوئے ایمانیات پر اعتقاد کا اقرار کرتا ہو اور مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق اسلام کی سرحدوں کے اندر ہو، اسے کوئی شخص خارج از ملت قرار دے بیٹھے یہ جسارت بندوں کے مقابلے میں نہیں، خدا کے مقابلہ میں ہے۔ درحقیقت یہ خدا ہی سے معارضہ ہے، کہ جس کے حق میں خدا کا قانون مسلمان ہونے کا فیصلہ کر رہا ہے، اس کے حق میں ایک بندۂ خدا کفر کا فیصلہ صادر کرتا ہے۔ یہی یہ وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تخریج

حَدَّثَنِيْ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيْرٍ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، قَالَا: ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَكْفَرَ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا.

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنے بھائی کو کافر کہے گا تو دونوں میں سے ایک پر یہ قول ضرور پلٹ آئے گا۔''

ماخذ:

- مسلم ج ۱ ص ۵۷ کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر۔
- ترمذی ابواب الایمان باب فیمن رمٰی اخاہ بکفر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے نہایت سختی کے ساتھ تکفیر و تفسیق سے منع فرمایا ہے، اور یہاں تک فرما دیا ہے کہ جو شخص کسی کو کافر کہے گا درآنحالیکہ وہ حقیقت میں کافر نہ ہو تو وہ کفر کا فتویٰ خود تکفیر کرنے والے کی طرف پلٹ آئے گا۔

(ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ) اس طرح کی تکفیر و تفسیق محض ایک فرد ہی کے حق پر دست درازی نہیں ہے بلکہ ایک اجتماعی جرم بھی ہے۔ یہ پوری اسلامی سوسائٹی کے خلاف ایک زیادتی ہے اور اس سے مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی سخت نقصان پہنچتا ہے۔ اس کی وجہ تھوڑے غور سے بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

اسلامی معاشرے اور غیر اسلامی معاشروں کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ غیر اسلامی معاشرے رنگ، نسل،

---

۲. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ ابْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى: اَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ،

اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرِیءٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْبَاءَ بِهَا اَحَدُ هُمَا اِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَ اِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو جائے گا اگر تو وہ کافر ہے تو ٹھیک ورنہ وہ قول کہنے والے پر لازماً پلٹ آئے گا۔''

ماخذ: ○ مسلم ج ۱ ص ۵۷ کتاب الایمان باب بیان حال من قال لاخیه المسلم یا کافر.

تخریج

۱. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ،

عَنْ اَبِيْ قِلَا بَةَ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ وَ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَلَفَ عَلٰى مِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ فَهُوَ كَمَا قَالَ وَ لَيْسَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَذْرٌ فِيْمَا لَايَمْلِكُ وَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَیْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ مَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهٖ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهٖ.

حضرت ابو قلابہ سے مروی ہے کہ ثابت بن قیس نے (جو بیعت رضوان میں شریک تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور ملت کی قسم کھائی تو وہ اپنی قسم کے مطابق ہوگا، اور کسی ابن آدم پر ایسی بات کی نذر پوری کرنا ضروری نہیں جو اس کے اختیار میں نہ ہو، دنیا میں جس چیز کے ساتھ کسی نے خود کشی کی ہوگی؟ قیامت کے روز اسے اسی سے عذاب دیا جائے گا۔ اور جس نے کسی مومن پر لعنت بھیجی اس نے گویا اسے قتل کر دیا اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی اس نے گویا اسے قتل کر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زبان اور وطن کے رشتوں پر قائم ہوئے ہیں، اور اس کے برعکس اسلامی معاشرے کا قیام صرف دین کے رشتے پر ہوا ہے۔ غیر اسلام معاشروں میں عقائد و افکار کے اختلاف سے کوئی رخنہ نہیں پڑتا، اس لئے کہ خیالات اور اعتقادات کا اختلاف ان کے افراد کو اس رشتے سے خارج نہیں کرتا جو نسل یا وطن یا زبان یا رنگ کی وحدت سے قائم ہوتا ہے۔ باطن میں خواہ زمین و آسمان کا تفاوت ہو جائے، لیکن خون کا تعلق منقطع نہیں ہو سکتا، نہ وطن کا رشتہ کٹ سکتا ہے، نہ زبان کا رابطہ منفک ہو سکتا ہے، نہ رنگ کی وحدت میں کوئی فرق آ سکتا ہے۔ اس لئے اختلافِ عقائد سے غیر مسلم معاشروں کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ لیکن اسلام میں جو چیز مختلف نسلوں، مختلف رنگوں، مختلف زبانوں اور مختلف ملکوں کے افراد کو جوڑ کر ایک قوم بناتی ہے وہ عقیدے کی وحدت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ یہاں عقیدہ ہی سب کچھ ہے۔ نسل، رنگ، زبان، وطن کچھ بھی نہیں۔ لہٰذا جو شخص دین اور اعتقاد کے رشتے کو کاٹتا ہے وہ دراصل اللہ کی اس رسی پر قینچی چلاتا ہے جس نے ایک خدا کی پرستش کرنے والوں اور ایک رسول کے ماننے والوں اور ایک کتاب پر ایمان لانے والوں کو ایک دوسرے سے وابستہ کیا ہے۔ اسلام میں کسی شخص یا گروہ کو کافر کہہ دینے کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ اس کے اعتقاد اور نیت پر حملہ کیا گیا بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلامی معاشرے اور اس کے ایک فرد یا چند افراد کے درمیان برادری، محبت، معاشرت، معاملت اور تعاونِ باہمی کے جتنے رشتے تھے سب کاٹ دیے گئے اور اُمتِ مسلمہ کے جسم سے اس کے ایک عضو یا متعدد اعضاء کو چھانٹ کر پھینک دیا گیا۔

یہ فعل اگر حکمِ خدا اور رسول کے مطابق ہو تو یقیناً حق ہے۔ اس صورت میں سڑے ہوئے عضو کو کاٹ کر پھینک دینا ہی اسلام کے ساتھ سچی خیر خواہی ہے۔ لیکن اگر قانونِ الٰہی کی رُو سے عضو سڑا ہوا نہ ہو، اور محض ظلماً اس کو کاٹ ڈالا جائے تو یہ

مآخذ:

○ بخاری ج۲ ص۸۹۳ کتاب الادب باب ماینهی عن السباب واللعن. ○ مسلم ج ۱ ص ۷۲ کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسه الخ. ○ مُسندِ احمد ج۴ ص ۳۳، ۳۴، ۱۶۶ .

۲۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نا اِسْحَاقُ ابْنُ يُوسُفَ الْاَزْرَقُ، عَنْ هِشَامِ الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ،

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ نَذْرٌ فِيْمَا لَايَمْلِكُ وَلَاعِنُ الْمُؤْمِنِ كَقَاتِلِهٖ وَ مَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَاتِلِهٖ وَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ عَذَّبَهُ اللّٰهُ بِمَا قَتَلَ بِهٖ نَفْسَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

نبی اکرمؐ نے فرمایا کسی بندے پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے جو اس کے دائرہ اختیار میں نہ ہو اور مومن پر لعنت کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس کا قاتل ہو، اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی وہ گویا اس کا قاتل ہے اور جس نے اپنے آپ کو قتل کیا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے اسی آلے سے عذاب دے جس سے اس نے خودکشی کی ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظلم خود اس عضو سے بڑھ کر خود اس جسم پر ہوگا جس سے وہ کاٹا گیا ہے۔(تفہیمات حصہ دوم ص ۱۸۱۔۱۸۲)

۳۹۔ ترجمہ: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور مسلمان سے لڑنا کفر ہے لے

تشریح: (ان مختلف احادیث میں) اس لئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی قوت اور جمعیّت کا قیام رابطۂ دینی کے سوا کسی دوسری چیز سے نہیں ہے۔ اگر مسلمانوں میں اس رابطے کا احترام نہ ہو اور وہ بات بات پر اس کو کاٹنے لگیں تو امت کا سارا شیرازہ بکھر کر رہ جائے، اور اس قوم کی کوئی اجتماعی قوت باقی ہی نہ رہے جو باطل پرستوں کے مقابلے میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور خیر و تقویٰ کی طرف دعوت دینے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ ہمارا یہ منشا نہیں کہ تکفیر و تفسیق سے مطلقاً پرہیز کیا جائے حتّٰی کہ اگر کوئی شخص صریح کفریات بکنے اور لکھنے لگے تب بھی اس کو مسلمان کہا اور سمجھا جاتا رہے۔ یہ منشا نہ کتاب و سنت کی مندرجہ بالا نصوص کا ہے نہ ہماری پچھلی گزارشات کا۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ کسی مسلمان کو اسلام سے خارج کرنا جس قدر نقصان دہ ہے، کسی کافر کو اسلامی جمعیت میں شامل کرنا یا رکھنا اس سے کچھ کم نقصان دہ نہیں ہے۔ لیکن جس بات پر ہم زور دینا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی تکفیر کے معاملے میں انتہا درجہ کی احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے۔ اتنی ہی احتیاط جتنی ایک شخص کے قتل کا فتویٰ صادر کرنے میں ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ جو شخص جو مسلمان ہے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا قائل ہے اس کے حق میں یہی گمان ہونا چاہیے کہ اس کے دل میں ایمان ہے۔ اگر وہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس میں کفر کا شائبہ پایا جاتا ہو تو اس کے حق میں یہ امید رکھنی چاہیے کہ اس نے کفر کے ارادے سے ایسی بات نہ کی ہوگی بلکہ محض جہل اور ناسمجھی سے کی ہوگی اس لئے اس کی بات سنتے ہی کفر کا فتویٰ نہ جڑ دینا چاہیے بلکہ عمدہ طریقے سے اس کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر وہ پھر بھی نہ مانے اور اپنی بات پر اصرار کرے تو اس بات کو جس پر وہ اصرار کر رہا ہے کتاب اللہ پر پیش کر کے دیکھا جائے کہ آیا وہ کفر و ایمان کے درمیان فرق کرنے والی صریح نصوص

وفی الباب عن ابی ذر و ابن عمر هذا حديث حسن صحيح.

مآخذ:

ترمذی ابواب الایمان باب فیمن رمی اخاه بکفر.

تخریج

لے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ اَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ.

مآخذ:

بخاری ج ۱ ص ۱۲ کتاب الایمان باب خوف المؤمن.

○ بخاری ج ۲ ص ۸۹۳ کتاب الادب باب ینهی عن السباب واللعن.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور اس شخص کے زیرِ بحث قول یا فعل میں کسی تاویل کی گنجائش ہے یا نہیں۔ اگر صریح نص کے خلاف نہ ہو اور تاویل کی گنجائش ہو تو کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ زیادہ سے زیادہ ایسے شخص کو گمراہ کہا جاسکتا ہے، اور وہ بھی اس خاص مسئلہ میں نہ کہ بالکلیہ۔ البتہ اگر اس کا اعتقاد نص صریح کے خلاف ہو، اور وہ شخص یہ معلوم کرنے کے بعد بھی کہ اس کا اعتقاد کتاب اللہ کی تعلیم کے خلاف ہے اپنی بات پر قائم رہے اور اس کے قول کی کوئی مناسب تاویل بھی نہ کی جاسکتی ہو، تو ایسی صورت میں مسئلہ کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے فسق یا کفر کا حکم لگایا جاسکتا ہے لیکن اس پر بھی مدارج و مراتب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ تمام جرم اور تمام مجرم یکساں نہیں ہیں۔ ان میں بھی فرقِ مراتب ہوتا ہے اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس فرق کو ملحوظ رکھ کر سزا تجویز کی جائے سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنا یقیناً بے انصافی ہے۔ (تفہیمات حصہ دوم۔ ص ۱۸۴۔۱۸۵)

کفر و اسلام کا ایک باطنی پہلو ہے اور ایک ظاہری۔ باطن کا تعلق انسان کے دل سے اور نیت سے ہے، اور ظاہر کا تعلق اس کی زبان اور عمل سے ہے۔ ہم ایک حد تک آدمی کے قول و فعل سے بھی اس کی قلبی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مگر یہ محض قیاس و گمان ہوگا، علم و یقین نہ ہوگا۔ اور علم و یقین کے بغیر صرف قیاس و گمان کی بنا پر کسی کے ایمان یا کفر کا فیصلہ کر ڈالنا یقیناً ظلم ہوگا۔ اگرچہ ایسا فیصلہ نفس الامر کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا حق یہی ہے کہ ایمان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا جائے، کیونکہ اس کے سوا کوئی نہیں جان سکتا کہ کس کے دل میں ایمان ہے اور کس کے دل میں ایمان نہیں ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى (النجم: ۳۰) ہماری نظر صرف ظاہر تک جاسکتی ہے۔ اور ظاہری اقوال و افعال کو دیکھ کر ہم رائے قائم کر سکتے ہیں کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ جو شخص ظاہر میں جہالت و نادانی سے کفریات بک رہا ہو، باطن میں وہ ایک سچا اور پکا مومن ہو اور اس کے دل میں خدا و رسول کی محبت بہت سے واعظوں اور مرشدوں سے بڑھ کر

- بخاری ج۲ ص۱۰۴۸ کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاترجعوابعدی کفار ایضرب بعضکم رقاب بعض.
- مسلم ج۱ ص۵۸ کتاب الایمان باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر.
- ترمذی ابواب البرّ، ابواب الایمان.
- نسائی: کتاب التحریم.
- ابنِ ماجہ: کتاب الفتن، المقدمۃ.
- مُسندِ احمد: ج۱ ص۱۷۶، ۱۷۸، ۳۸۵، ۴۱۱، ۴۳۳، ۴۵۴، ۴۶۷، ۴۳۹، ۴۴۶، ۴۶۰.

مندرجہ بالا حوالہ جات کے تحت سباب المسلم (اخاہ) فسوق و قتالہ کفر قتال مسلم المومن (اخاہ) کفر و سبابہ فسق کی روایت نقل ہوئی ہے۔

- ترمِذی: ابواب الایمان باب ماجاء سباب المسلم فسوق.

ترمذی نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ سے ایک روایت ان الفاظ میں بھی بیان کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو۔اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ جوشخص زوروشور کے ساتھ اپنے ایمان کا اظہار کرتا ہواور بظاہر احکام شریعت کی پابندی میں کوئی کمی بھی نہ کرتا ہو، درحقیقت وہ محض ایک ریاکار منافق ہو۔لہٰذا ظاہر کی بنا پر کسی کے کفر کا فیصلہ کرتے ہوئے انسان کو خدا کی پکڑ سے بہت ڈرنا چاہیے۔ایسا فیصلہ صادر کرنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچ لینا چاہیے کہ ہم کیسی ذمہ داری اپنے سر لے رہے ہیں اور کیا ایسے معقول وجوہ موجود ہیں جن کی بنا پر اس ذمہ داری سے بچنے کی بہ نسبت اُس کا بار اٹھالینا ہمارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ انسانوں کی طبیعتیں، استعدادیں اور عقلی صلاحیتیں مختلف ہیں۔بعض لوگ نہایت سادہ لوح ہوتے ہیں۔ایک سیدھی سادی بات کو اجمالی طور پر مان لیتے ہیں۔تفصیلات اور باریکیوں کو سمجھنے کی نہ اُن میں قابلیت ہوتی ہے اور نہ وہ ان کے طالب ہوتے ہیں۔برعکس اس کے بعض لوگوں میں غور وفکر کا مادہ ہوتا ہے۔اجمال سے اُن کی تشفی نہیں ہوتی۔تفصیلات ڈھونڈتے ہیں تو نہیں ملتیں تو تخیل سے پیدا کر لیتے ہیں۔پھر غور وفکر کرنے والوں کے رجحانات اور مدارجِ عقلی بھی بے شمار ہیں۔کسی کا میلان شک کی طرف ہوتا ہے اور کسی کا یقین کی طرف۔کوئی مادیات ومحسوسات پر فریفتہ ہے اور کوئی معقولات پر۔کوئی بات کی تہ تک پہنچ جاتا ہے اور کوئی پیچ کی راہوں میں بھٹک کر رہ جاتا ہے۔کوئی حقیقت پسند (REALIST) ہوتا ہے اور کسی کو وہم وخیال کی وادیوں میں گھومنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔غرض نظر وفکر کے بہت سے راستے ہیں جن کو انسانی اذہان اپنی اپنی اُفتادِ طبع کے مطابق اختیار کرتے ہیں۔کسی انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے انسان کی طبعی افتاد اور فطری رجحانات اور عقلی استعداد کو بدل دے۔اور کسی انسان کو یہ مطالبہ کرنے کا حق بھی نہیں ہے کہ اُس کی اپنی افتادِ طبع اور اس کا اپنا مذاق ورجحان ہی سب انسانوں کے لئے معیار قرار پائے جس کے مطابق ڈھل جانا سب پر فرض ہو۔

جس خدا نے اسلام کو تمام نوعِ انسانی کی ہدایت کے لئے نازل کیا ہے اس سے بڑھ کر انسانی طبائع کے ان اختلافات کو جاننے والا، اور ان کی رعایت ملحوظ رکھنے والا اور کون ہوسکتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے دین کی بنیاد ایسے سادہ اور مجمل عقائد پر رکھی ہے جنہیں ایک کم عقل دہقان سے لے کر ایک نکتہ سنج فلسفی اور ایک حقیقت طلب سائنٹسٹ تک سب قبول کر سکتے ہیں۔ان عقائد کی یہ سادگی اور ان کا اجمال ہی وہ چیز ہے جس نے ان کو ایک عالمگیر انسانی مذہب کے لئے بنیادی اصول بننے کے قابل بنایا ہے۔جو شخص غور وفکر کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کے لئے صرف اتنا ہی مان لینا کافی ہے کہ خدا ایک ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، قرآن اس کی کتاب ہے، اور قیامت کے روز ہمیں اس کے سامنے حاضر ہونا ہے۔اور جو شخص غور وفکر کی قوت رکھتا ہے، اس کے لئے اسی اجمال میں اتنی وسعتیں ہیں کہ وہ اپنی استعداد اور اپنے رجحان کے مطابق جستجوئے حقیقت کے لیے بے شمار راہوں پر جاسکتا ہے، جتنی دور چاہے جاسکتا ہے۔ساری عمر اسی جستجو میں کھپا سکتا ہے، بغیر اس کے کہ کسی مقام پر پہنچ کر

۲۔ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِتَالُ الْمُسْلِمِ اَخَاہُ کُفْرٌ و سِبَابُہٗ فُسُوْقٌ.

- ابنِ ماجہ: ابواب الفتن باب سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر.
- مسندِ احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۸۵ عن ابن مسعود.

۳۔ نسائی نے کتاب التحریم میں، ابن ماجہ نے مقدمہ میں اور مسند احمد جلد اول ص ۱۷۶ پر قِتَالُ الْمُؤْمِنِ کُفْرٌ وَ سِبَابُہٗ فُسُوْقٌ روایت کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ یہ کہہ سکے کو جو کچھ جانتا تھا وہ میں جان چکا ہوں۔

پھر ایک سوچنے والا آدمی اپنی فکر و تلاش کے لئے کوئی راہ اختیار کرے اور خواہ کتنی ہی دُور چلا جائے، بہر حال جب تک وہ ان حدود کے اندر چل رہا ہے جو کلام اللہ نے اسلام اور کفر کے درمیان کھینچ دی ہیں، وہ دائرہ ایمان سے خارج نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اگرچہ اس کے ذہن کی جولانیوں سے ہم کو کتنا ہی اختلاف ہو۔

مثال کے طور پر ایمان باللہ کے مسئلے میں ملاکِ امر صرف یہ ہے کہ کائنات کا بنانے اور چلانے والا ایک خدا ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی بندگی کی جائے۔ اس بات کو ایک سیدھا سادھا کسان جس طور پر مان سکتا ہے ممکن نہیں ہے کہ ایک غور وفکر کرنے والا آدمی بھی بس اسی طرح اور اُتنا ہی مجمل طور پر مانے۔ پھر ایک خاص طرح کا رجحانِ طبع رکھنے والا آدمی اس میں تدبر کر کے خدا کی ہستی اور اس کی صفات اور کائنات کے ساتھ اس کے تعلق کی کیفیت کے متعلق جو تفصیلی تصورات اپنے ذہن میں جمائے گا، ممکن نہیں ہے کہ ان امور کے متعلق ایک دوسرے رجحان والے آدمی کے تصورات بھی بالکل اُس کے مطابق ہی ہوں۔ لیکن جب تک یہ سب اصل بنیادی عقیدے پر ایمان رکھتے ہیں، سب کے سب مسلمان ہیں، خواہ تفصیلات میں ان کے تفکرات باہم کتنے ہی مختلف ہوں اور ان میں سے بعض نے بعض گوشوں میں کیسی ہی سخت ٹھوکریں کھائی ہوں۔

اسی طرح وحی، رسالت، ملائکہ اور آخرت کے متعلق بھی اسلامی عقائد میں چند امور اصولی ہیں جن کو دین کے ضروریات (ESSENTIALS) کہنا چاہیے، اور باقی تفصیلات ہیں جن میں سے بعض کے لئے انسان کو کلام اللہ میں صریح یا قابلِ تاویل اشارات مل جاتے ہیں اور بعض کو انسان خود اپنے رجحانِ طبع کے مطابق اپنے ذہن سے پیدا کر لیتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان میں سے اکثر تفصیلات کا حکم لگانے میں کسی انسان کی عقل غلطی کرلے اور اس کے تصورات حقیقت سے بہت دور جا پڑیں۔ لیکن جب تک وہ ان عقائد میں ملاکِ امر کا سر رشتہ ہاتھ سے نہیں چھوڑتا، عقل و فکر کی کوئی گمراہی اس کو دائرہ دین سے خارج نہیں کر سکتی، چاہے مرکزِ دین سے اس کو کتنا ہی بُعد ہو جائے اور ہمیں اُس کی ان اعتقادی بے رہرویوں پر کتنی ہی ملامت اور مذمت کرنی پڑے۔

یہاں پہنچ کر ہم ذرا سا غور کریں تو بآسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام میں فرقوں کی پیداوار کس طرح ہوئی ہے۔ قرآن اور حدیث میں ضروریاتِ دین کے متعلق جو سادہ اور مختصر باتیں ارشاد ہوئی ہیں، اور کہیں کہیں ان کی تفصیل میں جو لطیف اشارات کر دیے گئے ہیں، ان کو سمجھنے میں مختلف لوگوں نے اپنی عقلی استعدادوں اور اپنے طبعی رجحانات کی بنا پر مختلف راہیں اختیار کیں اور ان کے تفصیلی فہم کے لئے قیاس و استدلال کے ذریعے سے الگ الگ جزئیات اور فروع اخذ کر لیے۔ اس حد تک تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ اور اس میں بھی کوئی خرابی نہ تھی کہ ایک گروہ صرف اپنے مسلک کو حق سمجھتا اور دوسرے گروہوں سے بحث کر کے ان کو اپنے مسلک کی طرف لانے کی کوشش کرتا۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ لوگوں نے بے جا تشدُّد برت کر اپنے اپنے قیاسی و تاویلی عقائد کو بھی اصول و ضروریاتِ دین میں شامل کر لیا، اور پھر ہر ایک گروہ نے ان تمام گروہوں کی تکفیر شروع کر دی جو اس کے استنباطی عقائد کے منکر تھے۔ یہیں سے حربِ عقائد کی ابتدا ہوئی ہے اور یہی اس ظلم کا نقطۂ آغاز ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عقائد کے باب میں قیاسات و تاویلات سے جو راہیں اختیار کی گئی ہیں۔ ان میں بہت سی راہیں غلط ہیں۔ لیکن ہر غلطی لازماً کفر ہی نہیں ہے۔ غلطی کو غلطی کہنا اور اس کا ارتکاب کرنے والے کو گمراہ اور غلط کار سمجھنا اور اس کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ لیکن جب تک کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص اس نفسِ حقیقت کا انکار نہیں کرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اس کو کافر کہنا کسی طرح بھی جائز نہیں، خواہ اس کی گمراہی کتنی ہی بڑھ گئی ہو۔

افسوس ہے کہ مدتوں کی چلی ہوئی اس روش کو چھوڑنے پر ہمارے علماء کرام کسی طرح راضی نہیں ہوتے۔ انہوں نے اصل اور فرع، نص اور تاویل کے فرق کو نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ ان فروع کو بھی اصول بنائے بیٹھے ہیں جن کو انہوں نے خود یا ان کے اسلاف نے اپنے مخصوص فہم کی بنا پر اصول سے اخذ کیا ہے۔ وہ ان تاویلات کو بھی نصوص کے درجے میں رکھتے ہیں جو نصوص کے معانی اخذ کرنے میں ان کے گروہ نے اختیار کی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے فروع اور اپنی تاویلات کے منکر کو بھی اسی طرح کافر قرار دیتے ہیں جس طرح اصول اور نصوص کے منکر کو قرار دیا جاتا ہے۔ اس کھینچ تان اور بے اعتدالی نے پہلے تو اسلامی جمعیت میں صرف تفرقہ ہی پیدا کیا تھا۔ مگر اب دیکھ رہے ہیں کہ علماء کی یہ کافر گری مسلمانوں کے دلوں میں نہ صرف علماء کی طرف سے، بلکہ خود اس مذہب کی طرف سے بھی بدگمانیاں پیدا کر رہی ہے جس کی نمائندگی یہ علماء کر رہے ہیں۔ روز بروز علماء کا اقتدار مسلمانوں پر سے اٹھتا جا رہا ہے۔ ان کی باتیں سن کر دل مذہب کی طرف راغب ہونے کے بجائے اس سے دور بھاگنے لگے ہیں۔ مذہبی مجلسوں اور مذہبی تحریروں کے متعلق یہ عام خیال پیدا ہو گیا ہے کہ ان میں فضول جھگڑوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس غلبہ کفر و فسق کے زمانے میں عام مسلمانوں کو مذہبی علوم کی واقفیت بہم پہنچانے کا اگر کوئی ذریعہ ہو سکتا تھا تو وہ یہ تھا کہ علماء دین پر لوگوں کو اعتماد ہوتا اور وہ ان کی تحریروں اور تقریروں سے فائدہ اٹھاتے۔ مگر افسوس کہ ان فرقہ بندی کی لڑائیوں اور ان تکفیر کے مشغلوں سے یہ ایک ذریعہ بھی ختم ہوا جا رہا ہے اور یہ مسلمانوں میں مذہب سے عام ناواقفیت اور گمراہی کے پھیلنے کی ایک بڑی وجہ ہے۔ کاش ہمارے علماء اپنی غلطی کو محسوس کریں اور اسلام اور مسلمانوں پر نہیں تو خود اپنے اوپر ہی رحم کر کے اس روش سے باز آ جائیں جس نے ان کو اپنی قوم میں اس قدر رسوا کر دیا ہے، درآنحالیکہ یہی وہ قوم تھی جو کبھی ان کو سر آنکھوں پر بٹھاتی تھی (تفہیمات حصہ دوم ص ۱۷۹۔ ۱۸۰)

کلمہ توحید کا اقرار کرنے والا قتل نہیں کیا جائے گا۔

۴۰۔ اِنِّیْ لَمْ اُوْمَرْاَنْ اَنْقِبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا اَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ”مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دل کھول کر اور پیٹ چاک کر کے دیکھوں۔“

پس منظر: ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ رقم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی۔ اور حضورؐ نے اسے چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ اس پر حاضرین میں سے ایک شخص بول اٹھا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِتَّقِ اللّٰهَ (یا رسول اللہ! خدا سے ڈریے) حضورؐ نے فرمایا وَیْلَکَ اَوَلَسْتُ اَحَقَّ اَهْلِ الْاَرْضِ اَنْ یَّتَّقِی اللّٰهَ (افسوس تیرے حال پر، روئے زمین کے بسنے والوں میں مجھ سے زیادہ کس کو یہ سزاوار ہے کہ خدا سے ڈرے۔“ حضرت خالدؓ اس موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ فرمایا لَا لَعَلَّهٗ اَنْ یَّکُوْنَ یُصَلِّیْ (نہیں، شاید کہ وہ نماز پڑھتا ہو) انہوں نے عرض کیا کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں فرمایا اِنِّیْ لَمْ اُوْمَرْاَنْ اَنْقِبَ عَنْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قُلُوْبَ النَّاسِ وَلَا اَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ (بخاری و مسلم) (تفہیمات حصہ دوم ص ۱۸۳۔۱۸۴)

تشریح: (اس حدیث میں) حضورؐ نے اسلام کا دستوری قانون (CONSTITUTIONAL LAW) بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کو ماننے کا اقرار کرے تو وہ دائرہ اسلام میں آجاتا ہے اور اسلامی سٹیٹ کا شہری (CITIZEN) بن جاتا ہے۔ یہ بات کہ وہ حقیقی مومن ہے یا نہیں اس کا فیصلہ اللہ کرنے والا ہے ہم اس کا فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں کیونکہ لم اومران اشق عن قلوب الناس ولاعن بطونھم۔ جان و مال کی عصمت (SECURITY) کلمہ توحید اور اعتقاد رسالت کے اقرار سے قائم ہو جاتی ہے۔ (تفہیمات حصہ اول ص ۱۸۴۔۱۸۵)

تخریج

۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ نُعْمٍ، قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ: بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِیْ اَدِيْمٍ مَقْرُوْظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا قَالَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ اَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ وَاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ وَزَيْدِ الْخَيْلِ وَالرَّابِعِ اَمَّا عَلْقَمَةُ وَ اَمَّا عَامِرُ بْنُ طُفَيْلٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ: كُنَّا نَحْنُ اَحَقُّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ: فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلَاتَاْمَنُوْنِّیْ وَ اَنَا اَمِيْنُ مَنْ فِی السَّمَآءِ يَاْتِيْنِیْ خَبَرُ السَّمَآءِ صَبَاحًا وَ مَسَآءً قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ مُشْمِرُ الْاِزَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِتَّقِ اللّٰهَ قَالَ: وَيْلَكَ اَوَلَسْتُ اَحَقَّ اَهْلِ الْاَرْضِ اَنْ يَتَّقِیَ اللّٰهَ قَالَ: ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَااَضْرِبُ عُنُقَهٗ؟ قَالَ: لَالَعَلَّهٗ اَنْ يَكُوْنَ يُصَلِّیْ فَقَالَ خَالِدٌ وَ كَمْ مِنْ مُّصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهٖ مَالَيْسَ فِیْ قَلْبِهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَمْ اُوْمَرْاَنْ اُنَقِّبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَ لَا اَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ قَالَ ثُمَّ نَظَرَ اِلَيْهِ وَ هُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ: اِنَّهٗ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِیْ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا لَايُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَاَظُنُّهٗ قَالَ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ.

(ترجمہ) عبدالرحمٰن بن ابی نُعم نے کہا کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا جو ببول کی چھال سے رنگے ہوئے چمڑے کی تھیلی میں بھرا ہوا تھا اور ابھی مٹی سے جدا نہیں کیا گیا تھا۔ آپ نے وہ سونا چار اشخاص میں تقسیم کر دیا (۱) عیینہ بن بدر (۲) اقرع بن حابس (۳) زید الخیل اور چوتھے شخص یا تو علقمہ تھے یا عامر بن طفیل تھے (اس تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے کہا: اس سونے کے ان لوگوں کے مقابلے میں ہم زیادہ حق دار تھے، حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ اس بات کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ حالانکہ میں اس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے۔ میرے پاس صبح وشام آسمان سے وحی آتی ہے، ابوسعید بیان کرتے ہیں۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوا جس کی دونوں آنکھیں اندر دھنسی ہوئی، گال پھولے ہوئے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۱۔ هَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ[۱]

ترجمہ: کیا تونے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔

پس منظر: ایک مرتبہ ایک سریہ میں ایک شخص نے مسلمانوں کو دیکھ کر کہا اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه مگر ایک مسلمان نے یہ گمان کر کے کہ اس نے محض جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا ہے اسے قتل کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو حضورؐ اس پر سخت ناراض ہوئے اور اس مسلمان سے باز پرس کی۔ اس نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! اس شخص نے محض

پیشانی ابھری ہوئی، ڈاڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا تھا اور اپنے تہہ بند کو اٹھائے ہوئے تھا اور کہنے لگا: یا رسولؐ اللہ! اللہ سے ڈریئے۔ آپ نے فرمایا ہلاکت ہو تیرے لئے، کیا اہلِ زمین میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا میں نہیں ہوں؟ راوی بیان کرتے ہیں، یہ سن کر وہ شخص چلا گیا۔ اس موقع پر خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا۔ یارسولؐ اللہ! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! ہوسکتا ہے وہ کبھی نماز پڑھتا ہو۔ حضرت خالدؓ نے عرض کیا: بہت سے نماز پڑھنے والے زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں! آپ نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں یا ان کے پیٹ چیر کر دیکھوں۔ پھر آپ نے اس شخص کی طرف دیکھا، وہ پیٹھ موڑے جارہا تھا اور فرمایا: اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن مجید روانی سے پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، دین سے اس طرح خارج ہو چکے ہوں گے جیسے تیر شکار میں سے پار ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں، میرا خیال ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا: اگر میں ان کو پاؤں گا تو اسی طرح ہلاک کر دوں گا جیسے قومِ ثمود ہلاک کی گئی تھی۔

مآخذ:

- بخاری ج۲ ص۶۲۴ کتاب المغازی باب بعث علی ابن ابی طالب وخالد بن الولید الی الیمن قبل حجة الوداع. ○ مسلم ج ۱ ص ۳۴۱ کتاب الزکاة باب اعطاء المُؤلفة الخ ○ مسند احمد ج۳ ص۴ روایت ابو سعید خدری. ○ البدایه والنهایه ج۵ ص۱۰۷.

تخریج

ح ۱ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ السُّمَيْطِ بْنِ السَّمِيْرِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ شَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَدْ بَعَثَ جَيْشًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَلَمَّا لَقُوْهُمْ قَاتَلُوْهُمْ قِتَالًا شَدِيْدًا فَمَنَحُوْهُمْ

حضرت عمران بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ آپؐ نے مسلمانوں میں سے ایک لشکر تیار کر کے مشرکین کی طرف روانہ فرمایا۔ جب مسلمانوں کے لشکر کی مشرکین سے مڈ بھیڑ ہوئی تو فریقین کے مابین بڑے زور کا رن پڑا۔ مسلمان بڑی بے جگری سے لڑے اور مشرکین کے ساتھ بڑے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہماری تلوار سے بچنے کے لئے کلمہ پڑھ دیا تھا۔ اس پر سرکار نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ (تفہیمات حصہ دوم ص۱۸۳)

۴۲۔ ترجمہ: ایک صحابی نے پوچھا کہ اگر ایک شخص مجھ پر حملہ کر کے میرا ہاتھ کاٹ ڈالے اور جب میں اس پر حملہ کروں تو وہ کلمہ پڑھ لے، کیا ایسی حالت میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا "نہیں۔" صحابی نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ!

اَكْتَافَهُمْ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنْ لُحْمَتِيْ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ بِالرُّمْحِ فَلَمَّا غَشِيَهُ قَالَ:
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اِنِّيْ مُسْلِمٌ فَطَعَنَهُ فَقَتَلَهُ، فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ، قَالَ: وَ مَا الَّذِيْ صَنَعْتَ؟ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ. فَاَخْبَرَهُ بِالَّذِيْ صَنَعَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ بَطْنِهِ فَعَلِمْتَ مَا فِيْ بَطْنِهِ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْشَقَقْتُ بَطْنَهُ لَكُنْتُ اَعْلَمَ مَافِيْ قَلْبِهِ قَالَ: فَلَا اَنْتَ قَبِلْتَ مَاتَكَلَّمَ بِهِ وَ لَا اَنْتَ تَعْلَمُ مَافِيْ قَلْبِهِ.

داؤ پیچ کھیلے۔ اتنے میں میرا ایک قریبی رشتہ دار نیزے سے ایک مشرک پر پل پڑا۔ جب اس نے مشرک پر پوری طرح قابو پالیا تو مشرک جلدی سے کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، پڑھ کر بولا کہ میں مسلم ہوں" مگر اس نے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسولؐ اللہ! میں تو مارا گیا۔ آپ نے فرمایا کیا کر بیٹھے؟ آپؐ نے ایک یا دو مرتبہ یہی جملہ دہرایا؟ تو اس نے اپنا سارا واقعہ بیان کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا، کہ تمہیں اس کی نیت کا علم ہو گیا۔" اس نے عرض کیا اے رسولِ خدا! اگر میں نے اس کا دل چیر کر دیکھا ہوتا تو میں واقعتاً اس کی نیت سے باخبر ہو جاتا۔ پھر فرمایا تو پھر تو نے اس کے زبانی اقرار کو تسلیم کیوں نہ کیا جب کہ تجھے اس کے مافی الضمیر کا علم نہیں تھا۔

ماخذ:

- ابن ماجه كتاب الفتن ص۱۲۹٦ ح. ۳۹۳۰.
- مجمع الزوائد ج ۱ ص۲۷ جندب بن سفيان

۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: نَا اَبُوْ خَالِدِ الْاَحْمَرُ وَ حَدَّثَنَا اَبُوْكُرَيْبٍ وَاِسْحَاقُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ ظُبْيَانَ عَنْ اُسَامَةَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بْنِ زَيْدٍ وَ هٰذَا حَدِيْثُ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ: بَعَثَنَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ، فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَاَدْرَكْتُ رَجُلًا فَقَالَ:

لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ فَطَعَنْتُهُ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَالَ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَ قَتَلْتَهُ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السَّلَاحِ قَالَ: اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا اَمْ لَا. فَمَازَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ اَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ. قَالَ: فَقَالَ سَعْدٌ: وَ اَنَا وَاللّٰهِ لَا اَقْتُلُ مُسْلِمًا حَتّٰى يَقْتُلَهُ ذُوالْبُطَيْنِ يَعْنِيْ اُسَامَةَ. قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْقَاتَلْنَا حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَ اَنْتَ وَ اَصْحَابُكَ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ.

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا۔ علی الصبح ہم نے جہینہ کے قبیلہ حرقات پر حملہ کر دیا۔ میں نے ایک آدمی پر قابو پایا ہی تھا کہ اس نے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرلیا۔ مگر میں نے (اس کی پروا کیے بغیر) اسے نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔ اس فعل پر میرے دل میں اضطراب اور خلجان پیدا ہوا تو میں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا ''کیا تم نے اسے لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ کا اقرار کرنے کے باوجود قتل کر دیا۔'' اسامہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا ''یا رسولؐ اللہ! اس نے محض اسلحہ کی زد سے بچنے ک لئے ایسا کیا تھا۔'' آپؐ نے فرمایا ''کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس نے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار دل سے کیا تھا یا نہیں۔'' آپؐ یہ جملہ مسلسل دہراتے رہے حتّٰی کہ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ''کاش میں آج ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوا ہوتا۔'' حضرت سعد نے کہا کہ ''بخدا میں کسی مسلمان کو قتل نہیں کروں گا تا وقتیکہ اسے اسامہ قتل نہ کرے۔'' ایک آدمی نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نہیں ہے کہ تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔ سعد نے اس کا جواب دیا یقیناً ہم لڑے کہ فتنہ باقی نہ رہے مگر تو اور تیرے ساتھی اس لئے لڑنا چاہتے ہیں کہ فتنہ برپا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ دیا۔ آپؐ نے فرمایا باوجود اس کے تم اس کو نہیں مار سکتے۔ اگر تم نے اس کو مارا تو وہ اس مرتبے میں ہوگا جس میں تم اس کے قتل سے پہلے تھے اور تم اس مرتبے میں ہو جاؤ گے جس میں وہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے پہلے تھا۔ (تفہیمات حصہ دوم ص ۱۸۲)

مآخذ:

O مسلم ج ا ص ۶۸ کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قولہٖ لااِلٰہ اِلَّا اللّٰہ. O ابو داؤد کتاب الجھاد باب علی مایقاتل المشرکون. ابو داؤد نے فادرکت اور فطعنتہ کی جگہ فلما غشینا فضربناہ حتی قاتلنا نقل کیا ہے۔ O ابنِ ماجہ کتاب الفتن باب الکف عمن قال لا الٰہ الا اللّٰہ. O مسندِ احمد ج۵ ص ۲۰۰ اسامہ بن زید ج۲ ص ۹۴. O مُسندِ ابی عَوَانۃ ج ا ص ۶۷.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِی ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ اَخْبَرَنِیْ عَطَآءُ ابْنُ یَزِیْدَ اللَّیْثِیُّ ثُمَّ الْجُنْدَعِیُّ اَنَّ عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ اَخْبَرَهٗ

اَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِیَّ وَ كَانَ حَلِیْفًا لِبَنِیْ زُهْرَةَ وَ كَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَأَیْتَ اِنْ لَقِیْتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ بِالسَّیْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَمِنِّیْ

حضرت مقداد بن عمرو کندی جو بنی زہرہ کے حلیف تھے اور بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہو چکے تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ سے عرض کیا اگر میری ملاقات کسی کافر سے ہو جائے اور ہم باہم لڑ پڑیں اور وہ میرے ہاتھ پر تلوار مار کر اسے کاٹ ڈالے، اس کے بعد کسی درخت کے پیچھے چھپ کر پناہ لے لے اور اس وقت کہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو کیا میں اسے اس کے اقرار کے بعد قتل کر سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا ''نہیں'' میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! اس نے پہلے تلوار سے میرا ہاتھ کاٹ دیا اس کے بعد کلمۂ توحید کا اقرار کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ''نہیں'' تو اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۳۔ ترجمہ: اگر کوئی شخص کافر پر نیزہ تانے اور جب سنان اس کے حلق تک پہنچ جائے اس وقت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دے، تو مسلمان کو لازم ہے کہ وہ فوراً اپنے نیزے کو واپس کھینچ لے۔[۱]

دو مختلف ملتوں کے لوگ ایک دوسرے سے کلی طور پر کٹ جاتے ہیں۔

۱۴۳۔ لَایَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ۔ [۲]

ترجمہ: (حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) دو مختلف ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔

تشریح: اللہ کی پارٹی والے خواہ نسل اور وطن اور زبان اور تاریخی روایات کے اعتبار سے باہم کتنے ہی مختلف ہوں، بلکہ چاہے ان کے آباؤ اجداد میں باہم خونی عداوتیں ہی کیوں نہ رہ چکی ہوں، جب وہ خدا کے بتائے ہوئے طریقِ فکر اور مسلکِ حیات میں متفق ہو گئے تو گویا الٰہی رشتے (حبل اللّٰه) سے باہم جڑ گئے اور اُس نئی پارٹی میں داخل ہوتے ہی ان کے تمام تعلقاتِ حزب الشیطان والوں سے کٹ گئے۔

پارٹی کا یہ اختلاف باپ اور بیٹے تک کا تعلق توڑ دیتا ہے۔ حتّٰی کہ بیٹا باپ کی وراثت تک نہیں پا سکتا۔ (تفہیمات حصہ اول ص ۱۲۹)

بِشَجَرَةٍ فَقَالَ: اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ أَ اَقْتُلُهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَن قَالَهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاتَقْتُلْهُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَطَعَ اِحْدَىٰ يَدِيَّ ثُمَّ قَالَ ذَالِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهٗ وَ اِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ۔

قتل نہ کر کیونکہ اگر تو نے اس کو قتل کیا تو وہ اس مرتبے میں ہوگا جس میں تم اس کے قتل سے پہلے تھے اور تم اس مرتبے میں ہو جاؤ گے جس میں وہ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ کہنے سے پہلے تھا۔

ماخذ:

- بخاری ج۲ ص ۵۷۳ کتاب المغازی باب...... کتاب الدیات ج۲ ص ۱۰۱۴۔
- مسلم ج ۱ ص ۶۷ کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد قول لااله الا اللّٰه۔
- ابوداؤد کتاب الجهاد باب علی مایقاتل المشرکون۔
- مسند ابی عوانة ج ۱ ص ۶۵۔۶۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تخریج

۱ ؎ إِذَا انْتَزَعَ اَحَدُكُمُ الرُّمْحَ اِلٰى رَجُلٍ فَكَانَ سِنَانُهُ عِنْدَ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ فَقَالَ: لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَلْيَدْفَعْ عَنْهُ الرُّمْحَ.

''اگر تم میں سے کوئی شخص کسی کافر آدمی پر نیزہ تانے اور سنان اس کے حلق تک پہنچ جائے اور اس وقت وہ لا اله اِلّا اللّٰه کہہ دے، تو اسے چاہیے کہ اپنے نیزے کو واپس کھینچ لے۔''

ماٰخذ:

- طَبرانی اوسط عن ابن مسعود.
- کنزالعمال ج ۱ ص۸۷ ح ۳۶۹ بحواله طبرانی کبیر اور حلیه ابی نعیم عن ابن مسعود.
- مجمع الزوائد للهیثمی ج ۱ ص ۲۵. اس میں فـلـیُرفـع ہے۔

تخریج

۱ ؎ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، ثنا حَمَّادُ عَنْ حَبِيْبِ نِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِ و بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتّٰى.

ماٰخذ

- ابوداؤد کتاب الفرائض باب هل یرث المسلم الکافر.
- ترمذی ابواب الفرائض باب ماجاء فی ابطال المیراث بین المسلم و الکافر.
- دارقطنی کتاب الحدود ج۲ ص ۳۴۳.
- ابنِ ماجه کتاب الفرائض باب میراث اهل الاسلام من اهل الشرک.
- تفسیر ابنِ کثیر ج۴ ص ۵۶۰. تفسیر سورة الکافرون
- مُسندِ احمد بن حنبل ج۲ ص ۱۸۷. ۱۹۵ مرویات عبدالله بن عمرو.
- دارمی کتاب الفرائض باب فی میراث اهل الشرک و اهل الاسلام.
- المصنف عبدالرزاق ج۶ ص۱۸. ۱۹.

المصنف میں لَايَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ ہے اور دارمی نے لَايَتَوَارَثُ اَهْلُ دِيْنَيْنِ نقل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

چند مخصوص صفاتِ باری تعالیٰ

خدا کے سوا ہر شے فانی ہے۔

۴۴۔ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَ اَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَ اَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ۔

ترجمہ و پس منظر: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کے الفاظ ہیں جنہیں امام احمد، مسلم، ترمذی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے اپنی مسند میں حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔ ''تو ہی پہلا ہے، کوئی تجھ سے پہلے نہیں، تو ہی آخر ہے کوئی تیرے بعد نہیں، تو ہی ظاہر ہے کوئی تجھ سے اوپر نہیں، تو ہی باطن ہے کوئی تجھ سے مخفی تر نہیں۔''

تخریج

۱ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: كَانَ اَبُوْصَالِحٍ يَأْمُرُنَا اِذَا اَرَادَ اَحَدُنَا اَنْ يَّنَامَ اَنْ يَضْطَجِعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبَّ الْاَرْضِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. رَبَّنَا وَ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَ النَّوٰى وَ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْفُرْقَانِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَا صِيَتِهٖ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ

سہل روایت بیان کرتے ہیں کہ ابو صالح ہمیں حکم دیتے تھے کہ تم میں سے جب کوئی سونے کا ارادہ کرے تو بستر پر اپنی دائیں کروٹ کے بل لیٹ کر یہ دعا پڑھا کرے۔ ''اے اللہ، اے ربِ ارض و سماوات، اے ربِ عرش عظیم، اے ہمارے پروردگار، اور ہر چیز کے رب، اے گٹھلی اور دانے کے پھاڑنے والے، تورات، انجیل اور فرقان کے نازل فرمانے والے۔ میں ہر شریر کے شر سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔ اس کی پیشانی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ الٰہی تو ہی اوّل ہے، تجھ سے پہلے کسی چیز کا وجود نہیں۔ تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کسی شے کا وجود نہیں۔ تو ظاہر ہے۔ تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں، تو باطن ہے تجھ سے مخفی تر اور کوئی چیز نہیں، ہمارا قرض ادا فرما دے اور فقر و فاقہ سے ہمیں مستغنی اور بے نیاز کر دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: یعنی جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا او جب کچھ نہ رہے گا تو وہ رہے گا۔ وہ سب ظاہروں سے بڑھ کر ظاہر ہے، کیونکہ دنیا میں جو کچھ بھی ظہور ہے اُسی کی صفات اور اسی کے افعال اور اسی کے نور کا ظہور ہے اور وہ ہر مخفی سے بڑھ کر مخفی ہے، کیونکہ حواس سے اس کی ذات کو محسوس کرنا تو درکنار، عقل وفکر وخیال تک اس کی کنہہ وحقیقت کو نہیں پا سکتے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے لئے خلود اور ابدی زندگی کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ بات کیسے نبھ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر ہے، یعنی جب کچھ نہ رہے گا تو وہ رہے گا؟ اس کا جواب خود قرآن ہی میں موجود ہے کہ کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَ جْهَهٗ (القصص : ۸۸) یعنی "ہر چیز فانی ہے اللہ کی ذات کے سوا۔" دوسرے الفاظ

فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَ اَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ وَ اَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَ اَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ.

مآخذ:

- مسلم ج ۲ ص ۳۴۸ کتاب الذِّکْرِ وَالدُّعَاءِ والتوبة والا ستغفار باب الدعاء عند النوم.
- ترمذی ابواب الدعوات ج۲ ص ۱۷۷. باب منه.
- مسندِ احمد بن حنبل ج۲ ص ۳۸۱ روایت ابی ہریرہؓ.

۲۔ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ، حَدَّثَنَا یُوْنُسُ، حَدَّثَنَا السِّرِیُّ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْ مُرُ بِفِرَاشِهٖ فَیُفْرَشُ لَهٗ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَاِذَا اٰوٰی اِلَیْهِ تَوَسَّدَ کَفَّهُ الْیُمْنٰی ثُمَّ هَمَسَ مَایُدْرٰی مَا یَقُوْلُ فَاِذَا کَانَ فِی اٰخِرِ اللَّیْلِ رَفَعَ صَوْتَهٗ فَقَالَ:
اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اِلٰهَ کُلِّ شَیْءٍ وَ مُنْزِلَ

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بستر لگانے کا حکم فرماتے تو آپ کا بستر قبلہ رخ لگا دیا جاتا۔ جب آپ بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو بطور تکیہ استعمال کرتے (یعنی دائیں کروٹ لیٹتے اور اپنا رخسار مبارک اپنی دائیں ہتھیلی پر رکھتے) پھر آہستہ آہستہ زیر لب کچھ کہتے جس کا پتہ نہ چلتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، جب رات کا آخری حصہ ہوتا تو بلند آواز سے یہ دعا پڑھتے۔ "اے اللہ ساتوں آسمانوں کے مالک اور عرشِ عظیم کے مالک، ہر شے کے معبودِ حقیقی، تورات وانجیل اور فرقان کے نازل فرمانے والے، گٹھلی اور دانے کے پھاڑنے والے۔ میں تجھ سے ہر چیز کے شر سے پناہ کی استدعا کرتا ہوں۔ ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ذاتی بقا کسی مخلوق کے لئے نہیں ہے اگر کوئی چیز باقی ہے یا باقی رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے باقی رکھنے ہی سے باقی ہے اور اس کے باقی رکھنے ہی سے باقی رہ سکتی ہے، ورنہ بذاتِ خود اس کے سوا سب فانی ہیں۔ جنت اور دوزخ میں کسی کو خلود اس لئے نہیں ملے گا کہ وہ بجائے خود غیر فانی ہے، بلکہ اس لئے ملے گا کہ اللہ اس کو حیاتِ ابدی عطا فرمائے گا۔ یہی معاملہ فرشتوں کا بھی ہے کہ وہ بذاتِ خود غیر فانی نہیں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ وجود میں آئے اور جب تک وہ چاہے گا اسی وقت تک وہ موجود رہ سکتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۵ الحدید ص ۳۰۲ حاشیہ ۳)

ساری مخلوق کا رازق صرف اللہ ہے۔

۴۵۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر حاملہ کے پیٹ میں ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور وہ پیدا ہونے والے کا رزق، اس کی مدتِ عمر اور اس کا کام لکھ دیتا ہے۔[۱]

تشریح: اردو زبان میں رزق کا اطلاق صرف کھانے پینے کی چیزوں پر ہوتا ہے۔ اس غلط فہمی میں جُہلا اور عوام ہی نہیں علماء تک مبتلا ہیں۔ حالانکہ عربی زبان میں رزق محض خوراک کے معنی تک محدود نہیں ہے بلکہ عطاء اور بخشش اور نصیب کے معنی میں عام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی دنیا میں انسان کو دیا ہے وہ سب اس کا رزق ہے، حتّٰی کہ اولاد تک رزق ہے۔ اسماء الرجال کی

التَّوْرَاةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ الَّذِيْ لَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَ اَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ.

چیز کی پیشانی تیری گرفت میں ہے۔ الٰہی! تیری ذات گرامی ہر چیز سے پہلے ہے، تجھ سے پہلے کسی چیز کا وجود نہیں اور تیری ذات بابرکات ہی سب سے آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں۔ تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی باطن ہے۔ تجھ سے مخفی تر کوئی نہیں۔ ہمارا قرض ادا فرما دے اور فقر و فاقہ سے ہمیں بے نیاز و مستغنی کردے۔"

اَلسَّرِّیّ بن اسماعیل هذا هو ابن عم الشعبی و هو ضعیف جدًا. والله اعلم.

ماخذ:

ابن کثیر ج ۴ ص ۳۰۳ سورة الحدید بحواله ابویعلیٰ.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: اَنْبَانِيْ سُلَيْمَانُ الْاَعْمَشُ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابوں میں بکثرت راویوں کے نام رزق اور رُزَیق اور رزق اللہ ملتے ہیں جس کے معنی تقریباً وہی ہیں جو اردو میں اللہ دیے کے معنی ہیں۔ مشہور دعا ہے اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ، یعنی ہم پر حق واضح کر اور ہمیں اس کے اتباع کی توفیق دے۔ محاورے میں بولا جاتا ہے رُزِقَ عِلْمًا فلاں شخص کو علم دیا گیا ہے۔

(مندرجہ بالا حدیث میں) رزق سے مراد وہ خوراک ہی نہیں ہے جو اس بچے کو آئندہ ملنے والی ہے بلکہ وہ سب کچھ ہے جو اسے دنیا میں دیا جائے گا۔ خود قرآن میں ہے وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ، جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس رزق کو محض دسترخوان کی سرحدوں تک محدود سمجھنا اور یہ خیال کرنا کہ اللہ تعالیٰ کو صرف ان پابندیوں اور آزادیوں پر اعتراض ہے جو کھانے پینے کی چیزوں کے معاملہ میں لوگوں نے بطور خود اختیار کر لی ہے، سخت غلطی ہے۔ اور یہ کوئی معمولی غلطی نہیں ہے۔ اس کی بدولت خدا کے دین کی ایک بہت بڑی اصولی تعلیم لوگوں کو نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہے۔ یہ اسی غلطی کا تو نتیجہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں حلّت و حرمت اور جواز و عدمِ جواز کا معاملہ تو ایک دینی معاملہ سمجھا جاتا ہے، لیکن

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ عَلَقَةً مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعٍ بِرِزْقِهٖ وَ اَجَلِهٖ وَ شَقِيٌّ اَوْسَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَوَاللّٰهِ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَوِالرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَايَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهَا غَيْرُ ذِرَاعٍ اَوْذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَايَكُوْنُ

عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ ہمیں صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی نوعیت یہ ہے کہ ماں کے رحم میں چالیس روز تک نطفہ کی صورت میں رہتا ہے۔ پھر چالیس روز تک جما ہوا خون (علقہ) کی صورت میں پھر چالیس روز تک لوتھڑے یعنی (مضغہ) کی صورت میں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو چار چیزوں پر مامور ہوتا ہے۔ اس کا رزق، اس کی موت کا وقت، اس کا بدبخت (شقی) یا خوش بخت (سعید) ہونا درج کرتا ہے۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے بخدا تم میں سے کوئی شخص اہلِ نار کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس بندے اور دوزخ کے درمیان ہاتھ برابر فاصلہ رہ جاتا ہے کہ کتاب (تقدیر) اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ اہلِ جنت کے سے عمل کرنا شروع کر دیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص اہلِ جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے کہ اس کے اور جنت کے دخول میں صرف ایک ہاتھ برابر فاصلہ باقی رہ جاتا ہے کہ کتاب (تقدیر) اس پر سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہلِ نار کے سے عمل شروع کر دیتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمدن کے وسیع تر معاملات میں اگر یہ اصول طے کر لیا جائے کہ انسان خود اپنے لئے حدود مقرر کرنے کا حق رکھتا ہے اور اسی بنا پر خدا اور اس کی کتاب سے بے نیاز ہو کر قانون سازی کی جانے لگے، تو عامی تو درکنار، علمائے دین و مفتیان شرع متین اور مفسرین قرآن و شیوخ حدیث تک کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ چیز بھی دین سے اسی طرح ٹکراتی ہے جس طرح ماکولات و مشروبات میں شریعتِ الٰہی سے بے نیاز ہو کر جائز و ناجائز کے حدود بطور خود مقرر کر لینا (تفہیم القرآن ج ۲ یونس ص ۲۹۳۔ حاشیہ ۶۰)

بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهَا غَيْرُ ذِرَاعٍ اَوْذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْ خُلُهَا قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ آدَمُ اِلَّاذِرَاعٌ.

مآخذ:

○ بخاری ج۲ ص۹۷۶ کتاب القدر. ○ بخاری ج۲ ص ۱۱۱۰ کتاب التوحید باب قوله ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين. ○ مسلم ج۲ ص ۳۳۲ کتاب القدر باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن امه کتابة رزقه واجله و عمله و شقاوته و سعادته. ○ ابوداؤد کتاب السنة باب فی القدر. ○ ترمذی ابواب القدر باب ماجاء ان الاعمال بالخواتیم. ○ ابن ماجه باب فی القدر.

۲. عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ كَّلَ اللّٰهُ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ نُطْفَةً اَىْ رَبِّ عَلَقَةً اَىْ رَبِّ مُضْغَةً فَاِذَا اَرَ ادَاللّٰهُ اَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهَا قَالَ يَا رَبِّ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى اَشَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْاَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذٰلِكَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ.

مآخذ:

○ بخاری کتاب القدر اور کتاب الرد علی الجهمية الخ.

○ مسلم کتاب القدر باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن امه الخ.

امام بخاری نے ابن مسعود کی روایت کتاب الانبیاء میں بھی بیان کی ہے۔

اس مقام پر بیان کردہ روایت میں شقیّ او سعید کے بعد ثم ينفخ فيه الروح کا اضافہ ہے۔ نیز اس مقام پر انس بن مالک کی روایت بھی منقول ہے۔

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامٍ الدَّارِمِيُّ، نَامَرْوَانُ يعنى ابْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ، نا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِي اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندوں کی اطاعت یا معصیت سے اللہ کی بادشاہت متأثر نہیں ہوتی۔

۴۶۔ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَ اٰخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَ جِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ مِّنْکُمْ مَازَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا. یَا عِبَادِیْ لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَ اٰخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَ جِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِقَلْبِ رَجُلٍ مِّنْکُمْ مَا نَقَصَ ذَالِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا. یَا عِبَادِیْ اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَا لُکُمْ اُحْصِیْھَالَکُمْ. ثُمَّ اُوْفِیْکُمْ اِیَّاھَا. فَمَنْ وَ جَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ وَ مَنْ وَ جَدَغَیْرَ ذٰلِکَ فَلَایَلُوْ مَنَّ اِلَّانَفْسَہٗ.[۱]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو، اگر اوّل سے آخر تک تم سب انس و جن اپنے سب سے زیادہ متقی

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا رُوِیَ عَنِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی اَنَّہٗ قَالَ: یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَ جَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَاتَظَالَمُوْا، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَآلٌّ اِلَّامَنْ ھَدَیْتُہٗ فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ جَآئِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُہٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّامَنْ کَسَوْتُہٗ فَاسْتَکْسَوْنِیْ اَکْسُکُمْ، یَا عِبَادِیْ اِنَّکُمْ تَخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَ النَّھَارِ وَ اَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْلَکُمْ، یَا عِبَادِیْ اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ وَ

حضرت ابوذرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے حدیث قدسی بیان فرمائی کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ''اے میرے بندو میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام کردیا ہے لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔
اے میرے بندو! تم سب کے سب گم کردہ راہ ہو اِلّا یہ کہ جس کسی کو میں راہِ ہدایت پر چلا دوں۔ پس مجھ سے راہِ رشد و ہدایت طلب کرو میں تمہیں سیدھی راہ دکھاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو بجز اس کے کہ جسے میں کھانا عطا کروں۔ مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو اس شخص کے سوا جسے میں نے لباس پہنایا۔ مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہاری تن پوشی کروں گا۔
اے میرے بندو! تم شب و روز خطاؤں کا ارتکاب کرتے ہو اور میں سارے گناہ بخش دیتا ہوں۔ مجھ سے بخششِ گناہ کی استدعا کرو میں گناہ معاف کردوں گا۔ اے میرے بندو! مجھے ضرر پہنچانا تمہاری

[۱] ابن کثیر ج۳ص۳۶۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شخص کے دل جیسے ہو جاؤ تو اس سے میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہ ہو جائے گا۔ اے میرے بندو، اگر اول سے آخر تک تم سب انس و جن اپنے سب سے زیادہ بدکار شخص کے دل جیسے ہو جاؤ تو میری بادشاہی میں اس سے کوئی کمی نہ ہو جائے گی۔ اے میرے بندے! یہ تمہارے اپنے اعمال ہی ہیں جن کا میں تمہارے حساب میں شمار کرتا ہوں، پھر ان کی پوری پوری جزا تمہیں دیتا ہوں پس جسے کوئی بھلائی نصیب ہو اسے چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جسے کچھ اور نصیب ہو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

لَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ، یَاعِبَادِیْ لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ و اِنْسَکُمْ وَ جِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ مَازَادَ ذَالِکَ فِی مُلْکِیْ شَیْئًا، یَا عِبَادِیْ لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَ جِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ مَا نَقَصَ ذَالِکَ مِنْ مُلْکِیْ شَیْئًا، یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَ جِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ اِنْسَانٍ

پہنچ سے باہر ہے کہ تم مجھے ضرر دے سکو اور مجھے منفعت پہنچانا بھی تمہاری بساط سے باہر ہے کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! اگر اوّل سے آخر تک تم سب انس و جن اپنے سب سے زیادہ متقی شخص کے دل جیسے ہو جاؤ تو اس سے میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہ ہو جائے گا اے میرے بندو! اگر اول سے آخر تک تم انس و جن اپنے سب سے زیادہ بدکار شخص کے دل جیسے و جاؤ تو میری بادشاہی میں اس سے کوئی کمی نہ ہو جائے گی۔ اے میرے بندو! اگر اول سے آخر تک تم سب کے سب ایک ہی میدان میں جمع ہو کر اپنی اپنی خواہش کے مطابق مجھ سے مانگو اور میں ہر ایک کو اس کی خواہش کے مطابق اس کی طلب عطا کردوں تو اس سے میرے پاس موجود (خزانوں) میں اتنی بھی کمی واقع نہیں ہو گی جتنی کمی ایک سوئی کے سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے سمندر میں واقع ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جن کا میں تمہارے حساب میں شمار کرتا ہوں، پھر ان کی پوری پوری جزا تمہیں دیتا ہوں۔ پس جسے کوئی بھلائی نصیب ہو اسے چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جسے کچھ اور نصیب ہو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

مَسْئَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذَالِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمَخِیْطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ، یَا عِبَادِیْ اِنَّمَا هِیَ اَعْمَالُکُمْ اُحْصِیْهَا لَکُمْ ثُمَّ اُوْفِیْکُمْ اِیَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰهَ وَ مَنْ وَجَدَ غَیْرَ ذَالِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ.

قال سَعید کان ابو ادریس الخَوْلَانِیُّ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ جَثَا عَلٰی رُکْبَتَیْهِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخذ:

مسلم ج۲ ص ۳۱۹ کتاب البر والصلة والادب باب تحریم الظلم۔

○ الادب المفرد للبخاری ص ۱۲۹ . الظلم ظلمات.

○ المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۲۴۱.

۲. حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، نَااَبُوالْاَحْوَصِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ غَنَمٍ، عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ يَا عِبَادِیْ كُلُّكُمْ ضَآلٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَسَلُوْنِی الْهُدٰى اَهْدِكُمْ وَ كُلُّكُمْ فَقِيْرٌ اِلَّا مَنْ اَغْنَيْتُ

فَسَلُوْنِیْ اَرْزُقْكُمْ وَ كُلُّكُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَافَيْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ اِنِّیْ ذُوْقُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَا سْتَغْفِرُوْنِیْ غَفَرْتُ لَهٗ وَ لَا اُبَالِیْ، وَ لَوْاَنَّ اَوَّلَكُمْ وَ اٰخِرَكُمْ وَ حَيَّكُم و مَيِّتَكُمْ وَ رَطْبَكُمْ وَ يَا بِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ مَازَادَ ذَالِكَ فِیْ مُلْكِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَ اٰخِرَكُمْ وَ حَيَّكُمْ وَ مَيِّتَكُمْ وَ رَطْبَكُمْ وَ يَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰى اَشْقٰى قَلْبِ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِیْ مَا نَقَصَ ذَالِكَ مِنْ مُلْكِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ، وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَ اٰخِرَكُمْ جِنَّكُمْ وَ اِنْسَكُمْ وَ

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ”اے میرے بندو! تم سب گم کردہ راہ ہو، بجز اس کے جسے میں ہدایت سے نواز دوں۔ پس مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں راہِ راست دکھاؤں گا۔ اور تم سب فقیر و محتاج ہو اس شخص کے سوا جسے میں غنی بنا دوں۔

مجھ سے رزق مانگو، میں تمہیں رزق عطا کروں گا۔ تم سبھی گنہگار ہو، اس شخص کے علاوہ جسے میں بچا لوں۔ تم میں سے جسے یہ علم ہے کہ میں بخشش و مغفرت کی قدرت کا مالک ہوں وہ مجھ سے معافی اور بخشش مانگے میں اسے معاف کر دوں گا اور مجھے اس کی قطعاً پروا نہیں۔ اور اگر تم سب جن و انس اول سے آخر تک، زندہ و مردہ، تر اور خشک، میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ متقی شخص کے دل جیسے ہو جاؤ تو میری بادشاہی میں مچھر کے پر جتنا بھی اضافہ نہ ہو جائے گا اور اگر تمہارے اوّل آخر، زندہ و مردہ، تر و خشک، میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کے دل جیسے ہو جاؤ تو میری بادشاہت میں مچھ کے پَر کے برابر کمی واقع نہیں ہو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اللہ کسی کے شکر کا محتاج نہیں ہے۔اس کی خدائی میں کسی کی شکر گزاری سے نہ ذرہ برابر کوئی اضافہ ہوتا ہے اور نہ کسی کی ناشکری واحسان فراموشی سے ایک سرِ مو کوئی کمی آتی ہے۔وہ آپ اپنے ہی بل بوتے پر خدائی کر رہا ہے، بندوں کے ماننے یا نہ ماننے پر اس کی خدائی منحصر نہیں ہے۔یہی بات قرآن مجید میں ایک جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے نقل کی گئی ہے کہ اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ. ''اگر تم اور ساری دنیا والے مل کر بھی کفر کریں تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔'' (ابراہیم۔رکوع ۲ آیت ۸) (تفہیم القرآن ج ۳ النمل ص ۵۷۸ حاشیہ ۴۹)

حَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَ رَطْبَكُمْ و يَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْكُمْ مَا بَلَغَتْ اُمْنِيَّتُهٗ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ سَآئِلٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَالِكَ مِنْ مُّلْكِيْ اِلَّا كَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ مَرَّبِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيْهِ اِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا اِلَيْهِ ذَالِكَ بِاَنِّيْ جَوَّادٌ وَاجِدٌ مَاجِدٌ اَفْعَلُ مَا اُرِيْدُ عَطَائِيْ كَلَامٌ وَعَذَابِيْ كَلَامٌ اِنَّمَا اَمْرِيْ لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْتُّ اَنْ اَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ.

گی۔اور اگر اوّل تا آخر، زندہ ومردہ، رطب ویابس، تمام جن وانس ایک صاف میدان میں جمع ہو جاؤ اور ہر انسان اپنی انتہائی خواہش اور تمنا کے مطابق مجھ سے اپنی ضرورت طلب کرے اور میں ہر سائل کی ہر خواہش پوری کر دوں تو بھی اس سے تو میری بادشاہی میں اتنی کمی بھی واقع نہ ہو گی جیسے سمندر میں سوئی ڈبو کر باہر نکالنے سے سمندر میں کمی واقع ہوتی ہے۔

کیونکہ میں سخی ہوں، جواد ہوں، ماجد ہوں، واجد ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔میرا عطا کرنا بھی میرے کلام پر موقوف ہے اور میرا عذاب بھی میرے کلام پر، جب مجھے کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو اُسے صرف کُن (ہو جا) کہتا ہوں اور وہ ہو جاتا ہے۔''

هذا حديث حسن. وروى بعضهم هذا الحديث عن شهر بن حوشب عن معديكرب عن ابى ذرعن النبى صلى الله عليه وسلم نحوه.

مآخذ:

اور ابواب القيامة باب ۴۸

○ ابنِ ماجه ابواب الزهد باب ذكر التوبة. ○مسندِ احمد ج۵ ص۱۴۵ . ۱۷۷ قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَ عَبْدُ الصَّمَدِ المعنى، قَالَا: ثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ عَبْدُ الصَّمَدِ: ثنا قَتَادَةُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ اَبِي اَسْمَاءَ وَ قَالَ عَبْدُ الصَّمَدِ الرَّحْبِيُّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی (انسانوں کے) کفر سے اس کی خدائی میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آسکتی۔ تم مانو گے تب بھی وہ خدا ہے اور نہ مانو گے تب بھی وہ خدا ہے اور رہے گا۔ اس کی فرمانروائی اپنے زور پر چل رہی ہے۔ تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے اس پر میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ (تفہیم القرآن ج۴ الزمر ص ۳۶۰ حاشیہ ۱۹)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَّبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ: اِنِّیْ حَرَّمْتُ عَلٰی نَفْسِی الظُّلْمَ وَ عَلٰی عِبَادِیْ اَلَا فَلَا تُظَالِمُوْا کُلُّ بَنِیْ آدَمَ یُخْطِیْ بِاللَّیْلِ وَ النَّهَارِ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرُ لَهٗ وَلَا اُبَالِیْ وَ قَالَ: یَا بَنِیْ آدَمَ کُلُّکُمْ کَانَ ضَآلًّا اِلَّا مَنْ هَدَیْتُ وَ کُلُّکُمْ کَانَ عَارِیًا اِلَّا مَنْ کَسَوْتُ وَ کُلُّکُمْ کَانَ جَآئِعًا اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُ وَ کُلُّکُمْ کَانَ ظَمْآناً اِلَّا مَنْ سَقَیْتُ فَاسْتَهْدُوْنِیْ اَهْدِکُمْ وَاسْتَکْسَوْنِیْ اُکْسِکُمْ وَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ وَ اسْتَسْقُوْنِیْ اُسْقِکُمْ. یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ وَ جِنَّکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَ صَغِیْرَکُمْ وَ کَبِیْرَکُمْ وَ ذَکَرَکُمْ و اُنْثَاکُمْ قال عبدالصَّمَدِ وَ عُسِیَّکُمْ و بَنِیَّکُمْ عَلٰی قَلْبِ اَتْقَاکُمْ

حضرت ابو ذرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث قدسی بیان کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''میں نے اپنے اوپر اور اپنے بندوں پر ظلم کو حرام قرار دے دیا ہے۔ خبردار آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ ساری اولادِ آدم شب و روز خطاؤں کا ارتکاب کرتی ہے، پھر مجھ سے بخشش طلب کرتی ہے تو میں بخش دیتا ہوں اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ پھر فرمایا۔ اے اولادِ آدم! تم سب گم کردہ راہ ہو بجز اس کے جسے میں راہِ ہدایت دکھاؤں اور تم سب بے لباس ہو ماسوا اس کے جسے میں لباس عنایت کر دوں، اور تم تمام کے تمام بھوکے ہو مگر جسے میں کھانا عطا کر دوں، اور تم سب پیاسے ہو مگر جسے میں سیراب کر دوں۔ لہٰذا مجھ سے راہِ ہدایت طلب کرو میں سیدھی راہ دکھاؤں گا، مجھ سے لباس مانگو میں لباس دوں گا، مجھ سے کھانا طلب کرو میں کھانا دوں گا، مجھ سے پانی مانگو میں پانی پلاؤں گا۔

اے میرے بندو! اگر اول سے آخر تک تم سب جن و انس، چھوٹے بڑے، مرد، عورت۔ کہا عبدالصمد نے، اور تمہارے بوڑھے اور بچے اپنے میں سب سے متقی شخص کے دل جیسے ہو جاؤ تو میری بادشاہی میں ذرہ برابر اضافہ نہ ہوگا۔ اور اگر اول سے آخر تک تمہارے سب جن و انس چھوٹے بڑے مذکر مونث اپنے میں سب سے زیادہ کافر کے دل جیسے ہو جاؤ تو میری بادشاہی میں اتنی کمی بھی واقع نہ ہوگی جتنی سمندر میں سوئی ڈبونے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تخلیقِ کائنات دلیلِ خالقِ کائنات۔

۴۷۔ (حضرت قتادہؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اَلَیْسَ ذَالِکَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی کی تفسیر منقول ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (سورہ قیامہ کی آخری آیت یعنی (اَلَیْسَ ذَالِکَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی ''کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے ولوں کو پھر سے زندہ کردے۔'' تلاوت فرماتے تو اللہ تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں کبھی (بلیٰ، کیوں نہیں) کبھی (سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ فَبَلٰی، پاک ہے تیری ذات، خداوندا! کیوں نہیں) اور کبھی (سُبْحٰنَکَ فَبَلٰی یا سُبْحَانَکَ وَ بَلٰی) فرمایا کرتے تھے۔ (ابن جریر، ابن حاتم، ابوداؤد)! (تفہیم القرآن ج ۶۔ القیامہ ص ۱۷۷ حاشیہ ۲۵)

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب تم سورہ ''تین'' میں آیت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ (کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟) پڑھو تو کہو بَلٰی وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ (کیوں نہیں، میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں) اور جب سورہ قیامہ کی یہ آیت (اَلَیْسَ ذالِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی ''کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے والوں کو پھر سے زندہ کردے؟'') پڑھو تو کہو بَلٰی۔ اور جب سورۂ مرسلات کی آیت فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ (اس قرآن کے بعد یہ لوگ اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟) پڑھو تو کہو اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ''ہم اللہ پر ایمان لائے۔''

رَجُلًا وَاحِدًا لَمْ تَزِیْدُوْا فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا، وَ لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَ جِنَّکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَ صَغِیْرَکُمْ وَ کَبِیْرَکُمْ وَ ذَکَرَکُمْ وَ اُنْثَاکُمْ عَلٰی قَلْبِ اَکْفَرِکُمْ رَجُلًا لَمْ تَنْقُصُوْا مِنْ مُلْکِیْ شَیْئًا اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ رَأْسُ الْمَخِیْطِ مِنَ الْبَحْرِ.

مآخذ:

مسندِ احمد ج۵ ص ۱۶۰.

تخریج

۱۔ قَالَ ابْنُ جَرِیْرٍ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنَا یَزِیْدُ، حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَۃَ قَوْلِہٖ تَعَالٰی. " اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی." ذَکَرَ لَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَرَأَ ھَا قَالَ: سُبْحَانَکَ وَ بَلٰی.

فتح القدیر للشوکانی ج ۵ ص ۳۴۳ بحوالہ عبد بن حمید اور ابن الانباری عن صالح. سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَ وَ بَلٰی اور ابن مردویہ نے براء بن عازب کے حوالے سے سُبْحَانَکَ رَبِّیْ وَ بَلٰی بھی نقل کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے سُبْحَانَکَ فَبَلٰی بھی نقل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اسی مضمون کی روایات امام احمد، ترمذی، ابن المنذر، ابن مردویہ، بیہقی اور حاکم نے بھی نقل کی ہیں)
تشریح: (مندرجہ بالا احادیث میں حضورؐ نے مسلمانوں کو قرآن کریم کی چند آیات کا جواب دینے کی تلقین کی ہے۔ گویا کہ ان کو صرف دل سے سمجھ لینا کافی نہیں بلکہ زبان سے صاف طور پر انکا جواب دینا چاہیے کیونکہ تخلیق آدم، حیات بعد الموت اور خدا کی وحدانیت کے بارے میں اقوام نے ہمیشہ دھوکا کھایا ہے۔ حالانکہ ہر ذی شعور انسان فوراً ان باتوں کو سمجھ سکتا ہے)۔

انسان کا تخلیقی مادہ

(غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے انسان کی حقیقت کیا ہے)۔ انسان کا مایۂ تخلیق اس کے سوا کیا ہے کہ چند بے جان مادّے ہیں جو زمین میں پائے جاتے ہیں، مثلاً کچھ کاربن، کچھ کیلیسم، کچھ سوڈیم اور ایسے ہی چند اور عناصر۔ انہی کو ترکیب دے کر وہ حیرت انگیز ہستی بنا کھڑی کی گئی ہے جس کا نام انسان ہے اور اس کے اندر احساسات، جذبات، شعور، تعقّل اور تخیّل کی وہ عجیب قوتیں پیدا کر دی گئی ہیں جن میں سے کسی کا منبع بھی اس کے عناصرِ ترکیبی میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہی نہیں کہ ایک

ماخذ:

تفسیر ابنِ جریر طبری جز ۲۸/۳۰ جلد ۱۲ ص ۱۲۵ سورہ قیامہ.
○ تفسیر ابن کثیر ج۴ ص ۴۵۲.

۲. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اُمَيَّةَ، سَمِعْتُ اَعْرَبِيًّا يَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَءَ مِنْكُمْ وَالتِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ، فَانْتَهٰى اِلٰى اٰخِرِهَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ؟ فَلْيَقُلْ بَلٰى وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ. وَ مَنْ قَرَءَ لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ، فَانْتَهٰى اِلٰى قَوْلِهٖ اَلَيْسَ ذَالِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى فَلْيَقُلْ بَلٰى. وَ مَنْ قَرَءَ وَ الْمُرْسَلَاتِ فَبَلَغَ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ؟ فَلْيَقُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ.

ماخذ:

○ ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب مقدار الرکوع و السجود. ○ ترمذی ابواب التفسیر ج ۲ ص ۱۷۲ سورۃ التین. ○ ابن کثیر ج ۴ ص ۴۵۲. ○ روح المعانی جز ۳۰ ص ۱۵۰ سورہ قیامہ بحوالہ ابن المنذر، ابن مردویہ، بیہقی. ○ مستدرک حاکم کتاب التفسیر ج۲ ص ۵۱۰ سورہ قیامہ. ○ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۹. ○ فتح القدیر للشوکانی ج ۵ ص ۳۴۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان اتفاقاً ایسا بن کھڑا ہوا ہو، بلکہ اس کے اندر وہ عجیب تولیدی قوت بھی پیدا کر دی گئی ہے جس کی بدولت کروڑوں اور اربوں انسان وہی ساخت اور وہی صلاحیتیں لیے ہوئے بے شمار موروثی اور بے حد و حساب انفرادی خصوصیات کے حامل نکلتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا (تمہاری) عقل یہ گواہی دیتی ہے کہ یہ انتہائی حکیمانہ خلقت کسی صانع حکیم کی تخلیق کے بغیر آپ سے آپ ہوگئی ہے؟ کیا تم بحالت ہوش و حواس یہ کہہ سکتے ہو کہ تخلیق انسان جیسا عظیم الشان منصوبہ بنانا اور اس کو عمل میں لانا اور زمین و آسمان کی بے حد و حساب قوتوں کو انسانی زندگی کے لئے ساز گار کر دینا بہت سے خداؤں کی فکر و تدبیر کا نتیجہ ہو سکتا ہے؟ اور کیا تمہارا دماغ اپنی صحیح حالت میں ہوتا ہے جب تم یہ گمان کرتے ہو کہ جو خدا انسان کو خالص عدم سے وجود میں لایا ہے وہ اسی انسان کو موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ (تفہیم القرآن ج ۳ الروم ص ۷۴۳۔ حاشیہ ۲۸)

خالق کا کمالِ حکمت

(پھر) خالق کا کمالِ حکمت یہ ہے کہ اس نے انسان کی صرف ایک صنف نہیں بنائی، بلکہ اسے دو صنفوں (SEXES) کی شکل میں پیدا کیا جو انسانیت میں یکساں ہیں جن کی بناوٹ کا بنیادی فارمولا بھی یکساں ہے، مگر دونوں ایک دوسرے سے مختلف جسمانی ساخت مختلف ذہنی و نفسی اوصاف اور مختلف جذبات و داعیات لے کر پیدا ہوتی ہیں۔ پھر ان کے درمیان یہ حیرت انگیز مناسبت رکھ دی گئی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا پورا جوڑ ہے۔ ہر ایک کا جسم اور اس کی نفسیات و داعیات دوسرے کے جسمانی و نفسیاتی تقاضوں کا مکمل جواب ہیں۔ مزید برآں وہ خالق حکیم ان دونوں صنفوں کے افراد کو آغازِ آفرینش سے برابر اس تناسب کے ساتھ پیدا کیے چلا جا رہا ہے کہ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ دنیا کی کسی قوم یا کسی خطۂ زمین میں صرف لڑکے ہی لڑکے پیدا ہوئے ہوں، یا کہیں کسی قوم میں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی چلی گئی ہوں۔ یہ ایسی چیز ہے جس میں کسی انسانی تدبیر کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔ انسان ذرہ برابر بھی نہ اس معاملہ میں اثر انداز ہو سکتا ہے کہ لڑکیاں مسلسل ایسی زنانہ خصوصیات اور لڑکے مسلسل ایسی مردانہ خصوصیات لئے ہوئے پیدا ہوتے رہیں جو ایک دوسرے کا ٹھیک جوڑ ہوں، اور نہ اس معاملہ ہی میں اس کے پاس اثر انداز ہونے کا کوئی ذریعہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کی پیدائش اس طرح مسلسل ایک تناسب کے ساتھ ہوتی چلی جائے۔ ہزار ہا سال سے کروڑوں اور اربوں انسانوں کی پیدائش میں اس تدبیر اور انتظام کا اتنے متناسب طریقے سے پیہم جاری رہنا اتفاقاً بھی نہیں ہو سکتا، اور یہ بہت سے خداؤں کی مشترک تدبیر کا نتیجہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ چیز صریحاً اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ایک خالق حکیم اور ایک ہی خالقِ حکیم نے اپنی غالب حکمت و قدرت سے ابتداءً مرد اور عورت کا ایک موزوں ترین ڈیزائن بنایا، پھر اس بات کا انتظام کیا کہ اس ڈیزائن کے مطابق بے حد و حساب مرد اور بے حد و حساب عورتیں اپنی الگ الگ انفرادی خصوصیات لیے ہوئے دنیا بھر میں ایک تناسب کے ساتھ پیدا ہوں۔ (تفہیم القرآن ج ۳ الروم ص ۷۴۴۔ حاشیہ ۱۸)

اللہ کی بادشاہی کے مطلق (ABSOLUTE) ہونے کا ایک کھلا ہوا ثبوت (یہ) ہے کہ کوئی انسان خواہ وہ بڑے سے بڑے دنیوی اقتدار کا مالک بنا پھرتا ہو، یا روحانی اقتدار کا مالک سمجھا جاتا ہو، کبھی اس پر قادر نہیں ہو سکا ہے کہ دوسروں کو دلوانا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درکنار، خود اپنے ہاں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا کر سکے۔ جسے خدا نے بانجھ کر دیا وہ کسی دوا اور کسی علاج اور کسی تعویذ گنڈے سے اولاد والا نہ بن سکا۔ جسے خدا نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں وہ ایک بیٹا بھی کسی تدبیر سے حاصل نہ کر سکا اور جسے خدا نے لڑکے ہی لڑکے دیے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پا سکا۔ اس معاملہ میں ہر ایک قطعی بے بس رہا ہے، بلکہ بچے کی پیدائش سے پہلے کوئی یہ تک نہ معلوم کر سکا کہ رحم مادر میں لڑکا پرورش پا رہا ہے یا لڑکی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر کوئی خدا کی خدائی میں مختارِ کُل ہونے کا زعم کرے، یا کسی دوسری ہستی کو اختیارات میں دخیل سمجھے تو یہ اس کی اپنی ہی بے بصیرتی ہے جس کا خمیازہ وہ خود بھگتے گا۔ کسی کے اپنی جگہ کچھ سمجھ بیٹھنے سے حقیقت میں ذرہ برابر بھی تغیر واقع نہیں ہوتا (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۵۱۵ حاشیہ ۷۷)

حیات بعد موت کا امکان

حیات بعد موت کے امکان کے سلسلے میں انسان کی تخلیق سب سے بڑی دلیل ہے۔ (چنانچہ) جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو یہ مانتے ہیں کہ ابتدائی نطفے سے تخلیق کا آغاز کر کے پورا انسان بنا دینے تک کا پورا فعل اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور حکمت کا کرشمہ ہے، ان کے لئے تو فی الحقیقت اس دلیل کا کوئی جواب ہے ہی نہیں، کیونکہ وہ خواہ کتنی ہی ڈھٹائی برتیں، ان کی عقل یہ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتی کہ جو خدا اس طرح انسان کو دنیا میں پیدا کرتا ہے وہ دوبارہ بھی اسی انسان کو وجود میں لے آنے پر قادر ہے۔ رہے وہ لوگ جو اس صریح حکیمانہ فعل کو محض اتفاقات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، وہ اگر ہٹ دھرمی پر تُلے ہوئے نہیں ہیں تو آخر ان کے پاس اس بات کی کیا توجیہہ ہے کہ آغازِ آفرینش سے آج تک دنیا کے ہر حصے اور ہر قوم میں کس طرح ایک ہی نوعیت کے تخلیقی فعل کے نتیجے میں لڑکوں اور لڑکیوں کی پیدائش مسلسل اس تناسب سے ہوتی چلی جارہی ہے کہ کہیں کسی زمانے میں بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی انسانی آبادی میں صرف لڑکے یا صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی چلی جائیں اور آئندہ اس کی نسل چلنے کا کوئی امکان باقی نہ رہے؟ کیا یہ بھی اتفاقاً ہی ہوئے چلا جا رہا ہے؟ اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے لئے آدمی کو کم از کم اتنا بے شرم ہو جانا چاہیے کہ وہ اٹھ کر بے تکلف ایک روز یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ لندن اور نیویارک، ماسکو اور پیکنگ اتفاقاً آپ سے آپ بن گئے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۶ القیامۃ ص ۱۷۷۔ حاشیہ ۲۵)

ناقابلِ توجیہہ حوادثِ حیات اور خالقِ کائنات

(ایک معترض کے جواب میں)

(ناقابلِ توجیہہ حوادثِ حیات پر غور کرتے وقت) آپ پہلے کُل کے متعلق سوچیے کہ آیا یہ بغیر کسی خالق اور ناظم اور مدبر کے موجود ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر خلقِ بے خالق اور نظمِ بے ناظم کے وجود پر آپ کا قلب مطمئن ہو جاتا ہے تو باقی سب سوالات غیر ضروری ہیں، کیونکہ جس طرح سب کچھ الل ٹپ بن گیا اسی طرح سب کچھ الل ٹپ چل بھی رہا ہے۔ اس میں کسی حکمت، مصلحت اور رحمت و ربوبیت کا کیا سوال؟ لیکن اگر اس چیز پر آپ کا دل مطمئن نہیں ہوتا تو پھر کُل کے جتنے پہلو بھی آپ کے سامنے ہیں؟ ان سب پر بحیثیتِ مجموعی غور کر کے یہ جاننے کی کوشش کیجئے کہ ان اشیاء کی پیدائش، ان کا وجود، ان کے حالات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ان کے اوصاف میں ان کے خالق و مدبر کی کن صفات کے آثار و شواہد نظر آتے ہیں۔ کیا وہ غیر حکیم ہو سکتا ہے؟ کیا وہ بے علم اور بے خبر ہو سکتا ہے؟ کیا وہ بے مصلحت اور بے مقصد اندھا دھند کام کرنے والا ہو سکتا ہے کیا وہ بے رحم اور ظالم اور تخریب پسند ہو سکتا ہے؟ اُس کے کام اس بات کی شہادت ہیں کہ وہ بنانے والا ہے یا اس بات کی کہ وہ بگاڑنے والا ہے؟ اس کی بنائی ہوئی کائنات میں صلاح اور خیر اور تعمیر کا پہلو غالب ہے یا فساد اور شر اور خرابی کا پہلو؟ ان امور پر کسی سے پوچھنے کے بجائے آپ خود ہی غور کیجئے اور خود رائے قائم کیجئے۔ اگر بحیثیت مجموعی اپنے مشاہدے میں آنے والے آثار و احوال کو دیکھ کر آپ یہ محسوس کر لیں کہ وہ حکیم و خبیر ہے، مصلحت کے لئے کام کرنے والا ہے اور اس کے کام میں اصل تعمیر ہے نہ کہ تخریب، تو آپ کو اس بات کا جواب خود ہی مل جائے گا کہ اس نظام میں جن جزوی آثار و احوال کو دیکھ کر آپ پریشان ہو رہے ہیں وہ یہاں کیوں پائے جاتے ہیں۔ ساری کائنات کو جو حکمت چلا رہی ہے اس کے کام میں اگر کہیں تخریب کے پہلو پائے جاتے ہیں تو لامحالہ وہ ناگزیر ہی ہونے چاہئیں۔ ہر تخریب تعمیر ہی کے لئے مطلوب ہونی چاہیے۔ یہ جزوی فساد کلی اصلاح ہی کے لئے مطلوب ہونا چاہیے۔ رہی یہ بات کہ ہم اس کی ساری مصلحتوں کو کیوں نہیں سمجھتے تو بہر حال یہ واقعہ ہے کہ ہم ان کو نہیں سمجھتے۔ یہ بات نہ میرے بس میں ہے اور نہ آپ کے بس میں کہ اس امرِ واقعی کو بدل ڈالیں۔ اب کیا محض اس لیے کہ ہم ان کو نہیں سمجھتے یا نہیں سمجھ سکتے، ہم پر یہ جھنجھلاہٹ طاری ہو جانی چاہیے کہ ہم حکیم و خبیر کے وجود ہی کا انکار کر دیں؟ یہ استدلال کہ ''یا تو ہر جزوی حادثے کی مصلحت ہماری سمجھ میں آئے، یا پھر اس کے متعلق کوئی سوال ہمارے ذہن میں پیدا ہی نہ ہو، ورنہ ہم ضرور اسے خالق کی پالیسی میں جھول قرار دیں گے، کیونکہ اس نے ہمیں سوال کرنے کے قابل تو بنا دیا لیکن جواب معلوم کرنے کے ذرائع عطا نہیں کیے۔'' میرے نزدیک استدلال کی بہ نسبت جھنجھلاہٹ کی شان زیادہ رکھتا ہے۔ گویا آپ خالق کو اس بات کی سزا دینا چاہتے ہیں کہ اس نے آپ کو ہر سوال کا جواب پالینے کے قابل کیوں نہ بنایا، اور وہ سزا یہ ہے کہ آپ اسے اس بات کا الزام دے دیں گے کہ تیری پالیسی میں جھول ہے۔ اچھا یہ سزا آپ اس کو دے دیں۔ اب مجھے بتائیے کہ اس سے آپ کو کس نوعیت کا اطمینان حاصل ہوا؟ کس مسئلہ کو آپ نے حل کر لیا؟ اس جھنجھلاہٹ کو اگر آپ چھوڑ دیں تو بآسانی اپنے استدلال کی کمزوری محسوس کر لیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ سوال کرنے کے لئے جس قابلیت کی ضرورت ہے، جواب دینے یا جواب پانے کے لئے وہ قابلیت کافی نہیں ہوتی۔ خالق نے سوچنے کی صلاحیت تو آپ کو اس لئے دی ہے کہ اس نے آپ کو ''انسان'' بنایا ہے اور انسان ہونے کی حیثیت سے جو مقام آپ کو دیا گیا ہے اس کے لئے یہ صلاحیت آپ کو عطا کرنا ضروری تھا۔ مگر اس صلاحیت کی بنا پر جتنے سوالات کرنے کی قدرت آپ کو حاصل ہے، ان سب کا جواب پانے کی قدرت عطا کرنا اس خدمت کے لئے ضروری نہیں ہے، جو مقام انسانیت پر رہتے ہوئے آپ کو انجام دینی ہے۔ آپ اس مقام پر بیٹھے بیٹھے ہر سوال کر سکتے ہیں لیکن بہت سے سوالات ایسے ہیں جن کا جواب آپ اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک کہ مقامِ انسانیت سے اٹھ کر مقامِ الوہیت پر نہ پہنچ جائیں اور یہ مقام بہر حال آپ کو نہیں مل سکتا۔ سوال کرنے کی صلاحیت آپ سے سلب نہیں ہوگی کیونکہ آپ انسان بنائے گئے ہیں۔ پتھر یا درخت یا حیوان نہیں بنائے گئے ہیں۔ مگر ہر سوال کا جواب پانے کے ذرائع آپ کو نہیں ملیں گے، کیونکہ آپ انسان ہیں خدا نہیں ہیں۔ اسے اگر آپ خالق کی پالیسی میں ''جھول'' قرار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینا چاہیں تو دے لیجئے۔(رسائل و مسائل حصہ چہارم ص ۲۳ تا ۲۵)

توبہ کرنے والا اللہ کو بہت پیارا لگتا ہے۔

۴۸۔ ترجمہ: (حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمثیلاً فرمایا) کہ اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک بے آب و گیاہ صحرا میں کھو گیا ہو اور اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اونٹ پر ہو اور وہ شخص اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو چکا ہو یہاں تک کہ زندگی سے بے آس ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا ہو، اور عین اس حالت میں

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا: جَمِيعًا نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، نَاعِكْرِمَةُ ابْنُ عَمَّارٍ، نَااِسْحَاقُ بْنُ اَبِى طَلْحَةَ، نَااَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَ هُوَ عَمُّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَ شَرَابُهُ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِىْ ظِلِّهَا قَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْهُوَ بِهَا قَائِمَةٌ عِنْدَهُ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِىْ وَ اَنَا رَبُّكَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ.

ماخذ:

- مسلم ج۲ ص ۳۵۵ كتاب التوبة باب فى الحض على التوبة و الفرح بها.
- رياض الصالحين ض ۸.

۲. حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ واللَّفْظُ لِعُثْمَانَ، قَالَ اِسْحَاقُ: اَنَا، وَ قَالَ عُثْمَانُ: نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ.

عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ سُوَيْدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ اَعُوْدُهُ وَ هُوَ مَرِيْضٌ فَحَدَّثَنَا بِحَدِيْثَيْنِ حَدِيْثًا عَنْ

حضرت حارثؓ بن سوید کہتے ہیں کہ عبداللہ بیمار تھے میں ان کی عیادت کے لئے ان کے پاس گیا۔ انہوں نے ہمیں دو حدیثیں سنائیں ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یکا یک وہ دیکھے کہ اس کا اونٹ سامنے کھڑا ہے، تو اس وقت جیسی کچھ خوشی اس کو ہوگی، اس سے بہت زیادہ خوشی اللہ کو اپنے بھٹکے ہوئے بندے کے پلٹ آنے سے ہوتی ہے (تفہیم القرآن ج ۲ ہود ص ۳۶۳ حاشیہ ۱۰۱)

خالق کو اپنی مخلوق کتنی محبوب ہے۔

۴۹۔ (حضورؐ نے فرمایا) اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا[1]

نَفْسِہٖ وَ حَدِیْثًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَلّٰہُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَۃِ عَبْدِہِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَّجُلٍ فِیْ اَرْضٍ دَوِیَّۃٍ مَھْلَکَۃٍ مَعَہٗ رَاحِلَتُہٗ عَلَیْھَا طَعَامُہٗ وَ شَرَابُہٗ فَنَامَ فَاسْتَیْقَظَ وَ قَدْ ذَھَبَتْ فَطَلَبَھَا حَتّٰی اَدْرَکَہُ الْعَطَشُ ثُمَّ قَالَ اَرْجِعُ اِلٰی مَکَانِیَ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ فَاَ نَامُ حَتّٰی اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَاْسَہٗ عَلٰی سَاعِدِہٖ لِیَمُوْتَ فَاسْتَیْقَظَ وَ عِنْدَہٗ رَاحِلَتُہٗ وَ عَلَیْھَا زَادُہٗ وَ طَعَامُہٗ وَ شَرَابُہٗ فَاللّٰہُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَۃِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ ھٰذَا بِرَاحِلَتِہٖ وَزَادِہٖ۔

انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا فرماتے تھے۔ "ایک بندۂ مومن کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کو اس سے کہیں زیادہ مسرت اور خوشی ہوتی ہے جتنی خوشی اس شخص کو ہوتی ہے جو ایک بے آب و گیاہ جنگل میں بھٹک گیا ہو، اس کا زادِ راہ اور اس کے خورد و نوش کا سامان اس کی اونٹنی پر ہو اور وہ خود سو گیا ہو تو اس کی اونٹنی چلی گئی ہو اس نے اونٹنی کو بہت تلاش کیا ہو اور اسی اثناء میں اسے شدت کی پیاس لگ گئی ہو۔ بالآخر وہ مایوس ہو کر یہ فیصلہ کرے کہ میں اسی جگہ جہاں پہلے سویا تھا جا کر دوبارہ سو جاتا ہوں تاکہ میں مر جاؤں۔ اس خیال سے وہ اپنی کلائی پر سر رکھ کر سو جاتا ہے۔ اچانک بیدار ہوتا ہے تو اس کی اونٹنی اس کے پاس کھڑی ہوتی ہے۔ زادراہ، سامان طعام و شراب سب کچھ اسی طرح پا لیتا ہے تو اس وقت جیسی خوشی اس کو ہوگی اس سے کہیں زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندۂ مومن کے اس کی جناب میں پلٹ آنے سے ہوتی ہے۔"

ماخذ:

- مسلم ج ۲ ص ۳۵۴ کتاب التوبۃ باب فی الحض علی التوبۃ و الفرح بھا۔
- مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۸۳ عن ابن مسعود

۳۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ، نَاأَبِیْ، نا اَبُوْ یُوْنُسَ عَنْ سِمَاکٍ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری مثال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی گرفتار ہوکر آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا شیرخوار بچہ چھوٹ گیا تھا اور وہ مامتا کی ماری ایسی بے چین تھی کہ جس بچے کو پالیتی اسے چھاتی سے چمٹا کر دودھ پلانے لگتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دیکھ کر ہم لوگوں سے پوچھا کیا

قَالَ: خَطَبَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ فَقَالَ: لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ رَجُلٍ حَمَلَ زَادَهٗ و مَزَادَهٗ عَلٰى بَعِيْرٍ ثُمَّ سَارَحَتّٰى كَانَ بِفُلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ فَاَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ فَنَزَلَ فَقَالَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهٗ وَ انْسَلَّ بَعِيْرُهٗ فَاسْتَيْقَظَ فَسَعٰى شَرَفًا فَلَمْ يَرَشَيْئًا، ثُمَّ سَعٰى شَرَفًا ثَانِيًا فَلَمْ يَرَشَيْئًا، ثُمَّ سَعٰى شَرَفًا ثَالِثًا فَلَمْ يَرَشَيْئًا، فَاَقْبَلَ حَتّٰى اَتٰى مَكَانَهُ الَّذِىْ قَالَ فِيْهِ فَبَيْنَمَا هُوَ قَاعِدٌ اِذَا جَآءَ ہٗ بَعِيْرُهٗ يَمْشِىْ حَتّٰى وَ ضَعَ خِطَامَهٗ فِىْ يَدِهٖ فَلَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ مِنْ هٰذَا حِيْنَ وَ جَدَ بَعِيْرَهٗ عَلٰى حَالِهٖ.

نعمان بن بشیر نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جو اپنا سامانِ خورد و نوش اور زادِ راہ اونٹ پر لاد کر کسی بے آب و گیاہ زمین میں پہنچ گیا ہو۔ وہاں نیند نے غلبہ کیا ہو۔ چنانچہ وہ قیلولہ کے لئے ایک درخت کے سایہ میں ستانے لیٹ گیا ہو اور اس پر نیند غالب آ گئی ہو۔ اس دوران میں اس کا اونٹ بھاگ گیا ہو۔ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اونٹ غائب ہے۔ اِدھر بھاگتا ہے اُدھر بھاگتا ہے۔ ٹیلوں پر چڑھ کر ہر طرف نظر دوڑاتا ہے مگر اونٹ کہیں نظر نہیں آتا۔ مایوس ہوکر اس جگہ جہاں قیلولہ کیا تھا آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی پریشانی میں بیٹھا ہے کہ اچانک اونٹ ایک طرف سے چلتا ہوا آ جاتا ہے اور وہ اس کی نکیل اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے اپنے اونٹ کو صحیح حالت میں پانے کی وجہ سے جو مسرت اور خوشی اس بندے کو ہوگی اس سے کہیں زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ سے ہوتی ہے"

ماخذ:

- مسلم ج۲ ص ۳۵۴ کتاب التوبة باب فی الحض علی التوبة و الفرح بها.
- دارمی کتاب الرقاق اللّٰه افرح بتوبة العبد.

۴. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنَ يَحْيٰى وَ جَعْفَرُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ جَعْفَرُ: نا، و قَالَ يَحْيٰى: انا عُبَيْدُاللّٰهِ ابْنُ اِيَادٍ عَنْ اِيَادٍ، عَنِ الْبَراءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ بِفَرَحِ رَجُلٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنْفَلَتَتْ مِنْهُ رَاحِلَتُهُ تَجُرُّ زِمَامَهَا بِاَرْضٍ قَفْرٍ لَيْسَ بِهَا طَعَامٌ وَ لَاشَرَابٌ وَ عَلَيْهَا لَهُ طَعَامٌ وَ شَرَابٌ فَطَلَبَهَا حَتّٰى شَقَّ عَلَيْهِ ثُمَّ مَرَّتْ بِجِذْلِ شَجَرَةٍ فَتَعَلَّقَ زِمَامُهَا فَوَجَدَهَا مُتَعَلِّقَةً بِهٖ قُلْنَا شَدِيْدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمَاوَ اللّٰهِ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنَ الرَّجُلِ بِرَاحِلَتِهٖ.

حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تم اس شخص کی خوشی کے متعلق کیا کہتے ہو جس کی سواری (اونٹنی) کسی بنجر بے آباد زمین میں اپنی نکیل گھسیٹتی ہوئی نکل گئی ہو جہاں نہ کھانے کی کوئی چیز دستیاب ہو اور نہ پینے کی۔ اس کا خورد و نوش کا سارا سامان اس پر لدا ہو۔ اور وہ اس کو تلاش کر کے تکان سے نڈھال ہو گیا ہو۔ پھر وہ اونٹنی ایک ٹھنٹھ (بے شاخ کے درخت کا تنہ) کے پاس سے گزری ہو اور اس کی نکیل اس میں پھنس گئی ہو اور اس نے اسے وہاں پالیا ہو''، صحابہ نے عرض کیا۔ حضورؐ والا اسے تو بے انتہا خوشی ہو گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی کہیں زیادہ خوشی ہوتی ہے۔''

ماخذ:

مسلم ج۲ ص۳۵۵ کتاب التوبة باب فی الحض علی التوبة والفرح بها.

۵. عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ رَجُلٍ اَضَلَّ رَاحِلَتَهٗ بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ فَالْتَمَسَهَا حَتّٰى اِذَا اَعْيٰى تَسَجّٰى بِثَوْبِهٖ فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْسَمِعَ وَجْبَةَ الرَّاحِلَةِ حَيْثُ فَقَدَهَا فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَ جْهِهٖ فَاِذَا هُوَ بِرَاحِلَتِهٖ.

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے اس کی جناب میں پلٹ آنے سے جو مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے، جو اس شخص کو ہوتی ہے جو بے آب و گیاہ علاقے میں اپنی سواری گم کر بیٹھے اور تلاش کر کے درماندہ ہو گیا ہو اور مایوس ہو کر چہرے پر کپڑا لپیٹ کر بیٹھ رہا ہو۔ اسی اثناء میں اچانک وہ اپنی سواری کے پاؤں کی آواز اسی جگہ سنتا ہے جہاں سے گم ہوئی تھی کپڑا چہرے سے ہٹا کر دیکھتا ہے تو گم شدہ سواری اس کے پاس کھڑی ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا تم لوگ یہ توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے کہا ہرگز نہیں، خود پھینکنا تو درکنار، وہ آپ گرتا ہو تو یہ اپنی حد تک تو اسے بچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گی۔ فرمایا "اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے بہت زیادہ ہے جو یہ عورت اپنے بچے کے لئے رکھتی ہے۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ سنگ دِل اور بے رحم نہیں ہے۔ اس کو اپنی مخلوقات سے کوئی دشمنی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ

ماخذ:

ابنِ ماجه کتاب الزهد باب ذکر التوبة.

تخریج

ص ۱ حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ: اَخْبَرَنَا اَبُوْغَسَّانِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَاِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ قَدْتَحَلَّبَ ثَدْيُهَا بِسَقْيٍ اِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَالْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَ اَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَتَرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلْنَا: لَا وَ هِيَ تَقْدِرُ عَلٰى اَلَّا تَطْرَحُهٗ فَقَالَ: لَلّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا.

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی آئے ان میں ایک خاتون بھی تھی۔ قیدیوں میں جب وہ کسی بچے کو پاتی تو اس کی چھاتیوں سے دودھ بہنے لگتا وہ اس بچے کو پکڑ کر سینے سے چمٹا لیتی اور اسے دودھ پلانا شروع کر دیتی۔ یہ منظر دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا "کیا خیال ہے تمہارا کہ یہ عورت اپنے لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں سے آگ میں پھینک دے گی؟" ہم نے عرض کیا ہرگز نہیں خود پھینکنا تو درکنار وہ اگر خود گرتا ہو تو یہ اپنی حدِ استطاعت تک اسے بچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گی۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔"

ماخذ:

بخاری ج۲ ص۸۸۷ کتاب الادب باب رحمة الولد و تقبيله و معانقته.

ص ۲ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ مَنْظُوْرٍ، عَنْ عَمِّهٖ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ عَنْ عَامِرٍ الرَّامِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سزا دینے ہی کو اس کا دل چاہے اور اپنے بندوں کو مار مار کر ہی وہ خوش ہو۔ تم لوگ اپنی سرکشیوں میں جب حد سے گزر جاتے ہو اور کسی طرح فساد پھیلانے سے باز ہی نہیں آتے تب وہ بادل ناخواستہ تمہیں سزا دیتا ہے ورنہ اس کا حال تو یہ ہے کہ تم خواہ کتنے ہی قصور کر چکے ہو، جب بھی اپنے افعال پر نادم ہو کر اس کی طرف پلٹو گے اس کے دامن رحمت کو اپنے لئے وسیع پاؤ گے۔ کیونکہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق سے وہ بے پایاں محبت رکھتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ہود ص ۳۶۳ حاشیہ ۱۰۱)

احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، جو ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے حتیٰ کہ اس کے اپنے غضب پر بھی غالب

اَخِي الْخَضِرِ، قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: قَالَ النُّفَيْلِيُّ: هُوَ الْخَضِرُ وَلٰكِنْ كَذَا قَالَ فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ اِذْاَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَ فِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ قَدْ الْتَفَّ عَلَيْهِ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَمَّا رَأَيْتُكَ اَقْبَلْتُ اِلَيْكَ فَمَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيْهَا اَصْوَاتَ فَرَاخِ طَائِرٍ فَاَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِيْ كِسَائِيْ فَجَاءَتْ اُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلٰى رَأْسِيْ فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ مَعَهُنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِيْ فَهُنَّ اُولَآءِ مَعِيْ قَالَ: ضَعْهُنَّ عَنْكَ فَوَضَعْتُهُنَّ وَ اَبَتْ اُمُّهُنَّ اِلَّا لُزُوْمَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اَتَعْجَبُوْنَ لِرُحْمِ اُمِّ الْاَفْرَاخِ فَرَاخَهَا؟ قَالُوْا: نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: فَوَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ لَلّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ اُمِّ الْاَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا الحديث.

صحابہؓ کا بیان ہے کہ ایک روز ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا۔ چادر اس نے اوڑھی ہوئی تھی اور ہاتھ میں کوئی چیز پکڑے ہوئے تھا۔ آتے ہی بولا یا رسولؐ اللہ میں نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کی جانب متوجہ ہوا ہی تھا کہ میرا گزر درختوں کے جھنڈ پر ہوا۔ میں نے وہاں پرندوں کے چوزوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے انہیں پکڑ کر اپنی چادر میں لپیٹ لیا ان کی ماں آئی اور میرے سر پر چکر لگانے لگی۔ میں نے چوزوں پر سے چادر ہٹائی تو وہ بے ساختہ چادر میں گر پڑی اور بچوں کے ساتھ شامل ہو گئی۔ پس میں نے ان سب کو چادر میں اکٹھا کر لیا اور یہ میرے پاس ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ''زمین پر رکھو'' میں نے انہیں زمین پر رکھ دیا تو ان کی ماں نے انہیں چھوڑ کر جانے سے انکار کر دیا اور ان کے ساتھ چمٹی رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا چڑیا کا اپنے بچوں سے اس قدر محبت و الفت کرنا تمہارے لئے باعث تعجب ہے؟'' عرض کیا ہاں یا رسولؐ اللہ۔ ارشاد فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس دنیا میں جو کچھ بھی ہمدردی آپ کہیں پاتے ہیں ظاہر بات ہے کہ اس کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔اگر ایک ماں بچے کو پرورش کر رہی ہے تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے رحم اس کے دل میں ڈال دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی اولاد کے لئے شفقت پیدا کر دی ہے۔ورنہ ظاہر بات ہے کہ ماں سے بڑھ کر دشمن اور کوئی نہ ہوتا کیونکہ اس کا خون چوس کر تو پرورش پائی اس نے۔ نہایت تکلیف دے کر وہ پیدا ہوا۔جب تک پیٹ میں رہا تکلیف دیتا رہا۔باہر نکلنے کے بعد مدتوں اس کا جینا اور اس کا کھانا پینا اور اس کا چین سب کچھ حرام کیا لیکن وہ ہے کہ اس پر جان دیتی ہے،وہ ہے کہ اپنی جان سے بڑھ کر اس کو عزیز رکھ رہی ہے یہاں تک کہ اگر اس کو خطرہ پیش آئے تو اپنے آپ کو قربان کر دیتی ہے اس کے اوپر۔

یہ کیا چیز ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جو انسانوں کی پرورش کے لئے اس نے ماں کے دل میں ڈال دی ہے۔اسی طرح سے دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی رحمت پائی جاتی ہے وہ ساری کی ساری اس کا سرچشمہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم کا پرتو جس جس چیز کے اوپر جتنا ڈال دیا اتنا ہی اس کے اندر رحم آ گیا۔ورنہ بجز پتھروں کے یہاں کچھ نہ ہوتا۔ انسان بھی ہوتے تو پتھر کی طرح سنگدل ہوتے اور دنیا میں جس طرف بھی آپ نگاہ ڈالیں جو کچھ بھی مخلوقات کو مل رہا ہے اللہ تعالیٰ کے رحم کی وجہ سے ہے۔اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو طرح طرح کی آفات میں مبتلا کر دے لیکن یہ مخلوقات جو دنیا میں جی رہی ہے وہ اس کی رحمت کی وجہ سے جی رہی ہے۔وہ رحم فرما رہا ہے اس وجہ سے لوگوں کو دنیا میں رزق بھی مل رہا ہے۔دنیا کو پرورش کا اور آسائش کا سامان بھی مل رہا ہے(کیسٹ نمبر ا سورۂ فاتحہ)

اب ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے کہ جو خدا محبت مادری اور شفقتِ پدری کا خالق ہے خود اس کے اندر اپنی مخلوق کے لئے کیسی کچھ محبت موجود ہوگی۔(تفہیم القرآن ج ۲ ہود ص ۳۶۳ حاشیہ ۱۰۱)

علمِ ما کان و ما یکون صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے

۵۰۔ مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ (ای النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) یَعْلَمُ مَایَکُوْنُ فِی غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَی اللّٰهِ الْفِرْیَةَ، وَاللّٰهُ یَقُوْلُ قُلْ لَّایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ. [۱]

ترجمہ: جس نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے اس نے اللہ تعالیٰ پر

مآخذ:

ابوداؤد کتاب الجنائز باب الامراض المکفرة للذنوب.

۲۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ غَالِبٍ، قَالَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ اَبَا رَافِعٍ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَیْرَةَ یَقُوْلُ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ فَهُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ.

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تخلیق سے پہلے ایک نوشتہ میں یہ لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے، اور یہ ارشادِ باری تعالیٰ عرش پر اس کے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔"

ماٰخذ:

○ بخاری ج۲ ص۱۱۲۷ کتاب الرد عَلَى الْجَهْمِيَّةِ. باب قول اللّٰه بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ الخ

تخریج

۱ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا اِسْحَاقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ، نا دَاوٗدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ،

عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ: يَا اَبَا عَائِشَةَ ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ: مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ. وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ وَ كُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْظِرِيْنِيْ وَلَا تَعْجِلِيْنِيْ اَلَيْسَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ: وَلَقَدْرَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى وَلَقَدْرَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ قَالَتْ: اَنَا وَاللّٰهِ اَوَّلُ مَنْ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ آپ فرمانے لگیں "اے ابو عائشہ! تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی شخص نے ان میں سے ایک بات بھی کہی تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ (۱) جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو (ان آنکھوں سے) دیکھا ہے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ نگاہیں اسے نہیں پاسکتیں، وہ نگاہوں کو پاسکتا ہے اور وہ باریک بین اور باخبر ہے۔ کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اس سے روبرو بات کرے۔ اس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے مسروق کہتے ہیں کہ میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا یہ سن کر سیدھا بیٹھ گیا اور عرض کیا اے اُم المومنین! ذرا ٹھہریئے جلدی نہ کیجئے! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (اور یقیناً ایک مرتبہ اور اس نے اسے دیکھا) وَلَقَدْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سخت جھوٹ کا الزام لگایا کیونکہ اللہ تو فرماتا ہے، اے نبی! تم کہہ دو کہ غیب کا علم اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذَا قَالَ: اِنَّمَا ذٰلِكَ جِبْرَئِيْلُ مَارَأَيْتُهُ فِي الصُّوْرَةِ الَّتِيْ خُلِقَ فِيْهَا غَيْرَهَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَآءِ سَادًّا عُظْمُ خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ. وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْهِ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ.

رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ (اور یقیناً اس نے اسے روشن افق پر دیکھا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس امت میں سب سے پہلے میں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے کو دریافت کیا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ تو جبریل علیہ السلام تھے۔ میں نے ان کو ان کی اصل صورت میں جس پر اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے ان دو مواقع کے سوا کبھی نہیں دیکھا۔ ان دو مواقع پر میں نے ان کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا اور ان کی عظیم ہستی زمین و آسمان کے درمیان ساری فضا پر چھائی ہوئی تھی (۲) اور جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحی میں سے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل فرمائی کچھ چھپا رکھا تھا تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے رسول! جو آپؐ پر آپؐ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ پوری طرح پہنچا دو (۳) اور جو یہ خیال کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ کل کیا ہونے والا ہے تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

هذا حديث حسن صحيح و مسروق بن الاجدع يكنىٰ ابا عائشة.

ماخذ:

ترمذی ابواب التفسير سورة الانعام اور سورة النجم.

۲. حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا وَ كِيْعٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے کسی کو بھی نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ النمل ص ۵۹۵۔ حاشیہ ۸۳)

۵۱۔ ترجمہ: (ابن المنذر رحضرت عبداللہ بن عباس کے مشہور شاگرد عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ) ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ''اے محمدؐ! قیامت کب آئے گی؟ اور ہمارے علاقے میں قحط برپا ہے، بارش کب ہوگی؟ اور میری

عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ يَا اُمَّتَاهُ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَفَّ شَعْرِىْ مِمَّا قُلْتَ اَيْنَ اَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ مَنْ حَدَّثَكُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ، وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ وَ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَا فِىْ غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ وَ مَاتَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الآية وَلٰكِنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ فِىْ صُوْرَتِهٖ مَرَّتَيْنِ.

حضرت مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا۔ اماں جان کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ''مسروق کی یہ بات سن کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ فرمانے لگیں مسروق تمہیں یہ تین چیزیں پیشِ نظر رہیں جو شخص انہیں بیان کرے اس نے جھوٹ بولا جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا وہ دروغ گو ہے، پھر آپ نے بطور استشہاد قرآن پاک کی آیت لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ الآیہ پڑھی آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں وہ آنکھوں کا ادراک کرسکتا ہے وہ باریک بین اور باخبر ہستی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بشر سے کلام وحی کے ذریعہ سے کرتا ہے یا پسِ پردہ، اور جو شخص تم سے یہ کہے کہ نبی کریمؐ کل ہونے والے حالات وواقعات کا علم رکھتے ہیں وہ بھی دروغ گو ہے استشہاد کے طور پر آپ نے وَ مَاتَدْرِى نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا تلاوت فرمائی، ''یعنی کسی جی کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا'' اور جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ آپؐ نے کتمانِ حق کیا ہے وہ بھی دروغ گو ہے پھر قرآن کی آیت تلاوت فرمائی يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اے رسولؐ! تیرے رب کی جانب سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک بلا کم وکاست پہنچا دے۔'' البتہ یہ بات ہے کہ آپؐ نے جبریل امین کو دو مرتبہ اس کی اپنی اصل صورت میں ضرور دیکھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیوی حاملہ ہے، وہ لڑکا جنے گی یا لڑکی؟ اور یہ تو مجھے معلوم ہے کہ میں نے آج کیا کمایا، کل میں کیا کماؤں گا؟ اور یہ تو مجھے معلوم ہے کہ میں کہاں پیدا ہوا ہوں، مروں گا کہاں؟

ان سوالات کے جواب میں حضورؐ نے سورۂ لقمان کی یہ آیت لسنائی۔ ''کہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش نازل کرنے والا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحم میں کیا (پرورش پا رہا) ہے اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا اور کسی متنفس کو خبر نہیں ہے کہ کس سرزمین میں اس کو موت آئے گی؟ (تفہیم القرآن ج۳ النمل ص ۵۹۸۔ حاشیہ ۸۳)

۵۲۔ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ[1]

(بخاری و مسلم اور دوسری کتبِ حدیث کی مشہور روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ صحابہ کے مجمع میں حضرت جبرئیل نے انسانی شکل میں آ کر حضورؐ سے جو سوالات کیے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے جواب دیا: ''جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ خود پوچھنے والے سے زیادہ اس بارے میں علم نہیں رکھتا۔'' پھر فرمایا: ''یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، اور حضورؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔)

تشریح: (حدیث مندرجہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ علم الغیب کا جاننے والا ہے) آسمان و زمین میں جو بھی مخلوقات ہیں، خواہ فرشتے ہوں یا جن، یا انبیا اور اولیاء یا دوسرے انسان اور غیر انسان، سب کا علم محدود ہے۔ سب سے کچھ نہ

مآخذ:

بخاری ج۲ ص ۷۲۰. کتاب التفسیر. سورۃ النجم.

۳. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ.

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ وَ هُوَ يَقُوْلُ لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ، وَ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَدْ كَذَبَ وَ هُوَ يَقُوْلُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ.

حضرت مسروق اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''جو کوئی تجھ سے یوں کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بکا۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ آنکھیں اسے نہیں پاسکتیں۔ اور جو کوئی تجھ سے یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی عالم الغیب ہیں وہ بھی جھوٹا ہے اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا علمِ غیب کوئی نہیں جانتا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ پوشیدہ ہے۔ سب کچھ جاننے والا اگر کوئی ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے، جس سے اس کائنات کی کوئی چیز اور کوئی بات پوشیدہ نہیں، جو ماضی وحال اور مستقبل سب کو جانتا ہے۔

غیب کے معنی مخفی، پوشیدہ اور مستور کے ہیں۔ اصطلاحًا اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو معلوم نہ ہو، جس تک ذرائع معلومات کی رسائی نہ ہو۔ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو فرداً فرداً بعض انسانوں کے علم میں ہیں اور بعض کے علم میں نہیں ہیں۔ اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو بحیثیت مجموعی پوری نوعِ انسانی کے علم میں نہ کبھی تھیں، نہ آج ہیں، نہ آئندہ کبھی آئیں گی۔ ایسا ہی معاملہ جنوں اور فرشتوں اور دوسری مخلوقات کا ہے کہ بعض چیزیں ان میں سے کسی سے مخفی اور کسی کو معلوم ہیں، اور بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو ان سب سے مخفی ہیں اور کسی کو بھی معلوم نہیں۔ یہ تمام اقسام کے غیب صرف ایک ذات پر روشن ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے لئے کوئی چیز غیب نہیں سب شہادت ہی شہادت ہے۔

مآخذ: ○ بخاری ج ۱ ص ۱۰۹۸ کتاب التوحید باب قول اللّٰہ تعالیٰ انا الرزّاق ذو القوۃ المتین۔

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا الْحرْثُ، قَالَ: ثَنَا الْحَسَنُ، قَالَ: ثَنَا وَرْقَاءُ جَمِيْعًا، عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ...... اِلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ امْرَأَتِیْ حُبْلٰی فَاَخْبِرْنِیْ مَاذَاتَلِدُ. وَبِلَادُنَا مَحْلٌ جَدْبَةٌ فَاَخْبِرْنِیْ مَتٰی يَنْزِلُ الْغَيْثُ. وَ قَدْ عَلِمْتُ مَتٰی وُ لِدْتُّ فَاَخْبِرْنِیْ مَتٰی اَمُوْتُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الغَيْثَ اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَةِ.ف ۱

مآخذ:

○ تفسیر ابن جریر جز ۲۰/۲۳ پ ۲۱ ص ۵۵ سورہ لقمان واخرج ابن المنذر عن عکرمة نحوهٗ وزاد. وَقَدْ عَلِمْتُ مَا كَسَبْتُ الْيَوْمَ فَمَاذَا اَكْسِبُ غَدًا وَزَادَ اَيْضًا اَنَّهٗ سَاَلَهٗ عَنْ قِيَامِ السَّاعَةِ.

○ تفسیر فتح القدیر للشوکانی ج ۴ ص ۲۴۵ سورۃ لقمان۔ بحوالہ ابن ابی حاتم اور فریابی۔

ف ۱ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ. (سورۃ لقمان)

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا: مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، اَخْبَرَنَا اَبُوْحَيَّانَ التَّيْمِیُّ، عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر صاحبِ عقل کا کام ہے کہ وہ اپنی جگہ اس امر پر غور کرے کہ فی الحقیقت کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا عالم الغیب ہو؟ یعنی تمام اُن احوال اور اشیاء اور حقائق کا جاننے والا ہو جو کائنات میں کبھی تھیں، یا اب ہیں، یا آئندہ ہوں گی؟ اور اگر کوئی دوسرا عالم الغیب نہیں ہے اور نہیں ہوسکتا تو پھر کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ جو لوگ پوری طرح حقائق اور احوال سے واقف ہی نہیں ہیں ان میں سے کوئی بندوں کا فریاد رس اور حاجت روا اور مشکل کشا ہو سکے؟

الوہیّت اور علمِ غیب میں گہرا تعلق ہے

الوہیّت اور علمِ غیب کے درمیان ایک ایسا گہرا تعلق ہے کہ قدیم ترین زمانے سے انسان نے جس ہستی میں بھی خدائی کے کسی شایبے کا گمان کیا ہے اس کے متعلق یہ خیال ضرور کیا ہے کہ اس پر سب کچھ روشن ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ گویا انسان کا ذہن اس حقیقت سے بالکل بدیہی طور پر آگاہ ہے، کہ قسمتوں کا بنانا اور بگاڑنا، دعاؤں کا سننا، حاجتیں پوری کرنا اور طالبِ امداد کی مدد کو پہنچنا صرف اسی ہستی کا کام ہو سکتا ہے جو سب کچھ جانتی ہو اور جس سے کچھ بھی پوشیدہ نہ ہو۔ اسی بنا پر تو انسان جس کو بھی خدائی اختیار کا حامل سمجھتا ہے اسے لازماً عالم الغیب بھی سمجھتا ہے، کیونکہ اس کی عقل بلا ریب شہادت دیتی ہے کہ علم اور اختیارات باہم لازم و ملزوم ہیں۔ اب اگر یہ حقیقت ہے کہ خالق اور مدبر اور مجیب الدعوات اور رازق خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے تو آپ سے آپ یہ بھی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا یَوْمًا لِلنَّاسِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: مَا الْاِیْمَانُ؟ قَالَ: اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِکَتِهٖ وَ بِلِقَآئِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ تُؤْ مِنَ بِالْبَعْثِ قَالَ: مَا الْاِسْلَامُ؟ قَالَ: اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِکَ بِهٖ وَ تُقِیْمَ الصَّلٰوةَ وَ تُؤَدِّیَ الزَّکٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ: مَا الْاِحْسَانُ؟ قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے باہر تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے ملاقات پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور بعث بعد الموت کو تسلیم کرے۔ پھر اس نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ نماز قائم کرے فرض زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ پھر اس نے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پھر اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو وہ تو بہرحال تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے پوچھا قیامت کب قائم ہوگی۔ فرمایا۔ اس بارے میں مسئول عنہ سائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت ہے کہ عالم الغیب بھی خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ آخر کون اپنے ہوش وحواس میں یہ تصور کر سکتا ہے کہ کسی فرشتے یا جن یا نبی یا ولی کو یا کسی مخلوق کو بھی یہ معلوم ہوگا کہ سمندر میں اور ہوا میں اور زمین کی تہوں میں اور سطح زمین کے اوپر کس کس قسم کے کتنے جانور کہاں کہاں ہیں؟ اور عالمِ بالا کے بے حد وحساب سیاروں کی ٹھیک تعداد کیا ہے؟ اور ان میں سے ہر ایک میں کس کس طرح کی مخلوقات موجود ہیں؟ اور ان مخلوقات کا ایک ایک فرد کہاں ہے اور کیا اس کی ضروریات ہیں؟ یہ سب کچھ اللہ کو لازماً معلوم ہونا چاہیے، کیونکہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے، اور اسی کو ان کے معاملات کی تدبیر اور ان کے حالات کی نگہبانی کرنی ہے، اور وہی ان کے رزق کا انتظام کرنے والا ہے، لیکن دوسرا کوئی اپنے محدود وجود میں یہ وسیع و محیط علم رکھ کیسے سکتا ہے اور اس کا کیا تعلق اس کارخلاقی ورزاقی سے ہے کہ وہ ان چیزوں کو جانے؟

كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ: مَتَى السَّاعَةُ ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُوْلُ بِاَعْلَمَ مِنَ السَّآئِلِ وَ سَاُخْبِرُكَ عَنْ اَشْرَا طِهَا اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَةُ رَبَّهَا وَ اِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهْمِ فِي الْبُنْيَانِ فِيْ خَمْسٍ لَايَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ

سے زیادہ علم نہیں رکھتا، البتہ اس کی چند نشانیاں اور شرائط میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے مالک کو جنم دے اور جب شتربان اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کرنے لگیں گے۔ قیامت کا علم ان پانچ باتوں میں سے ہے جن کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں پھر آپؐ نے سورہ لقمان کی آخری آیات پڑھیں، اس کے بعد وہ سائل چلا گیا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا اسے واپس لاؤ۔ لیکن وہاں انہیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ جبریل امین تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے تشریف لائے تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاٰيَةَ ثُمَّ اَدْبَرَ فَقَالَ: رُدُّوْهُ فَلَمْ يَرَوْاشَيْئًا فَقَالَ: هٰذَا جِبْرِيْلُ جَآءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ. قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ جَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ مِنَ الْاِيْمَانِ.

مآخذ:

- بخاری ج ۱ ص ۱۲ کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام و الاحسان و علم الساعۃ۔
- مسلم ج ۱ ص ۲۹ کتاب الایمان۔
- نسائی کتاب الایمان صفۃ الایمان و الاسلام اور باب نعت الاسلام۔
- ترمذی ابواب الایمان۔ O ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی القدر، O ابن ماجہ باب الایمان (المقدمہ) O مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا صفت علمِ غیب قابلِ تجزیہ ہے؟

پھر یہ صفت قابلِ تجزیہ بھی نہیں ہے کہ کوئی بندہ مثلاً صرف زمین کی حد تک اور زمین میں بھی صرف انسانوں کی حد تک عالم الغیب ہو۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک جتنے انسان دنیا میں پیدا ہوئے ہیں اور قیامت تک پیدا ہوں گے رحم مادر میں استقرار کے وقت سے آخری ساعتِ حیات تک ان سب کے تمام حالات و کیفیات کو جاننا آخر کس بندے کا کام ہوسکتا ہے؟ اور وہ کیسے اور کیوں اس کو جانے گا؟ کیا وہ اس بے حد وحساب خلقت کا خالق ہے؟ کیا اس نے ان کے باپوں کے نطفے میں ان کے جرثومے کو وجود بخشا تھا؟ کیا اس نے ان کی ماؤں کے رحم میں ان کی صورت گری کی تھی؟ کیا اس نے ان کی زندہ ولادت کا انتظام کیا تھا؟ کیا اس نے ان میں سے ایک ایک شخص کی قسمت بنائی تھی؟ کیا وہ ان کی موت اور حیات ان کی صحت اور مرض، ان کی خوشحالی اور بدحالی، اور ان کے عروج اور زوال کے فیصلے کرنے کا ذمہ دار ہے؟ اور آخر یہ کام کب سے اس کے ذمے ہوا؟ اس کی اپنی ولادت سے پہلے یا اس کے بعد؟ اور صرف انسانوں کی حد تک یہ ذمہ داریاں محدود کیسے ہوسکتی ہیں؟ یہ کام تو لازماً زمین اور آسمانوں کے عالمگیر انتظام کا ایک جز ہے۔ جو ہستی ساری کائنات کی تدبیر کررہی ہے وہی تو انسانوں کی پیدائش وموت اور ان کے رزق کی تنگی وکشادگی اور ان کی قسمتوں کے بناؤ اور بگاڑ کی ذمہ دار ہوسکتی ہے۔

یہ اسلام کا اساسی اور بنیادی عقیدہ ہے

اسی بنا پر یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اور جس قدر چاہے اپنی معلومات کا کوئی گوشہ کھول دے، اور کسی غیب یا بعض غیوب کو اس پر روشن کردے، لیکن علمِ غیب بحیثیت مجموعی کسی کو نصیب نہیں اور عالم الغیب ہونے کی صفت صرف اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہے۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، انہیں کوئی نہیں جانتا اس کے سوا۔ (الانعام، آیت ۵۹) يَعْلَمُ مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَايُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَاشَآءَ. ''وہ جانتا ہے کہ جو کچھ مخلوقات کے سامنے ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے، اور اس کے علم میں سے کسی چیز پر بھی وہ احاطہ نہیں کرسکتے اِلّا یہ کہ وہ جس چیز کا چاہے انہیں علم دے (البقرہ آیت ۲۵۵) عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَايُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ. وہ عالم الغیب ہے، پھر وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جس کو اس نے پسند کیا ہو، پھر وہ اس کے آگے اور پیچھے نگرانی کرنے والے لگا دیتا ہے تاکہ یہ دیکھا جائے کہ ان رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں۔ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَاللّٰهِ وَ مَايُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا. اے نبیؐ لوگ تم سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں، کہو اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے، اور اے نبیؐ تمہیں کیا خبر، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو۔ (الاحزاب، رکوع ۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور حدیث کی ان تصریحات کے بعد اس امر میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ کوئی دوسرا بھی جمیع مَا کَانَ وَ مَایَکُوْنُ کا علم رکھتا ہے، قطعاً ایک غیر اسلامی عقیدہ ہے (تفہیم القرآن ج ۳ النمل ص ۵۹۵ حاشیہ ۸۳)

۱؎ سورۃ انعام آیت ۵۰، الاعراف آیت ۱۸۷، التوبہ آیت ۱۰۱، ہود آیت ۳۱، احزاب آیت ۶۳، الاحقاف آیت ۹، التحریم آیت ۳، اور الجن آیات ۲۶ تا ۲۸ اس معاملہ میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں چھوڑتیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی

''حدیث میں اس ذات پاک کے ننانوے نام گنائے گئے ہیں، جنہیں ترمذیؒ اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے بالتفصیل نقل کیا ہے۔ قرآن اور حدیث میں اگر آدمی ان اسماء کو بغور پڑھے تو وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کی کسی دوسری زبان میں اگر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہو تو کون سے الفاظ اس کے لئے موزوں ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۱۴۱۷ الحشر حاشیہ ۴۶)

تخریج

قرآن مجید کی سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى.

''اے نبیؐ! ان سے کہو، اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر جس نام سے بھی پکارو اس کے لئے سب اچھے ہی نام ہیں۔''

سورۂ طٰہٰ آیت ۸ میں ارشادِ ربانی ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى.

''وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں، اس کے لئے بہترین نام ہیں۔''

سورۂ حشر آیت ۲۴ میں ارشادِ الٰہی ہے:

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى.

''وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے اور اس کے لئے بہترین نام ہیں۔''

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی کی تفسیر میں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے ننانوے نام ہیں جن کو یاد کرنا انسان کو جنت میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ احادیث درج ذیل ہیں:

صحیح بخاری میں ہے:

۱. حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اللہ تعالیٰ کو ان ناموں سے یاد کیا جائے جو اس کے لائق ہیں اور ایسے نام اس کی ذاتِ برتر کے لئے استعمال نہ کیے جائیں جو اپنے معنی اور مفہوم کے لحاظ سے اس کے لئے موزوں نہیں ہیں یا جن میں اس کے لئے نقص یا گستاخی یا شرک کا کوئی پہلو نکلتا ہے، یا جن میں اس کی ذات یا صفات یا افعال کے بارے میں کوئی غلط عقیدہ پایا جاتا ہے، اس غرض کے لئے محفوظ ترین

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا. مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ اَحْصَیْنَاهُ وَ حَفِظْنَاهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے، یعنی ایک کم سو اسماء ہیں جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو اچھی طرح گن کر حفظ کر لیا۔

ماخذ:

○ بخاری ج۲ ص ۱۰۹۹ کتاب التوحید باب ان لِلّٰہِ مائة اسم اِلَّا وَاحِدًا.

بخاری کی دوسری روایت:

۲. حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَفِظْنَاهُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ،

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَ تِسْعُوْنَ اِسْمًا، مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا لَایَحْفَظُهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ هُوَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ. قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ: مَنْ اَحْصَاهَا مَنْ حَفِظَهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں۔ جو شخص بھی انہیں یاد کرے گا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ اللہ وتر (طاق) ہے اور وتر ہی اسے پسند ہے۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں مَنْ اَحْصَاهَا کے معنی ہیں: مَنْ حَفِظَهَا یعنی جس نے انہیں یاد کیا۔

ماخذ:

○ بخاری ج۲ ص ۹۴۹ کتاب الدعوات باب لِلّٰہِ تعالیٰ مائة اسم غیر واحد.

صحیح مسلم کی روایت:

۳. ۱ حَدَّثَنَا عَمْرٌو و النَّاقِدُوَ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ جَمِیْعًا، عَنْ سُفْیَانَ، وَ اللَّفْظُ لِعَمْرٍ وحَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ، عَنِ الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہی نام استعمال کیے جائیں جو اس نے خود قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں یا جو دوسری زبان میں ان کا صحیح ترجمہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوقات کے سے نام یا مخلوقات کے لئے اللہ کے ناموں جیسے نام استعمال نہ کیے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَ تِسْعُوْنَ اِسْمًا مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَوَ فِیْ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِیْ عُمَرَ مَنْ اَحْصَاهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو حفظ کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہے اور وتر ہی اسے پسند ہے۔ ابن ابی عمرؓ کی روایت میں اَحْصَاهَا ہے۔

مسلم کی دوسری روایت:

۴۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ، عَنِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ،

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَ تِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو حفظ کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

مآخذ:

- مسلم ج۲ ص۳۴۲ کتاب الذکر والدعاء باب فی اسماء اللّٰہ تعالٰی وفضل من احصاھا.

ترمذی کی روایت:

۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ،

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَ تِسْعِيْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ: وَ لَيْسَ فِیْ هٰذَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے انہیں یاد کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ناموں کا ذکر نہیں ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائیں اور اگر کچھ صفاتی نام ایسے ہوں جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص نہیں ہیں، بلکہ بندوں کے لئے بھی اُن کا استعمال جائز ہے۔ مثلاً رؤف، رحیم، کریم، سمیع، بصیر وغیرہ، تو اُن میں یہ احتیاط ملحوظ رہنی چاہیے کہ بندے کے لئے اُن کا استعمال اِس طریقے پر نہ ہو جس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے۔

الْحَدِيْثِ ذِكْرًا لِّلْاَسْمَاءِ قَالَ: وَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترمذی کی دوسری روایت:

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْجَوْزَجَانِيُّ، حَدَّثَنِيْ صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَ تِسْعِيْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّاهُوَ الرَّحْمٰنُ اَلرَّحِيْمُ اَلْمَلِكُ اَلْقُدُّوْسُ اَلسَّلَامُ اَلْمُؤْمِنُ اَلْمُهَيْمِنُ
اَلْعَزِيْزُ اَلْجَبَّارُ اَلْمُتَكَبِّرُ اَلْخَالِقُ اَلْبَارِئُ اَلْمُصَوِّرُ اَلْغَفَّارُ اَلْقَهَّارُ اَلْوَهَّابُ
اَلرَّزَّاقُ اَلْفَتَّاحُ اَلْعَلِيْمُ اَلْقَابِضُ اَلْبَاسِطُ اَلْخَافِضُ اَلرَّافِعُ اَلْمُعِزُّ اَلْمُذِلُّ
اَلسَّمِيْعُ اَلْبَصِيْرُ اَلْحَكَمُ اَلْعَدْلُ اَللَّطِيْفُ اَلْخَبِيْرُ اَلْحَلِيْمُ اَلْعَظِيْمُ اَلْغَفُوْرُ
اَلشَّكُوْرُ اَلْعَلِيُّ اَلْكَبِيْرُ اَلْحَفِيْظُ اَلْمُقِيْتُ اَلْحَسِيْبُ اَلْجَلِيْلُ اَلْكَرِيْمُ اَلرَّقِيْبُ
اَلْمُجِيْبُ اَلْوَاسِعُ اَلْحَكِيْمُ اَلْوَدُوْدُ اَلْمَجِيْدُ اَلْبَاعِثُ اَلشَّهِيْدُ اَلْحَقُّ اَلْوَكِيْلُ
اَلْقَوِيُّ اَلْمَتِيْنُ اَلْوَلِيُّ اَلْحَمِيْدُ اَلْمُحْصِيْ اَلْمُبْدِیءُ اَلْمُعِيْدُ اَلْمُحْيِ اَلْمُمِيْتُ
اَلْحَيُّ اَلْقَيُّوْمُ اَلْوَاجِدُ اَلْمَاجِدُ اَلْوَاحِدُ اَلصَّمَدُ اَلْقَادِرُ اَلْمُقْتَدِرُ اَلْمُقَدِّمُ
اَلْمُؤَخِّرُ اَلْاَوَّلُ اَلْاٰخِرُ اَلظَّاهِرُ اَلْبَاطِنُ اَلْوَالِيْ اَلْمُتَعَالِيْ اَلْبَرُّ اَلتَّوَّابُ
اَلْمُنْتَقِمُ اَلْعَفُوُّ اَلرَّؤُفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَلْمُقْسِطُ اَلْجَامِعُ اَلْغَنِيُّ
اَلْمُغْنِيْ اَلْمَانِعُ اَلضَّارُ اَلنَّافِعُ اَلنُّوْرُ اَلْهَادِيْ اَلْبَدِيْعُ اَلْبَاقِيْ اَلْوَارِثُ
اَلرَّشِيْدُ اَلصَّبُوْرُ.

مآخذ:

○ ترمذی ج ۲ ص ۱۸۸۔۱۸۹ ابواب الدعوات۔

ابن ماجہ کی روایت:

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، ثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍالصَّنعَانِيُّ، ثَنَا اَبُوالْمُنْذِرِ زُهَيْرُ ابْنُ مُحَمَّدِالتَّمِيْمِيِّ، ثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. قَالَ اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَةً وَتَسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا اِنَّہٗ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ مَنْ حَفِظَھَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَھِیَ:

اَللّٰہُ اَلْوَاحِدُ اَلصَّمَدُ اَلْاَوَّلُ اَلْآخِرُ اَلظَّاھِرُ اَلْبَاطِنُ اَلْخَالِقُ اَلْبَارِئُ اَلْمُصَوِّرُ
اَلْمَلِکُ اَلْحَقُّ اَلسَّلَامُ اَلْمُؤْمِنُ اَلْمُھَیْمِنُ اَلْعَزِیْزُ اَلْجَبَّارُ اَلْمُتَکَبِّرُ اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِیْمُ
اَللَّطِیْفُ اَلْخَبِیْرُ اَلسَّمِیْعُ اَلْبَصِیْرُ اَلْعَلِیْمُ اَلْعَظِیْمُ اَلْبَارُّ اَلْمُتَعَالُ اَلْجَلِیْلُ اَلْجَمِیْلُ
اَلْحَیُّ اَلْقَیُّوْمُ اَلْقَادِرُ اَلْقَاھِرُ اَلْعَلِیُّ اَلْحَکِیْمُ اَلْقَرِیْبُ اَلْمُجِیْبُ اَلْغَنِیُّ اَلْوَھَّابُ
اَلْوَدُوْدُ اَلشَّکُوْرُ اَلْمَاجِدُ اَلْوَاجِدُ اَلْوَالِیْ اَلرَّاشِدُ اَلْعَفُوُّ اَلْغَفُوْرُ اَلْحَلِیْمُ اَلْکَرِیْمُ
اَلتَّوَّابُ اَلرَّبُّ اَلْمَجِیْدُ اَلْوَلِیُّ اَلشَّھِیْدُ اَلْمُبِیْنُ اَلْبُرْھَانُ اَلرَّؤُوْفُ اَلْمُبْدِئُ اَلْمُعِیْدُ
اَلْبَاعِثُ اَلْوَارِثُ اَلْقَوِیُّ اَلشَّدِیْدُ اَلضَّارُّ اَلنَّافِعُ اَلْبَاقِیْ اَلْوَاقِیْ اَلْخَافِضُ اَلرَّافِعُ
اَلْقَابِضُ اَلْبَاسِطُ اَلْمُعِزُّ اَلْمُذِلُّ اَلْمُقْسِطُ اَلرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ اَلْقَائِمُ اَلدَّائِمُ
اَلْحَافِظُ اَلْوَکِیْلُ اَلْفَاطِرُ اَلسَّامِعُ اَلْمُعْطِیْ اَلْمُحْیِیْ اَلْمُمِیْتُ اَلْمَانِعُ اَلْجَامِعُ اَلْھَادِیُ
اَلْکَافِیْ اَلْاَبَدُ اَلْعَالِمُ اَلصَّادِقُ اَلنُّوْرُ اَلْمُنِیْرُ اَلتَّامُّ اَلْقَدِیْمُ اَلْوِتْرُ اَلْاَحَدُ
اَلصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ. وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ.

مآخذ:

سننِ ابنِ ماجہ ص ۱۲۶۹ . ۱۲۷۰ کتاب الدعاء باب اسماء اللّٰہ عزوجل.

مُستدرکِ حاکم کی روایت:

حَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمْدَانَ الْجُلَّابُ بِھَمْدَانَ، ثَنَا الْاَمِیْرُ اَبُو الْھَیْثَمِ خَالِدُ بْنُ اَحْمَدَ الزُّھْلِیُّ بِھَمْدَانَ، ثَنَا اَبُوْ اَسَدٍ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَلَخِیُّ، ثَنَا خَالِدُ ابْنُ مَخْلَدٍ الْقَطُوْنِیُّ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ ھَانِیْ، وَ اَبُوْبَکْرِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَا: ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْیَانَ، ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سُفْیَانَ النّسأی، ثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ حُصَیْنِ بْنِ التَّرْجُمَانِ، ثَنَا اَیُّوْبُ السَّخْتِیَانِیُّ، وَ ھِشَامُ ابْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَةً وَ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

اَللّٰہُ اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِیْمُ اَلْاِلٰہُ اَلرَّبُّ اَلْمَلِکُ اَلْقُدُّوْسُ اَلسَّلَامُ اَلْمُؤْمِنُ
اَلْمُھَیْمِنُ اَلْعَزِیْزُ اَلْجَبَّارُ اَلْمُتَکَبِّرُ اَلْخَالِقُ اَلْبَارِئُ اَلْمُصَوِّرُ اَلْحَلِیْمُ اَلْعَلِیْمُ
اَلسَّمِیْعُ اَلْبَصِیْرُ اَلْحَیُّ اَلْقَیُّوْمُ اَلْوَاسِعُ اَللَّطِیْفُ اَلْخَبِیْرُ اَلْحَنَّانُ اَلْمَنَّانُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا نام ادب اور احترام کے ساتھ لیا جائے، کسی ایسے طریقے پر یا ایسی حالت میں نہ لیا جائے جو اس کے احترام کے منافی ہو۔ مثلاً ہنسی مذاق میں بیت الخلاء میں یا کوئی گناہ کرتے ہوئے اس کا نام لینا یا ایسے لوگوں کے سامنے اس کا ذکر کرنا جو اسے سُن کر گستاخی پر اتر آئیں۔ یا ایسی مجلسوں میں اس کا نام لینا جہاں لوگ بے ہودگیوں میں مشغول ہوں اور اس کا ذکر سن کر مذاق میں اڑا دیں یا ایسے مواقع پر اس کا نامِ پاک زبان پر لانا جہاں اندیشہ ہو کہ سننے والا اسے ناگواری کے ساتھ سنے گا۔ امام مالکؒ کے حالات میں منقول ہے کہ جب کوئی سائل ان سے کچھ مانگتا اور وہ اسے کچھ نہ دے سکتے تو عام لوگوں کی طرح ''اللہ دے گا'' نہ کہتے بلکہ کسی اور طرح معذرت کر دیتے تھے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سائل کو جب کچھ نہ دیا جائے اور اس سے معذرت کر دی جائے تو لامحالہ اسے ناگوار ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر میں اللہ کا نام لینا مناسب نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص اسے ناگواری سے سنے۔'' (تفہیم القرآن ج ۶، سورۃ الاعلیٰ، ص ۳۱۰، حاشیہ ۱)

اللہ تعالیٰ کے لئے انسانی زبان کے جتنے الفاظ بھی بولے جاتے ہیں وہ اپنے اصل بنیادی مفہوم کے اعتبار سے بولے جاتے ہیں نہ کہ اس کے مادی مدلولات کے اعتبار سے، مثلاً ہم اس کے لئے دیکھنے کا لفظ بولتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسان اور حیوان کی طرح کی آنکھ نامی ایک عضو کے ذریعے سے دیکھتا ہے۔ ہم اس کے لئے سننے کا لفظ بولتے ہیں۔ یہ اس معنی میں نہیں ہے کہ وہ ہماری طرح کانوں کے ذریعہ سے سنتا ہے۔ اس کے لئے ہم پکڑ اور گرفت کے الفاظ بولتے ہیں یہ اس معنیٰ میں نہیں ہے کہ وہ ہاتھ نام کے ایک آلہ سے پکڑتا ہے۔ یہ سب الفاظ اس کے لئے ہمیشہ ایک اطلاقی شان میں بولے جاتے ہیں اور صرف کم عقل آدمی ہی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ سماعت اور بینائی اور گرفت کی کوئی دوسری صورت اس محدود اور مخصوص قسم کی سماعت و بینائی اور گرفت کے سوا ہونی غیر ممکن ہے جو ہمارے تجربے میں آتی ہے۔'' (تفہیم القرآن ج ۳ سورہ نور، ص ۴۰۶، حاشیہ ۶۲)

مذکورہ بالا روایات میں سے جن روایتوں میں اسماءِ حُسنہ کی تفصیل موجود ہے ان کی رُو سے محدثین کے ہاں بیان اسماء کے تین طرق ہیں۔ ان میں طریق اوّل امام ترمذیؒ کا ہے جو سب سے زیادہ مشہور ہے اس طریق کو محدثین کی زبان میں طریقِ صالح کہا جاتا ہے۔

اس طریق کو امام ترمذیؒ کے علاوہ طبرانی، ابنِ حبانؒ، ابنِ خزیمہؒ نے بھی کسی قدر اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دوسرا طریق زہیر بن محمدؒ کا ہے جسے ابنِ ماجہؒ نے بیان کیا ہے اس میں امام ترمذیؒ کے نقل کردہ اسماء سے کافی زیادہ اختلاف ہے۔ تیسرا طریق عبدالعزیز بن حصینؒ کا ہے جسے حاکم نے المستدرک میں بیان کیا ہے۔ یہ طریق بعض اسماء میں ترمذیؒ اور ابنِ ماجہؒ دونوں سے کسی قدر مختلف ہے۔ ہم نے یہاں ترمذیؒ کے روایت کردہ طریق صفوان بن صالحؒ ہی کو مقدم رکھا ہے کیونکہ یہی طریق سب سے مشہور اور متداول ہے۔

اَلْبَدِيْعُ اَلْوَدُوْدُ اَلْغَفُوْرُ اَلشَّكُوْرُ اَلْمَجِيْدُ اَلْمُبْدِئُ اَلْمُعِيْدُ اَلنُّوْرُ اَلْاَوَّلُ
اَلْاٰخِرُ اَلظَّاهِرُ اَلْبَاطِنُ اَلْغَفَّارُ اَلْوَهَّابُ اَلْقَادِرُ اَلْاَحَدُ اَلصَّمَدُ اَلْكَافِيْ
اَلْبَاقِيْ اَلْوَكِيْلُ اَلْمُغِيْثُ اَلدَّائِمُ اَلْمُتَعَالُ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَلْمَوْلٰى اَلنَّصِيْرُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَقُّ اَلْمُبِیْنُ اَلْمُنِیْبُ اَلْبَاعِثُ اَلْمُجِیْبُ اَلْمُحْیِیْ اَلْمُمِیْتُ اَلْجَمِیْلُ اَلصَّادِقُ
اَلْحَفِیْظُ اَلْمُحِیْطُ اَلْکَبِیْرُ اَلْقَرِیْبُ اَلرَّقِیْبُ اَلْفَتَّاحُ اَلتَّوَّابُ اَلْقَدِیْمُ اَلْوِتْرُ
اَلْفَاطِرُ الرَّزَّاقُ اَلْعَلَّامُ اَلْعَلِیُّ اَلْعَظِیْمُ اَلْغَنِیُّ اَلْمَلِیْکُ اَلْمُقْتَدِرُ اَلْاَکْرَمُ
اَلرَّؤُفُ اَلْمُدَبِّرُ اَلْمَالِکُ اَلْقَاهِرُ اَلْقَدِیْرُ اَلْهَادِیْ اَلشَّاکِرُ اَلرَّفِیْعُ اَلشَّهِیْدُ
اَلْوَاحِدُ ذُوالطَّوْلِ ذُوالْمَعَارِجِ ذُوالْفَضْلِ اَلْخَلَّاقُ اَلْکَفِیْلُ اَلْجَلِیْلُ اَلْکَرِیْمُ.

هٰذا حدیث محفوظ من حدیث اَیُّوب و هِشام، عَنْ محمد بن سیرین، عَنْ ابی هریرة مختصراً دُون ذکر الاسامٰی الزایدة فیها کلها فی القرآن و عبدالعزیز بن الحصین بن الترجمان ثقة وان لم یخرجاه و انما جعلته شاهد اللحدیث الْاَوّل.

مآخذ:

- المستدرک للحاکم ج ا ص ۱۷ کتاب الایمان باب اِنَّ لِلّٰه تِسْعَةً و تِسْعِیْن اسمًا من اَحْصَاهَا دخل الجنة.
- کنز العُمّال ج ا ص ۴۵۰ بحواله (ابوالشیخ و ابن مردویه فی التفسیر و ابونعیم فِی الاسماء الحسنی عَنْ ابی هریرةؓ).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ا۔اللہ:

اللہ عربوں کے لئے کوئی اجنبی لفظ نہ تھا۔قدیم ترین زمانے سے وہ خالق کائنات کے لئے یہی لفظ استعمال کر رہے تھے اور اپنے دوسرے معبودوں میں سے کسی پر بھی اس کا اطلاق نہیں کرتے تھے۔دوسرے معبودوں کے لئے ان کے ہاں اِلٰہ کا لفظ رائج تھا۔پھر اللّٰہ کے بارے میں ان کے جو عقائد تھے ان کا اظہار اس موقع پر خوب کھل کر ہو گیا تھا۔جب اَبرَہہ نے مکہ پر چڑھائی کی تھی اس وقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ اِلٰہوں کے بت موجود تھے،مگر مشرکین نے ان سب کو چھوڑ کر صرف اللّٰہ سے دعائیں مانگی تھیں کہ وہ اس بلا سے ان کو بچائے۔گویا وہ اپنے دلوں میں اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ اِس نازک وقت میں ان کی مدد نہیں کرسکتا۔کعبے کو بھی وہ ان اِلٰہوں کی نسبت سے بیتُ الْاٰلِهَه نہیں، بلکہ اللّٰہ کی نسبت سے بَیْتُ اللّٰہ کہتے تھے۔(تفہیم القرآن ج ۶۔الاخلاص ص ۵۳۵ حاشیہ ۲)

(اللہ تعالیٰ نے سورۂ اخلاص میں اپنا تعارف بایں الفاظ کرایا ہے)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo

کہو وہ اللہ ہے یکتا۔اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

(علاوہ ازیں) جگہ جگہ اس مضمون کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تا کہ لوگ حقیقت کو پوری طرح سمجھ لیں۔مثال کے طور پر آیاتِ ذیل ملاحظہ ہوں۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ. لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ (النساء: ۱۷۱)

اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے۔وہ پاک ہے اس سے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے،سب اس کی ملک ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ. (الصافات: ۱۵۱.۱۵۲)

خوب سن رکھو، یہ لوگ دراصل اپنی من گھڑت سے یہ بات کہتے ہیں کہ اللّٰہ اولاد رکھتا ہے۔فی الواقع یہ قطعی جھوٹے ہیں۔

ساری کائنات میں کوئی نہیں ہے، نہ کبھی تھا، نہ کبھی ہو سکتا ہے، جو اللہ کے مانند، یا اُس کا ہم مرتبہ ہو، یا جو اپنی صفات، افعال اور اختیارات میں اُس سے کسی درجہ میں بھی مشابہت رکھتا ہو۔(تفہیم القرآن ج ۶ الاخلاص ص ۵۴۳ حاشیہ ۶)

اگر انسان کائنات کے اس کارخانے کو، جو شب و روز اس کی آنکھوں کے سامنے چل رہا ہے، محض جانوروں کی طرح نہ دیکھے بلکہ عقل سے کام لے کر اس نظام پر غور کرے، اور ضد یا تعصب سے آزاد ہو کر سوچے، تو یہ آثار جو اس کے مشاہدے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آرہے ہیں اس نتیجے پر پہنچانے کے لئے بالکل کافی ہیں کہ یہ عظیم الشان نظام ایک ہی قادرِ مطلق حکیم کے زیرِ فرمان ہے، تمام اختیار واقتدار بالکل اُسی ایک کے ہاتھ میں ہے، کسی دوسرے کی خود مختارانہ مداخلت یا مشارکت کے لئے اس نظام میں ذرہ برابر کوئی گنجائش نہیں، لہٰذا فی الحقیقت وہی ایک خدا تمام موجوداتِ عالم کا خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری ہستی کسی قسم کے اختیارات رکھتی ہی نہیں کہ خدائی اور الوہیت میں اس کا کوئی حصہ ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۱ البقرہ ص ۱۳۰۔۱۳۱ حاشیہ ۱۶۲)

خدائی کی جو صفات اللہ کے لئے خاص ہیں ان میں سے بعض کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں اور خدا ہونے کی حیثیت سے بندوں پر اللہ کے جو حقوق ہیں، وہ سب یا ان میں سے بعض حقوق یہ لوگ ان دوسرے بناوٹی معبودوں کو ادا کرتے ہیں۔ مثلاً سلسلۂ اسباب پر حکمرانی، حاجت روائی مشکل کشائی، فریاد رسی، دعائیں سننا اور غیب وشہادت ہر چیز سے واقف ہونا، یہ سب اللہ کی مخصوص صفات ہیں اور یہ صرف اللہ ہی کا حق ہے کہ بندے اسی کو مقتدرِ اعلیٰ مانیں، اُسی کے آگے اعتراف بندگی میں سر جھکائیں، اسی کی طرف اپنی حاجتوں میں رجوع کریں، اسی کو مدد کے لیے پکاریں، اسی پر بھروسہ کریں، اسی سے امیدیں وابستہ کریں اور اسی سے ظاہر و باطن میں ڈریں۔ اسی طرح مالک الملک ہونے کی حیثیت سے یہ منصب بھی اللہ ہی کا ہے کہ اپنی رعیت کے لئے حلال وحرام کے حدود مقرر کرے، ان کے فرائض وحقوق معین کرے، ان کو امر و نہی کے احکام دے، اور انہیں یہ بتائے کہ اس کی دی ہوئی قوتوں اور اس کے بخشے ہوئے وسائل کو وہ کس طرح کن کاموں میں کن مقاصد کے لئے استعمال کریں۔ اور یہ صرف اللہ کا حق ہے کہ بندے اس کی حاکمیت تسلیم کریں، اس کے حکم کو منبع قانون مانیں، اسی کو امر و نہی کا مختار سمجھیں، اپنی زندگی کے معاملات میں اس کے فرمان کو فیصلہ کن قرار دیں، اور ہدایت ورہنمائی کے لئے اسی کی طرف رجوع کریں۔ جو شخص خدا کی ان صفات میں سے کسی صفت کو بھی کسی دوسرے کی طرف منسوب کرتا ہے، اور اس کے ان حقوق میں سے کوئی ایک حق بھی کسی دوسرے کو دیتا ہے وہ دراصل اسے خدا کا مدِ مقابل اور ہمسر بناتا ہے اور اسی طرح جو شخص یا جو ادارہ ان صفات میں سے کسی صفت کا مدعی ہو اور ان حقوق میں سے کسی حق کا انسانوں سے مطالبہ کرتا ہو، وہ بھی دراصل خدا کا مدِ مقابل اور ہمسر بنتا ہے خواہ زبان سے خدائی کا دعویٰ کرے یا نہ کرے۔ (تفہیم القرآن ج ۱ البقرہ ص ۱۳۱ حاشیہ ۱۶۳)

(سورۂ آل عمران آیت ۱۸ میں ارشاد ربانی ہے)

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الخ — اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

یعنی اللہ جو کائنات کی تمام حقیقتوں کا براہِ راست علم رکھتا ہے، جو تمام موجودات کو بے حجاب دیکھ رہا ہے، جس کی نگاہ سے زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں، یہ اس کی شہادت ہے --- اور اس سے بڑھ کر معتبر عینی شہادت اور کس کی ہوگی --- کہ پورے عالمِ وجود میں اس کی اپنی ذات کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے، جو خدائی کی صفات سے متصف ہو، خدائی کے اقتدار کی مالک ہو، اور خدائی کے حقوق کی مستحق ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۱ آل عمران ص ۲۲۹)

اللہ کا وجود محض ایک خیالی اور فرضی وجود نہیں ہے جسے بعض عقلی مشکلات رفع کرنے کی خاطر مان لیا گیا ہو وہ نرا فلسفیوں کے خیال کا آفریدہ، واجب الوجود اور عِلّتُ العِلَل (FIRST CAUSE) ہی نہیں ہے بلکہ وہ حقیقی فاعلِ مختار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو ہر آن اپنی قدرت، اپنے ارادے، اپنے علم اور اپنی حکمت سے پوری کائنات اور اس کی ایک ایک چیز کی تدبیر کر رہا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳، الحج ص ۲۰۲ حاشیہ ۸)

ہر شخص جو کسی نوعیت کا شرک کرتا ہے، دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کی تکذیب کرتا ہے۔ کسی کا یہ کہنا کہ فلاں حضرت نے میری بیماری دور کر دی، اصل میں یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ شافی نہیں ہے بلکہ وہ حضرت شافی ہیں۔ کسی کا یہ کہنا کہ فلاں بزرگ کی عنایت سے مجھے روزگار مل گیا، حقیقت میں یہ کہنا ہے کہ رازق اللہ نہیں بلکہ وہ بزرگ رازق ہیں۔ کسی کا یہ کہنا کہ فلاں آستانے سے میری مراد بر آئی، گویا دراصل یہ کہنا ہے کہ دنیا میں حکم اللہ کا نہیں بلکہ اس آستانے کا چل رہا ہے۔ غرض ہر مشرکانہ عقیدہ اور مشرکانہ قول آخری تجزیہ میں صفاتِ الٰہی کی تکذیب ہی پر منتہی ہوتا ہے۔ شرک کے معنی ہی یہ ہیں کہ آدمی دوسروں کو سمیع و بصیر، عالم الغیب، فاعلِ مختار، قادر و متصرف، اور الوہیت کے دوسرے اوصاف سے متصف قرار دے رہا ہے اور اس بات کا انکار کر رہا ہے کہ اکیلا اللّٰہ ہی ان صفات کا مالک ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵، الرحمٰن ص ۲۶۲ حاشیہ ۲۸)

۲۔ اَلْاِلٰہ[۱]

اس لفظ کا مادہ ال ہ ہے۔ اس مادہ سے جو الفاظ لغت میں آئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

اَلِہَ اذاتَحَیَّرَ، حیران و سرگشتہ ہوا۔ اَلِھْتُ اِلٰی فُلَانٍ اَیْ سَکَنْتُ اِلَیْہِ اس کی پناہ میں جا کر یا اس سے تعلق پیدا کر کے میں نے سکون و اطمینان حاصل کیا۔

اَلِہَ الرَّجُلُ یَاْ الالَہُ اِذَافَزِعَ مِنْ اَمْرٍ نَزَلَ بِہٖ فَاَلَھَہٗ غَیْرُہٗ اَیْ اَجَارَہٗ۔ آدمی کسی مصیبت یا تکلیف کے نزول سے خوف زدہ ہوا اور دوسرے نے اس کو پناہ دی۔

اَلِہَ الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ اِتَّجَہَ اِلَیْہِ لِشِدَّۃِ شَوْقِہٖ اِلَیْہِ۔ آدمی نے دوسرے کی طرف شدتِ شوق کی وجہ سے توجہ کی۔

اَلِہَ الْفَصِیْلُ اِذَا وَلَعَ بِاُمِّہٖ۔ اونٹنی کا بچہ جو اس سے بچھڑ گیا تھا ماں کو پاتے ہی اس سے چمٹ گیا۔

لَاہٗ یَلِیْہُ لَیْھاً وَ لَاھًا اِذَا احْتَجَبَ۔ پوشیدہ و مستور ہوا نیز ارتفع یعنی بلند ہوا۔

الہ الٰھۃ و الوھۃ و الوھیۃً عَبَد عبادت کی۔

ان تمام معانی مصدریہ پر غور کرنے سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اَلِہَ یا لَہٗ اِلٰھَۃً کے معنی عبادت (پرستش) اور اِلٰہ کے معنی معبود کس مناسبت سے پیدا ہوئے۔

۱۔ انسان کے ذہن میں عبادت کے لئے اولین تحریک اپنی حاجتمندی سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ کسی کی عبادت کا خیال تک نہیں کر سکتا جب تک اسے یہ گمان نہ ہو کہ وہ اس کی حاجتیں پوری کر سکتا ہے، خطرات اور مصائب میں اسے پناہ دے سکتا ہے، اضطراب کی حالت میں اسے سکون بخش سکتا ہے۔

---

[۱] الٰہ کا لفظ قرآن مجید میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے ایک وہ شے یا شخص جس کو عبادت کا کوئی استحقاق نہ پہنچتا ہو مگر عملاً اس کی عبادت کی جا رہی ہو۔ دوسرا وہ جسے عبادت کا استحقاق پہنچتا ہو اور جو حقیقت میں معبود ہو، خواہ لوگ اس کی عبادت کر رہے ہوں یا نہ کر رہے ہوں۔ اللہ کے لیے جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اسی دوسرے معنی میں ہوا ہے۔ (تفہیم ج ۶ ص ۱۷۵ حاشیہ ۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ پھر یہ بات کہ آدمی کسی کو حاجت روا سمجھے اس تصور کے ساتھ لازم وملزوم کا تعلق رکھتی ہے کہ وہ اسے اپنے سے بالاتر سمجھے اور نہ صرف مرتبہ کے اعتبار سے اس کی برتری تسلیم کرے، بلکہ طاقت اور زور کے اعتبار سے بھی اس کی بالادستی کا قائل ہو۔

۳۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سلسلہ اسباب وعلل کے تحت جن چیزوں سے بالعموم انسان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، اور جن کی حاجت روائی کا سارا عمل انسان کی آنکھوں کے سامنے یا اس کے حدودِ علم کے اندر واقع ہوتا ہے ان کے متعلق پرستش کا کوئی جذبہ اس میں پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً مجھے خرچ کے لئے روپے کی ضرورت ہوتی ہے، میں جا کر ایک شخص سے نوکری یا مزدوری کی درخواست کرتا ہوں وہ میری درخواست کو قبول کر کے مجھے کوئی کام دیتا ہے اور اس کام کا معاضہ مجھے دے دیتا ہے، یہ سارا عمل چونکہ میرے حواس اور علم کے دائرے کے اندر پیش آیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس نے میری یہ حاجت کس طرح پوری کی ہے، اس لئے میرے ذہن میں اس کے لائق پرستش ہونے کا وہم تک نہیں گزرتا۔ پرستش کا تصور میرے ذہن میں صرف اسی حالت میں پیدا ہو سکتا ہے جب کہ کسی کی شخصیت یا اس کی طاقت یا اس کی حاجت روائی واثر اندازی کی کیفیت پر پردہ پڑا ہوا ہو۔ اسی لئے معبود کے معنی میں وہ لفظ اختیار کیا گیا جس کے اندر رفعت کے ساتھ پوشیدگی اور حیرانی وسرگشتگی کا مفہوم بھی شامل ہے۔

۴۔ پھر جس کے متعلق بھی انسان یہ گمان رکھتا ہو کہ وہ احتیاج کی حالت میں حاجت روائی کر سکتا ہے، خطرات میں پناہ دے سکتا ہے اضطراب میں سکون بخش سکتا ہے، اس کی طرف انسان کا اشتیاق کے ساتھ توجہ کرنا ایک امر ناگزیر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ معبود کے لئے الـٰـہ کا لفظ جن تصورات کی بنا پر بولا گیا وہ یہ ہیں:
حاجت روائی، پناہ دہندگی، سکون بخشی، بالاتری وبالادستی۔ اُن اختیارات اور ان طاقتوں کا مالک ہونا جن کی وجہ سے یہ توقع کی جائے کہ معبود قاضی الحاجات اور پناہ دہندہ ہو سکتا ہے۔ اس کی شخصیت کا پراسرار ہونا یا منظر عام پر نہ ہونا۔ انسان کا اس کی طرف مشتاق ہونا۔

زمین اور آسمان میں ایک ہی ہستی تمام اختیارات واقتدارات کی مالک ہے۔ خلق اسی کی ہے، نعمت اسی کی ہے، امر اسی کا ہے، قوت اور زور بالکل اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہر چیز چاروناچار اسی کی اطاعت کر رہی ہے۔ اس کے سوا نہ کسی کے پاس کوئی اقتدار ہے، نہ کسی کا حکم چلتا ہے، نہ کوئی خلق اور تدبیر اور انتظام کے رازوں سے واقف ہے، اور نہ کوئی اختیاراتِ حکومت میں ذرہ برابر شریک وحصہ دار ہے، لہٰذا اس کے سوا حقیقت میں کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اور جب حقیقت میں کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے تو تمہارا ہر وہ فعل جو تم دوسروں کو الٰہ سمجھتے ہوئے کرتے ہو اصلاً غلط ہے، خواہ وہ دعا مانگنے یا پناہ ڈھونڈھنے کا فعل ہو، یا خوف ورجا کا فعل ہو، یا سفارشی بنانے کا فعل ہو، یا حکم ماننے اور اطاعت کرنے کا فعل ہو۔ یہ تمام تعلقات جو تم نے دوسروں سے قائم کر رکھے ہیں صرف اللہ کے لئے مخصوص ہونے چاہئیں کیونکہ وہی اکیلا صاحبِ اقتدار ہے۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۲۹۔۳۰)

الٰہیت اور اقتدار لازم وملزوم ہیں اور اپنی روح ومعنی کے اعتبار سے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ جو اقتدار نہیں رکھتا وہ الٰہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوسکتا اور اسے الٰہ نہ ہونا چاہیے۔ اور جو اقتدار رکھتا ہے وہی الٰہ ہوسکتا ہے اور اسی کو الٰہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ الٰہ سے تمہاری جس قدر ضروریات متعلق ہیں، یا جن ضروریات کی خاطر تمہیں کسی کو الٰہ ماننے کی حاجت پیش آتی ہے ان میں سے کوئی ضرورت بھی اقتدار کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی، لہٰذا غیر مقتدر کا الٰہ ہونا بے معنی ہے حقیقت کے خلاف ہے اور اس کی طرف رجوع کرنا لاحاصل ہے۔

اس مرکزی خیال کو لے کر قرآن جس طریقہ سے استدلال کرتا ہے اس کے مقدمات اور نتائج حسب ذیل ترتیب کے ساتھ اچھی طرح سمجھ میں آسکتے ہیں۔

۱۔ حاجت روائی، مشکل کشائی، پناہ دہندگی، امداد واعانت، خبر گیری وحفاظت اور استجابتِ دعوات جن کو تم نے معمولی کام سمجھ رکھا ہے دراصل یہ معمولی کام نہیں ہیں بلکہ ان کا سررشتہ پورے نظام کائنات کی تخلیقی اور انتظامی قوتوں سے جاملتا ہے۔ تمہاری ذرا ذرا سی ضرورتیں جس طرح پوری ہوتی ہیں اس پر غور کرو تو تم کو معلوم ہو کہ زمین و آسمان کے عظیم الشان کارخانہ میں بے شمار اسباب کی مجموعی حرکت کے بغیر ان کا پورا ہونا محال ہے۔ پانی کا ایک گلاس جو تم پیتے ہو اور گیہوں کا ایک دانہ جو تم کھاتے ہو اس کو مہیا کرنے کے لئے سورج اور زمین اور ہواؤں اور سمندروں کو خدا جانے کتنا کام کرنا پڑتا ہے تب کہیں یہ چیزیں تم کو بہم پہنچتی ہیں۔ پس تمہاری دعائیں سننے اور تمہاری حاجتیں رفع کرنے کے لئے کوئی معمولی اقتدار نہیں بلکہ وہ اقتدار درکار ہے جو زمین وآسمان کو پیدا کرنے کے لئے، سیاروں کو حرکت دینے کے لئے، ہواؤں کو گردش دینے اور بارش برسانے کے لئے غرض پوری کائنات کا انتظام کرنے کے لئے درکار ہے۔

۲۔ یہ اقتدار ناقابلِ تقسیم ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ خلق کا اقتدار کسی کے پاس ہو، اور رزق کا کسی اور کے پاس، سورج کسی کے قبضہ میں ہو اور زمین کسی اور کے قبضہ میں، پیدا کرنا کسی کے اختیار میں ہو، بیماری وصحت کسی اور کے اختیار میں، اور موت اور زندگی کسی تیسرے کے اختیار میں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ نظامِ کائنات کبھی چل ہی نہ سکتا۔ لہٰذا تمام اقتدارات واختیارات کا ایک ہی مرکزی فرمانروا کے قبضہ میں ہونا ضروری ہے۔ کائنات کا انتظام چاہتا ہے کہ ایسا ہو، اور فی الواقع ایسا ہی ہے۔

۳۔ جب تمام اقتدار ایک ہی فرمانروا کے ہاتھ میں ہے اور اقتدار میں کسی کا ذرہ برابر کوئی حصہ نہیں ہے تو لامحالہ الوہیت بھی بالکلیہ اسی فرمانروا کے لئے خاص ہے اور اس میں بھی کوئی حصہ دار نہیں ہے۔ کسی میں یہ طاقت نہیں کہ تمہاری فریاد رسی کرسکے، دعائیں قبول کرسکے، پناہ دے سکے، حامی وناصر اور ولی وکارساز بن سکے، نفع یا نقصان پہنچا سکے۔ لہٰذا الٰہ کا جو مفہوم تمہارے ذہن میں ہے اس کے لحاظ سے کوئی دوسرا الٰہ نہیں ہے۔ حتّٰی کہ کوئی اس معنی میں بھی الٰہ نہیں کہ فرمانروائے کائنات کے ہاں مقرب بارگاہ ہونے کی حیثیت ہی سے اس کا کچھ زور چلتا ہو اور اس کی سفارش مانی جاتی ہو۔ اس کے انتظامِ سلطنت میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں، کوئی اس کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتا اور سفارش قبول کرنا یا نہ کرنا بالکل اسی کے اختیار میں ہے، کوئی زور کسی کے پاس نہیں ہے کہ اس کے بل پر وہ اپنی سفارش قبول کراسکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ اقتدارِ اعلیٰ کی وحدانیت کا اقتضاء یہ ہے کہ حاکمیت و فرمانروائی کی جتنی قسمیں ہیں سب ایک ہی مقتدرِ اعلیٰ کی ذات میں مرکوز ہوں اور حاکمیت کا کوئی جز بھی کسی دوسرے کی طرف منتقل نہ ہو۔ جب خالق وہ ہے اور خلق میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں، جب رازق وہ ہے اور رزق رسانی میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں، جب پورے نظامِ کائنات کا مدبر و منتظم وہ ہے اور تدبیر و انتظام میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں تو یقیناً حاکم و آمر اور شارع بھی اسی کو ہونا چاہیے اور اقتدار کی اس شق میں بھی کسی کے شریک ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ جس طرح اس کی سلطنت کے دائرے میں اس کے سوا کسی دوسرے کا فریاد رس اور حاجت روا اور پناہ دہندہ ہونا غلط ہے اسی طرح کسی دوسرے کا مستقل بالذات حاکم اور خود مختار فرمانروا اور آزاد قانون ساز ہونا بھی غلط ہے۔ تخلیق اور رزق رسانی، احیاء اور اماتت، تسخیر شمس و قمر اور تکویر لیل و نہار، قضاء اور قدر، حکم اور پادشاہی، امر اور تشریع سب ایک ہی کلی اقتدار و حاکمیت کے مختلف پہلو ہیں اور یہ اقتدار و حاکمیت ناقابلِ تقسیم ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے حکم کی سند کے بغیر کسی کے حکم کو واجب الاطاعت سمجھتا ہے تو وہ ویسا ہی شرک کرتا ہے جیسا ایک غیر اللہ سے دعا مانگنے والا شرک کرتا ہے اگر کوئی شخص سیاسی معنی میں مالک الملک اور مقتدرِ اعلیٰ اور حاکم علی الاطلاق ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ بالکل اس طرح خدائی کا دعویٰ ہے جس طرح فوق الطبیعی معنی میں کسی کا یہ کہنا کہ تمہارا ولی و کارساز اور مددگار محافظ میں ہوں۔ اسی لئے جہاں خلق اور تقدیرِ اشیاء اور تدبیر کائنات میں اللہ کے لاشریک ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہیں لَه الحكم و له الملك اور لم يكن له شريك في الملك بھی کہا گیا ہے جو اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ الوہیت کے مفہوم میں بادشاہی و حکمرانی کا مفہوم بھی شامل ہے۔ اور توحیدِ الٰہ کے لئے لازم ہے کہ اس مفہوم کے اعتبار سے بھی اللہ کے ساتھ کسی کی شرکت نہ تسلیم کی جائے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ. (المؤمنون آیت : ۱۱۶)

پس بالا و برتر ہے اللہ جو حقیقی پادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ عرش بزرگ کا مالک ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ. (الناس آیت ۱ . ۲)

کہو میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب سے، انسانوں کے بادشاہ سے، انسانوں کے الٰہ سے۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۳۹۔۴۴)

اپنی سلطنت میں خداوندی کے جملہ اختیارات کا مالک وہ خود ہی ہے۔ کوئی دوسرا نہ اس کی صفات میں اس کا شریک ہے، نہ اس کے اختیارات میں اور نہ اس کے حقوق میں۔ لہٰذا اس کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ شریک ٹھہرا کر زمین یا آسمان میں جہاں بھی کسی اور کو معبود (الٰہ) بنایا جا رہا ہے، ایک جھوٹ گھڑا جا رہا ہے اور حقیقت کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے۔ (تفہیم ج ۱ البقرہ ص ۱۹۴ حاشیہ ۲۷۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کے سوا کسی کی یہ حیثیت اور مقام اور مرتبہ نہیں ہے کہ اس کی بندگی و پرستش کی جائے جس کے سوا کوئی خدائی کی صفات و اختیارات رکھتا ہی نہیں کہ اسے معبود ہونے کا حق پہنچتا ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۵ الحشر ص ۴۱۲ حاشیہ ۳۳)

خدائی کے سارے اختیارات تنہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ کوئی دوسرا سرے سے یہ اختیار رکھتا ہی نہیں ہے کہ تمہاری اچھی یا بری تقدیر بنا سکے۔ اچھا وقت آ سکتا ہے تو اسی کے لائے آ سکتا ہے، اور برا وقت ٹل سکتا ہے تو اسی کے ٹالے ٹل سکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص سچے دل سے اللہ کو خدائے واحد مانتا ہو اس کے لئے اس کے سوا سرے سے کوئی راستہ ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ پر بھروسا رکھے اور دنیا میں ایک مومن کی حیثیت سے اپنا فرض اس یقین کے ساتھ انجام دیتا چلا جائے کہ خیر بہرحال اسی راہ میں ہے جس کی طرف اللہ نے رہنمائی فرمائی ہے۔ اس راہ میں کامیابی نصیب ہوگی تو اللہ ہی کی مدد اور تائید و توفیق سے ہوگی، کوئی دوسری طاقت مدد کرنے والی نہیں ہے اور اس راہ میں اگر مشکلات و مصائب اور خطرات و مہالک سے سابقہ پیش آئے گا تو ان سے بھی وہی بچائے گا، کوئی دوسرا بچانے والا نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ التغابن ص ۵۴۳۔ ۵۴۴ حاشیہ ۲۸)

کائنات کا مالک و فرمانروا ہی انسانوں کا اصل معبود ہے، اور وہی درحقیقت معبود ہو سکتا ہے، اور اسی کو معبود ہونا چاہیے۔ یہ بات سراسر عقل کے خلاف ہے کہ رب (یعنی مالک، اور حاکم اور مربی و پروردگار) کوئی اور ہو اور اِلٰہ (عبادت کا مستحق) کوئی اور ہو جائے۔ عبادت کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ آدمی کا نفع و ضرر، اس کی حاجتوں اور ضرورتوں کا پورا ہونا، اس کی قسمت کا بننا اور بگڑنا، بلکہ بجائے خود اس کا وجود و بقا ہی جس کے اختیار میں ہے، اس کی بالاتری تسلیم کرنا اور اس کے آگے جھکنا آدمی کی فطرت کا عین تقاضا ہے۔ اس وجہ کو آدمی سمجھ لے تو خود بخود اس کی سمجھ میں یہ بات آ جاتی ہے کہ اختیارات والے کی عبادت نہ کرنا اور بے اختیار کی عبادت کرنا، دونوں صریح خلافِ عقل و فطرت ہیں۔ عبادت کا استحقاق پہنچتا ہی اس کو ہے جو اقتدار رکھتا ہے۔ رہیں بے اختیار ہستیاں تو وہ نہ اس کی مستحق ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے اور نہ ان کی عبادت کرنے اور اس سے دعائیں مانگنے کا کچھ حاصل ہے، کیونکہ ہماری کسی درخواست پر کوئی کارروائی کرنا سرے سے ان کے اختیار میں ہے ہی نہیں۔ ان کے آگے عاجزی و نیازمندی کے ساتھ جھکنا اور ان سے دعا مانگنا بالکل ویسا ہی احمقانہ فعل ہے جیسے کوئی شخص کسی حاکم کے سامنے جانے اور اس کے حضور درخواست پیش کرنے کے بجائے جو دوسرے سائلین وہاں درخواستیں لیے کھڑے ہوں انہی میں سے کسی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو جائے۔ (تفہیم القرآن ج ۴ الصافات ص ۲۷۹ حاشیہ ۴)

(سورۂ بنی اسرائیل میں آیت ۴۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے)

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا تَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا.

اے محمدؐ! ان سے کہو کہ اگر اللہ کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہوتے، جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں، تو وہ مالکِ عرش کے مقام پر پہنچنے کی ضرور کوشش کرتے۔

یعنی وہ خود مالکِ عرش بننے کی کوشش کرتے۔ اس لئے کہ چند ہستیوں کا خدائی میں شریک ہونا دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا۔ یا تو وہ سب اپنی اپنی جگہ مستقل خدا ہوں۔ یا ان میں سے ایک اصل خدا ہو، اور باقی اس کے بندے ہوں جنہیں اس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ خدائی اختیارات دے رکھے ہوں۔ پہلی صورت میں یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ یہ سب آزاد و خود مختار خدا ہمیشہ ہر معاملے میں، ایک دوسرے کے ارادے سے موافقت کر کے اس اتھاہ کائنات کے نظم کو اتنی مکمل ہم آہنگی، یکسانیت اور تناسب و توازن کے ساتھ چلا سکتے۔ ناگزیر تھا کہ ان کے منصوبوں اور ارادوں میں قدم قدم پر تصادم ہوتا اور ہر ایک اپنی خدائی دوسرے خداؤں کی موافقت کے بغیر چلتی نہ دیکھ کر یہ کوشش کرتا کہ وہ تنہا ساری کائنات کا مالک بن جائے۔ رہی دوسری صورت، تو بندے کا ظرف خدائی اختیارات تو درکنار خدائی کے ذرا سے وہم اور شایبے تک کا تحمل نہیں کر سکتا۔ اگر کہیں کسی مخلوق کی طرف ذرا سی خدائی بھی منتقل کر دی جاتی تو وہ پھٹ پڑتا۔ چند لمحوں کے لئے بھی بندہ بن کر رہنے پر راضی نہ ہوتا، اور فوراً ہی خداوند عالم بن جانے کی فکر شروع کر دیتا۔

جس کائنات میں گیہوں کا ایک دانہ اور گھاس کا ایک تنکا بھی اس وقت تک پیدا نہ ہوتا ہو جب تک کہ زمین و آسمان کی ساری قوتیں مل کر اس کے لئے کام نہ کریں، اس کے متعلق صرف ایک انتہا درجے کا جاہل اور کند ذہن آدمی ہی یہ تصور کر سکتا ہے کہ اس کی فرمانروائی ایک سے زیادہ خود مختار یا نیم مختار خدا کر رہے ہوں گے۔ ورنہ جس نے کچھ بھی اس نظام کے مزاج اور طبیعت کو سمجھنے کی کوشش کی ہو وہ تو اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہاں خدائی بالکل ایک ہی کی ہے اور اس کے ساتھ کسی درجے میں بھی کسی اور کے شریک ہونے کا قطعی امکان نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۲ بنی اسرائیل ص ۶۱۸ حاشیہ ۴۷)

ساری کائنات اور اس کی ہر شے اپنے پورے وجود سے اس حقیقت پر گواہی دے رہی ہے کہ جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور جو اس کی پروردگاری و نگہبانی کر رہا ہے اس کی ذات ہر عیب اور نقص اور کمزوری سے منزہ ہے، اور وہ اس سے بالکل پاک ہے کہ خدائی میں کوئی اس کا شریک و سہیم ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۲ بنی اسرائیل ص ۶۱۹ حاشیہ ۴۸)

۳، ۴۔ اَلرَّحْمٰنُ [۱]۔ الرَّحِيْمُ: نہایت مہربان۔ رحم فرمانے والا۔

انسان کا خاصہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے تو وہ مبالغہ کے صیغوں میں اس کو بیان کرتا ہے، اور اگر ایک مبالغہ کا لفظ بول کر وہ محسوس کرتا ہے کہ اس شے کی فراوانی کا حق ادا نہیں ہوا، تو پھر وہ اسی معنی کا ایک اور لفظ بولتا ہے تا کہ وہ کمی پوری ہو جائے جو اس کے نزدیک مبالغہ میں رہ گئی ہے۔ اللہ کی تعریف میں رحمان کا لفظ استعمال کرنے کے بعد پھر

---

[۱] یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ عرب میں اللہ تعالیٰ کے لیے قدیم زمانے سے رحمان کا لفظ معروف و مستعمل تھا۔ (تفہیم ج ۳ ص ۴۶۱ حاشیہ ۷۳)

۴۵۸ء کے ایک کتبہ پر خدا کے لیے رحمان کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اصل الفاظ ہیں بردار حمنن یعنی رحمان کی مدد سے (تفہیم ج ۴ ص ۱۹۴ حاشیہ ۳۵)

یمن میں چوتھی پانچویں صدی عیسوی کے جو کتبات آثار قدیمہ کی جدید تحقیقات کے سلسلہ میں برآمد ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں وہاں ایک توحیدی مذہب موجود تھا جس کے پیرو الرحمٰن اور رب السماء والارض ہی کو الٰہ واحد تسلیم کرتے تھے۔ (تفہیم ج ۴ ص ۳۷ حاشیہ ۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رحیم کا اضافہ کرنے میں بھی یہی نکتہ پوشیدہ ہے۔ رحمان عربی زبان میں بڑے مبالغہ کا صیغہ ہے۔لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پراتنی زیادہ ہے، اس قدر وسیع ہے، ایسی بےحدوحساب ہے کہ اس کے بیان میں بڑے سے بڑا مبالغہ کا لفظ بول کر بھی جی نہیں بھرتا۔اس لئے اس کی فراوانی کا حق ادا کرنے کے لئے پھر رحیم کا لفظ مزید استعمال کیا گیا۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم کسی شخص کی فیاضی کے بیان میں ''سخی'' کا لفظ بول کر جب تشنگی محسوس کرتے ہیں تو اس پر ''داتا'' کا اضافہ کرتے ہیں۔ رنگ کی تعریف میں جب ''گورے'' کو کافی نہیں پاتے تو اس پر ''چٹے'' کا لفظ اور بڑھا دیتے ہیں درازی قد کے ذکر میں جب ''لمبا'' کہنے سے تسلی نہیں ہوتی تو اس کے بعد ''تڑنگا'' بھی کہتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۱ سورۂ الفاتحہ، ص ۴۴ حاشیہ ۴)

وہی ایک ہستی ایسی ہے جس کی رحمت بے پایاں ہے، تمام کائنات پر وسیع ہے، اور کائنات کی ہر چیز کو اس کا فیض پہنچتا ہے۔ سارے جہاں میں کوئی دوسرا اس ہمہ گیر اور غیر محدود رحمت کا حامل نہیں ہے۔ دوسری جس ہستی میں بھی صفتِ رحم پائی جاتی ہے اس کی رحمت جزوی اور محدود ہے، اور وہ بھی اس کی ذاتی صفت نہیں ہے بلکہ خالق نے کسی مصلحت اور ضرورت کی خاطر اسے عطا کی ہے۔ جس مخلوق کے اندر بھی اس نے کسی دوسری مخلوق کے لئے جذبہ رحم پیدا کیا ہے، اس لئے پیدا کیا ہے کہ ایک مخلوق کو وہ دوسری مخلوق کی پرورش اور خوشحالی کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے۔ یہ بجائے خود اسی کی رحمتِ بے پایاں کی دلیل ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ الحشر ص ۴۱۳ حاشیہ ۳۵)

اس مضمون کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نہایت لطیف مثالوں سے واضح فرمایا ہے۔ ایک مثال تو آپؐ نے یہ دی ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک بے آب و گیاہ صحرا میں کھویا گیا ہو اور اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اسی اونٹ پر ہو اور وہ شخص اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو چکا ہو یہاں تک کہ زندگی سے بے آس ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا ہو، اور عین اس حالت میں یکایک وہ دیکھے کہ اس کا اونٹ سامنے کھڑا ہے، تو اس وقت جیسی کچھ خوشی اس کو ہوگی، اس سے بہت زیادہ خوشی اللہ کو اپنے بھٹکے ہوئے بندے کے پلٹ آنے سے ہوتی ہے۔ دوسری مثال اس سے بھی زیادہ مؤثر ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا شیر خوار بچہ چھوٹ گیا تھا اور وہ مامتا کی ماری ایسی بے چین تھی کہ جس بچے کو پالیتی اسے چھاتی سے چمٹا کر دودھ پلانے لگتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دیکھ کر ہم لوگوں سے پوچھا کیا تم لوگ یہ توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے عرض کیا ہرگز نہیں، خود پھینکنا تو درکنار، وہ آپ گرتا ہو تو یہ اپنی حد تک تو اسے بچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گی۔ فرمایا اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا ''اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے بہت زیادہ ہے جو یہ عورت اپنے بچے کے لئے رکھتی ہے۔''

اور ویسے بھی غور کرنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے بچوں کی پرورش کے لئے ماں باپ کے دل میں محبت پیدا کی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر خدا اس محبت کو پیدا نہ کرتا تو ماں اور باپ سے بڑھ کر بچوں کا کوئی دشمن نہ ہوتا۔ کیونکہ سب سے بڑھ کر وہ انہی کے لئے تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ اب ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے کہ جو خدا محبتِ مادری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور شفقتِ پدری کا خالق ہے خود اس کے اندر اپنی مخلوق کے لئے کیسی کچھ محبت موجود ہوگی۔ (تفہیم القرآن ج ۲ سورۂ ہود، ص۳۶۴ حاشیہ ۱۰۱)

اس کا رحیم ہونا اس اطمینان کے لئے کافی ہے کہ جو شخص اس کی خاطر اعلائے کلمۃ الحق کے کام میں جان لڑائے گا اس کی کوششوں کو وہ کبھی رائیگاں نہ جانے دے گا۔ (تفہیم القرآن ج ۳ سورۂ الشعراء ص۵۴۴ حاشیہ ۱۲۷)

کیا شان ہے خدا کی رحیمی وغفاری کی، جو لوگ حق کو نیچا دکھانے کے لئے جھوٹ کے طوفان اٹھاتے ہیں ان کو بھی وہ مہلت دیتا ہے اور سنتے ہی عذاب کا کوڑا نہیں برسا دیتا۔ (تفہیم القرآن ج ۳ سورۂ الفرقان ص ۴۳۸ حاشیہ ۱۳)

برسوں اور صدیوں ڈھیل دیتا ہے، سوچنے اور سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت دیے جاتا ہے اور عمر بھر کی نافرمانیوں کو ایک توبہ پر معاف کر دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ سورۂ الشعراء ص ۴۸۰ حاشیہ ۶)

ایسا نہیں ہے کہ اس کی سلطنت میں اگر کوئی شخص یا گروہ اس کے خلاف بغاوت کرنے کے باوجود پکڑا نہیں جا رہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ دنیا اندھیر نگری اور اللہ تعالیٰ اس کی کا چوپٹ راجہ ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور درگزر سے کام لینا اس کی عادت ہے۔ عاصی اور خاطی کو قصور سرزد ہوتے ہی پکڑ لینا، اس کا رزق بند کر دینا، اس کے جسم کو مفلوج کر دینا، اس کو آناً فاناً ہلاک کر دینا، سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، مگر وہ ایسا کرتا نہیں ہے۔ یہ اس کی شانِ رحیمی کا تقاضا ہے کہ قادرِ مطلق ہونے کے باوجود وہ نافرمان بندوں کو ڈھیل دیتا ہے، سنبھلنے کی مہلت عطا کرتا ہے، اور جب بھی وہ باز آجائیں، معاف کر دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ سبا، ص ۱۷۴ حاشیہ ۴)

یہ اس کی حلیمی و رحیمی اور چشم پوشی و درگزر ہی تو ہے جس کی بدولت کفر اور شرک اور دہریت اور فسق وفجور اور ظلم وستم کی انتہا کر دینے والے لوگ بھی سالہا سال تک، بلکہ اس طرح کے پورے پورے معاشرے صدیوں تک مہلت پر مہلت پاتے چلے جاتے ہیں، اور ان کو صرف رزق ہی نہیں ملے جاتا بلکہ دنیا میں ان کی بڑائی کے ڈنکے بجتے ہیں اور زینتِ حیاتِ دنیا کے وہ سروسامان انہیں ملتے ہیں جنہیں دیکھ دیکھ کر نادان لوگ اس غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ شاید اس دنیا کا کوئی خدا نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ الشوریٰ۔ ص ۴۸۰ حاشیہ ۵)

سورہ حٰم السجدہ آیت: ۲ میں ارشاد ہے۔ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ خدائے رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کردہ --- اس کا نازل کرنے والا وہ خدا ہے جو اپنی مخلوق پر بے انتہا مہربان (رحمان ورحیم) ہے۔ نازل کرنے والے خدا کی دوسری صفات کے بجائے صفتِ رحمت کا ذکر اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس نے اپنی رحیمی کے اقتضا سے یہ کلام نازل کیا ہے۔ یہ تو ایک نعمتِ عظمیٰ ہے جو خدا نے سراسر اپنی رحمت کی بنا پر انسانوں کی رہنمائی اور فلاح وسعادت کے لئے نازل کی ہے۔ خدا اگر انسانوں سے بے رخی برتتا تو انہیں اندھیرے میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا اور کچھ پروانہ کرتا کہ یہ کس گڑھے میں جا کر گرتے ہیں۔ لیکن یہ اس کا فضل وکرم ہے کہ پیدا کرنے اور روزی دینے کے ساتھ ان کی زندگی سنوارنے کے لئے علم کی روشنی دکھانا بھی وہ اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے اور اسی بنا پر یہ کلام اپنے ایک بندے پر نازل کر رہا ہے۔ اب اس شخص سے بڑھ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناشکرا اور آپ اپنا دشمن کون ہوگا جو اس رحمت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے الٹا اس سے لڑنے کے لئے دوڑے۔ (تفہیم القرآن: ج۴ سورۂ حٰمٓ السجدہ ص ۴۳۹ حاشیہ ۱)

قرآن مجید کا نازل کیا جانا سراسر اللہ کی رحمت ہے۔ وہ چونکہ اپنی مخلوق پر بے انتہا مہربان ہے، اس لئے اس نے یہ گوارا نہ کیا کہ تمہیں تاریکی میں بھٹکتا چھوڑ دے اور اس کی رحمت اس بات کی متقضی ہوئی کہ یہ قرآن بھیج کر تمہیں وہ علم عطا فرمائے جس پر دنیا میں تمہاری راست روی اور آخرت میں تمہاری فلاح کا انحصار ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۂ الرحمٰن۔ ص ۲۴۸ حاشیہ ۱)

چونکہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے، اور خالق ہی کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی مخلوق کی رہنمائی کرے اور اسے وہ راستہ بتائے جس سے وہ اپنا مقصدِ وجود پورا کر سکے، اس لئے اللہ کی طرف سے قرآن کی اس تعلیم کا نازل ہونا محض اس کی رحمانیت ہی کا تقاضا نہیں ہے، بلکہ اس کے خالق ہونے کا بھی لازمی اور فطری تقاضا ہے۔ خالق اپنی مخلوق کی رہنمائی نہ کرے گا تو اور کون کرے گا؟ اور خالق ہی رہنمائی نہ کرے تو اور کون کر سکتا ہے؟ اور خالق کے لئے اس سے بڑا عیب اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس چیز کو وہ وجود میں لائے اسے اپنے وجود کا مقصد پورا کرنے کا طریقہ نہ سکھائے؟ پس درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی تعلیم کا انتظام ہونا عجیب بات نہیں ہے، بلکہ یہ انتظام اگر اس کی طرف سے نہ ہوتا تو قابلِ تعجب ہوتا۔ (تفہیم القرآن ج ۵ سورۂ الرحمٰن ص ۲۴۸، حاشیہ ۲)

یہ اللہ ہی کو زیب دیتا ہے کہ کسی نے خواہ اس کی کتنی ہی نافرمانیاں کی ہوں، جس وقت بھی وہ اپنی اس روش سے باز آ جائے اللہ اپنا دامنِ رحمت اس کے لئے کشادہ کر دیتا ہے۔ اپنے بندوں کے لئے کوئی جذبۂ انتقام وہ اپنے اندر نہیں رکھتا کہ ان کے قصوروں سے وہ کسی حال میں درگذر ہی نہ کرے اور سزا دیے بغیر نہ چھوڑے۔ (تفہیم القرآن ج ۶ سورۂ المدثر۔ ص ۱۵۷ حاشیہ ۴۳)

حقیقت نفس الامری کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرنے سے جو منع کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ تمہاری راست روی سے اس کا کوئی فائدہ اور غلط روی سے اس کا کوئی نقصان ہوتا ہے، بلکہ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ راست روی میں تمہارا اپنا فائدہ اور غلط روی میں تمہارا اپنا نقصان ہے۔ لہٰذا یہ سراسر اس کی مہربانی ہے کہ وہ تمہیں اس صحیح طرزِ عمل کی تعلیم دیتا ہے جس سے تم بلند مدارج تک ترقی کرنے کے قابل بن سکتے ہو اور غلط طرزِ عمل سے روکتا ہے جس کی بدولت تم پست مراتب کی طرف تنزل کرتے ہو۔

تمہارا رب سخت گیر نہیں ہے، تم کو سزا دینے میں اسے کوئی لطف نہیں آتا ہے، وہ تمہیں پکڑنے اور مارنے پر تلا نہیں ہے کہ ذرا تم سے قصور سرزد ہوا اور وہ تمہاری خبر لے ڈالے۔ درحقیقت وہ اپنی تمام مخلوقات پر نہایت مہربان ہے۔ غایت درجہ کے رحم و کرم کے ساتھ خدائی کر رہا ہے، اور یہی اس کا معاملہ انسانوں کے ساتھ بھی ہے۔ اسی لئے وہ تمہارے قصور پر قصور معاف کرتا چلا جاتا ہے۔ تم نافرمانیاں کرتے ہو، گناہ کرتے ہو، جرائم کا ارتکاب کرتے ہو، اس کے رزق سے پل کر بھی اس کے احکام سے منہ موڑتے ہو، مگر وہ حلم اور عفو ہی سے کام لیے جاتا ہے اور تمہیں سنبھلنے اور سمجھنے اور اپنی اصلاح کر لینے کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہلت پر مہلت دیے جاتا ہے۔ ورنہ اگر وہ سخت گیر ہوتا تو اس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ تمہیں دنیا سے رخصت کر دیتا اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو اٹھا کھڑا کرتا، یا سارے انسانوں کو ختم کر کے کوئی اور مخلوق پیدا کر دیتا۔ (تفہیم القرآن ج ا سورۂ الانعام ص ۵۸۲۔۵۸۳ حاشیہ ۱۰۱)

وہ محض خالق ہی نہیں ہے بلکہ اپنی مخلوق پر غایت درجہ رحیم و شفیق اور اس کی ضروریات اور مصلحتوں کے لئے خود اس سے بڑھ کر فکر کرنے والا ہے۔ انسان دنیا میں مسلسل محنت نہیں کر سکتا بلکہ ہر چند گھنٹوں کی محنت کے بعد اسے چند گھنٹوں کے لئے آرام درکار ہوتا ہے تاکہ پھر چند گھنٹے محنت کرنے کے لئے اسے قوت بہم پہنچ جائے۔ اس غرض کے لئے خالقِ حکیم و رحیم نے انسان کے اندر صرف تکان کا احساس اور صرف آرام کی خواہش پیدا کر دینے ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس نے ''نیند'' کا ایک زبردست داعیہ اس کے وجود میں رکھ دیا جو اس کے ارادے کے بغیر، حتّٰی کہ اس کی مزاحمت کے باوجود خود بخود ہر چند گھنٹوں کی بیداری و محنت کے بعد اسے آدبوچتا ہے، چند گھنٹے آرام لینے پر اس کو مجبور کر دیتا ہے، اور ضرورت پوری ہو جانے کے بعد خود بخود اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اس نیند کی ماہیت و کیفیت اور اس کے حقیقی اسباب کو آج تک انسان نہیں سمجھ سکا ہے۔ یہ قطعاً ایک پیدائشی چیز ہے جو آدمی کی فطرت اور اس کی ساخت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس کا ٹھیک انسان کی ضرورت کے مطابق ہونا ہی اس بات کی شہادت دینے کے لئے کافی ہے کہ یہ ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ کسی حکیم نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق یہ تدبیر وضع کی ہے۔ اس میں ایک بڑی حکمت و مصلحت اور مقصدیت صاف طور پر کارفرما نظر آتی ہے۔ مزید براں یہی نیند اس بات پر بھی گواہ ہے کہ جس نے یہ مجبور کن داعیہ انسان کے اندر رکھا ہے وہ انسان کے حق میں خود اس سے بڑھ کر خیر خواہ ہے، ورنہ انسان بالارادہ نیند کی مزاحمت کر کے اور زبردستی جاگ جاگ کر، اور مسلسل کام کر کر کے اپنی قوتِ کار کو ہی نہیں، قوتِ حیات تک کو ختم کر ڈالتا۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۂ الروم ص ۷۴۷۔۷۴۸ حاشیہ ۳۳)

۵۔ اَلْمَلِکُ: بادشاہ۔

اَلْمَلِکُ جس کا مطلب یہ ہے کہ اصل بادشاہ وہی ہے۔ نیز مطلقاً الملک کا لفظ استعمال کرنے سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ وہ کسی خاص علاقے یا مخصوص مملکت کا نہیں بلکہ سارے جہان کا بادشاہ ہے۔ پوری کائنات پر اس کی سلطانی و فرمانروائی محیط ہے۔ ہر چیز کا وہ مالک ہے۔ ہر شے اس کے تصرف اور اقتدار اور حکم کی تابع ہے۔ اور اس کی حاکمیت (SOVEREIGNTY) کو محدود کرنے والی کوئی شے نہیں ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی کے ان سارے پہلوؤں کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ. (الروم: ۲۶)

زمین اور آسمانوں میں جو بھی ہیں اس کے مملوک ہیں۔ سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ. (السجده: ۵)	آسمان سے زمین تک وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (الحدید: ۵)	زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اسی کی ہے اور اللہ ہی کی طرف سارے معاملات رجوع کیے جاتے ہیں۔
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ (الفرقان: ۲)	بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔
بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (یٰسٓ: ۸۳)	ہر چیز کی سلطانی وفرمانروائی اسی کے ہاتھ میں ہے۔
فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (البروج: ۱۶)	جس چیز کا ارادہ کرے اسے کر گزرنے والا۔
لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ (الانبیاء: ۲۳)	جو کچھ وہ کرے اس پر وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہے، اور سب جواب دہ ہیں۔
وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ. (الرعد: ۴۱)	اور اللہ فیصلہ کرتا ہے، کوئی اس کے فیصلے پر نظر ثانی کرنے والا نہیں ہے۔
وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ. (المومنون: ۸۸)	اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دے سکتا۔
قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ط وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (اٰل عمران: ۲۶)	کہو، خدایا ملک کے مالک، تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

ان توضیحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہی حاکمیت کے کسی محدود یا مجازی مفہوم میں نہیں بلکہ اس کے پورے مفہوم میں، اس کے مکمل تصور کے لحاظ سے حقیقی بادشاہی ہے۔ بلکہ درحقیقت حاکمیت جس چیز کا نام ہے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر کہیں پائی جاتی ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں ہی پائی جاتی ہے۔اس کے سوا اور جہاں بھی اس کے ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے،خواہ وہ کسی بادشاہ یا ڈکٹیٹر کی ذات ہو، یا کوئی طبقہ یا گروہ یا خاندان ہو، یا کوئی قوم ہو،اسے فی الواقع کوئی حاکمیت حاصل نہیں ہے، کیونکہ حاکمیت سرے سے اس حکومت کو کہتے ہی نہیں ہیں جو کسی کا عطیہ ہو، جو کبھی ملتی ہو اور کبھی سلب ہو جاتی ہو، جسے کسی دوسری طاقت سے خطرہ لاحق ہو سکتا ہو، جس کا قیام و بقا عارضی و وقتی ہو، اور جس کے دائرۂ اقتدار کو بہت سی دوسری متصادم قوتیں محدود کرتی ہوں۔(تفہیم القرآن ج ۵ سورۃ الحشر ص ۴۱۲۔۴۱۳ حاشیہ ۳۶)

حقیقی اختیارات کا مالک اور واقعی رب وہی ہے، اس لئے اس کی بندگی کرنے والے خائب و خاسر نہیں رہ سکتے اور دوسرے تمام معبود سراسر بے حقیقت ہیں، ان کو جن صفات اور اختیارات کا مالک سمجھ لیا گیا ہے ان کی سرے سے کوئی اصلیت نہیں ہے، اس لئے خدا سے منہ موڑ کر ان کے اعتماد پر چلنے والے کبھی فلاح و کامرانی سے ہم کنار نہیں ہو سکتے۔(تفہیم القرآن ج ۳ سورۃ الحج ص ۲۴۷ حاشیہ ۱۰۹)

(قیامت کے روز) ساری مجازی بادشاہیاں اور ریاستیں ختم ہو جائیں گی جو دنیا میں انسان کو دھوکے میں ڈالتی ہیں۔ وہاں صرف ایک بادشاہی باقی رہ جائے گی اور وہ وہی اللہ کی بادشاہی ہے جو اس کائنات کا حقیقی فرمانروا ہے۔سورہ مومن میں ارشاد ہوا ہے۔

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ لَايَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ. لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (اٰيت: ۱۶)	وہ دن جب کہ یہ سب لوگ بے نقاب ہوں گے، اللہ سے ان کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہوگی۔ پوچھا جائے گا آج بادشاہی کس کی ہے؟ ہر طرف سے جواب آئے گا اکیلے اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔

حدیث میں اس مضمون کو اور زیادہ کھول دیا گیا ہے۔حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک ہاتھ میں آسمانوں اور دوسرے ہاتھ میں زمین کو لے کر فرمائے گا۔ اَنَا الْمَلِكُ، اَنَا الدَّيَّانُ، اَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ؟ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ؟ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ؟ میں ہوں بادشاہ، میں ہوں فرمانروا، اب کہاں ہیں وہ زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں وہ جبار، کہاں ہیں وہ متکبر لوگ۔(تفہیم القرآن ج ۳ سورۃ الفرقان۔ص ۴۴۶۔۴۴۷ حاشیہ ۳۹)

پوری کائنات تنہا اسی کی سلطنت ہے۔وہ صرف اس کو بنا کر اور ایک دفعہ حرکت دے کر نہیں رہ گیا بلکہ وہی عملاً اس پر ہر آن حکومت کر رہا ہے۔اس حکومت و فرمانروائی میں کسی دوسرے کا قطعاً کوئی دخل یا حصہ نہیں ہے۔دوسروں کو اگر عارضی طور پر اور محدود پیمانے پر اس کائنات میں کسی جگہ تصرف یا ملکیت یا حکمرانی کے اختیارات حاصل ہیں تو وہ ان کے ذاتی اختیارات نہیں ہیں جو انہیں اپنے زور پر حاصل ہوئے ہوں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے ہیں، جب تک اللہ چاہے وہ انہیں حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہتے ہیں، اور جب چاہے وہ انہیں سلب کرسکتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ التغابن۔ ص ۵۲۷ حاشیہ ۲)

۶۔ اَلْقُدُّوْسُ: نہایت مقدس۔

القدوس مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا مادہ قدس ہے۔ قدس کے معنی ہیں تمام بری صفات سے پاکیزہ اور مُنزّہ ہونا۔ اور قُدُّوس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بدرجہا بالا و برتر ہے کہ اس کی ذات میں کوئی عیب، یا نقص، یا کوئی قبیح صفت پائی جائے۔ بلکہ وہ ایک پاکیزہ ترین ہستی ہے جس کے بارے میں کسی برائی کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔

قدّوسیّت درحقیقت حاکمیت کے اولین لوازم میں سے ہے۔ انسان کی عقل اور فطرت یہ ماننے سے انکار کرتی ہے کہ حاکمیت کی حامل کوئی ایسی ہستی ہو جو شریر اور بدخلق اور بدنیت ہو۔ جس میں قبیح صفات پائی جاتی ہوں۔ جس کے اقتدار سے اس کے محکوموں کو بھلائی نصیب ہونے کے بجائے برائی کا خطرہ لاحق ہو۔ اسی بنا پر انسان جہاں بھی حاکمیت کو مرکوز قرار دیتا ہے وہاں قدّوسیّت نہیں بھی ہوتی تو اسے موجود فرض کرلیتا ہے، کیونکہ قدوسیت کے بغیر اقتدارِ مطلق ناقابلِ تصور ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا درحقیقت کوئی مقتدرِ اعلیٰ بھی قدوس نہیں ہے اور نہیں ہوسکتا۔ شخصی بادشاہی ہو یا جمہور کی حاکمیت، یا اشتراکی نظام کی فرمانروائی، یا انسانی حکومت کی کوئی دوسری صورت، بہرحال اس کے حق میں قدوسیت کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ الحشر ص ۴۱۴ حاشیہ ۳۷)

اس سے بدرجہا منزہ اور پاک ہے کہ اس کے فیصلے میں کسی خطا اور غلطی کا امکان ہو۔ غلطی تمہاری سمجھ میں ہوسکتی ہے۔ اس کے فیصلے میں نہیں ہوسکتی۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ الجمعہ ص ۴۸۶ حاشیہ ۱)

۷۔ اَلسَّلَامُ: سراسر سلامتی۔

اَلسَّلام جس کے معنی ہیں سلامتی۔ کسی کو سلیم یا سالم کہنے کے بجائے سلامتی کہنے سے خود بخود مبالغہ کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی کو حسین کہنے کے بجائے حُسن کہا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ سراپا حُسن ہے۔ اللہ تعالیٰ کو السَّلام کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سراسر سلامتی ہے۔ اس کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ کوئی آفت، یا کمزوری یا خامی اس کو لاحق ہو، یا کبھی اس کے کمال پر زوال آئے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ الحشر ص ۴۱۴ حاشیہ ۳۸)

۸۔ اَلْمُؤْمِنُ: امن دینے والا۔

مومن کا مادہ امن ہے۔ امن کے معنی ہیں خوف سے محفوظ ہونا۔ اور مومن وہ ہے جو دوسرے کو امن دے۔ اللہ تعالیٰ کو اس معنی میں مومن کہا گیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو امن دینے والا ہے۔ اس کی خلق اس خوف سے بالکل محفوظ ہے کہ وہ کبھی اس پر ظلم کرے گا، یا اس کا حق مارے گا، یا اس کا اجر ضائع کرے گا، یا اس کے ساتھ اپنے کیے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کرے گا۔ (بلکہ) اس کا امن ساری کائنات اور اس کی ہر چیز کے لئے ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ سورۃ الحشر ص ۴۱۴ حاشیہ ۳۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۔ اَلْمُهَيْمِنُ: نگہبان۔

المھیمن کے تین معنی ہیں۔ایک نگہبانی اور حفاظت کرنے والا۔دوسرے شاہد، جو دیکھ رہا ہو کہ کون کیا کرتا ہے۔ تیسرے قائم بامور الخلق ،یعنی جس نے لوگوں کی ضروریات اور حاجات پوری کرنے کا ذمہ اٹھا رکھا ہو۔ وہ تمام مخلوقات کی نگہبانی وحفاظت کررہا ہے،سب کے اعمال دیکھ رہا ہے،اور کائنات کی ہر مخلوق کی خبر گیری،اور پرورش اور ضروریات کی فراہمی کا اس نے ذمہ اٹھا رکھا ہے۔(تفہیم القرآن ج ۵ سورۂ الحشر۔ص ۴۱۴ حاشیہ ۴۰)

۱۰۔ اَلْعَزِيْزُ: سب پر غالب، بالا دست، بڑا زبردست۔

(العزیز کا مادہ ع زز ہے) عزت کا مفہوم عربی زبان میں اردو کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہے۔اُردو میں عزت محض احترام اور قدر و منزلت کے معنی میں آتا ہے،مگر عربی میں عزت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی بلند اور محفوظ حیثیت حاصل ہو جائے کہ کوئی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔دوسرے الفاظ میں عزت ''نا قابلِ ہتک حرمت'' کا ہم معنی ہے۔

سورۂ نساء آیت ۱۳۹ میں ارشاد ہے:

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا. عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔(تفہیم ج اول ص ۴۰۸ حاشیہ ۱۶۹)

عزت سے مراد عربی زبان میں کسی شخص کا ایسا طاقت ور اور زبردست ہونا کہ اس پر کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے۔(تفہیم ج ۳ مریم ص ۸۰ حاشیہ ۴۹)

العزیز سے مراد ہے ایسی ہستی جس کے مقابلے میں کوئی سر نہ اٹھا سکتا ہو،جس کے فیصلوں کی مزاحمت کرنا کسی کے بس میں نہ ہو،جس کے آگے سب بے بس اور بے زور ہوں۔(تفہیم القرآن:ج ۵ سورۂ الحشر ص ۴۱۵ حاشیہ ۴۱)

سب پر غالب اور کامل اقتدارِ اعلیٰ کا مالک ہے کہ کوئی اس کے فیصلوں کو نافذ ہونے سے نہیں روک سکتا۔(تفہیم القرآن ج ۴ سورۂ الفاطر ص ۲۱۹ حاشیہ ۵)

کائنات میں کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو اس کے ارادے میں مزاحم ہو سکے اور اس کے حکم کو نافذ ہونے سے روک سکے، ہر شے اس سے مغلوب ہے اور کسی میں اس کے مقابلے کا بل بوتا نہیں ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ السجدہ ص ۳۹ حاشیہ ۱۱)

ایسا زبردست اور قادر و قاہر جس کے فیصلے کو نافذ ہونے سے، دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی،جس کی مزاحمت کسی کے بس میں نہیں ہے،جس کی اطاعت ہر ایک کو کرنی ہی پڑتی ہے خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے جس کی نافرمانی کرنے والا اس کی پکڑ سے کسی طرح بچ ہی نہیں سکتا۔(تفہیم القرآن: ج ۵ سورۂ الحدید، ص ۳۰۱ حاشیہ ۲)

کوئی اس سے لڑ کر جیت نہیں سکتا، نہ اس کی گرفت سے بچ سکتا ہے، لہٰذا اس کے فرمان سے منہ موڑ کر اگر کوئی شخص کامیابی کی توقع رکھتا ہو، اور اس کے رسول سے جھگڑا کر کے یہ امید رکھتا ہو کہ وہ اسے نیچا دکھا دے گا، تو یہ اس کی اپنی حماقت ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی توقعات کبھی پوری نہیں ہوسکتیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۃ المومن ص ۳۹۱ حاشیہ ۱)

(طاقت کا مالک صرف اللہ ہی ہے) اللہ تعالیٰ نہ تو بارادہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتا ہے اور نہ اس کائنات میں کوئی طاقت ایسی ہے جو اس کا وعدہ پورا ہونے میں مانع ہوسکتی ہے۔ اس لئے اس امر کا کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا کہ ایمان و عمل صالح کے انعام میں جو کچھ اللہ نے دینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ کسی کو نہ ملے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۃ لقمان ص ۱۱ حاشیہ ۱۱)

اس کی عطا و بخشش کا نظام اس کے اپنے زور پر قائم ہے۔ کسی کا یہ بل بوتا نہیں ہے کہ اسے بدل سکے، یا زبردستی اس سے کچھ لے سکے، یا کسی کو دینے سے اس کو روک سکے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۃ الشوریٰ ص ۴۹۸ حاشیہ ۳۶)

اس کی قدرت تو ایسی زبردست ہے کہ کسی کو سزا دینا چاہے تو پل بھر میں مٹا کر رکھ دے۔ مگر اس کے باوجود یہ سراسر کا رحم ہے کہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ برسوں اور صدیوں ڈھیل دیتا ہے، سوچنے اور سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت دیے جاتا ہے، اور عمر بھر کی نافرمانیوں کو ایک توبہ پر معاف کر دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۃ فاطر ص ۲۲۸ حاشیہ ۳۸)

تم کچھ اپنے بل بوتے پر اس کی زمین میں نہیں دندنا رہے ہو۔ اس کا ایک اشارہ اس بات کے لئے کافی ہے کہ تمہیں یہاں سے چلتا کرے اور کسی اور قوم کو تمہاری جگہ اٹھا کھڑا کرے لہٰذا اپنی اوقات پہچانو اور وہ روش اختیار نہ کرو جس سے آخر کار قوموں کی شامت آیا کرتی ہے۔ خدا کی طرف سے جب کسی کی شامت آتی ہے تو ساری کائنات میں کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ سکے اور اس کے فیصلے کو نافذ ہونے سے روک سکے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورہ فاطر ص ۲۲۸ حاشیہ ۳۸)

وہ سب پر غالب ہے۔ زمین و آسمان کا مالک ہے، اور کائنات کی ہر چیز اس کی ملک ہے۔ اس کے سوا اس کائنات میں جن ہستیوں کو معبود بنا رکھا ہے ان میں سے کوئی ہستی بھی ایسی نہیں ہے جو اس سے مغلوب اور اس کی مملوک نہ ہو۔ یہ مغلوب اور مملوک ہستیاں اس غالب اور مالک کے ساتھ خدائی میں شریک کیسے ہوسکتی ہیں اور آخر کس حق کی بنا پر انہیں معبود قرار دیا جا سکتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۃ ص۔ ص ۳۴۷ حاشیہ ۵۸)

قرآن مجید میں کم ہی مقامات ایسے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی صفتِ عزیز کے ساتھ قوی، مقتدر، جبار اور ذو انتقام جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن سے محض اس کے اقتدارِ مطلق کا اظہار ہوتا ہے اور یہ صرف ان مواقع پر ہوا ہے جہاں سلسلہ کلام اس بات کا متقاضی تھا کہ ظالموں اور نافرمانوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈرایا جائے۔ اس طرح کے چند مقامات کو چھوڑ کر باقی جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے عزیز کا لفظ استعمال کیا گیا وہاں اس کے لیے حکیم، علیم، رحیم، غفور، وہاب اور حمید میں سے کوئی لفظ ضرور لایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ہستی ایسی ہو جسے بے پناہ طاقت حاصل ہو مگر اس کے ساتھ وہ نادان ہو، جاہل ہو، بے رحم ہو، درگزر اور معاف کرنا جانتی ہی نہ ہو، بخیل ہو، اور بدسیرت ہو تو اس کے اقتدار کا نتیجہ ظلم کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی ظلم ہو رہا ہے اس کا بنیادی سبب یہی ہے کہ جس شخص کو دوسروں پر بالاتری حاصل ہے وہ یا تو اپنی طاقت کو نادانی اور جہالت کے ساتھ استعمال کر رہا ہے، یا وہ بے رحم اور سنگدل ہے، یا بخیل اور تنگدل ہے، یا بدخو اور بدکردار ہے۔ طاقت کے ساتھ ان بری صفات کا اجتماع جہاں بھی ہو وہاں کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ عزیز کے ساتھ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے حکیم وعلیم اور رحیم وغفور اور حمید ووہاب ہونے کا ذکر لازماً کیا گیا ہے تاکہ انسان یہ جان لے کہ جو خدا اس کائنات پر فرمانروائی کر رہا ہے وہ ایک طرف تو ایسا کامل اقتدار رکھتا ہے کہ زمین سے لے کر آسمانوں تک کوئی اس کے فیصلوں کو نافذ ہونے سے روک نہیں سکتا، مگر دوسری طرف وہ حکیم بھی ہے، اس کا ہر فیصلہ سراسر دانائی پر مبنی ہوتا ہے۔ علیم بھی ہے، جو فیصلہ بھی کرتا ہے ٹھیک ٹھیک علم کے مطابق کرتا ہے۔ رحیم بھی ہے، اپنے بے پناہ اقتدار کو بے رحمی کے ساتھ استعمال نہیں کرتا۔ غفور بھی ہے، اپنے زیردستوں کے ساتھ خردہ گیری کا نہیں بلکہ چشم پوشی ودرگزر کا معاملہ کرتا ہے۔ وہاب بھی ہے، اپنی رعیت کے ساتھ بخیلی کا نہیں بلکہ بے انتہا فیاضی کا برتاؤ کر رہا ہے۔ اور حمید بھی ہے۔ تمام قابلِ تعریف صفات وکمالات اس کی ذات میں جمع ہیں۔

قرآن کے اس بیان کی پوری اہمیت وہ لوگ زیادہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو حاکمیت (SOVEREIGNTY) کے مسئلے پر فلسفۂ سیاست اور فلسفۂ قانون کی بحثوں سے واقف ہیں۔ حاکمیت نام ہی اس چیز کا ہے کہ صاحبِ حاکمیت غیر محدود اقتدار کا مالک ہو، کوئی داخلی وخارجی طاقت اس کے حکم اور فیصلے کو نفاذ سے روکنے، یا اس کے بدلنے یا اس پر نظر ثانی کرنے والی نہ ہو، اور کسی کے لئے اس کی اطاعت کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہو۔ اِس غیر محدود اقتدار کا تصور کرتے ہی انسانی عقل لازماً یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ایسا اقتدار جس کو بھی حاصل ہوا سے بے عیب اور علم وحکمت میں کامل ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر اس اقتدار کا حامل نادان، جاہل، بے رحم اور بدخو ہو تو اس کی حاکمیت سراسر ظلم وفساد ہوگی۔ اسی لئے جن فلسفیوں نے کسی انسان، یا انسانی ادارے، یا انسانوں کے مجموعے کو حاکمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ ان کو یہ فرض کرنا پڑا ہے کہ وہ غلطی سے مبرا ہوگا۔ مگر ظاہر ہے کہ نہ تو غیر محدود حاکمیت فی الواقع کسی انسانی اقتدار کو حاصل ہو سکتی ہے، اور نہ یہی ممکن ہے کہ کسی بادشاہ، یا پارلیمنٹ، یا قوم یا پارٹی کو ایک محدود دائرے میں جو حاکمیت حاصل ہوا سے وہ بے عیب اور بے خطا طریقے سے استعمال کر سکے۔ اس لئے کہ ایسی حکمت جس میں نادانی کا شائبہ نہ ہو اور ایسا علم جو تمام متعلقہ حقائق پر حاوی ہو، سرے سے پوری نوع انسانی ہی کو حاصل نہیں ہے کجا کہ وہ انسانوں میں سے کسی شخص یا ادارے یا قوم کو نصیب ہو جائے۔ اور اسی طرح انسان جب تک انسان ہے اس کا خودغرضی، نفسانیت، خوف، لالچ، خواہشات، تعصب اور جذباتی رضا وغضب اور محبت ونفرت سے بالکل پاک اور بالاتر ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔ ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھ کر غور کرے تو اسے محسوس ہوگا کہ قرآن اپنے اس بیان میں درحقیقت حاکمیت کا بالکل صحیح اور مکمل تصور پیش کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''عزیز'' یعنی اقتدارِ مطلق کا حامل اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے، اور اس غیر محدود اقتدار کے ساتھ وہی ایک ہستی ایسی ہے جو بے عیب ہے، حکیم وعلیم ہے، رحیم وغفور ہے اور حمید ووہاب ہے (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۂ الحدید ص ۳۰۱۔۳۰۲ حاشیہ ۲)

۱۱۔ اَلْجَبَّارُ: اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا۔

اس کا مادہ جبر ہے۔ جبر کے معنی ہیں کسی شے کو طاقت سے درست کرنا، کسی چیز کی بزور اصلاح کرنا۔ اگرچہ عربی زبان میں کبھی جبر محض اصلاح کے لئے بھی بولا جاتا ہے، اور کبھی صرف زبردستی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، لیکن اس کا حقیقی مفہوم اصلاح کے لئے طاقت کا استعمال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو جبار اس معنی میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی کائنات کا نظم بزور درست رکھنے والا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے ارادے کو، جو سراسر حکمت پر مبنی ہوتا ہے جبراً نافذ کرنے والا ہے۔ علاوہ بریں لفظ جبار میں عظمت کا مفہوم بھی شامل ہے۔ عربی زبان میں کھجور کے اس درخت کو جبار کہتے ہیں جو اتنا بلند و بالا ہو کہ اس کے پھل توڑنا کسی کے لئے آسان نہ ہو۔ اسی طرح کوئی کام جو بڑا عظیم الشان ہو عملِ جبار کہلاتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج۵ سورۃ الحشر ص ۴۱۵ حاشیہ ۴۲)

۱۲۔ **اَلْمُتَکَبِّرُ**: بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔

اس کے دو مفہوم ہیں۔ ایک وہ جو فی الحقیقت بڑا نہ ہو مگر خواہ مخواہ بڑا بنے۔ دوسرے وہ جو حقیقت میں بڑا ہو اور بڑا ہی ہو کر رہے۔ انسان ہو یا شیطان، یا کوئی اور مخلوق، چونکہ بڑائی فی الواقع اس کے لئے نہیں ہے، اس لئے اس کا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں پر اپنی بڑائی جتانا ایک جھوٹا ادّعا اور بدترین عیب ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ حقیقت میں بڑا ہے اور بڑائی فی الواقع اسی کے لئے ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے مقابلے میں حقیر و ذلیل ہے، اس لئے اس کا بڑا ہونا اور بڑا ہی ہو کر رہنا کوئی ادّعا اور تصنع نہیں بلکہ ایک امر واقعی ہے، ایک بری صفت نہیں بلکہ ایک خوبی ہے جو اس کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی۔ (تفہیم القرآن: ج۵ سورۃ الحشر ص ۴۱۵ حاشیہ ۴۳)

۱۳۔ **اَلْخَالِقُ**: تخلیق کا منصوبہ بنانے والا۔

پوری دنیا اور دنیا کی ہر چیز تخلیق کے ابتدائی منصوبے سے لے کر اپنی مخصوص صورت میں وجود پذیر ہونے تک بالکل اسی کی ساختہ پرداختہ ہے۔ کوئی چیز بھی نہ خود وجود میں آئی ہے، نہ اتفاقاً پیدا ہوگئی ہے، نہ اس کی ساخت و پرداخت میں کسی دوسرے کا ذرہ برابر کوئی دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فعلِ تخلیق کے تین الگ مراتب ہیں جو یکے بعد دیگرے واقع ہوتے ہیں۔ پہلا مرتبہ خَلق ہے جس کے معنی تقدیر یا منصوبہ سازی کے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی انجنیر ایک عمارت بنانے سے پہلے یہ ارادہ کرتا ہے کہ اسے ایسی اور ایسی عمارت فلاں خاص مقصد کے لئے بنانی ہے اور اپنے ذہن میں اس کا نقشہ (DESIGN) سوچتا ہے کہ اس مقصد کے لئے زیر تجویز عمارت کی تفصیلی صورت اور مجموعی شکل یہ ہونی چاہیے۔ (تفہیم القرآن: ج۵ سورۃ الحشر ص ۴۱۶، حاشیہ ۴۵)

ابتداء آفرینش سے آج تک جتنے آدمی بھی پیدا ہوئے ہیں اور آئندہ قیامت تک ہوں گے، ان سب کو وہ ایک آن کی آن میں پھر پیدا کر سکتا ہے۔ اس کی قدرتِ تخلیق ایک انسان کو بنانے میں اس طرح مشغول نہیں ہوتی کہ اسی وقت وہ دوسرے انسان نہ پیدا کر سکے۔ اس کے لئے ایک انسان کا بنانا اور کھربوں انسانوں کا بنا دینا یکساں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج۴ سورۃ لقمان ص ۲۴ حاشیہ ۴۹)

دنیا کی ہر شے جیسی کچھ بھی بنی ہوئی ہے، اسی کے بنانے سے بنی ہے۔ ہر چیز کو جو بناوٹ، جو شکل و صورت، جو قوت و صلاحیت، اور جو صفت و خاصیت حاصل ہے، اسی کے عطیے اور بخشش کی بدولت حاصل ہے۔ ہاتھ کو دنیا میں اپنا کام کرنے کے لئے جس ساخت کی ضرورت تھی وہ اس کو دی، اور پاؤں کو جو مناسب ترین ساخت درکار تھی وہ اس کو بخشی۔ انسان، حیوان،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نباتات، جمادات، ہوا، پانی، روشنی، ہر ایک چیز کو اس نے وہ صورتِ خاص عطا کی ہے جو اسے کائنات میں اپنے حصہ کا کام ٹھیک ٹھیک انجام دینے کے لئے مطلوب ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۂ طٰہٰ ص ۹۷ حاشیہ ۲۳)

(دوسرے الفاظ میں اسے یوں بیان کر سکتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہی نہیں کہ کائنات کی ہر چیز کو وجود بخشا ہے۔ بلکہ وہی ہے جس نے ایک ایک چیز کے لئے صورت، جسامت، قوت واستعداد، اوصاف وخصائص، کام اور کام کا طریق، بقا کی مدت، عروج وارتقا کی حد، اور دوسری وہ تمام تفصیلات مقرر کی ہیں جو اس چیز کی ذات سے متعلق ہیں، اور پھر اسی نے عالمِ وجود میں وہ اسباب ووسائل اور مواقع پیدا کیے ہیں جن کی بدولت ہر چیز یہاں اپنے اپنے دائرے میں اپنے حصہ کا کام کر رہی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۂ الفرقان ص ۴۴۴ حاشیہ ۸)

تمہیں پیدا تو اس طرح کیا کہ ایک بہترین جسم، نہایت موزوں اعضا اور نہایت اعلیٰ درجہ کی جسمانی وذہنی قوتوں کے ساتھ تم کو عطا کیا۔ یہ سیدھا قامت، یہ ہاتھ اور یہ پاؤں، یہ آنکھ ناک اور یہ کان، یہ بولتی ہوئی زبان اور یہ بہترین صلاحیتوں کا مخزن دماغ تم خود بنا کر نہیں لے آئے تھے، نہ تمہاری ماں اور تمہارے باپ نے انہیں بنایا تھا، نہ کسی نبی یا ولی یا دیوتا میں یہ قدرت تھی کہ انہیں بناتا۔ ان کا بنانے والا وہ حکیم ورحیم قادرِ مطلق ہے جس نے انسان کو وجود میں لانے کا جب فیصلہ کیا تو اسے دنیا میں کام کرنے کے لئے ایسا بے نظیر جسم دے کر پیدا کیا۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ المومن ص ۴۲۳ حاشیہ ۹۱)

باوجودیکہ تمہارے قوائے نطقیہ یکساں ہیں، نہ منہ اور زبان کی ساخت میں کوئی فرق ہے اور نہ دماغ کی ساخت میں، مگر زمین کے مختلف خطوں میں تمہاری زبانیں مختلف ہیں، پھر ایک ہی زبان بولنے والے علاقوں میں شہر شہر اور بستی بستی کی بولیاں مختلف ہیں، اور مزید یہ کہ ہر شخص کا لہجہ اور تلفظ اور طرزِ گفتگو دوسرے سے مختلف ہے۔ اسی طرح تمہارا مادہ تخلیق اور تمہاری بناوٹ کا فارمولا ایک ہی ہے، مگر تمہارے رنگ اس قدر مختلف ہیں کہ قوم اور قوم تو درکنار، ایک ماں باپ کے دو بیٹوں کا رنگ بھی یکساں نہیں ہے۔ دنیا میں آپ ہر طرف اتنا تنوع (VARIETY) پائیں گے کہ اس کا احاطہ مشکل ہو جائے گا۔ انسان، حیوان، نباتات اور دوسری تمام اشیاء کی جس نوع کو بھی آپ لے لیں اس کے افراد میں بنیادی یکسانی کے باوجود بے شمار اختلافات موجود ہیں، حتّٰی کہ کسی نوع کا بھی کوئی ایک فرد دوسرے سے بالکل مشابہ نہیں ہے، حتّٰی کہ ایک درخت کے دو پتوں میں بھی پوری مشابہت نہیں پائی جاتی۔ یہ چیز صاف بتا رہی ہے کہ یہ دنیا کوئی ایسا کارخانہ نہیں ہے جس میں خود کار مشینیں چل رہی ہوں اور کثیر پیداواری (MASS PRODUCTION) کے طریقے پر ہر قسم کی اشیاء کا بس ایک ایک ٹھپہ ہو جس سے ڈھل ڈھل کر ایک ہی طرح کی چیزیں نکلتی چلی آ رہی ہوں۔ بلکہ یہاں ایک ایسا زبردست کاریگر کام کر رہا ہے جو ہر ہر چیز کو پوری انفرادی توجہ کے ساتھ ایک نئے ڈیزائن، نئے نقش ونگار، نئے تناسب اور نئے اوصاف کے ساتھ بناتا ہے اور اس کی بنائی ہوئی ہر چیز اپنی جگہ منفرد ہے۔ اس کی قوتِ ایجاد ہر آن ہر چیز کا ایک نیا ماڈل نکال رہی ہے، اور اس کی صناعی ایک ڈیزائن کو دوسری مرتبہ دہرانا اپنے کمال کی توہین سمجھتی ہے۔ اس حیرت انگیز منظر کو جو شخص اپنی آنکھیں کھول کر دیکھے گا وہ کبھی اس احمقانہ تصور میں مبتلا نہیں ہو سکتا کہ اس کائنات کا بنانے والا ایک دفعہ اس کارخانے کو چلا کر کہیں جا سویا ہے۔ یہ تو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ ہر وقت کارِ تخلیق میں لگا ہوا ہے اور اپنی خلق کی ایک ایک چیز پر انفرادی توجہ صرف کر رہا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الروم ص ۴۶۷ ۔ ۴۶۷ حاشیہ ۳۲)

کائنات کی ہر چیز کا عدم سے وجود میں آنا، اور ایک اٹل ضابطے پر ان کا قائم ہونا اور بے شمار قوتوں کا ان کے اندر انتہائی تناسب وتوازن کے ساتھ کام کرنا، اپنے اندر اس بات کی بہت سی نشانیاں رکھتا ہے کہ اس پوری کائنات کو ایک خالق اور ایک ہی خالق وجود میں لایا ہے، اور وہی اس عظیم الشان نظام کی تدبیر کر رہا ہے۔ ایک طرف اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ وہ ابتدائی قوت (ENERGY) کہاں سے آئی جس نے مادے کی شکل اختیار کی، پھر مادے کے یہ بہت سے عناصر کیسے بنے، پھر ان عناصر کی اس قدر حکیمانہ ترکیب سے اتنی حیرت انگیز مناسبتوں کے ساتھ یہ مدہوش کن نظام عالم کیسے بن گیا، اور اب یہ نظام کروڑ ہا کروڑ صدیوں سے کس طرح ایک زبردست قانونِ فطرت کی بندش میں کسا ہوا چل رہا ہے، تو ہر غیر متعصب عقل اس نتیجے پر پہنچے گی کہ یہ سب کسی علیم وحکیم کے غالب ارادے کے بغیر محض بخت واتفاق کے نتیجے میں نہیں ہوسکتا۔ اور دوسری طرف اگر یہ دیکھا کہ زمین سے لے کر کائنات کے بعید ترین سیاروں تک سب ایک ہی طرح کے عناصر سے مرکب ہیں اور ایک ہی قانونِ فطرت ان میں کارفرما ہے تو ہر عقل جو ہٹ دھرم نہیں ہے، بلاشبہ یہ تسلیم کرے گی کہ یہ سب کچھ بہت سے خداؤں کا کرشمہ نہیں ہے بلکہ ایک ہی خدا اس پوری کائنات کا خالق اور رب ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۃ الروم ص ۴۶۷ حاشیہ ۳۱)

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔ صورت سے مراد محض انسان کا چہرہ نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد اس کی پوری جسمانی ساخت ہے اور وہ قوتیں اور صلاحیتیں بھی اس کے مفہوم میں شامل ہیں جو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے آدمی کو عطا کی گئی ہیں۔ ان دونوں حیثیتوں سے انسان کو زمین کی مخلوقات میں سب سے بہتر بنایا گیا ہے، اور اسی بنا پر وہ اس قابل ہوا ہے کہ ان تمام موجودات پر حکمرانی کرے جو زمین اور اس کے گردوپیش میں پائی جاتی ہیں۔ اس کو کھڑا قد دیا گیا، اس کو چلنے کے لئے مناسب ترین پاؤں دیے گئے ہیں۔ اس کو کام کرنے کے لئے موزوں ترین ہاتھ دیے گئے۔ اس کو ایسے حواس اور ایسے آلاتِ علم دیے گئے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ ہر طرح کی معلومات حاصل کرتا ہے۔ اس کو سوچنے اور سمجھنے اور معلومات جمع کر کے ان سے نتائج اخذ کرنے کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا ذہن دیا گیا ہے۔ اس کو اخلاقی حس اور قوتِ تمیز دی گئی ہے جس کی بنا پر وہ بھلائی اور برائی اور صحیح اور غلط میں فرق کرتا ہے۔ اس کو ایک قوتِ فیصلہ دی گئی ہے جس سے کام لے کر وہ اپنی راہِ عمل کا خود انتخاب کرتا ہے اور یہ طے کرتا ہے کہ اپنی کوششوں کو کس راستے پر لگائے اور کس پر نہ لگائے۔ اس کو یہاں تک آزادی دے دی گئی ہے کہ چاہے تو اپنے خالق کو مانے اور اس کی بندگی کرے ورنہ اس کا انکار کر دے، یا جن جن کو چاہے اپنا خدا بنا بیٹھے، یا جسے خدا مانتا ہو اس کے خلاف بھی بغاوت کرنا چاہے کر گزرے۔ ان ساری قوتوں اور ان سارے اختیارات کے ساتھ اسے خدا نے اپنی پیدا کردہ بے شمار مخلوقات پر تصرف کرنے کا اقتدار دیا ہے اور وہ عملاً اس اقتدار کو استعمال کر رہا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ سورۃ التغابن ص ۵۳۰ حاشیہ ۷)

خالق اپنی مخلوق کی رہنمائی نہ کرے گا تو اور کون کرے گا؟ اور خالق ہی رہنمائی نہ کرے تو اور کون کر سکتا ہے؟ اور خالق کے لئے اس سے بڑا عیب اور کیا ہوسکتا ہے کہ جس چیز کو وہ وجود میں لائے اسے اپنے وجود کا مقصد پورا کرنے کا طریقہ نہ سکھائے؟ پس درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی تعلیم کا انتظام ہونا عجیب بات نہیں۔ بلکہ یہ انتظام اگر اس کی طرف سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوتا تو قابلِ تعجب ہوتا۔ پوری کائنات میں جو چیز بھی اس نے بنائی ہے اس کو محض پیدا کر کے نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اس کو وہ موزوں ترین ساخت دی ہے جس سے وہ نظامِ فطرت میں اپنے حصے کا کام کرنے کے قابل ہو سکے، اور اس کام کو انجام دینے کا طریقہ اسے سکھایا ہے۔ خود انسان کے اپنے جسم کا ایک ایک رونگٹا اور ایک ایک خلیہ (CELL) وہ کام سیکھ کر پیدا ہوا ہے جو اسے انسانی جسم میں انجام دینا ہے۔ پھر آخر انسان بجائے خود اپنے خالق کی تعلیم و رہنمائی سے بے نیاز کیسے ہو سکتا تھا؟ قرآن مجید میں اس مضمون کو مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا ہے۔ سورۂ لیل (آیت ۱۲) میں فرمایا اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی "رہنمائی کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔" سورۂ نحل (آیت ۹) میں ارشاد ہوا وَعَلَی اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ "یہ اللہ کے ذمہ ہے کہ سیدھا راستہ بتائے اور ٹیڑھے راستے بہت سے ہیں۔" سورۂ طٰہٰ (آیات ۴۷۔۵۰) میں ذکر آتا ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی زبان سے پیغام رسالت سن کر حیرت سے پوچھا کہ آخر وہ تمہارا رب کونسا ہے جو میرے پاس رسول بھیجتا ہے، تو حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا کہ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی "ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص ساخت عطا کی اور پھر اس کی رہنمائی کی۔" یعنی وہ طریقہ سکھایا جس سے وہ نظامِ وجود میں اپنے حصے کا کام کر سکے۔ یہی وہ دلیل ہے جس سے ایک غیر متعصب ذہن اس بات پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ انسان کی تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولوں اور کتابوں کا آنا عین تقاضائے فطرت ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۂ الرحمٰن ص ۲۴۸۔۲۴۹ حاشیہ ۲)

اللہ تعالیٰ کے طریقِ تخلیق اور انسانی صناعی کا فرق بالکل واضح ہے۔ انسان جب کوئی چیز بنانا چاہتا ہے تو پہلے اس کا نقشہ اپنے ذہن میں جماتا ہے، پھر اس کے لئے مطلوبہ مواد جمع کرتا ہے، پھر اس مواد کو اپنے نقشے کے مطابق صورت دینے کے لئے پیہم محنت اور کوشش کرتا ہے، اور اس کوشش کے دوران میں وہ مواد، جسے وہ اپنے ذہنی نقشے کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے، مسلسل اس کی مزاحمت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ کبھی مواد کی مزاحمت کامیاب ہو جاتی ہے اور چیز مطلوبہ نقشے کے مطابق ٹھیک نہیں بنتی اور کبھی آدمی کی کوشش غالب آجاتی ہے اور وہ اسے اپنی مطلوبہ شکل دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک درزی قمیص بنانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے پہلے وہ قمیص کی صورت کا تصور اپنے ذہن میں حاضر کرتا ہے، پھر کپڑا فراہم کر کے اسے اپنے تصورِ قمیص کے مطابق تراشنے اور سینے کی کوشش کرتا ہے، اور اس کوشش کے دوران میں اسے کپڑے کی اس مزاحمت کا مسلسل مقابلہ کرنا پڑتا ہے کہ وہ درزی کے تصور پر ڈھلنے کے لئے آسانی سے تیار نہیں ہوتا، حتّٰی کہ کبھی کپڑے کی مزاحمت غالب آجاتی ہے اور قمیص ٹھیک نہیں بنتا اور کبھی درزی کی کوشش غالب آجاتی ہے اور وہ کپڑے کو ٹھیک اپنے تصور کے مطابق شکل دے دیتا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کا طرزِ تخلیق دیکھیے۔ کائنات کا مادہ دھوئیں کی شکل میں پھیلایا ہوا تھا۔ اللہ نے چاہا کہ اسے وہ شکل دے جو اب کائنات کی ہے۔ اس غرض کے لئے اسے کسی انسان کاریگر کی طرح بیٹھ کر زمین اور چاند اور سورج اور دوسرے تارے اور سیارے گھڑنے نہیں پڑے، بلکہ اس نے کائنات کے اس نقشے کو جو اس کے ذہن میں تھا بس یہ حکم دے دیا کہ وہ وجود میں آجائے، یعنی دھوئیں کی طرح پھیلا ہوا مواد ان کہکشانوں اور تاروں اور سیاروں کی شکل میں ڈھل جائے جنہیں وہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اس مواد میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ اللہ کے حکم کی مزاحمت کرتا۔ اللہ کو اسے کائنات کی صورت میں ڈھالنے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے کوئی محنت اور کوشش نہیں کرنا پڑی۔ اُدھر حکم ہوا اور اِدھر وہ مواد سکڑ اور سمٹ کر فرمانبرداروں کی طرح اپنے مالک کے نقشے پر ڈھلتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ۴۸ گھنٹوں میں زمین سمیت ساری کائنات بن کر تیار ہوگئی۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ حٰم السجدہ ص ۴۴۶ حاشیہ ۱۵)

خدا ہے، اور زمین و آسمان کی تدبیر کرنے والا ایک ہی خدا ہے۔ زمین کی بے شمار مخلوقات کے رزق کا انحصار اس پیداوار پر ہے جو زمین سے نکلتی ہے۔ اس پیداوار کا انحصار زمین کی صلاحیتِ بارآوری پر ہے۔ اس صلاحیت کے روبکار آنے کا انحصار بارش پر ہے۔ خواہ وہ براہِ راست زمین پر برسے، یا اس کے ذخیرے سطح زمین پر جمع ہوں، یا زیرِ زمین چشموں اور کنوؤں کی شکل اختیار کریں، یا پہاڑوں پر یخ بستہ ہوکر دریاؤں کی شکل میں بہیں۔ پھر اس بارش کا انحصار سورج کی گرمی پر، موسموں کے ردو بدل پر، فضائی حرارت و برودت پر، ہواؤں کی گردش پر، اور اس بجلی پر ہے جو بادلوں سے بارش برسنے کی محرک بھی ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ بارش کے پانی میں ایک طرح کی قدرتی کھاد بھی شامل کر دیتی ہے۔ زمین سے لے کر آسمان تک کی ان تمام مختلف چیزوں کے درمیان یہ ربط اور مناسبتیں قائم ہونا، پھر ان سب کا بے شمار مختلف النوع مقاصد اور مصلحتوں کے لئے صریحاً سازگار ہونا، اور ہزاروں لاکھوں برس تک ان کا پوری ہم آہنگی کے ساتھ مسلسل سازگاری کرتے چلے جانا، کیا یہ سب کچھ محض اتفاقاً ہوسکتا ہے؟ کیا یہ کسی صانع حکیم کی حکمت اور اس کے سوچے سمجھے منصوبے اور اس کی غالب تدبیر کے بغیر ہوگیا ہے؟ اور کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ زمین، سورج، ہوا، پانی، حرارت، برودت اور زمین کی مخلوقات کا خالق اور رب ایک ہی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳، سورۃ الروم۔ ص ۷۴۹۔ حاشیہ ۳۵)

یہ ایک حقیر بوند سے بولتا چالتا اور حجت و استدلال کرتا انسان بنا کھڑا کرنا۔ یہ اس کی ضرورت کے عین مطابق بہت سے جانور پیدا کرنا جن کے بال اور کھال، خون اور دودھ، گوشت اور پیٹھ، ہر چیز میں انسانی فطرت کے بہت سے مطالبات کا، حتّٰی کہ اس کے ذوقِ جمال کی مانگ تک کا جواب موجود ہے۔ یہ آسمان سے بارش کا انتظام اور یہ زمین میں طرح طرح کے پھلوں اور غلوں اور چاروں کی روئیدگی کا انتظام جس کے بے شمار شعبے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کھاتے چلے جاتے ہیں اور پھر انسان کی بھی فطری ضرورتوں کے عین مطابق ہیں۔ یہ رات اور دن کی باقاعدہ آمدورفت اور یہ چاند اور سورج اور تاروں کی انتہائی منظم حرکات، جن کا زمین کی پیداوار اور انسان کی مصلحتوں سے انتہائی گہرا ربط ہے۔ یہ زمین میں سمندروں کا وجود، اور یہ ان کے اندر انسان کی بہت سی طبعی اور جمالی طلبوں کا جواب، یہ پانی کا چند مخصوص قوانین سے جکڑا ہوا ہونا، اور پھر اس کے یہ فائدے کہ انسان سمندر جیسی ہولناک چیز کا سینہ چیرتا ہوا اس میں اپنے جہاز چلاتا ہے اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک سفر اور تجارت کرتا پھرتا ہے۔ دھرتی کے سینے پر پہاڑوں کے ابھار اور یہ انسان کی ہستی کے لیے ان کے فائدے۔ یہ سطح زمین کی ساخت سے لے کر آسمان کی بلند فضاؤں تک بے شمار علامتوں اور امتیازی نشانوں کا پھیلاؤ اور پھر اس طرح ان کا انسان کے لیے مفید ہونا۔ یہ ساری چیزیں صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایک ہی ہستی نے یہ منصوبہ سوچا ہے، اسی نے اپنے منصوبے کے مطابق ان سب کو ڈیزائن کیا ہے۔ اسی نے اس ڈیزائن پر ان کو پیدا کیا ہے، وہی ہر آن اس دنیا میں نت نئی چیزیں بنا بنا کر اس طرح لا رہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ مجموعی اسکیم اور اس کے نظم میں ذرا فرق نہیں آتا، اور وہی زمین سے لے کر آسمانوں تک اس عظیم الشان کارخانے کو چلا رہا ہے۔ ایک بے وقوف یا ایک ہٹ دھرم کے سوا اور کون یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک اتفاقی حادثہ ہے؟ یا یہ کہ اس کمال درجہ منظم، مربوط اور متناسب کائنات کے مختلف کام یا مختلف اجزا مختلف خداؤں کے آفریدہ اور مختلف خداؤں کے زیر انتظام ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج۲ سورۃ النحل۔ ص۵۳۱ حاشیہ ۱۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم سمیت تمام مشرکین کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے مخلوق ہیں۔ بجز دہریوں کے اور کسی کو بھی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خالقِ کائنات ہونے سے انکار نہیں رہا۔ اس لیے (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) کہ میں صرف اس کی عبادت کو صحیح و برحق سمجھتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ دوسری کوئی ہستی میری عبادت کی کیسے مستحق ہو سکتی ہے جب کہ میرے پیدا کرنے میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ مخلوق کو اپنے خالق کی بندگی تو کرنی چاہیے لیکن غیر خالق کی بندگی وہ کیوں کرے؟ (تفہیم القرآن: ج۳۔ سورۃ الشعراء۔ ص۵۰۲۔ حاشیہ ۵۷)

۱۴۔ اَلْبَارِئُ: اپنے منصوبے کو نافذ کرنے والا۔

خلق کے بعد یہ دوسرا مرتبہ ہے بُرء، جس کے اصل معنی ہیں جدا کرنا۔ چاک کرنا، پھاڑ کر الگ کرنا۔ خالق کے لیے باری کا لفظ اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ وہ اپنے سوچے ہوئے نقشہ کو نافذ کرتا اور اس چیز کو، جس کا نقشہ اس نے سوچا ہے، عدم سے نکال کر وجود میں لاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے انجنیئر نے عمارت کا جو نقشہ ذہن میں بنایا تھا اس کے مطابق وہ ٹھیک ناپ تول کر زمین پر خط کشی کرتا ہے، پھر بنیادیں کھودتا، دیواریں اٹھاتا ہے اور تعمیر کے سارے عملی مراحل طے کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج۵، سورۃ الحشر۔ ص۴۱۶۔ حاشیہ ۴۵)

۱۵۔ اَلْمُصَوِّرُ: اپنے منصوبے کے مطابق صورت گری کرنے والا۔

برأ کے بعد تیسرا مرتبہ تصویر ہے جس کے معنی ہیں صورت بنانا، ایک شے کو اس کی آخری مکمل صورت میں بنا دینا۔

ان تینوں مراتب میں اللہ تعالیٰ کے کام اور انسانی کاموں کے درمیان سرے سے کوئی مشابہت نہیں ہے۔ انسان کا کوئی منصوبہ بھی ایسا نہیں ہے جو سابق نمونوں سے ماخوذ نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ہر منصوبہ بے مثال اور اس کی اپنی ایجاد ہے۔ انسان جو کچھ بھی بناتا ہے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ مادوں کو جوڑ جاڑ کر بناتا ہے۔ وہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں نہیں لاتا بلکہ جو کچھ موجود ہے اسے مختلف طریقوں سے ترکیب دیتا ہے۔ بخلاف اس کے اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لایا ہے اور وہ مادہ بھی بجائے خود اس کا پیدا کردہ ہے جس سے اس نے یہ دنیا بنائی ہے۔ اسی طرح صورت گری کے معاملہ میں بھی انسان موجد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کا نقال اور بھونڈا نقال ہے۔ اصل مصور اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہر جنس، ہر نوع اور ہر فرد کی صورت لاجواب بنائی ہے اور کبھی ایک صورت کی ہو بہو تکرار نہیں کی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج۵ سورۃ الحشر۔ ص۴۱۶۔ حاشیہ ۴۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۶۔ اَلْاَوَّلُ: سب سے پہلے۔

سورۃ الحدید آیت ۳ میں ارشاد ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا۔ (تفہیم القرآن: ج ۵، سورۃ الحدید۔ ص ۳۰۳ حاشیہ ۳۔)

۱۷۔ اَلْاٰخِرُ: سب سے آخر۔

جب کچھ نہ رہے تو وہ رہے گا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں اہل جنت اور اہل دوزخ کے لیے خلود اور ابدی زندگی کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ بات کیسے نبھ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر ہے یعنی جب کچھ نہ رہے گا تو وہ رہے گا۔ اس کا جواب خود قرآن مجید ہی میں موجود ہے کہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص: ۷۷) یعنی ہر چیز فانی ہے اللہ کی ذات کے سوا۔'' دوسرے الفاظ میں ذاتی بقا کسی مخلوق کے لیے نہیں ہے۔ اگر کوئی چیز باقی ہے یا باقی رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے باقی رکھنے ہی سے باقی ہے اور اس کے باقی رکھنے ہی سے باقی رہ سکتی ہے، ورنہ بذاتِ خود اس کے سوا سب فانی ہیں۔ جنت اور دوزخ میں کسی کو خلود اس لیے نہیں ملے گا تو وہ بجائے خود غیر فانی ہے، بلکہ اس لیے ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو حیات ابدی عطا فرمائے گا۔ یہی معاملہ فرشتوں کا بھی ہے کہ وہ بذات خود غیر فانی نہیں ہیں جب اللہ نے چاہا تو وہ وجود میں آئے اور جب تک کہ وہ چاہے اسی وقت تک وہ موجود رہ سکتے ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ الحدید۔ ص ۳۰۳۔ حاشیہ ۳)

۱۸۔ اَلظَّاهِرُ: سب سے بڑھ کر ظاہر۔

وہ سب ظاہروں سے بڑھ کر ظاہر ہے، کیونکہ دنیا میں جو کچھ بھی ظہور ہے اسی کی صفات اور اسی کے افعال اور اسی کے نور کا ظہور ہے۔

۱۹۔ اَلْبَاطِنُ: سب سے بڑھ کر مخفی۔

وہ ہر مخفی سے بڑھ کر مخفی ہے، کیونکہ حواس سے اس کی ذات کو محسوس کرنا تو درکنار، عقل و فکر و خیال تک اس کی کنہ و حقیقت کو نہیں پا سکتے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵۔ سورۃ الحدید۔ ص ۳۰۳۔ حاشیہ ۳)

اس کی بہترین تفسیر نبی ﷺ کی ایک دعا کے یہ الفاظ ہیں جنہیں امام احمد، مسلم، ترمذی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے اپنی مسند میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔

اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْئٌ
وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ
وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ
وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ

تو ہی پہلا ہے، کوئی تجھ سے پہلے نہیں۔ تو ہی آخر ہے، کوئی تیرے بعد نہیں۔ تو ہی ظاہر، کوئی تجھ سے اوپر نہیں۔ تو ہی باطن ہے، کوئی تجھ سے مخفی تر نہیں۔

۱ سورۃ الحدید کی تیسری آیت ہے جس میں یہ اسمائے الٰہی مذکور ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(تفہیم القرآن ج ۵ .سورئہ الحدید. ص ۳۰۳. حاشیہ ۳)

۲۰ . اَلْحَيُّ: زندہ جاوید ہستی۔اپنے بل پر آپ زندہ۔

(سورۃ البقرہ آیت ۲۵۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ. (اللہ زندہ جاوید ہستی ہے، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

(سورۃ آل عمران آیت ۲ میں ہے) الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔ا،ل،م۔اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو نظامِ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، حقیقت میں اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

(سورۃ مومن آیت ۶۵ میں ارشاد ہے) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔

وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اسی کو تم پکارو اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے۔

اصلی اور حقیقی زندگی اسی کی ہے۔اپنے بل پر آپ زندہ وہی ہے۔ازلی اور ابدی حیات اس کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے۔باقی سب کی حیات عطائی ہے، عارضی ہے، موت آشنا ہے اور فنا در آغوش ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورۃ المومن ص ۲۲۴۔حاشیہ ۹۲)

نادان لوگوں نے اپنی جگہ کتنے ہی خدا اور معبود بنا رکھے ہوں، مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ خدائی پوری کی پوری بلا شرکت غیرے اس غیر فانی ذات کی ہے جو کسی کی بخشی ہوئی زندگی سے نہیں، بلکہ آپ اپنی ہی حیات سے زندہ ہے اور جس کے بل بوتے ہی پر کائنات کا یہ سارا نظام قائم ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۱ سورہ البقرہ۔ص ۱۹۳۔حاشیہ ۲۷۸)

۲۱،۲۲ اَلْقَيُّوْمُ، اَلْقَائِمُ. اپنے بل بوتے پر آپ قائم رہنے والا۔کائنات کو سنبھالنے والا۔

(سورۃ بقرہ آیت ۲۵۵ اور آل عمران آیت ۲ میں ارشاد ربانی ہے) اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور اسی کے بل بوتے پر کائنات کا یہ سارا نظام قائم ہے۔

یہ اتھاہ کائنات اللہ تعالیٰ کے قائم رکھنے سے قائم ہے۔کوئی فرشتہ یا جن یا نبی یا ولی اس کو سنبھالے ہوئے نہیں ہے۔ کائنات کا سنبھالنا تو درکنار یہ بے بس بندے تو اپنے وجود کو سنبھالنے پر بھی قادر نہیں۔ہر ایک اپنی پیدائش اور اپنے بقاء کے لیے ہر آن اللہ جل شانہ، کا محتاج ہے۔ان میں سے کسی کے متعلق یہ سمجھنا کہ خدائی کی صفات اور اختیارات میں اس کا کوئی حصہ ہے، خالص حماقت اور فریب خوردگی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورہ فاطر۔۲۴۰۔حاشیہ ۶۹)

۲۲ . اَلْعَلِيُّ: بالا و برتر ذات۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۵۵ میں ہے) وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ.

(سورہ الحج آیت ۶۲۔سورۃ لقمان آیت ۳۰ سورہ سبا آیت ۲۳، اور سورہ غافر آیت ۱۲ میں هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے۔علاوہ ازیں سورۂ شُوریٰ آیت ۴ اور ۵۱۔سورہ الزخرف آیت ۴۔النساء آیت ۳۴۔مریم آیت ۵ اور ۵۷ میں بھی یہ اسم الٰہی بیان ہوا ہے)

ہر چیز سے بالا و برتر ہے جس کے سامنے سب پست ہیں۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورۂ لقمان۔ص ۴۲ حاشیہ ۵۴)

وہ عَلِيٌّ العظیم ہے کہ اس کا ہمسر ہو، اور اس کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں سے کسی چیز میں بھی حصہ دار بن سکے۔(تفہیم القرآن: ج ۴، سورۂ الشوریٰ۔ص ۴۷۹۔حاشیہ ۲)

وہ اس سے بہت بالا و برتر ہے کہ کسی بشر سے رو در رو کلام کرے۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورۂ الشوریٰ ص ۵۱۶ حاشیہ ۸۲)

۲۳. اَلْعَظِيْمُ: بزرگ اور عظمت والا۔

(سورۂ البقرۃ آیت ۲۵۵ میں ارشاد باری ہے): هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔ بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔(سورۂ شوریٰ آیت۔۴ میں ارشاد ہے) لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ. آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے، وہ برتر اور عظیم ہے"۔

(سورۂ الحاقہ آیت۔۳۳ میں ارشاد ہے) اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ. یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا ہے۔
اسی سورہ کی آیت۔۵۲ میں فرمایا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ. پس اے نبیؐ، اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔
وہ برتر اور عظیم ہے یعنی اس سے بالاتر اور بزرگ تر ہے کہ کوئی اس کا ہمسر ہو، اور اس کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں سے کسی چیز میں بھی حصہ دار بن سکے۔(تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ الشوریٰ۔ص ۴۷۹۔حاشیہ ۲)

۲۴. اَلتَّوَّابُ: بہت توبہ قبول کرنے والا۔ بڑا معاف کرنے والا۔

توبہ کے اصل معنی رجوع کرنے اور پلٹنے کے ہیں۔ بندہ کی طرف سے توبہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ سرکشی سے باز آ گیا۔طریق بندگی کی طرف پلٹ آیا۔اور خدا کی طرف سے توبہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے شرمسار غلام کی طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا، پھر سے نظرِ عنایت اس کی طرف مائل ہو گئی۔(تفہیم القرآن: ج ۱۔سورۂ البقرہ۔ص ۶۷۔حاشیہ ۵۱)

گناہ کے بعد بندے کا خدا سے توبہ کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ایک غلام، جو اپنے آقا کا نافرمان بن کر اس سے منہ پھیر گیا تھا، اب اپنے کیے پر پشیمان ہے اور اطاعت و فرمانبرداری کی طرف پلٹ آیا ہے---- اللہ تعالیٰ کے ہاں معافی صرف ان بندوں کے لیے ہے جو قصداً نہیں بلکہ نادانی کی بنا پر قصور کرتے ہیں اور جب آنکھوں پر سے جہالت کا پردہ ہٹتا ہے تو شرمندہ ہو کر اپنے قصور کی معافی مانگ لیتے ہیں۔ایسے بندے جب بھی اپنی غلطی پر نادم ہو کر اپنے آقا کی طرف پلٹیں گے اس کا دروازہ کھلا پائیں گے کہ

این درگہ مادرگہ نومیدی نیست صدبار اگر توبہ شکستی باز آ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر توبہ ان کے لیے نہیں ہے جو اپنے خدا سے بے خوف اور بے پروا ہو کر تمام عمر گناہ پر گناہ کیے چلے جائیں اور پھر عین اسی وقت جبکہ موت کا فرشتہ سامنے کھڑا ہو معافی مانگنے لگیں۔ اسی مضمون کو نبی ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَقْبَلُ تَوْبَۃَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْ غِرْ. اللہ بندے کی توبہ بس اسی وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ آثار موت شروع نہ ہوں۔ کیونکہ امتحان کی مہلت جب پوری ہوگئی اور جب زندگی ختم ہو چکی تو اب پلٹنے کا کونسا موقع ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جائے اور دوسری زندگی کی سرحد میں داخل ہو کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے جو وہ دنیا میں سمجھتا رہا تو اس وقت معافی مانگنے کا کوئی موقع نہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ا سورۂ النساء۔ ص ۳۳۳ حاشیہ ۲۷)

قرآن اس نظریے کی تردید کرتا ہے کہ گناہ کے نتائج لازمی ہیں۔ اور وہ بہرحال انسان کو بھگتنے ہی ہوں گے۔ یہ انسان کے اپنے خود ساختہ گمراہ کن نظریات میں سے ایک بڑا گمراہ کن نظریہ ہے، کیونکہ جو شخص ایک مرتبہ گناہ گارانہ زندگی میں مبتلا ہو گیا، اس کو یہ نظریہ ہمیشہ کے لیے مایوس کر دیتا ہے اور اگر اپنی غلطی پر متنبہ ہونے کے بعد وہ سابق کی تلافی اور آئندہ کے لیے اصلاح کرنا چاہے، تو یہ اس سے کہتا ہے کہ تیرے بچنے کی اب کوئی امید نہیں، جو کچھ تو کر چکا ہے اس کے نتائج بہرحال تیری جان کے لاگو ہی رہیں گے۔ قرآن اس کے برعکس یہ بتاتا ہے کہ بھلائی کی جزا اور برائی کی سزا دینا بالکل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے تمہیں جس بھلائی پر انعام ملتا ہے وہ تمہاری بھلائی کا طبعی نتیجہ نہیں ہے، بلکہ اللہ کا فضل ہے، چاہے عنایت فرمائے، چاہے نہ فرمائے۔ اسی طرح جس برائی پر تمہیں سزا ملتی ہے، وہ بھی برائی کا طبعی نتیجہ نہیں ہے کہ لازماً مرتب ہو کر ہی رہے گا، بلکہ اللہ پورا اختیار رکھتا ہے کہ چاہے معاف کر دے اور چاہے سزا دے دے۔ البتہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت اس کی حکمت کے ساتھ ہم رشتہ ہے۔ وہ چونکہ حکیم ہے اس لیے اپنے اختیارات کو اندھا دھند استعمال نہیں کرتا۔ جب کسی بھلائی پر انعام دیتا ہے تو یہ دیکھ کر ایسا کرتا ہے کہ بندے نے سچی نیت کے ساتھ اس کی رضا کے لیے بھلائی کی تھی اور جس بھلائی کو رد کر دیتا ہے، اسے اس بنا پر رد کرتا ہے کہ اس کی ظاہری شکل بھلے کام کی سی تھی، مگر اندر اپنے رب کی رضا جوئی کا خالص جذبہ نہ تھا۔ اسی طرح وہ سزا اس قصور پر دیتا ہے جو باغیانہ جسارت کے ساتھ کیا جائے اور جس کے پیچھے شرمساری کے بجائے مزید ارتکاب جرم کی خواہش موجود ہو۔ اور اپنی رحمت سے معافی اس قصور پر دیتا ہے، جس کے بعد بندہ اپنے کیے پر شرمندہ اور آئندہ کے لیے اپنی اصلاح پر آمادہ ہو۔ بڑے سے بڑے مجرم، کٹے سے کٹے کافر کے لیے بھی خدا کے ہاں مایوسی و ناامیدی کا کوئی موقع نہیں بشرطیکہ وہ اپنی غلطی کا معترف، اپنی نافرمانی پر نادم، اور بغاوت کی روش چھوڑ کر اطاعت کی روش اختیار کرنے کے لیے تیار ہو۔ (تفہیم القرآن: ج ا۔ سورۂ البقرہ۔ ص ۶۸۔ حاشیہ ۵۲)

سچی توبہ کا لازمی تقاضا ہے کہ جو برائی کسی شخص نے پہلے کی ہے اس کی تلافی کرنے کی وہ اپنی حد تک پوری کوشش کرے، اور جہاں تلافی کی کوئی صورت ممکن نہ ہو، وہاں اللہ سے معافی مانگے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کر کے اس دھبے کو دھوتا رہے جو اس نے اپنے دامن پر لگا لیا ہے لیکن کوئی توبہ اس وقت تک حقیقی توبہ نہیں ہے جب تک کہ وہ اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے نہ ہو۔ کسی دوسری وجہ یا غرض سے کسی برے فعل کو چھوڑ دینا سرے سے توبہ کی تعریف میں نہیں آتا۔ (تفہیم القرآن ج ۴، سورۂ الشوریٰ۔ ص ۵۰۳ حاشیہ ۴۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرات کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الرُّبیع غزوہ تبوک کے موقع پر نفس کی کمزوری وجہ سے اس میں شریک نہ ہو سکے، ان کو اللہ کے دربار سے جو معافی ملی ہے اور اس معافی کے انداز بیان میں جو رحمت و شفقت ٹپکی پڑ رہی ہے اس کی وجہ ان کا وہ اخلاص ہے جس کا ثبوت انہوں نے پچاس دن کی سخت سزا کے دوران میں دیا تھا۔ اگر قصور کر کے وہ اکڑ تے اور اپنے لیڈر کی ناراضی کا جواب غصے اور عناد سے دیتے اور سزا ملنے پر اس طرح بپھر تے جس طرح کسی خود پرست انسان کا غرور نفس زخم کھا کر بپھرا کرتا ہے، اور مقاطعہ کے دوران میں ان کا طرز عمل یہ ہوتا کہ ہمیں جماعت سے کٹ جانا گوارا ہے مگر اپنی خودی کے بت پر چوٹ کھانا نا گوارا نہیں ہے، اور یہ سزا کا پورا زمانہ وہ اس دوڑ دھوپ میں گزار تے کہ جماعت کے اندر بد دلی پھلائیں اور بد دل لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے ساتھ ملائیں تا کہ ایک جتھا تیار ہو، تو معافی کیسی۔ انہیں تو بالیقین جماعت سے کاٹ پھینکا جاتا اور اس سزا کے بعد ان کی اپنی منہ مانگی سزا ان کو یہ دی جاتی کہ جاؤ اب اپنی خودی کے بت ہی کو پوجتے رہو۔ اعلاءِ کلمۃ الحق کی جدو جہد میں حصہ لینے کی سعادت اب تمہارے نصیب میں کبھی نہ آئے گی۔ لیکن ان تینوں صاحبوں نے اس کڑی آزمائش کے موقع پر یہ راستہ اختیار نہیں کیا، اگر چہ یہ بھی ان کے لیے کھلا ہوا تھا۔ اس کے برعکس انہوں نے وہ روش اختیار کی جو ابھی آپ دیکھ آئے ہیں۔ اس روش کو اختیار کر کے انہوں نے ثابت کر دیا کہ خدا پرستی نے ان کے سینے میں کوئی بت باقی نہیں چھوڑا ہے جسے وہ پوجیں، اور اپنی پوری شخصیت کو انہوں نے راہ خدا کی جدو جہد میں جھونک دیا ہے، اور وہ اپنی واپسی کی کشتیاں اس طرح جلا کر اسلامی جماعت میں آئے ہیں کہ اب یہاں سے پلٹ کر کہیں اور نہیں جا سکتے۔ یہاں کی ٹھوکریں کھائیں گے مگر یہیں مریں گے اور کھپیں گے۔ کسی دوسری جگہ بڑی سے بڑی عزت بھی ملتی ہو تو یہاں کی ذلت چھوڑ کر اسے لینے نہ جائیں گے۔ اس کے بعد اگر انہیں اٹھا کر سینے سے لگا نہ لیا جاتا تو اور کیا کیا جا سکتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ایسے شفقت بھرے الفاظ میں فرماتا ہے کہ ہم ان کی طرف پلٹے تا کہ وہ ہماری طرف پلٹ آئیں۔ ان چند لفظوں میں اس حالت کی تصویر کھینچ دی گئی ہے کہ آقا نے پہلے تو ان بندوں سے نظر پھیر لی تھی، مگر وہ بھاگے نہیں بلکہ دل شکستہ ہو کر اسی کے در پر بیٹھ گئے تو ان کی شانِ وفاداری دیکھ کر آقا سے خود نہ رہا گیا۔ جوش محبت سے بے قرار ہو کر وہ آپ نکل آیا تا کہ انہیں دروازے سے اٹھا لے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۃ التوبہ۔ ص۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ حاشیہ ۱۱۹)

(اسی طرح) ابولُبابہ بن عبد المنذر اور ان کے چھ ساتھیوں (کا معاملہ ہے) ابولبابہ ان لوگوں میں سے تھے جو بیعت عقبہ کے موقع پر ہجرت سے پہلے ایمان لائے تھے۔ پھر جنگ بدر، جنگِ اُحد اور دوسرے معرکوں میں برابر شریک رہے۔ مگر غزوہ تبوک کے موقع پر نفس کی کمزوری نے غلبہ کیا اور یہ کسی عذر شرعی کے بغیر بیٹھے رہ گئے۔ ایسے ہی مخلص ان کے دوسرے ساتھی بھی تھے اور ان سے بھی یہ کمزوری سرزد ہوگئی۔ جب نبی ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے اور ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کی کیا رائے ہے تو انہیں سخت ندامت ہوئی۔ قبل اس کے کہ کوئی باز پرس ہوتی انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا کہ ہم پر خواب و خور حرام ہے جب تک ہم معاف نہ کر دیے جائیں، یا پھر ہم مر جائیں۔ چنانچہ کئی روز وہ اسی طرح بے آب و دانہ اور بے خواب بندھے رہے حتیٰ کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آخر کار جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں بتایا گیا کہ اللہ اور رسول نے تمہیں معاف کر دیا تو انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ ہماری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ جس گھر کی آسائش نے ہمیں فرض سے غافل کیا اسے اور اپنے تمام مال کو خدا کی راہ میں دے دیں۔ مگر نبی ﷺ نے فرمایا کہ سارا مال دینے کی ضرورت نہیں صرف ایک تہائی کافی ہے۔ چنانچہ وہ انہوں نے اسی وقت فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔

اس قصہ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا کے ہاں معافی کس قسم کی کمزوریوں کے لیے ہے۔ یہ سب حضرات عادی غیر مخلص نہ تھے بلکہ ان کا پچھلا کارنامۂ زندگی ان کے اخلاص ایمانی پر دلیل تھا۔ ان میں سے کسی نے عذرات نہیں تراشے بلکہ اپنے قصور کو خود ہی قصور مان لیا۔ انہوں نے اعترافِ قصور کے ساتھ اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ واقعی نہایت نادم اور اپنے اس گناہ کی تلافی کے لیے سخت بے چین ہیں۔

گناہوں کی تلافی کے لیے زبان اور قلب کی توجہ کے ساتھ ساتھ عملی توبہ بھی ہونی چاہیے، اور عملی توبہ کی ایک شکل یہ ہے کہ آدمی خدا کی راہ میں مال خیرات کرے۔ اس طرح وہ گندگی جو نفس میں پرورش پا رہی تھی اور جس کی بدولت آدمی سے گناہ کا صدور ہوا تھا، دور ہو جاتی ہے اور خیر کی طرف پلٹنے کی استعداد بڑھتی ہے۔ گناہ کرنے کے بعد اس کا اعتراف کرنا ایسا ہے جیسے ایک آدمی جو گڑھے میں گر گیا تھا، اپنے گرنے کو خود محسوس کرے۔ پھر اس کا اپنے گناہ پر شرمسار ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ اس گڑھے کو اپنے لیے نہایت ہی بری جائے قرار سمجھتا ہے اور اپنی اس حالت سے سخت تکلیف میں ہے۔ پھر اس کا صدقہ و خیرات اور دوسری نیکیوں سے اس کی تلافی کی سعی کرنا گویا گڑھے سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۃ التوبہ۔ ص ۲۳۱۔۲۳۲۔ حاشیہ ۹۹)

قصور کرنے والا بھی اگر توبہ کر کے اپنے رویے کی اصلاح کر لے اور برے عمل کے بجائے نیک عمل کرنے لگے تو اللہ کے ہاں اس کے لیے عفو و درگزر کا دروازہ کھلا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نادانستگی میں ایک قبطی کو قتل کر کے مصر سے نکلے تھے۔ اس کے بعد فوراً انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لی تھی کہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ (اے پروردگار، میں اپنے نفس پر ظلم کر گزرا، مجھے معاف فرما دے) اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت انہیں معاف بھی فرما دیا تھا فَغَفَرَ لَهٗ (القصص آیت ۱۶) (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ النمل۔ ص ۵۵۹۔ حاشیہ ۱۵)

گناہ گار کی توبہ قبول کر لینا اور اسے سزا دینے کے بجائے جنت عطا فرما دینا اللہ پر واجب نہیں ہے، بلکہ یہ سراسر اس کی عنایت و مہربانی ہوگی کہ وہ معاف بھی کرے اور انعام بھی دے۔ بندے کو اس سے معافی کی امید تو ضرور رکھنی چاہیے مگر اس بھروسے پر گناہ نہیں کرنا چاہیے کہ توبہ سے معافی مل جائے گی۔ (تفہیم القرآن: ج ۶۔ سورۃ التحریم ص ۳۲۔ حاشیہ ۲۰)

رہا توبہ کا شرعی مفہوم تو اس کی تشریح ہمیں اس حدیث میں ملتی ہے جو ابن ابی حاتم نے زرّ بن حُبَیْش کے واسطے سے نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے توبۂ نصوح کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو، پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کرو اور آئندہ کبھی اس فعل کا ارتکاب نہ کرو۔ یہی مطلب حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی منقول ہے، اور ایک روایت میں حضرت عمرؓ نے توبۂ نصوح کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ توبہ کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو درکنار، اس کے ارتکاب کا ارادہ تک نہ کرے۔ (ابن جریر) حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ ایک بدو کو جلدی جلدی توبہ استغفار کے الفاظ زبان سے ادا کرتے سنا تو فرمایا یہ توبة الکذابین ہے۔ اس نے پوچھا پھر صحیح توبہ کیا ہے؟ فرمایا، اس کے ساتھ چھ چیزیں ہونی چاہیں۔

(۱) جو کچھ ہو چکا ہے اس پر نادم ہو۔ (۲) اپنے جن فرائض سے غفلت برتی ہو ان کو ادا کر۔ (۳) جس کا حق مارا ہو اس کو واپس کر (۴) جس کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگ۔ (۵) آئندہ کے لیے عزم کر لے کہ اس گناہ کا اعادہ نہ کرے گا۔ اور (۶) اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں گھلا دے جس طرح تو نے اب تک اسے معصیت کا خوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو طاعت کی تلخی کا مزہ چکھا جس طرح اب تک تو اسے معصیتوں کی حلاوت کا مزہ چکھاتا رہا ہے۔ (کشاف) توبہ کے سلسلہ میں چند امور اور بھی ہیں جنہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

اوّل یہ کہ توبہ درحقیقت کسی معصیت پر اس لیے نادم ہونا ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ ورنہ کسی گناہ سے اس لیے پرہیز کا عہد کر لینا کہ وہ مثلاً صحت کے لیے نقصان دہ ہے، یا کسی بدنامی کا، یا مالی نقصان کا موجب ہے، توبہ کی تعریف میں نہیں آتا، دوسرے یہ کہ جس وقت آدمی کو احساس ہو جائے کہ اس سے اللہ کی نافرمانی ہوئی ہے، اسی وقت اسے توبہ کرنی چاہیے اور جس شکل میں بھی ممکن ہو بلا تاخیر اس کی تلافی کر دینی چاہیئے، اُسے ٹالنا مناسب نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ توبہ کر کے بار بار اسے توڑتے چلے جانا اور توبہ کو کھیل بنا لینا اور اُسی گناہ کا بار بار اعادہ کرنا جس سے توبہ کی گئی ہو، توبہ کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ توبہ کی اصل روح گناہ پر شرمساری ہے، اور بار بار کی توبہ شکنی اس بات کی علامت ہے کہ اس کے پیچھے کوئی شرمساری موجود نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ جو شخص سچے دل سے توبہ کر کے یہ عزم کر چکا ہو کہ پھر اس گناہ کا اعادہ نہ کرے گا، اس سے اگر بشری کمزوری کی بنا پر اُسی گناہ کا اعادہ ہو جائے تو پچھلا گناہ تازہ نہ ہوگا، البتہ اسے بعد والے گناہ پر پھر توبہ کرنی چاہیئے اور زیادہ سختی کے ساتھ عزم کرنا چاہیئے کہ آئندہ وہ توبہ شکنی کا مرتکب نہ ہو۔ پانچویں یہ کہ ہر مرتبہ جب معصیت یاد آئے، توبہ کی تجدید کرنا لازم نہیں ہے، لیکن اگر اُس کا نفس اپنی سابق گناہ گارانہ زندگی کی یاد سے لطف لے رہا ہو تو بار بار توبہ کرنی چاہیے یہاں تک کہ گناہوں کی یاد اس کے لئے لذت کے بجائے شرمساری کا موجب بن جائے۔ اس لیے کہ جس شخص نے فی الواقع خدا کے خوف کی بنا پر معصیت سے توبہ کی ہو وہ اس خیال سے لذت نہیں لے سکتا کہ وہ خدا کی نافرمانی کرتا رہا ہے۔ اُس سے لذت لینا اس بات کی علامت ہے کہ خدا کے خوف نے اس کے دل میں جڑ نہیں پکڑی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۶۔ سورہ التحریم۔ ص ۳۱۔۳۲۔ حاشیہ ۱۹)

۲۵۔ اَلْحَلِيْمُ: بڑا ہی بُردبار۔

(سورۂ بقرہ آیت ۲۲۵ میں ہے) وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ. مزید براں آیات ۲۳۵۔۲۶۳ میں اور آلِ عمران آیت ۱۵۵ اور النساء آیت ۱۲۔ المائدہ آیت ۱۰۱ میں۔ اور سورہ الحج آیت ۵۹ میں اور التغابن آیت ۱۷ میں، بطورِ اسم الٰہی بیان ہوا ہے۔ (علاوہ ازیں سورہ الاسراء آیت ۴۴ میں ہے) وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا.

سورہ الاحزاب آیت ۵۱ میں وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا اور اللہ علیم وحلیم ہے۔

اور سورۂ فاطر آیت ۴۱ میں اِنَّهُ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا . بے شک اللہ بڑا حلیم اور درگزر فرمانے والا ہے۔ (حلیم) اس کو کہتے ہیں جو اپنے مزاج پر قابو رکھتا ہو۔ نہ غصے اور دشمنی اور مخالفت میں آپے سے باہر ہو، نہ محبت اور دوستی اور تعلق خاطر میں حد اعتدال سے تجاوز کر جائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ التوبہ۔ ص ۲۴۲۔ حاشیہ ۱۱۳)

لوگوں کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں اور کمزوریوں کی وجہ سے ان کی بڑی بڑی خدمات اور قربانیوں پر پانی پھیر دینے والا نہیں ہے۔ وہ ان سے درگزر فرمائے گا اور ان کے قصور معاف کر دے گا۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورہ الحج۔ ص ۲۴۶۔ حاشیہ ۱۰۳)

مخلص اہلِ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اُس تنگ دل آقا کا سا نہیں ہے جو بات بات پر گرفت کرتا ہو اور ایک ذرا سی خطا پر اپنے ملازم کی ساری خدمتوں اور وفاداریوں پر پانی پھیر دیتا ہو۔ وہ فیاض اور کریم آقا ہے جو بندہ اس کا وفادار ہو اس کی خطاؤں پر چشم پوشی سے کام لیتا ہے اور جو کچھ بھی خدمت اس سے بن آئی ہو اس کی قدر فرماتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۴۔ سورۃ الفاطر۔ ص ۲۳۳۔ حاشیہ ۵۲)

یہ اس کا حلم ہے کہ تم اس کی جناب میں گستاخیوں پر گستاخیاں کیے جاتے ہو، اور اُس پر طرح طرح کے بہتان تراشتے ہو اور پھر بھی وہ درگزر کیے چلا جاتا ہے۔ نہ رزق بند کرتا ہے، نہ اپنی نعمتوں سے محروم کرتا ہے، اور نہ ہر گستاخ پر فوراً بجلی گرا دیتا ہے۔ یہ بھی اس کی بردباری اور اس کے درگزر ہی کا ایک کرشمہ ہے کہ وہ افراد کو بھی اور قوموں کو بھی سمجھنے اور سنبھلنے کے لیے کافی مہلت دیتا ہے، انبیاء (علیہم السلام) او مصلحین اور مبلغین کو ان کی فہمائش اور رہنمائی کے لیے بار بار اٹھاتا رہتا ہے، اور جو بھی اپنی غلطی کو محسوس کر کے سیدھا راستہ اختیار کر لے، اس کی پچھلی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۲۔ سورۂ بنی اسرائیل ص ۶۱۹۔ حاشیہ ۵۰)

اللہ جس کے تم بندے ہو، عفور درگزر کرنے والا ہے، اس لیے تم کو بھی جہاں تک بھی تمھارے بس میں ہو، عفو و درگزر سے کام لینا چاہئے۔ اہل ایمان کے اخلاق کا زیور یہی ہے کہ وہ حلیم، عالی ظرف اور متحمل ہوں۔ بدلہ لینے کا حق انہیں ضرور حاصل ہے، مگر بالکل منتقمانہ ذہنیت اپنے اوپر طاری کر لینا ان کے لیے موزوں نہیں ہے (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ الحج ص ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ حاشیہ ۱۰۵)

یہ اُس کی حلیمی و رحیمی اور چشم پوشی و درگزر ہی تو ہے جس کی بدولت کفر اور شرک اور دہریت اور فسق و فجور اور ظلم وستم کی انتہاء کر دینے والے بھی سالہا سال تک، بلکہ اس طرح کے پورے پورے معاشرے صدیوں تک مہلت پر مہلت پاتے چلے جاتے ہیں، اور ان کو صرف رزق ہی نہیں ملے جاتا بلکہ دنیا میں ان کی بڑائی کے ڈنکے بجتے ہیں اور زینتِ حیات دنیا کے سروسامان انہیں ملتے ہیں جنہیں دیکھ دیکھ کر نادان لوگ اس غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ شاید اس دنیا کا کوئی خدا نہیں ہے۔ (تفہیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

القرآن: ج ۴ سورۂ الشوریٰ۔ ص ۴۸۰۔ حاشیہ ۵)

داعیِ حق کے لیے جو صفات سب سے زیادہ ضروری ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسے نرم خو، متحمل اور عالی ظرف ہونا چاہیے، اس کو اپنے ساتھیوں کے لیے شفیق، عامۃ الناس کے لیے رحیم اور اپنے مخالفوں کے لیے حلیم ہونا چاہیے۔ اس کو اپنے رفقاء کی کمزوریوں کو بھی برداشت کرنا چاہیے اور اپنے مخالفین کی سختیوں کو بھی۔ اسے شدید سے شدید اشتعال انگیز مواقع پر بھی اپنے مزاج کو ٹھنڈا رکھنا چاہئے، نہایت ناگوار باتوں کو بھی عالی ظرفی کے ساتھ ٹال دینا چاہیے، مخالفوں کی طرف سے کیسی ہی سخت کلامی، بہتان تراشی، ایذا رسانی اور شریرانہ مزاحمت کا اظہار ہو۔ اُس کو درگزر ہی سے کام لینا چاہئے۔ سخت گیری، درشت خوئی، تلخ گفتاری اور منتقمانہ اشتعالِ طبع اس کام کے لئے زہر کا حکم رکھتا ہے اور اس سے کام بگڑتا ہے بنتا نہیں۔ اسی چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے ''کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ ''غضب اور رضا، دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کہوں، جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں، جو مجھے میرے حق سے محروم کرے میں اسے اس کا حق دوں، جو میرے ساتھ ظلم کرے میں اس کو معاف کردوں۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۲۔ سورۂ الاعراف ص ۱۱۱ حاشیہ ۱۵)

۲۶۔ اَلْوَاسِعُ: وسیع النظر، وسیع الظرف۔

(سورۂ آلِ عمران آیت ۷۳ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے) وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. وہ وسیع النظر ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔'' واسع بالعموم قرآن میں تین مواقع پر آیا کرتا ہے۔ ایک وہ موقع جہاں انسانوں کے کسی گروہ کی تنگ خیالی و تنگ نظری کا ذکر آتا ہے اور اسے اس حقیقت پر متنبہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ اللہ تمھاری طرح تنگ نظر نہیں ہے۔ دوسرا وہ موقع جہاں کسی کے بخل اور تنگ دلی اور کم حوصلگی پر ملامت کرتے ہوئے یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ فراخ دست ہے، تمہاری طرح بخیل نہیں ہے۔ تیسرا وہ موقع جہاں لوگ اپنے تخیل کی تنگی کے سبب سے اللہ کی طرف کسی قسم کی محدودیت منسوب کرتے ہیں اور انہیں یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ غیر محدود ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۱۔ سورۂ آل عمران۔ ص ۲۶۵۔ حاشیہ ۶۲)

(اسی طرح سورۂ بقرہ آیت ۱۱۵ میں ارشاد ہے) اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ محدود، تنگ دل، تنگ نظر اور تنگ دست نہیں، جیسا کہ لوگوں نے اپنے اوپر قیاس کر کے اسے سمجھ رکھا ہے، بلکہ اس کی خدائی بھی وسیع ہے اور اس کا زاویۂ نظر اور دائرۂ فیض بھی وسیع ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کا کون سا بندہ کہاں، کس وقت کس نیت سے اسے یاد کر رہا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۱۔ سورۂ البقرہ۔ ص ۱۰۵۔ حاشیہ ۱۱۶)

۲۷۔ اَلْحَكِيْمُ: بہت ہی دانا و بینا۔

مقتضائے دانش کے مطابق کام کرنے والا۔ جو حکمت و دانائی اور علم و دانش میں کامل ہے۔ جسے اپنی خلق کے مصالح اور ان کے ماضی و حال اور مستقبل کا پورا علم ہے اور جس کی حکمت بندوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے بہترین تدابیر اختیار کرتی ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ سورۃ النمل ص ۵۵۷ حاشیہ ۷)۔

طاقت کا مالک صرف اللہ ہی ہے اور اسی کی تدبیر و حکمت اس کائنات کا نظام چلا رہی ہے (تفہیم ج ۵ سورۂ لقمان ص ۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاشیہ ۱۱)

اللہ کی طرف سے اس نعمت بھری جنتوں کے انعام کا یہ اعلان سراسر اس کی حکمت اور اس کے عدل پر مبنی ہے۔ اس کے ہاں کوئی غلط بخشی نہیں ہے کہ مستحق کو محروم رکھا جائے اور غیر مستحق کو نواز دیا جائے۔ ایمان و عمل صالح سے متصف لوگ فی الواقع اس انعام کے مستحق ہیں اور اللہ یہ انعام انہی کو عطا فرمائے گا۔

جو فیصلہ بھی وہ کرتا ہے سراسر حکمت کی بنا پر کرتا ہے۔ کسی کو دیتا ہے تو اس لیے دیتا ہے کہ حکمت اس کی مقتضی ہے اور کسی کو نہیں دیتا تو اس لیے نہیں دیتا کہ اسے دینا حکمت کے خلاف ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ فاطر ص ۲۱۹۔ حاشیہ ۵)

جو ہدایت وہ اس کتاب میں دے رہا ہے وہ سراسر دانائی پر مبنی ہے اور صرف ایک جاہل و نادان آدمی ہی اس سے منہ موڑ سکتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ الاحزاب۔ ص ۳۵۵۔ حاشیہ ۱)

انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جب بھی وہ کسی بندے سے رابطہ قائم کرنا چاہے، کوئی دشواری اس کے ارادے کی راہ میں مزاحم نہیں ہو سکتی اور وہ اپنی حکمت سے اس کام کے لیے وحی کا طریقہ اختیار فرمالیتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ الشوریٰ ص ۴۷۹ حاشیہ ۱)

اس کی حکمت اس سے عاجز نہیں ہے کہ اپنے کسی بندے تک اپنی ہدایات پہنچانے کے لیے رو برو بات چیت کرنے کے سوا کوئی اور تدبیر نکال لے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ الشوریٰ۔ ص ۵۱۶۔ حاشیہ ۸۲)

اس کا حکیم ہونا اس کا مقتضی ہے کہ انسان پورے اطمینان کے ساتھ برضا و رغبت اس کی ہدایات اور اس کے احکام کی پیروی کرے، کیونکہ اس کی کسی تعلیم کے غلط یا نامناسب یا نقصان دہ ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ الجاثیہ ص ۵۷۹ حاشیہ ۱)

وہ حکیم ہے جو کچھ کرتا ہے وہ عین مقتضائے دانش ہوتا ہے اور اس کی تدبیریں ایسی محکم ہوتی ہیں کہ دنیا میں کوئی اس کا توڑ نہیں کر سکتا۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۂ الجمعہ۔ ص ۴۸۶ حاشیہ ۱)

اللہ کے پاس تو ایسے لشکر ہیں جن سے وہ کفار کو جب چاہے تہس نہس کر دے، مگر اس نے کچھ جان کر اور حکمت ہی کی بنا پر یہ ذمہ داری اہل ایمان پر ڈالی ہے کہ وہ کفار کے مقابلہ میں جدوجہد اور کشمکش کر کے اللہ کے دین کا بول بالا کریں۔ اسی لیے ان کے لیے درجات کی ترقی اور آخرت کی کامیابیوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۂ الفتح ص ۴۶، حاشیہ ۸)

وہ جو کچھ بھی کرتا ہے حکمت اور دانائی کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کی تخلیق، اس کی تدبیر، اس کی فرمانروائی، اس کے احکام، اس کی ہدایات سب حکمت پر مبنی ہیں۔ اس کے کسی کام میں نادانی اور حماقت و جہالت کا شائبہ تک نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵۔ سورۂ الحدید۔ ص ۳۰۱۔ حاشیہ ۲)

یہ اسی کی قدرت و حکمت کا کرشمہ ہے کہ ایسی ناتراشیدہ اُمّی قوم میں اس سے ایسا عظیم نبی پیدا کیا جس کی تعلیم و ہدایت اس درجہ انقلاب انگیز ہے، اور پھر ایسے عالم گیر! ابدی اصولوں کی حامل ہے جن پر تمام نوع انسانی مل کر ایک امت بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ ان اصولوں سے رہنمائی حاصل کرسکتی ہے۔کوئی بناوٹی انسان خواہ کتنی ہی کوشش کر لیتا، یہ مقام ومرتبہ کبھی حاصل نہیں کرسکتا تھا۔عرب جیسی پسماندہ قوم تو در کنار، دنیا کی کسی بڑی سے بڑی قوم کا کوئی ذہین سے ذہین آدمی بھی اس پر قادر نہیں ہوسکتا کہ ایک قوم کی اس طرح مکمل طور پر کایا پلٹ دے، اور پھر ایسے جامع اصول دنیا کو دے دے جن پر ساری نوع انسانی ایک امت بن کر ایک دین اور ایک تہذیب کا عالمگیر و ہمہ گیر نظام ابد تک چلانے کے قابل ہو جائے۔ یہ ایک معجزہ ہے جو اللہ کی قدرت سے رونما ہوا ہے، اور اللہ ہی نے اپنی حکمت کی بنا پر جس شخص، جس ملک اور جس قوم کو چاہا ہے اس کے لیے انتخاب کیا ہے۔اس پر اگر کسی بے وقوف کا دل دکھتا ہے تو دکھتا رہے۔(تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ الجمعہ ص ۴۸۶۔حاشیہ ۶)

اللہ تمہارا آقا اور تمہارے معاملات کا متولی ہے۔وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ تمہاری بھلائی کس چیز میں ہے اور جو احکام بھی اس نے دیے ہیں سراسر حکمت کی بنا پر دیے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ تم خود مختار نہیں ہو بلکہ اللہ کے بندے ہو اور وہ تمہارا آقا ہے۔اس لیے کہ اس کے مقرر کیے ہوئے طریقوں میں رد و بدل کرنے کا اختیار تم میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے۔تمہارے لیے حق یہی ہے کہ اپنے معاملات اس کے حوالے کر کے بس اس کی اطاعت کرتے رہو۔(تفہیم القرآن: ج ۶، سورۃ التحریم۔ص ۲۰۔حاشیہ ۵)

اللہ کے کاموں کو اس کی قدرت کے پہلو سے دیکھیے تو دل گواہی دے گا کہ وہ جب چاہے قیامت برپا کرسکتا ہے اور جب چاہے ان سب مرنے والوں کو پھر سے زندہ کرسکتا ہے جن کو پہلے وہ عدم سے وجود میں لایا تھا۔اور اگر اس کے کاموں کو اس کی حکمت کے پہلو سے دیکھیے تو عقل شہادت دے گی کہ یہ دونوں کام بھی وہ ضرور کر کے رہے گا کیونکہ ان کے بغیر حکمت کے تقاضے پورے نہیں ہوتے اور ایک حکیم سے یہ بعید ہے کہ وہ ان تقاضوں کو پورا نہ کرے۔جو محدود سی حکمت و دانائی انسان کو حاصل ہے اس کا یہ نتیجہ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی اپنا مال یا جائداد کا کاروبار جس کے سپرد بھی کرتا ہے اس سے کسی نہ کسی وقت حساب ضرور لیتا ہے۔گویا امانت اور محاسبے کے درمیان ایک لازمی عقلی رابطہ ہے جس کو انسان کی محدود حکمت بھی کسی حال میں نظر انداز نہیں کرتی۔پھر اسی حکمت کی بنا پر آدمی ارادی اور غیر ارادی افعال کے درمیان فرق کرتا ہے، ارادی افعال کے ساتھ اخلاقی ذمہ داری کا تصور وابستہ کرتا ہے، افعال میں نیک اور بد کی تمیز کرتا ہے، اچھے افعال کا نتیجہ تحسین اور انعام کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے اور برے افعال پر سزا کا تقاضا کرتا ہے حتیٰ کہ خود ایک نظام عدالت اس غرض کے لیے وجود میں لاتا ہے۔یہ حکمت جس خالق نے انسان میں پیدا کی ہے، کیا باور کیا جاسکتا ہے کہ وہ خود اس حکمت سے عاری ہوگا؟ کیا مانا جاسکتا ہے کہ اپنی اتنی بڑی دنیا اتنے سروسامان اور اس قدر اختیارات کے ساتھ انسان کے سپرد کر کے وہ بھول گیا ہے، اس کا حساب وہ کبھی نہ لے گا؟ کیا کسی صحیح الدماغ آدمی کی عقل یہ گواہی دے سکتی ہے کہ انسان کے جو برُے اعمال سزا سے بچ نکلے ہیں، یا جن برائیوں کی متناسب سزا انہیں نہیں مل سکی ہے ان کی باز پرس کے لیے کبھی عدالت قائم نہ ہوگی، اور جو بھلائیاں اپنے منصفانہ انعام سے محروم رہ گئی ہیں وہ ہمیشہ محروم ہی رہیں گی؟ اگر ایسا نہیں ہے تو قیامت اور زندگی بعد موت خدائے حکیم کی حکمت کا ایک لازمی تقاضا ہے جس کا پورا ہونا نہیں بلکہ نہ ہونا سراسر بعید از عقل ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۳۔سورۃ الحج ص ۲۰۶۔حاشیہ ۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ذرا) غور کیجیے، زمین میں اس مواد کا ٹھیک سطح پر یا سطح سے متصل موجود ہونا جو بے شمار مختلف اقسام کی نباتی زندگی کے لیے درکار ہے، اور پانی کے اندر ٹھیک وہ اوصاف موجود ہونا جو حیوانی اور نباتی زندگی کی ضروریات کے مطابق ہیں اور اس پانی کا پے در پے سمندروں سے اٹھایا جانا اور زمین کے مختلف حصوں میں وقتاً فوقتاً ایک باقاعدگی کے ساتھ برسایا جانا اور زمین، ہوا، پانی اور درجۂ حرارت وغیرہ مختلف قوتوں کے درمیان ایسا متناسب تعاون قائم کرنا کہ اس سے نباتی زندگی کو نشوونما نصیب ہو اور وہ ہر طرح کی حیوانی زندگی کے لیے اس کی بے شمار ضروریات پوری کرے، کیا یہ سب کچھ ایک حکیم کی منصوبہ بندی اور دانش مندانہ تدبیر اور غالب قدرت و ارادہ کے بغیر خود بخود اتفاقاً ہو سکتا ہے؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ یہ اتفاقی حادثہ مسلسل ہزار ہا برس بلکہ لاکھوں کروڑوں برس تک اسی باقاعدگی سے رونما ہوتا چلا جائے؟ صرف ایک ہٹ دھرم آدمی ہی، جو تعصب میں اندھا ہو چکا ہوا سے ایک امر اتفاقی کہہ سکتا ہے۔ جو کسی راستی پسند عاقل انسان کے لیے ایسا لغو دعویٰ کرنا اور ماننا ممکن نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ النمل۔ ص ۵۸۹۔۵۹۰، حاشیہ ۷۳)

نباتات کی ہر نوع میں تناسل کی اس قدر زبردست طاقت ہے کہ اگر اس کے صرف ایک پودے ہی کی نسل کو زمین میں بڑھنے کا موقع مل جاتا تو چند سال کے اندر روئے زمین پر بس وہی وہ نظر آتی، کسی دوسری قسم کی نباتات کے لیے کوئی جگہ نہ رہتی۔ مگر یہ ایک حکیم اور قادر مطلق کا سوچا سمجھا منصوبہ ہے جس کے مطابق بے حد و حساب اقسام کی نباتات اس زمین پر اگ رہی ہیں اور ہر نوع کی پیداوار اپنی ایک مخصوص حد پر پہنچ کر رک جاتی ہے۔ اسی منظر کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ہر نوع کی جسامت، پھیلاؤ، اٹھان اور نشوونما کی ایک حد مقرر ہے جس سے نباتات کی کوئی قسم بھی تجاوز نہیں کر سکتی۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے ہر درخت، ہر پودے اور ہر بیل بوٹے کے لیے جسم، قد، شکل، برگ و بار اور پیداوار کی ایک مقدار پورے ناپ تول اور حساب و شمار کے ساتھ مقرر کر رکھی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ الحجر۔ ص ۵۰۲۔ حاشیہ ۱۳)

یہ ایک مقرر مقدار میں نازل فرمانے کا معاملہ صرف نباتات ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام موجودات کے معاملہ میں عام ہے۔ ہوا، پانی، روشنی، گرمی، سردی، جمادات، نباتات، حیوانات، غرض ہر چیز، ہر نوع، ہر جنس اور ہر قوت و طاقت کے لیے ایک حد مقرر ہے جس پر وہ ٹھہری ہوئی ہے اور ایک مقدار مقرر ہے جس سے نہ وہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے۔ اسی تقدیر اور کمال درجہ کی حکیمانہ تقدیر ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ زمین سے لے کر آسمانوں تک پورے نظام کائنات میں یہ توازن، یہ اعتدال، اور یہ تناسب نظر آ رہا ہے۔ اگر یہ کائنات ایک اتفاقی حادثہ ہوتی، یا بہت سے خداؤں کی کاریگری و کارفرمائی کا نتیجہ ہوتی تو کس طرح ممکن تھا کہ بے شمار مختلف اشیاء اور قوتوں کے درمیان ایسا مکمل توازن و تناسب قائم ہوتا اور مسلسل قائم رہ سکتا؟ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ الحجر ص ۵۰۲۔ حاشیہ ۱۴)

اجرام فلکی کے ساتھ زمین کا تعلق، زمین کے ساتھ سورج اور چاند کا تعلق، زمین کی بے شمار مخلوقات کی ضرورتوں سے پہاڑوں اور دریاؤں کا تعلق، یہ ساری چیزیں اس بات پر کھلی شہادت دیتی ہیں کہ ان کو نہ تو الگ الگ خداؤں نے بنایا ہے اور نہ مختلف با اختیار خدا ان کا انتظام کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ان سب چیزوں میں باہم اتنی مناسبتیں اور ہم آہنگیاں اور موافقتیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ پیدا ہوسکتی تھیں اور نہ مسلسل قائم رہ سکتی تھیں۔ الگ الگ خداؤں کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ مل کر پوری کائنات کے لیے تخلیق وتدبیر کا ایسا منصوبہ بنا لیتے جس کی ہر چیز زمین سے لے کر آسمانوں تک ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کھاتی چلی جائے اور کبھی ان کی مصلحتوں کے درمیان تصادم واقع نہ ہونے پائے۔

زمین کے اس عظیم الشان کرے کا فضائے بسیط میں معلق ہونا، اس کی سطح پر اتنے بڑے بڑے پہاڑوں کا اُبھر آنا۔ اس کے سینے پر ایسے ایسے زبردست دریاؤں کا جاری ہونا، اس کی گود میں طرح طرح کے بے حد وحساب درختوں کا پھلنا اور پیہم انتہائی باقاعدگی کے ساتھ رات اور دن حیرت انگیز آثار کا طاری ہونا، یہ سب چیزیں اس خدا کی قدرت پر گواہ ہیں جس نے انہیں پیدا کیا۔

زمین کی ساخت میں، اس پر پہاڑوں کی پیدائش میں، پہاڑوں سے دریاؤں کی روانی کا انتظام کرنے میں، پھلوں کی ہر قسم میں دو دو طرح کے پھل پیدا کرنے میں، اور رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات باقاعدگی کے ساتھ لانے میں جو بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں پائی جاتی ہیں وہ پکار پکار کر شہادت دے رہی ہیں کہ جس خدا نے تخلیق کا نقشہ بنایا ہے وہ کمال درجے کا حکیم ہے۔ یہ ساری چیزیں خبر دیتی ہیں کہ یہ نہ تو کسی بے ارادہ طاقت کی کارفرمائی ہے اور نہ کسی کھلنڈرے کا کھلونا۔ ان میں سے ہر ہر چیز کے اندر ایک حکیم کی حکمت اور انتہائی بالغ حکمت کام کرتی نظر آتی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ الرعد ص۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ حاشیہ ۸)

ساری زمین کو اس نے یکساں بنا کر نہیں رکھ دیا ہے بلکہ اس میں بے شمار خطے پیدا کر دیے ہیں جو متصل ہونے کے باوجود شکل میں، رنگ میں، مادۂ ترکیب میں، خاصیتوں میں، قوتوں اور صلاحیتوں میں، پیداوار اور کیمیاوی یا معدنی خزانوں میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ ان مختلف خطوں کی پیدائش اور ان کے اندر طرح طرح کے اختلافات کی موجودگی اپنے اندر اتنی حکمتیں اور مصلحتیں رکھتی ہے کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ دوسری مخلوقات سے قطع نظر صرف ایک انسان ہی کے مفاد کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسان کی مختلف اغراض ومصالح اور زمین کے ان خطوں کی گوناگونی کے درمیان جو مناسبتیں اور مطابقتیں پائی جاتی ہیں اور ان کی بدولت انسانی تمدن کو پھلنے پھولنے کے جو مواقع بہم پہنچے ہیں، وہ یقیناً کسی حکیم کی فکر اور اس کے سوچے سمجھے منصوبے اور اس کے دانش مندانہ ارادے کا نتیجہ ہیں۔ اسے محض ایک اتفاقی حادثہ قرار دینے کے لیے بڑی ہٹ دھرمی درکار ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ الرعد۔ ص ۴۴۵۔ حاشیہ ۹)

اس کرۂ خاکی کو جن حکیمانہ مناسبتوں کے ساتھ قائم کیا گیا ہے، ان کی تفصیلات پر آدمی غور کرے تو اس کی عقل دنگ رہ جاتی ہے اور اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ مناسبتیں ایک حکیم ودانا قادر مطلق کی تدبیر کے بغیر قائم نہ ہوسکتی تھیں۔ یہ کرہ فضائے بسیط میں معلق ہے، کسی چیز پر ٹکا ہوا نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود اس میں کوئی اضطراب اور اہتزاز نہیں ہے۔ اگر اس میں ذرا سا بھی اہتزاز ہوتا، جس کے خطرناک نتائج کا ہم کبھی زلزلہ آ جانے سے بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں، تو یہاں کوئی آبادی ممکن نہ تھی۔ یہ کرہ باقاعدگی کے ساتھ سورج کے سامنے آتا ہے اور چھپتا ہے جس سے رات اور دن کا اختلاف رونما ہوتا ہے۔ اگر اس کا ایک ہی رخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر وقت سورج کے سامنے رہتا اور دوسرا رخ ہر وقت چھپا رہتا تو یہاں کوئی آبادی ممکن نہ ہوتی کیونکہ ایک رخ کو سردی اور بے نوری نباتات اور حیوانات کی پیدائش کے قابل نہ رکھتی اور دوسرے رخ کو گرمی کی شدت بے آب وگیاہ اور غیر آباد بنا دیتی۔اس کرہ پر پانچ سو میل کی بلندی تک ہوا کا ایک کثیف رداچڑھا دیا گیا ہے جو شہابوں کی خوفناک بم باری سے اسے بچائے ہوئے ہے۔ورنہ روزانہ دو کروڑ شہاب، جو ۳۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے زمین کی طرف گرتے ہیں، یہاں وہ تباہی مچاتے کہ کوئی انسان، حیوان یا درخت جیتا نہ رہ سکتا تھا۔یہی ہوا درجۂ حرارت کو قابو میں رکھتی ہے، یہی سمندروں سے بادل اٹھاتی اور زمین کے مختلف حصوں تک آب رسانی کی خدمت انجام دیتی ہے اور یہی انسان اور حیوان اور نباتات کی زندگی کو مطلوبہ گیسیں فراہم کرتی ہے، یہ نہ ہوتی تب بھی زمین کسی آبادی کے لیے جائے قرار نہ بن سکتی۔اس کرے کی سطح سے بالکل متصل وہ معدنیات اور مختلف قسم کے کیمیاوی اجزا بڑے پیمانے پر فراہم کر دیے گئے ہیں جو نباتی، حیوانی اور انسانی زندگی کے لیے مطلوب ہیں۔جس جگہ بھی یہ سرو سامان مفقود ہوتا ہے وہاں کی زمین کسی زندگی کو سہارنے کے لائق نہیں ہوتی۔اس کرے پر سمندروں، دریاؤں، جھیلوں، چشموں اور زیر زمین سوتوں کی شکل میں پانی کی بڑا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کر دیا گیا ہے، اور پہاڑوں پر بھی اس کے بڑے بڑے ذخائر کو منجمد کرنے اور پھر پگھلا کر بہانے کا انتظام کیا گیا ہے۔اس تدبیر کے بغیر یہاں کسی زندگی کا امکان نہ تھا۔پھر اس پانی، ہوا اور تمام ان اشیاء کو جو زمین پر پائی جاتی ہیں، سمیٹے رکھنے کے لیے اس کرے میں نہایت ہی مناسب کشش رکھ دی گئی ہے۔یہ کشش اگر کم ہوتی تو ہوا اور پانی، دونوں کو نہ روک سکتی اور درجہ حرارت اتنا زیادہ ہوتا کہ زندگی یہاں دشوار ہو جاتی۔یہ کشش اگر زیادہ ہوتی تو ہوا بہت کثیف ہو جاتی، اس کا دباؤ بہت بڑھ جاتا، بخارات آبی کا اٹھنا مشکل ہوتا اور بارشیں نہ ہو سکتیں، سردی زیادہ ہوتی۔زمین کے بہت کم رقبے آبادی کے قابل ہوتے، بلکہ کشش ثقل بہت زیادہ ہونے کی صورت میں انسان اور حیوانات کی جسامت بہت کم ہوتی اور ان کا وزن اتنا زیادہ ہوتا کہ نقل وحرکت بھی ان کے لیے مشکل ہوتی۔علاوہ بریں، اس کرے کو سورج سے ایک خاص فاصلے پر رکھا گیا ہے جو آبادی کے لیے مناسب ترین ہے۔اگر اس کا فاصلہ زیادہ ہوتا تو سورج سے اس کو حرارت کم ملتی، سردی بہت زیادہ ہوتی، موسم بہت لمبے ہوتے اور مشکل ہی سے یہ آبادی کے قابل ہوتا۔اور اگر فاصلہ کم ہوتا تو اس کے برعکس گرمی کی زیادتی اور دوسری بہت سی چیزیں مل جل کر اسے انسان جیسی مخلوق کی سکونت کے قابل نہ رہنے دیتیں۔

یہ صرف چند وہ مناسبتیں ہیں جن کی بدولت زمین اپنی موجودہ آبادی کے لیے جائے قرار بنی ہے۔کوئی شخص عقل رکھتا ہو اور ان امور کو نگاہ میں رکھ کر سوچے تو وہ ایک لمحہ کے لیے بھی نہ یہ تصور کر سکتا ہے کہ کسی خالق حکیم کی منصوبہ سازی کے بغیر یہ مناسبتیں محض ایک حادثہ کے نتیجے میں خود بخود قائم ہو گئی ہیں، اور نہ یہ گمان کر سکتا ہے کہ اس عظیم الشان تخلیقی منصوبے کو بنانے اور روبعمل لانے میں کسی دیوی دیوتا، یا جن، یا نبی ولی یا فرشتے کا کوئی دخل ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۳ سورۃ النمل ص ۵۹۱۔ حاشیہ ۷۴)

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ تدبیروں میں سے ایک ہے کہ اس نے بحری اور بری سفروں میں انسان کی رہنمائی کے لیے وہ ذرائع پیدا کر دیے ہیں جن سے وہ اپنی سمت سفر اور منزل مقصود کی طرف اپنی راہ متعین کرتا ہے۔دن کے وقت زمین کی مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامتیں اور آفتاب کے طلوع و غروب کی سمتیں اس کی مدد کرتی ہیں اور تاریک راتوں میں تارے اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ النمل۔ ص ۵۹۲۔ حاشیہ ۷۸)

اللہ نے اس کائنات میں کہیں بھی یکسانی نہیں رکھی ہے۔ ایک ہی زمین ہے، مگر اس کے قطعے اپنے اپنے رنگوں، شکلوں اور خاصیتوں میں جدا ہیں۔ ایک ہی زمین اور ایک ہی پانی ہے مگر اس سے طرح طرح کے غلے اور پھل پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک ہی درخت ہے اور اس کا ہر پھل دوسرے پھل سے نوعیت میں متحد ہونے کے باوجود شکل اور جسامت اور دوسری خصوصیات میں مختلف ہے ایک ہی جڑ ہے اور اس سے دو الگ تنے نکلتے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنی الگ انفرادی خصوصیت رکھتا ہے۔ ان باتوں پر جو شخص غور کرے گا وہ کبھی یہ دیکھ کر پریشان نہ ہو گا کہ انسانی طبائع اور میلانات اور مزاجوں میں اتنا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو سب انسانوں کو یکساں بنا سکتا تھا، مگر جس حکمت پر اللہ نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے وہ یکسانی نہیں بلکہ تنوع اور رنگارنگی کی متقاضی ہے۔ سب کو یکساں بنا دینے کے بعد تو یہ سارا ہنگامہ وجود ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ الرعد ص ۴۴۵۔ ۴۴۶ حاشیہ ۱۱)

۲۸۔ اَلشَّاکِرُ: بڑا قدردان۔

شکر کے اصل معنی اعتراف نعمت یا احسان مندی کے ہیں۔ ایک محسن کے مقابلہ میں صحیح احسان مندانہ رویہ یہی ہو سکتا ہے کہ آدمی دل سے اس کے احسان کا اعتراف کرے اور زبان سے اس کا اقرار کرے اور عمل سے احسان مندی کا ثبوت دے۔ انہی تین چیزوں کے مجموعہ کا نام شکر ہے اور اس شکر کا اقتضاء یہ ہے کہ اولاً آدمی احسان کو اسی کی طرف منسوب کرے جس نے دراصل احسان کیا ہے، کسی دوسرے کو احسان کے شکریہ اور نعمت کے اعتراف میں اس کا حصہ دار نہ بنائے۔ ثانیاً آدمی کا دل اپنے محسن کے لیے محبت اور وفاداری کے جذبہ سے لبریز ہو اور اس کے مخالفوں سے محبت و اخلاص اور وفاداری کا ذرہ برابر تعلق بھی نہ رکھے۔ ثالثاً وہ اپنے محسن کا مطیع و فرمانبردار ہو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے منشا کے خلاف استعمال نہ کرے۔

شکر جب اللہ کی طرف سے بندے کی جانب ہو تو اس کے معنی اعتراف خدمت یا قدردانی کے ہوں گے، اور جب بندے کی طرف سے اللہ کی جانب ہو تو اس کو اعتراف نعمت یا احسان مندی کے معنی میں لیا جائے گا۔ اللہ کی طرف سے بندوں کا شکریہ ادا کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ناقدر شناس نہیں ہے، جتنی اور جیسی خدمات بھی بندے اس کی راہ میں بجا لائیں، اللہ کے ہاں ان کی قدر کی جاتی ہے۔ کسی کی خدمات صلہ و انعام سے محروم نہیں رہتیں، بلکہ وہ نہایت فیاضی کے ساتھ ہر شخص کو اس کی خدمت سے زیادہ صلہ دیتا ہے۔ بندوں کا حال تو یہ ہے کہ جو کچھ آدمی نے کیا اس کی قدر کم کرتے ہیں اور کچھ نہ کیا اس پر گرفت کرنے میں بڑی سختی دکھاتے ہیں لیکن اللہ کا حال یہ ہے کہ جو کچھ آدمی نے نہیں کیا اس پر محاسبہ کرنے میں وہ بہت نرمی اور چشم پوشی سے کام لیتا ہے، اور جو کچھ کیا ہے اس کی قدر اس کے مرتبے سے بڑھ کر کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۱ سورۂ النساء ص ۴۱۲۔ ۴۱۳ حاشیہ ۱۷۵۔ ۱۷۶)

جان بوجھ کر نافرمانی کرنے والے مجرمین کے برعکس، نیکی کی کوشش کرنے والے بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ (۱) جتنی کچھ اپنی طرف سے وہ نیک بننے کی سعی کرتے ہیں، اللہ ان کو اس سے زیادہ نیک بنا دیتا ہے۔ (۲) ان کے کام میں جو کوتاہیاں رہ جاتی ہیں، یا نیک بننے کی کوشش کے باوجود جو گناہ ان سے سرزد ہو جاتے ہیں، اللہ ان سے چشم پوشی کرتا ہے، اور (۳) جو تھوڑی سی نیک عمل کی پونجی وہ لے کر آتے ہیں اللہ اس پر ان کی قدر افزائی کرتا ہے اور انہیں زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الشوریٰ۔ ص ۵۰۲۔ حاشیہ ۴۲)

۲۹۔ اَلْعَلِیْمُ: سب کچھ جاننے والا۔

۱۔ ایک انسان کے بس میں یہ ہے ہی نہیں کہ ان تمام حقائق کا احاطہ کر لے جن کا جاننا ایک صحیح راہ حیات متعین کرنے کے لیے ضروری ہے۔ یہ علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ وہی سمیع و علیم ہے، اس لیے وہی یہ بتا سکتا ہے کہ انسان کے لیے ہدایت کیا ہے اور ضلالت کیا، حق کیا ہے اور باطل کیا، خیر کیا ہے اور شر کیا؟ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الدخان۔ ص ۵۶۰۔ حاشیہ ۵)

۲۔ یہ بات اللہ ہی جانتا ہے کہ کون فی الواقع ایک اعلیٰ درجہ کا انسان ہے اور کون اوصاف کے لحاظ سے ادنیٰ درجے کا ہے۔ لوگوں نے بطورِ خود اعلیٰ اور ادنیٰ کے جو معیار بنا رکھے ہیں یہ اللہ کے ہاں چلنے والے نہیں ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ جس کو دنیا میں بہت بلند مرتبے کا آدمی سمجھا گیا ہو وہ اللہ کے آخری فیصلے میں کم ترین خلائق قرار پائے، اور ہو سکتا ہے کہ جو یہاں بہت حقیر سمجھا گیا ہو وہ وہاں بڑا اونچا مرتبہ پائے۔ اصل اہمیت دنیا کی عزت و ذلت کی نہیں بلکہ اس ذلت و عزت کی ہے جو خدا کے ہاں کسی کو نصیب ہو۔ اس لیے انسان کو ساری فکر اس امر کی ہونی چاہیے کہ وہ اپنے اندر وہ حقیقی اوصاف پیدا کرے جو اسے اللہ کی نگاہ میں عزت کے لائق بنا سکتے ہوں۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ الحجرات۔ ص ۹۹۔ حاشیہ ۲۹)

۳۔ خدا اندھا، بہرا، بے خبر خدا نہیں ہے بلکہ دانا و بینا ہے۔ اس کی خدائی میں اندھا دھند کام نہیں ہو رہا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۃ انفال۔ ص ۱۴۷۔ حاشیہ ۳۵)

۴۔ آخر کار معاملہ اس خدا کے ساتھ ہے جس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ اس لیے بالفرض اگر کوئی شخص دنیا میں اپنے نفاق کو چھپانے میں کامیاب ہو جائے اور انسان جن جن معیاروں پر کسی کے ایمان و اخلاص کو پرکھ سکتے ہیں ان سب پر بھی پورا اتر جائے تو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ نفاق کی سزا سے بچ نکلا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۲ سورۃ التوبہ۔ ص ۲۳۱۔ حاشیہ ۱۰۰)

۵۔ اور اس کا علم سب پر اس طرح حاوی ہے کہ کوئی متنفس اس سے چھوٹ نہیں سکتا، بلکہ کسی اگلے پچھلے انسان کی خاک کا کوئی ذرہ بھی اس سے گم نہیں ہو سکتا، اس لیے جو شخص حیات اخروی کو مستبعد سمجھتا ہے وہ خدا کی صفتِ حکمت سے بے خبر ہے، اور جو شخص حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ جب مرنے کے بعد ہماری خاک کا ذرہ ذرہ منتشر ہو جائے گا تو ہم کیسے دوبارہ پیدا کیے جائیں گے۔ وہ خدا کی صفت علم کو نہیں جانتا۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۃ الحجر۔ ص ۵۰۴۔ حاشیہ ۱۶)

۶۔ وہ جانتا ہے کہ کس نے فی الحقیقت اسی کی راہ میں گھر بار چھوڑا ہے اور وہ کس انعام کا مستحق ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الحج ۔ ص ۲۴۶ ۔ حاشیہ ۱۰۳)

۷۔ اللہ کی یہ مشیئت کہ وہ کسے پاکیزگی بخشے ، اندھا دھند نہیں ہے بلکہ علم کی بنا پر ہے ۔ اللہ جانتا ہے کہ کس میں بھلائی کی طلب موجود ہے اور کون برائی کی رغبت رکھتا ہے ۔ ہر شخص اپنی خلوتوں میں جو باتیں کرتا ہے انہیں اللہ سن رہا ہوتا ہے ۔ ہر شخص اپنے دل میں بھی جو کچھ سوچا کرتا ہے ۔ اللہ اس سے بے خبر نہیں رہتا ۔ اسی براہ راست علم کی بنا پر اللہ فیصلہ کرتا ہے کہ کسے پاکیزگی بخشے اور کسے نہ بخشے ۔ (تفہیم القرآن : ج ۳ ۔ سورۃ النور ۔ ص ۳۷۲ ۔ حاشیہ ۱۹)

۸۔ (سورہ احزاب کی آیت ا میں ارشاد ہے) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا یعنی حقیقت میں علیم اور حکیم تو اللہ ہی ہے کہ ہمارے دین کی مصلحت کس چیز میں ہے اور کس میں نہیں ہے ، اس کو ہم زیادہ جانتے ہیں ۔ ہم کو معلوم ہے کہ کس وقت کیا کام کرنا چاہیے اور کون سا کام خلاف مصلحت ہے ۔ (تفہیم القرآن : ج ۴ سورۃ الاحزاب ۔ ص ۶۸ ۔ حاشیہ ۲)

۹۔ وہ انسان کے صرف ان اعمال ہی سے واقف نہیں ہے جو لوگوں کے علم میں آ جاتے ہیں بلکہ ان اعمال کو بھی جانتا ہے جو سب سے مخفی رہ جاتے ہیں ۔ مزید براں وہ محض اعمال کی ظاہری شکل ہی کو نہیں دیکھتا بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ انسان کے ہر عمل کے پیچھے کیا ارادہ اور کیا مقصد کارفرما تھا اور جو کچھ اس نے کیا کس نیت سے کیا اور کیا سمجھتے ہوئے کیا ۔ (تفہیم القرآن : ج ۵ سورۃ التغابن ۔ ص ۵۳۱ ۔ حاشیہ ۹)

۱۰۔ جن معاملات سے انسان کی قریب ترین دلچسپیاں وابستہ ہیں ، انسان ان کے متعلق بھی کوئی علم نہیں رکھتا ، پھر بھلا یہ جاننا اس کے لیے کیسے ممکن ہے کہ ساری دنیا کے انجام کا وقت کب آئے گا ۔ تمہاری خوشحالی و بدحالی کا بڑا انحصار بارش پر ہے مگر اس کا سر رشتہ بالکل اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔ جب جہاں ، جتنی چاہتا ہے برساتا ہے اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے ۔ تم قطعاً نہیں جانتے کہ کہاں ، کس وقت ، کتنی بارش ہوگی اور کون سی زمین اس سے محروم رہ جائے گی ، یا کس زمین پر بارش الٹی نقصان دہ ہو جائے گی ۔ تمہاری اپنی بیویوں کے پیٹ میں تمہارے اپنے نطفے سے حمل قرار پاتا ہے جس سے تمہاری نسل کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے ۔ مگر تم نہیں جانتے کہ کیا چیز اس پیٹ میں پرورش پا رہی ہے اور کس شکل میں کن بھلائیوں اور برائیوں کو لیے ہوئے وہ برآمد ہوگی ۔ تم کو یہ تک پتہ نہیں ہے کہ کل تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آنا ہے ۔ ایک اچانک حادثہ تمہاری تقدیر بدل سکتا ہے ، مگر ایک منٹ پہلے بھی تم کو اس کی خبر نہیں ہوتی ۔ تم کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہاری اس زندگی کا خاتمہ آخر کار کہاں کس طرح ہوگا ۔ یہ ساری معلومات اللہ نے اپنے ہی پاس رکھی ہیں اور ان میں سے کسی کا علم بھی تم کو نہیں دیا ۔ ان میں سے ایک ایک چیز ایسی ہے جسے تم چاہتے ہو کہ پہلے سے تمہیں اس کا علم ہو جائے تو کچھ اس کے لیے پیش بندی کر سکو ۔ لیکن تمہارے لیے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ ان معاملات میں اللہ ہی کی تدبیر اور اسی کی قضا پر بھروسہ کرو ۔ اسی طرح دنیا کے اختتام کی ساعت کے معاملے میں بھی اللہ کے فیصلے پر اعتماد کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے ۔ اس کا علم بھی نہ کسی کو دیا گیا ہے نہ دیا جا سکتا ہے ۔ (تفہیم القرآن : ج ۴ ۔ سورۃ لقمان ۔ ص ۲۸ ۔ ۲۹ حاشیہ ۶۳)

۱۱۔ وہ سب کچھ جاننے والا ہے یعنی وہ قیاس و گمان کی بنا پر کوئی بات نہیں کرتا بلکہ ہر چیز کا براہ راست علم رکھتا ہے ، اس لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماورائے حس وادراک حقیقتوں کے متعلق جو معلومات وہ دے رہا ہے، صرف وہی صحیح ہو سکتی ہیں، اور ان کو نہ ماننے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی خواہ مخواہ جہالت کی پیروی کرے۔اسی طرح وہ جانتا ہے کہ انسان کی فلاح کس چیز میں ہے اور کون سے اصول وقوانین اور احکام اس کی بہتری کے لیے ضروری ہیں۔اس کی ہر تعلیم حکمت اور علم صحیح پر مبنی ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں ہے۔لہٰذا اس کی ہدایات کو قبول نہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی خود اپنی تباہی کے راستے پر جانا چاہتا ہے۔پھر انسانوں کی حرکات وسکنات میں سے کوئی چیز اس سے چھپی نہیں، حتیٰ کہ وہ ان نیتوں اور ارادوں تک کو جانتا ہے جو انسانی افعال کے اصل محرک ہوتے ہیں۔اس لیے انسان کسی بہانے اس کی سزا سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔(تفہیم القرآن: ج۴ سورہ المومن۔ص ۳۹۱ حاشیہ ۱)

۱۲۔ مخالفتوں کے طوفان میں جو چیز مومن کے دل میں صبر وسکون اور اطمینان کی ٹھنڈک پیدا کرتی ہے وہ یہی یقین ہے کہ اللہ بے خبر نہیں ہے۔جو کچھ ہم کر رہے ہیں اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس سے بھی وہ واقف ہے۔ہماری اور ہمارے مخالفین کی ساری باتیں وہ سن رہا ہے اور دونوں کا طرزِ عمل جیسا کچھ بھی ہے اسے وہ دیکھ رہا۔اسی اعتماد پر بندۂ مومن اپنا اور دشمنانِ حق کا معاملہ خدا کے سپرد کر کے پوری طرح مطمئن ہو جاتا ہے۔(تفہیم القرآن: ج۴ سورۂ حٰمٓ السجدہ۔ص۔۴۶۰۔حاشیہ ۴۱)

۱۳۔ اگر کبھی تم نے اللہ اور اس کے رسول سے بے نیاز ہو کر خود مختاری کی روش اختیار کی یا اپنی رائے اور خیال کو ان کے حکم پر مقدم رکھا تو جان رکھو کہ تمہارا سابقہ اس خدا سے ہے جو تمہاری سب باتیں سن رہا ہے اور تمہاری نیتوں تک سے واقف ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۵۔سورہ الحجرات۔ص ۷۱۔حاشیہ ۲)

۱۴۔ وہ محض کلیات ہی کا عالم نہیں ہے بلکہ جزئیات کا علم بھی رکھتا ہے۔ایک ایک دانہ جو زمین کی تہوں میں جاتا ہے، ایک ایک پتی اور کونپل جو زمین سے پھوٹتی ہے۔بارش کا ایک ایک قطرہ جو آسمان سے گرتا ہے، اور بخارات کی ہر مقدار جو سمندروں اور جھیلوں سے اٹھ کر آسمان کی طرف جاتی ہے، اس کی نگاہ میں ہے۔اس کو معلوم ہے کہ کونسا دانہ زمین میں کس جگہ پڑا ہے۔تبھی تو وہ اسے پھاڑ کر اس میں سے کونپل نکالتا ہے اور اسے پرورش کر کے بڑھاتا ہے۔اس کو معلوم ہے کہ بخارات کی کتنی کتنی مقدار کہاں کہاں سے اٹھی ہے اور کہاں کہاں پہنچی ہے، تبھی تو وہ ان سب کو جمع کر کے بادل بناتا ہے اور زمین کے مختلف حصوں پر بانٹ کر ہر جگہ ایک حساب سے بارش برساتا ہے۔اسی پر ان دوسری تمام چیزوں کی تفصیلات کو قیاس کیا جا سکتا ہے جو زمین میں جاتی اور اس سے نکلتی ہیں اور آسمان کی طرف چڑھتی اور اس سے نازل ہوتی ہیں۔ان سب پر اللہ کا علم حاوی نہ ہوتو ہر چیز کی علیحدہ علیحدہ تدبیر اور ہر ایک کا انتہائی حکیمانہ طریقہ سے انتظام کیسے ممکن ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۵۔سورۂ الحدید۔ص ۳۰۴ حاشیہ ۵)

۱۵۔ اللہ کو معلوم ہے کہ کون شخص واقعی ایمان رکھتا ہے اور کس شان کا ایمان رکھتا ہے۔اس لیے وہ اپنے علم کی بنا پر اسی قلب کو ہدایت بخشتا ہے جس میں ایمان ہو، اور اسی شان کی ہدایت بخشتا ہے جس شان کا ایمان اس میں ہو۔اپنے مومن بندوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے حالات سے اللہ بے خبر نہیں ہے۔ اس نے ایمان کی دعوت دے کر، اور اس ایمان کے ساتھ دنیا کی شدید آزمائشوں میں ڈال کر انہیں ان کے حال پر چھوڑ نہیں دیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس مومن پر دنیا میں کیا کچھ گزر رہی ہے اور وہ کن حالات میں اپنے ایمان کے تقاضے کس طرح پورے کر رہا ہے۔ اس لیے اطمینان رکھو کہ جو مصیبت بھی اللہ کے اذن سے تم پر نازل ہوتی ہے، اللہ کے علم میں ضرور اس کی کوئی عظیم مصلحت ہوتی ہے اور اس کے اندر کوئی بڑی خیر پوشیدہ ہوتی ہے، کیونکہ اللہ اپنے مومن بندوں کا خیر خواہ ہے۔ بلا وجہ انہیں مصائب میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ (تفہیم القرآن ج:۵۔ سورۂ التغابن ص ۵۴۲۔ حاشیہ ۲۶)

۱۶۔ کسی جگہ بھی تم اس کے علم، اس کی قدرت اس کی فرمانروائی اور اس کی تدبیر و انتظام سے باہر نہیں ہو۔ زمین میں، ہوا میں، پانی میں، یا کسی گوشۂ تنہائی میں، جہاں بھی تم ہو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم کہاں ہو۔ وہاں تمہارا زندہ ہونا بجائے خود اس کی علامت ہے کہ اللہ اسی جگہ تمہاری زندگی کا سامان کر رہا ہے۔ تمہارا دل اگر دھڑک رہا ہے، تمہارے پھیپھڑے اگر سانس لے رہے ہیں، تمہاری سماعت اور بینائی اگر کام کر رہی ہے تو یہ سب کچھ اسی وجہ سے ہے کہ اللہ کے انتظام سے تمہارے جسم کے سب کل پرزے چل رہے ہیں۔ اور اگر کسی جگہ بھی تمہیں موت آتی ہے تو اسی وجہ سے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے بقا کا انتظام ختم کر کے تمہیں واپس بلا لینے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۂ الحدید۔ ص ۳۰۴۔ حاشیہ ۶)

۱۷۔ اللہ نے جو طریقے اور قوانین مقرر کیے ہیں وہ سب علم و حکمت پر مبنی ہیں۔ جس چیز کو حلال کیا ہے علم و حکمت کی بنا پر حلال کیا ہے اور جسے حرام قرار دیا ہے اسے بھی علم و حکمت کی بنا پر حرام قرار دیا ہے۔ یہ کوئی اَلَلّٹپ کام نہیں ہے کہ جسے چاہا حلال کر دیا اور جسے چاہا حرام ٹھہرا دیا۔ لہٰذا جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ علیم و حکیم ہم نہیں ہیں بلکہ اللہ ہے اور ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم اس کے دیے ہوئے احکام کی پیروی کریں۔ (تفہیم القرآن: ج ۶ سورۂ التحریم ص ۲۱۔ حاشیہ ۵)

۱۸۔ مومن (کو) دنیا میں زندگی بسر کرتے ہوئے ہر وقت یہ احساس اپنے ذہن میں تازہ رکھنا چاہیے کہ اس کے کھلے اور چھپے اقوال و اعمال ہی نہیں، اس کی نیتیں اور اس کے خیالات تک اللہ سے مخفی نہیں ہیں اور کافرانہ جگہ خدا سے بے خوف ہو کر جو کچھ چاہے کرتا رہے، اس کی کوئی بات اللہ کی گرفت سے چھوٹ نہیں رہ سکتی۔ (تفہیم القرآن: ج ۶ سورۂ الملک۔ ص ۴۷۔ حاشیہ ۲۰)

۱۹۔ کسی دوسرے کے پاس وہ علم ہی نہیں ہے جس سے وہ نظام کائنات اور اس کی مصلحتوں کو سمجھ سکتا ہو۔ انسان ہوں یا جن یا فرشتے یا دوسری مخلوقات سب کا علم ناقص اور محدود ہے۔ کائنات کی تمام حقیقتوں پر کسی کی نظر بھی محیط نہیں۔ پھر اگر کسی چھوٹے سے چھوٹے جز میں بھی کسی بندے کی آزادانہ مداخلت یا اٹل سفارش چل سکے تو سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ نظام عالم تو درکنار بندے تو خود اپنی ذاتی مصلحتوں کو بھی سمجھنے کے اہل نہیں ہیں۔ ان کی مصلحتوں کو بھی خداوند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عالم ہی پوری طرح جانتا ہے اور ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس خدا کی ہدایت و رہنمائی پر اعتماد کریں جو علم کا اصلی سرچشمہ ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۱۔ سورۃ البقرہ۔ ص ۱۹۵۔ حاشیہ ۲۸۲)

۳۰۔ اَلْغَنِیُّ: ہر ایک سے مستغنی اور بے نیاز۔

غنی سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے، ہر ایک سے مستغنی اور بے نیاز ہے، کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔(وہ) ایسا غنی ہے جسے ہر تعریف اور شکر کا استحقاق پہنچتا ہے کیونکہ وہ تمام موجوداتِ عالم کی حاجتیں پوری کر رہا ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۴ سورۃ فاطر۔ ص ۲۲۸۔ حاشیہ ۳۷)

تمہارے کفر سے اس کی خدائی میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آسکتی۔ تم مانو گے تب بھی وہ خدا ہے اور نہ مانو گے تب بھی وہ خدا ہے اور رہے گا۔ اس کی فرمانروائی اپنے زور پر چل رہی ہے۔ تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔

وہ ان حاجتوں سے بھی بے نیاز ہے جن کی وجہ سے فانی انسانوں کو اولاد کی یا بیٹا بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ یونس۔ ص ۲۹۹۔ حاشیہ ۶۸)

وہ کسی کے شکر کا محتاج نہیں ہے۔ اس کی خدائی میں کسی کی شکر گزاری سے نہ ذرہ برابر کوئی اضافہ ہوتا ہے اور نہ کسی کی ناشکری و احسان فراموشی سے یک سرِ مُو کوئی کمی آتی ہے۔ وہ آپ اپنے ہی بل بوتے پر خدائی کر رہا ہے، بندوں کے ماننے یا نہ ماننے پر اس کی خدائی منحصر نہیں ہے۔ یہی بات قرآن مجید میں ایک جگہ حضرت موسیٰ کی زبان سے نقل کی گئی ہے۔

اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ.

اگر تم اور ساری دنیا والے مل کر بھی کفر کریں تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

(ابراھیم آیت: ۸)

اسے اپنی ذات کے لیے تم سے لینے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی راہ میں تم سے کچھ خرچ کرنے کے لیے کہتا ہے تو وہ اپنے لیے نہیں بلکہ تمہاری ہی بھلائی کے لیے کہتا ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۵۔ سورۃ محمد۔ ص ۳۱۔ حاشیہ ۴۳)

اللہ کو ایسے ایمان لانے والوں کی کوئی حاجت نہیں ہے جو اس کے دین کو ماننے کا دعویٰ بھی کریں اور پھر اس کے دشمنوں سے دوستی بھی رکھیں۔ وہ بے نیاز ہے۔ اس کی خدائی اس کی محتاج نہیں ہے کہ یہ لوگ اسے خدا مانیں۔(تفہیم القرآن ج: ۵ سورۃ الممتحنہ۔ ص ۴۳۲۔ حاشیہ ۱۰)

اللہ کی کوئی غرض تو ان سے اٹکی ہوئی نہ تھی کہ وہ اسے خدا مانیں گے تو وہ خدا رہے گا ورنہ خدائی کا تخت اس سے چھن جائے گا وہ نہ ان کی عبادات کا محتاج تھا، نہ ان کی حمد و ثنا کا۔(تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ التغابن۔ ص ۵۳۴۔ حاشیہ ۱۳)

اس غلطی فہمی میں نہ رہو کہ خدا تمہارا محتاج ہے، تم اسے خدا نہ مانو گے تو اس کی خدائی نہ چلے گی، اور تم اس کی بندگی و عبادت نہ کرو گے تو اس کا کوئی نقصان ہو جائے گا۔ نہیں اصل حقیقت یہ ہے کہ تم اس کے محتاج ہو۔ تمہاری زندگی ایک لحہ کے لیے بھی قائم نہیں رہ سکتی اگر وہ تمہیں زندہ نہ رکھے اور وہ اسباب تمہارے لیے فراہم نہ کرے جن کی بدولت تم دنیا میں زندہ رہتے ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کام کر سکتے ہو۔ لہٰذا تمہیں اس کی اطاعت وعبادت اختیار کرنے کی جو تاکید کی جاتی ہے وہ اس لیے نہیں ہے کہ خدا کو اس کی احتیاج ہے بلکہ اس لیے کہ اسی پر تمہاری اپنی دنیا اور آخرت کی فلاح کا انحصار ہے۔ ایسا نہ کرو گے تو اپنا ہی سب کچھ بگاڑ لو گے، خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ فاطر۔ ص ۲۲۷۔ حاشیہ ۳۶)

اس کی کوئی غرض تم سے اٹکی ہوئی نہیں ہے، اس کا کوئی مفاد تم سے وابستہ نہیں ہے کہ تمہاری نافرمانی سے اس کا کچھ بگڑ جاتا ہو یا تمہاری فرمانبرداری سے اس کو کوئی فائدہ پہنچ جاتا ہو۔ تم سب مل کر سخت نافرمان بن جاؤ تو اس کی بادشاہی میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتے اور سب کے سب مل کر اس کے مطیع فرمان اور عبادت گزار بن جاؤ تو اس کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے۔ وہ نہ تمہاری سلامیوں کا محتاج ہے اور نہ تمہاری نذر و نیاز کا، اپنے بے شمار خزانے تم پر لٹا رہا ہے بغیر اس کے کہ ان کے بدلے میں اپنے لیے تم سے کچھ چاہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۱ سورۂ الانعام۔ ص ۵۸۲۔ حاشیہ ۱۰۱)

۱۳۱۔ **اَلْكَرِيْمُ**: بڑا بزرگ، بہترین، عمدہ، اپنی ذات میں آپ بزرگ۔

(سورۂ انفطار میں ارشاد ہے)

يَآيُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّاشَآءَ رَكَّبَكَ (اٰيات: ۶ تا ۸)

اے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے نک سُک سے درست کیا، تجھے متناسب بنایا، اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا۔

اوّل تو اس محسن پروردگار کے احسان وکرم کا تقاضا یہ تھا کہ تو شکر گزار اور احسان مند ہو کر اس کا فرمانبردار بنتا اور اس کی نافرمانی کرتے ہوئے تجھے شرم آتی، مگر تو اس دھوکے میں پڑ گیا کہ تو جو کچھ بھی بنا ہے خود ہی بن گیا ہے اور یہ خیال تجھے کبھی نہ آیا کہ اس وجود کے بخشنے والے کا احسان مانے۔ دوسرے، تیرے رب کا یہ کرم ہے کہ دنیا میں جو کچھ تو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور ایسا نہیں ہوتا کہ جونہی تجھ سے کوئی خطا سرزد ہو وہ تجھ پر فالج گرا دے، یا تیری آنکھیں اندھی کر دے، یا تجھ پر بجلی گرا دے۔ لیکن تو نے اس کریمی کو کمزوری سمجھ لیا اور اس دھوکے میں پڑ گیا کہ تیرے خدا کی خدائی میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۶۔ سورہ الانفطار۔ ص ۲۷۴۔ حاشیہ ۴)

کوئی معقول وجہ اس دھوکے میں پڑنے کی نہیں ہے۔ تیرا وجود خود بتا رہا ہے کہ تو خود نہیں بن گیا ہے، تیرے ماں باپ نے بھی تجھے نہیں بنایا ہے۔ عناصر کے آپ سے آپ جڑ جانے سے بھی اتفاقاً تو انسان بن کر پیدا نہیں ہو گیا ہے، بلکہ ایک خدائے حکیم وتوانا نے تجھے اس مکمل انسانی شکل میں ترکیب دیا ہے۔ تیرے سامنے ہر قسم کے جانور موجود ہیں جن کے مقابلے میں تیری بہترین ساخت اور تیری افضل واشرف قوتیں صاف نمایاں ہیں۔ عقل کا تقاضا یہ تھا کہ اس کو دیکھ کر تیرا سر بارِ احسان سے جھک جاتا اور اُس رب کریم کے مقابلے میں تو کبھی نافرمانی کی جرأت نہ کرتا۔ تو یہ بھی جانتا ہے کہ تیرا رب صرف رحیم وکریم ہی نہیں ہے، جبار وقہار بھی ہے۔ جب اس کی طرف سے کوئی زلزلہ یا طوفان یا سیلاب آ جاتا ہے تو تیری ساری تدبیریں اس کے مقابلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ناکام ہو جاتی ہیں۔ تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تیرا رب جاہل و نادان نہیں بلکہ حکیم و دانا ہے، اور حکمت و دانائی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ جسے عقل دی جائے اُسے اُس کے اعمال کا ذمہ دار بھی ٹھیرایا جائے، جسے اختیارات دیے جائیں اس سے حساب بھی لیا جائے کہ اس نے اپنے اختیارات کو کیسے استعمال کیا، اور جسے اپنی ذمہ داری پر نیکی اور بدی کرنے کی طاقت دی جائے اسے نیکی پر جزا اور بدی پر سزا بھی دی جائے۔ یہ سب حقیقتیں تیرے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہیں، اس لیے تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنے رب کریم کی طرف سے جس دھوکے میں تو پڑ گیا ہے اس کی کوئی معقول وجہ موجود ہے۔ تو خود جب کسی کا افسر ہوتا ہے تو اپنے اُس ماتحت کو کمینہ سمجھتا ہے جو تیری شرافت اور نرم دلی کو کمزوری سمجھ کر تیرے سر چڑھ جائے۔ اس لیے تیری اپنی فطرت یہ گواہی دینے کے لیے کافی ہے کہ مالک کا کرم ہرگز اس کا موجب نہ ہونا چاہیے کہ بندہ اس کے مقابلے میں جری ہو جائے اور غلط فہمی میں پڑ جائے کہ میں جو کچھ چاہوں کروں، میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ (تفہیم القرآن ج ۶۔ سورۃ الانفطار۔ ص ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ حاشیہ ۵)

یہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ آدمی اگر اس کے بخشے ہوئے مال کو اُسی کی راہ میں صرف کرے تو اسے وہ اپنے ذمہ قرض قرار دیتا ہے، بشرطیکہ وہ قرض حسن (اچھا قرض) ہو یعنی خالص نیت کے ساتھ کسی ذاتی غرض کے بغیر دیا جائے، کسی قسم کی ریاکاری اور شہرت و ناموری کی طلب اُس میں شامل نہ ہو، اُسے دے کر کسی پر احسان نہ جتایا جائے، اُس کا دینے والا صرف اللہ کی رضا کے لیے دے اور اُس کے سوا کسی کے اجر اور کسی کی خوشنودی پر نگاہ نہ رکھے۔ اس قرض کے متعلق اللہ کے دو وعدے ہیں، ایک یہ کہ وہ اس کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس دے گا، دوسرے یہ کہ وہ اس پر اپنی طرف سے بہترین اجر بھی عطا فرمائے گا۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵۔ سورۃ الحدید۔ ص ۳۱۰۔ حاشیہ ۱۶)

۳۲۔ اَلْعَفُوُّ: معاف کرنے والا۔ نرمی سے کام لینے والا۔

(سورۃ الحج آیت ۶۰ میں ارشاد ہے) لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ. اللہ معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔

(سورۃ المجادلہ آیت ۲ میں ارشاد ہے) وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ. یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔

(سورۃ نساء آیت ۴۳ میں ہے) فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا. اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو، بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا بخشش فرمانے والا ہے۔

(سورۃ نساء آیت ۹۹ میں ہے) فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا. بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔

(سورۃ نساء آیت ۱۴۹ میں ہے) اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا. اگر تم ظاہر و باطن میں بھلائی ہی کیے جاؤ، یا کم از کم برائی سے درگزر کرو، تو اللہ کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، حالانکہ سزا دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں مسلمانوں کو ایک نہایت بلند درجہ کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ منافق اور یہودی اور بت پرست سب کے سب اس وقت ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی راہ میں روڑے اٹکاتے اور اس کی پیروی قبول کرنے والوں کو ستانے اور پریشان کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ کوئی بدتر سے بدتر تدبیر ایسی نہ تھی جو وہ اس نئی تحریک کے خلاف استعمال نہ کر رہے ہوں۔ اس پر مسلمانوں کے اندر نفرت اور غصہ کے جذبات کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اس قسم کے جذبات کا طوفان اٹھتے دیکھ کر فرمایا کہ بدگوئی پر زبان کھولنا تمہارے خدا کے نزدیک کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ تم مظلوم ہو اور اگر مظلوم ظالم کے خلاف بدگوئی پر زبان کھولے تو اسے حق پہنچتا ہے۔ لیکن پھر بھی افضل یہی ہے کہ خفیہ ہو یا علانیہ ہر حال میں بھلائی کیے جاؤ اور برائیوں سے درگزر کرو، کیونکہ تم کو اپنے اخلاق میں خدا کے اخلاق سے قریب تر ہونا چاہیے، جس خدا کا قرب تم چاہتے ہو اس کی شان یہ ہے کہ نہایت حلیم اور بردبار ہے۔ سخت سے سخت مجرموں تک کو رزق دیتا ہے اور بڑے سے بڑے قصوروں پر بھی درگزر کیے چلا جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے قریب تر ہونے کے لیے تم بھی عالی حوصلہ اور وسیع الظرف بنو۔ (تفہیم القرآن۔ ج ا۔ سورۃ النساء ص ۴۱۳-۴۱۴۔ حاشیہ ۱۷۷)

اللہ جس کے تم بندے ہو، عفوو درگزر کرنے والا ہے، اس لیے تم بھی جہاں تک بھی تمہارے بس میں ہو، عفوو درگزر سے کام لینا چاہیے۔ اہل ایمان کے اخلاق کا زیور یہی ہے کہ وہ حلیم اور عالی ظرف اور متحمل ہوں۔ بدلہ لینے کا حق انہیں ضرور حاصل ہے مگر بالکل منتقمانہ ذہنیت اپنے اوپر طاری کر لینا ان کے لیے موزوں نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۳۔ سورۃ الحج ص ۲۴۶۔ حاشیہ ۱۰۵)

(سورہ المجادلہ آیت ۲ میں ہے) تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔

یہ حرکت تو ایسی ہے کہ اس پر آدمی کو بہت ہی سخت سزا ملنی چاہیے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کہ اُس نے اول تو ظہار کے معاملہ میں جاہلیت کے قانون کو منسوخ کر کے تمہاری خانگی زندگی کو تباہی سے بچا لیا، دوسرے اس فعل کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے وہ سزا تجویز کی جو اِس جرم کی ہلکی سے ہلکی سزا ہو سکتی تھی، اور سب سے بڑی مہربانی یہ ہے کہ سزا کسی ضرب یا قید کی شکل میں نہیں بلکہ چند ایسی عبادات اور نیکیوں کی شکل میں تجویز کی جو تمہارے نفس کی اصلاح کرنے والی اور تمہارے معاشرے میں بھلائی پھیلانے والی ہیں۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵۔ سورۃ المجادلہ۔ ص ۳۴۱۔ حاشیہ ۶)

۳۴۳۔ اَلْقَدِيْرُ: کامل قدرت رکھنے والا۔ بڑی ہی قدرت والا۔

سورۂ بقرہ آیت ۲۰ میں ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ.

نیز بقرہ آیات ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۴۸، ۲۵۹، ۲۸۴۔ اور آلِ عمران آیات ۲۶، ۲۹، ۱۶۵، ۱۸۹۔ اور المائدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیات ۱۷، ۱۹، ۴۰، ۱۲۰۔ اور الانعام آیت ۱۷۔ الانفال آیت ۴۱۔ التوبہ آیت ۳۹۔ ہُود آیت ۴۔ النحل آیات ۷۰، ۷۷۔ الحج آیات ۶، ۳۹۔ النور آیت ۴۵۔ العنکبوت آیت ۲۰۔ الروم آیات ۵۰، ۵۴۔ فاطر آیت ۱۔ فصلت آیت ۳۹۔ الشوریٰ آیات ۹، ۲۹، ۵۰، الاحقاف آیت ۳۳۔ الحدید آیت ۲۔ الحشر آیت ۶ الممتحنہ آیت ۷۔ التغابن آیت ۱۔ الطلاق آیت ۱۲۔ التحریم آیت ۸۔ الملک آیت ۱ میں یہ اسم مبارک وارد ہوا ہے۔

تمام نظام کائنات پر وہی حاکم ہے اور گردش لیل ونہار اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جو خدا رات کی تاریکی میں سے دن کی روشنی نکال لاتا ہے اور چمکتے ہوئے دن پر رات کی ظلمت طاری کر دیتا ہے، وہی خدا اس پر بھی قادر ہے کہ آج جن کے اقتدار کا سورج نصف النہار پر ہے ان کے زوال وغروب کا منظر بھی دنیا کو جلدی ہی دکھا دے، اور کفر وجہالت کی جو تاریکی اس وقت حق وصداقت کی فجر کا راستہ روک رہی ہے وہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے حکم سے چھٹ جائے اور وہ دن نکل آئے جس میں راستی اور علم ومعرفت کے نور سے دنیا روشن ہو جائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ الحج۔ ص ۲۴۷ حاشیہ ۱۰۷)

بچپن، جوانی، اور بڑھاپا، یہ ساری حالتیں اُسی کی پیدا کردہ ہیں۔ یہ اسی کی مشیّت پر موقوف ہے کہ جسے چاہے کمزور پیدا کرے اور جس کو چاہے طاقت ور بنائے، جسے چاہے بچپن سے جوانی تک نہ پہنچنے دے اور جس کو چاہے جوانا مرگ کر دے جسے چاہے لمبی عمر دے کر بھی تندرست وتوانا رکھے اور جس کو چاہے شاندار جوانی کے بعد بڑھاپے میں اس طرح ایڑیاں رگڑوائے کہ دنیا اسے دیکھ کر عبرت کرنے لگے۔ انسان اپنی جگہ جس گھمنڈ میں چاہے مبتلا ہوتا رہے مگر خدا کے قبضۂ قدرت میں وہ اس طرح بے بس ہے کہ جو حالت بھی خدا اس پر طاری کر دے اسے وہ اپنی تدبیر سے نہیں بدل سکتا۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۳۔ سورۂ الروم۔ ص ۷۶۶۔ حاشیہ ۷۹)

مغرور بندے اس غلط فہمی میں ہیں کہ زمین اور اس کے بسنے والوں کی قسمتوں کے فیصلے کرنے والے وہ خود ہیں۔ مگر جو طاقت ایک ذرا سے بیج کو ایک تناور درخت بنا دیتی ہے اور ایک تناور درخت کو ہیزم سوختی میں تبدیل کر دیتی ہے، اسی کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جن کے دبدبے کو دیکھ کر لوگ خیال کرتے ہوں کہ بھلا ان کو کون ہلا سکے گا انہیں ایسا گرائے کہ دنیا کے لیے نمونہ عبرت بن جائیں، اور جنہیں دیکھ کر کوئی گمان بھی نہ کر سکتا ہو کہ یہ بھی کبھی اٹھ سکیں گے انہیں ایسا سربلند کرے کہ دنیا میں ان کی عظمت وبزرگی کے ڈنکے بج جائیں (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ الحج۔ ص ۲۲۴۔ حاشیہ ۸۶)

کوئی انسان، خواہ وہ بڑے سے بڑے دنیوی اقتدار کا مالک بنا پھرتا ہو، یا روحانی اقتدار کا مالک سمجھا جاتا ہو، کبھی اس پر قادر نہیں ہو سکا ہے کہ دوسروں کو دلوانا تو درکنار، خود اپنے ہاں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا کر سکے۔ جسے خدا نے بانجھ کر دیا وہ کسی دوا اور کسی علاج اور کسی تعویذ گنڈے سے اولاد والا نہ بن سکا، جسے خدا نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں وہ ایک بیٹا بھی کسی تدبیر سے حاصل نہ کر سکا، اور جسے خدا نے لڑکے ہی لڑکے دیے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پا سکا۔ اس معاملہ میں ہر ایک قطعی بے بس رہا ہے، بلکہ بچے کی پیدائش سے پہلے کوئی یہ تک نہ معلوم کر سکا کہ رحم مادر میں لڑکا پرورش پا رہا ہے یا لڑکی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر کوئی خدا کی خدائی میں مختارِ کل ہونے کا زعم کرے، یا کسی دوسری ہستی کو اختیارات میں دخیل سمجھے تو یہ اس کی اپنی ہی بے بصیرتی ہے جس کا خمیازہ وہ خود بھگتے گا۔ کسی کے اپنی جگہ کچھ سمجھ بیٹھنے سے حقیقت میں ذرہ برابر بھی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ (تفہیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

القرآن: ج ۴۔ سورۃ الشوریٰ ص ۵۱۵۔ حاشیہ ۷۸)

اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ساری کائنات کو چھوڑ کر صرف اپنی اسی زمین کو لے لیجیے۔ اور زمین کے بھی تمام حقائق و واقعات کو چھوڑ کر صرف انسان اور نباتات ہی کی زندگی پر نظر ڈال کر دیکھ لیجیے۔ یہاں اس کی قدرت کے جو کرشمے آپ کو نظر آتے ہیں کیا انہیں دیکھ کر کوئی صاحب عقل آدمی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ خدا بس وہی کچھ کر سکتا ہے جو آج ہم اسے کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور کل اگر وہ کچھ اور کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا؟ خدا تو خیر بہت بلند و برتر ہستی ہے، انسان کے متعلق پچھلی صدی تک لوگوں کے یہ اندازے تھے کہ یہ صرف زمین ہی پر چلنے والی گاڑیاں بنا سکتا ہے۔ ہوا پر اڑنے والی گاڑیاں بنانا اس کی قدرت میں نہیں ہے۔ مگر آج کے ہوائی جہازوں نے بتا دیا کہ انسان کے امکانات کی حدیں تجویز کرنے میں ان کے اندازے کتنے غلط تھے۔ اب اگر کوئی شخص خدا کے لیے اس کے صرف آج کے کام دیکھ کر امکانات کی کچھ حدیں تجویز کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کے سوا وہ کچھ نہیں کر سکتا، تو وہ صرف اپنے ہی ذہن کی تنگی کا ثبوت دیتا ہے، خدا کی قدرت بہر حال اس کی باندھی ہوئی حدود میں بند نہیں ہو سکتی۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۃ الحج۔ ص ۲۰۵۔ حاشیہ ۹)

(اللہ مختار مطلق ہے) اس کو کسی قانون نے باندھ نہیں رکھا ہے کہ اس کے مطابق عمل کرنے پر وہ مجبور ہو، بلکہ وہ مالکِ مختار ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۱۔ سورۃ البقرہ۔ ص ۲۲۳۔ حاشیہ ۳۳۶)

وہ قادر مطلق ہے جو کچھ کرنا چاہے کر سکتا ہے کوئی طاقت اس کی قدرت کو محدود کرنے والی نہیں ہے (تفہیم القرآن ج ۵ سورۃ التغابن ص ۵۲۸۔ حاشیہ ۴)

مسیح علیہ السلام کی اعجازی پیدائش اور ان کے اخلاقی کمالات اور محسوس معجزات کو دیکھ کر جو لوگ اس دھوکہ میں پڑ گئے کہ مسیح ہی خدا ہے وہ درحقیقت نہایت نادان ہیں۔ مسیحؑ تو اللہ کے بے شمار عجائب تخلیق میں سے محض ایک نمونہ ہے جسے دیکھ کر ان ضعیف البصر لوگوں کی نگاہیں چوندھیا گئیں۔ اگر ان لوگوں کی نگاہ کچھ وسیع ہوتی تو انہیں نظر آتا کہ اللہ نے اپنی تخلیق کے اس سے بھی حیرت انگیز نمونے پیش کیے ہیں اور اس کی قدرت کسی حد کے اندر محدود نہیں ہے۔ پس یہ بڑی بے دانشی ہے کہ مخلوق کے کمالات کو دیکھ کر اسی پر خالق ہونے کا گمان کر لیا جائے۔ دانش مند وہ ہیں جو مخلوق کے کمالات میں خالق کی عظیم الشان قدرت کے نشانات دیکھتے ہیں اور ان سے ایمان کا نور حاصل کرتے ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۱ سورۃ المائدہ۔ ص ۴۵۷۔ حاشیہ ۴۰)

۳۴۔ **اَللَّطِيْفُ**: غیر محسوس طریقوں سے اپنے ارادے پورے کرنے والا: پوشیدہ حقائق جاننے والا مہربان۔

اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ لطیف جس کا پورا مفہوم مہربان سے ادا نہیں ہوتا۔ اس لفظ میں دو مفہوم شامل ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ اپنے بندوں پر بڑی شفقت و عنایت رکھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ بڑی باریک بینی کے ساتھ ان کی دقیق ترین ضروریات پر بھی نگاہ رکھتا ہے جن تک کسی کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی، اور انہیں اس طرح پورا کرتا ہے کہ وہ خود بھی محسوس نہیں کرتے کہ ہماری کون سی ضرورت کب کس نے پوری کر دی۔ پھر بندوں سے مراد محض اہل ایمان نہیں، بلکہ تمام بندے ہیں یعنی اللہ کا یہ لطف اس کے سب بندوں پر عام ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الشوریٰ۔ ص ۴۹۷۔ حاشیہ ۳۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی تدبیریں ایسی ہوتی ہیں کہ لوگ ان کے آغاز میں کبھی ان کے انجام کا تصور تک نہیں کر سکتے۔لاکھوں بچے دنیا میں پیدا ہوتے ہیں،کون جان سکتا ہے کہ ان میں سے کون ابراہیم علیہ السلام ہے جو تین چوتھائی دنیا کا روحانی پیشوا ہوگا۔اور کون چنگیز ہے جو ایشیا اور یورپ کو تہ و بالا کر ڈالے گا۔خوردبین جب ایجاد ہوئی تھی اس وقت کون تصور کر سکتا تھا کہ یہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم تک نوبت پہنچائے گی۔کولمبس جب سفر کو نکل رہا تھا تو کسے معلوم تھا کہ یہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی بنا ڈالی جا رہی ہے۔غرض خدا کے منصوبے ایسے ایسے دقیق اور ناقابلِ ادراک طریقوں سے پورے ہوتے ہیں کہ جب تک وہ تکمیل کو نہ پہنچ جائیں کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس چیز کے لیے کام ہو رہا ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۳۔سورۃ الحج۔ص ۲۴۸۔حاشیہ ۱۱۱)

(سورہ انعام آیت ۱۰۳ میں ہے) وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَ بْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔وہ نگاہوں کو پالیتا ہے،وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے۔

(سورہ یوسف آیت ۱۰۰ میں ہے) اِنَّ رَبِّىْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ. واقعہ یہ ہے کہ میرا رب غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے۔بے شک وہ علیم اور حکیم ہے۔

(سورۃ الحج آیت ۶۳ میں ہے) فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ. اور اس کی بدولت زمین سر سبز ہو جاتی ہے؟حقیقت یہ ہے کہ وہ لطیف و خبیر ہے۔

(سورہَ لقمان آیت ۱۶ میں ہے) اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ اَوْفِي السَّمٰوٰتِ اَوفِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهِ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ. کوئی چیز رائی کے دانہ برابر بھی ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی،اللہ اسے نکال لائے گا۔وہ باریک بین اور باخبر ہے۔

(سورہَ الشوریٰ آیت ۱۹ میں ہے) اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَشَآءُ. اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے جسے جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے۔

(سورۃ الملک آیت ۱۴ میں ہے) اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ. کیا وہی نہ جانے گا جس نے یہ پیدا کیا ہے؟حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔

(سورہَ الاحزاب آیت ۳۴ میں ہے) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا۔بے شک اللہ لطیف اور باخبر ہے۔ مخفی سے مخفی باتوں تک اس کا علم پہنچ جاتا ہے۔اس سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورہَ الاحزاب ص ۹۴۔حاشیہ ۵۲)

۳۵۔ اَلْخَبِيْرُ: نہایت باخبر ہستی۔

وہ اپنی دنیا کے حالات،مصالح اور ضروریات سے باخبر ہے،اور جانتا ہے کہ اپنی خدائی کا کام کس طرح کرے۔

اسے اپنی ہر مخلوق کے متعلق پورا علم ہے کہ وہ کہاں ہے،کس حال میں ہے،کیا اس کی ضروریات ہیں،کیا کچھ اس کے لیے مناسب ہے،کیا اس نے اب تک کیا ہے اور آگے کیا اس سے صادر ہونے والا ہے،وہ اپنی بنائی ہوئی دنیا سے بے خبر نہیں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اسے ذرے ذرے کی حالت پوری طرح معلوم ہے۔(تفہیم القرآن:ج ۴۔سورۂ سبا۔ص ۱۷۳۔حاشیہ ۳۔)

اللہ اندھا اور بہرا نہیں ہے کہ کسی شاہ بے خبر کی طرح اندھا دھند کام کرے اور اپنی عطا و بخشش میں بھلے اور برے کے درمیان کوئی تمیز نہ کرے۔وہ پوری باخبری کے ساتھ اپنی اس کائنات پر فرمانروائی کر رہا ہے۔ہر ایک کے ظرف اور حوصلے پر اس کی نگاہ ہے۔ہر ایک کے اوصاف کو وہ جانتا ہے۔اسے خوب معلوم ہے کہ تم میں سے کون کس راہ میں اپنی محنتیں اور کوششیں صرف کر رہا ہے۔(تفہیم القرآن:ج ۱۔سورۂ النساء ص ۴۰۶۔حاشیہ ۱۶۳)

آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ خالق اپنی مخلوق سے بے خبر ہو؟ مخلوق خود اپنے آپ سے بے خبر ہو سکتی ہے، مگر خالق اس سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔تمہاری رگ رگ اس نے بنائی ہے۔تمہارے دل و دماغ کا ایک ایک ریشہ اس کا بنایا ہوا ہے۔تمہارا ہر سانس اس کے جاری رکھنے سے جاری ہے۔تمہارا ہر عضو اس کی تدبیر سے کام کر رہا ہے۔اس سے تمہاری کوئی بات کیسے چھپی رہ سکتی ہے۔(تفہیم القرآن۔ج ۶۔سورۂ الملک۔ص ۴۸۔حاشیہ ۲۱)

ا۔(سورۂ بقرہ آیات ۲۳۴ اور ۲۷۱ میں ہے)وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ.

(سورۂ آل عمران آیت ۱۵۳ میں ہے)وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.

المائدہ آیت ۸۔ الانعام آیات ۱۸، ۷۳، ۱۰۳۔ التوبہ آیت ۱۶۔ ہُود آیات ۱، ۱۱۱۔ الحج آیت ۶۳۔ النور آیات ۳۰، ۵۳۔ النمل آیت ۸۸۔ لقمان آیات ۱۶، ۲۹، ۳۴، سبا آیت ۱۔ فاطر آیات ۱۴۔۳۱۔ الشوریٰ آیت ۲۷۔ الحجرات آیت ۱۳۔ الحدید آیت ۱۰۔ المجادلہ آیات ۳، ۱۱، ۱۳۔ الحشر آیت ۱۸۔ المنافقون ۱۱، التغابن آیت ۸۔ التحریم آیت ۳۔ الملک آیت ۱۴۔ العادیات آیت ۱۱ میں بیان ہوا ہے۔

علاوہ ازیں: النساء آیات ۳۵، ۹۴، ۱۲۸، ۱۳۵۔ الاسراء آیات ۱۷، ۳۰، ۹۶۔ الفرقان آیات ۵۸، ۵۹۔ الاحزاب آیات ۲، ۳۴۔ الفتح آیت ۱۱ میں خَبِيْرًا استعمال ہوا ہے۔

بندوں کے لیے خیر کس چیز میں ہے اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے کیا اصول موزوں ہیں اور کون سے ضابطے ٹھیک ٹھیک ان کی مصلحت کے مطابق ہیں، ان امور کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا، کیونکہ بندوں کی فطرت اور اس کے تقاضوں سے وہی باخبر ہے، اور ان کے حقیقی مصالح پر وہی نگاہ رکھتا ہے۔بندے خود اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتے جتنا ان کا خالق ان کو جانتا ہے۔(تفہیم القرآن ج ۴ فاطر۔ص ۲۳۳۔۲۳۴۔حاشیہ ۵۴)

اگر کبھی تم نے اللہ اور اس کے رسول سے بے نیاز ہو کر خودمختاری کی روش اختیار کی یا اپنی رائے اور خیال کو ان کے حکم پر مقدم رکھا تو جان رکھو کہ تمہارا سابقہ اس خدا سے ہے جو تمہاری سب باتیں سن رہا ہے اور تمہاری نیتوں تک سے واقف ہے۔(تفہیم القرآن:ج ۵۔سورہ الحجرات۔ص ۷۱۔حاشیہ ۲)

اللہ جس کو جو جزا اور مرتبہ بھی دیتا ہے یہ دیکھ کر دیتا ہے کہ کس نے کن حالات میں کس جذبے کے ساتھ کیا عمل کیا ہے۔اس کی بانٹ اندھی بانٹ نہیں ہے۔وہ ہر ایک کا درجہ اور اس کے عمل کا اجر پوری باخبری کے ساتھ متعین کرتا ہے۔(تفہیم القرآن ج ۵۔سورہ الحدید ص ۳۰۹۔حاشیہ ۱۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مثلاً) اگر کوئی آدمی گھر میں چپکے سے بیوی کے ساتھ ظہار کر بیٹھے اور پھر کفارہ ادا کیے بغیر میاں اور بیوی کے درمیان حسب سابق زوجیت کے تعلقات چلتے رہیں، تو چاہے دنیا میں کسی کو بھی اس کی خبر نہ ہو، اللہ کو تو بہر حال اس کی خبر ہوگی۔ اللہ کے مواخذہ سے بچ نکلنا ان کے لیے کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵۔ سورہ المجادلہ۔ ص ۳۴۴۔ حاشیہ ۱۰)

اگر انسان کو یہ یاد رہے کہ وہ آزاد نہیں ہے بلکہ خدا کا بندہ ہے، اور وہ خدا اس کے تمام اعمال سے باخبر ہے، اور اس کے سامنے جا کر ایک دن اسے اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے تو وہ کبھی کسی گمراہی و بدعملی میں مبتلا نہ ہو، اور بشری کمزوری سے اس کا قدم اگر کسی وقت پھسل بھی جائے تو ہوش آتے ہی وہ فوراً سنبھل جائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ المنافقون۔ ص ۵۲۲۔ حاشیہ ۱۸)

۳۶۔ اَلسَّمِیْعُ: سب کچھ سننے والا۔

سورۂ بقرہ کی آیات ۱۲۷، ۱۳۷، ۱۸۱، ۲۲۴، ۲۲۷، ۲۴۴، ۲۵۶ میں یہ اسم مبارک آیا ہے۔

آلِ عمران آیات ۳۴، ۳۵، ۳۸، ۱۲۱، میں بھی۔

المائدہ آیت ۷۶، الانعام آیات ۱۳، ۱۱۵، میں، الاعراف آیت ۲۰۰، الانفال آیات ۱۷، ۴۲، ۵۳، ۶۱، میں۔

التوبہ آیات ۹۸، ۱۰۳۔ یونس آیت ۶۵۔ ہُود آیت ۲۴۔ یوسف آیت ۳۴۔ ابراہیم آیت ۳۹۔ نبی اسرائیل آیت ۱۔ الانبیاء آیت ۴۔ الحج آیات ۶۱، ۷۵۔ النور آیات ۲۱، ۶۰، الشعراآیت ۲۲۰۔ العنکبوت آیات ۵، ۶۰۔ لقمان آیت ۲۸۔ سبا آیت ۵۰ حٰم السجدہ آیات ۲۰، ۵۶ المومن آیت ۳۶۔ الشوریٰ آیت ۱۱۔ الدخان آیت ۶۔ الحجرات آیت ۱۔ المجادلہ آیت ۱۔

خدا اندھا، بہرا اور بے خبر خدا نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ العنکبوت۔ ص ۶۷۷۔ حاشیہ ۷)

(لوگوں) کو اس غلط فہمی میں بھی نہ رہنا چاہیے کہ ان کا سابقہ کسی شۂ بے خبر سے ہے۔ جس خدا کے سامنے انہیں جواب دہی کے لیے حاضر ہونا ہے وہ بے خبر نہیں بلکہ سمیع و علیم خدا ہے، ان کی کوئی بات بھی اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

وہ بیک وقت ساری کائنات کی آوازیں الگ الگ سن رہا ہے اور کوئی آواز اس کی سماعت کو اس طرح مشغول نہیں کرتی کہ اسے سنتے ہوئے وہ دوسری چیزیں نہ سن سکے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ لقمان۔ ص ۲۴۔ حاشیہ ۴۹)

ایک انسان تو کیا، سارے انسان مل کر بھی اگر اپنے لیے کوئی راہ حیات متعین کریں تو اس کے حق ہونے کی کوئی ضمانت نہیں، کیونکہ پوری نوع انسانی یکجا ہو کر بھی ایک سمیع و علیم نہیں بنتی۔ اس کے بس میں یہ ہے ہی نہیں کہ ان تمام حقائق کا احاطہ کرے جن کا جاننا ایک صحیح راہ حیات متعین کرنے کے لیے ضروری ہے، یہ علم صرف اللہ کے پاس ہے، وہی سمیع و علیم ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورہ الدخان۔ ص ۵۶۰۔ حاشیہ ۵)

تم لوگ جو کچھ باتیں بناتے ہو سب خدا سنتا اور جانتا ہے، خواہ زور سے کہو، خواہ چپکے چپکے کانوں میں پھونکو۔ (تفہیم القرآن ج ۳۔ سورۃ الانبیاء ص ۱۴۷ حاشیہ ۶)

ہر شخص اپنی خلوتوں میں جو باتیں کرتا ہے انہیں اللہ سن رہا ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے دل میں بھی جو کچھ سوچا کرتا ہے، اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے بے خبر نہیں رہتا۔اسی براہِ راست علم کی بنا پر اللہ فیصلہ کرتا ہے کہ کسے پاکیزگی بخشے اور کسے نہ بخشے۔(تفہیم القرآن ج ۳۔سورہ النور ص ۳۷۲۔حاشیہ ۱۹)

تمہارے معبودوں کی طرح وہ کوئی اندھا بہرا خدا نہیں ہے جسے کچھ پتہ نہ ہو کہ جس آدمی کے معاملے کا وہ فیصلہ کر رہا ہے اس کے کیا کرتوت تھے۔(تفہیم القرآن ج ۴۔سورۃ المؤمن ص ۴۰۲۔حاشیہ ۳۳)

(سورۃ الشعراء آیات ۲۱۹، ۲۲۰ میں نبی ﷺ کو مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ. اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

تمہیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو، اور سجدہ گزار لوگوں میں تمہاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

اس سے کئی معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ آپؐ جب نماز با جماعت میں اپنے مقتدیوں کے ساتھ اٹھتے اور بیٹھتے اور رکوع و سجود کرتے ہیں۔اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے دوسرے جب راتوں کو اٹھ کر آپؐ اپنے ساتھیوں کو جن کے لیے سجدہ گزار کا لفظ امتیازی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے، دیکھتے پھرتے ہیں کہ وہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے کیا کچھ کر رہے ہیں، اس وقت آپ اللہ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہوتے، تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اس تمام دوڑ دھوپ اور تگ و دو سے واقف ہے جو آپؐ اپنے سجدہ گزار ساتھیوں کی معیت میں اس کے بندوں کی اصلاح کے لیے کر رہے ہیں۔چوتھے یہ کہ سجدہ گزار لوگوں کے گروہ میں آپؐ کے تمام تصرفات اللہ کی نگاہ میں ہیں۔وہ جانتا ہے کہ آپ کس طرح ان کی تربیت کر رہے ہیں، کیسا کچھ تزکیہ آپ نے کیا ہے اور کس طرح مس خام کو کندن بنا کر رکھ دیا ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۳۔سورۃ الشعراء ص ۵۴۵ حاشیہ ۱۴۹)

(سورۃ حٰمٓ السجدہ آیت ۳۶ میں ارشاد ہے)وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. اور اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

مخالفتوں کے طوفان میں اللہ کی پناہ مانگ لینے کے بعد جو چیز مومن کے دل میں صبر و سکون اور اطمینان کی ٹھنڈک پیدا کرتی ہے وہ یہی یقین ہے کہ اللہ بے خبر نہیں ہے۔جو کچھ ہم کر رہے ہیں اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس سے بھی وہ واقف ہے۔ہماری اور ہمارے مخالفین کی ساری باتیں وہ سن رہا ہے اور دونوں کا طرزِ عمل جیسا کچھ بھی ہے اسے وہ دیکھ رہا ہے۔اسی اعتماد پر بندہ مومن اپنا اور دشمنان حق کا معاملہ اللہ کے سپرد کر کے پوری طرح مطمئن ہو جاتا ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۴ سورہ حٰمٓ السجدہ ص ۴۶۰۔حاشیہ ۴۱)

۳۷۔ اَلْمَوْلٰی: آقا، سرپرست، حامی و ناصر، خبر گیری کرنے والا۔

مولیٰ عربی زبان میں ایسے شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو کسی تعلق کی بنا پر دوسرے شخص کی حمایت کرے، قطع نظر اس سے کہ وہ رشتہ داری کا تعلق ہو یا دوستی کا یا کسی اور قسم کا۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورۃ الدخان۔ص ۵۷۱۔حاشیہ ۳۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگ احد میں جب نبی ﷺ زخمی ہو کر چند صحابہؓ کے ساتھ ایک گھاٹی میں ٹھیرے ہوئے تھے اس وقت ابوسفیان نے نعرہ لگایا تھا لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ ہمارے پاس عزّیٰ ہے اور تمہارا عزّیٰ نہیں ہے۔

اس پر نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اسے جواب دو اَللّٰهُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ ہمارا حامی و ناصر اللہ ہے اور تمہارا حامی و ناصر کوئی نہیں۔ حضور ﷺ کا یہ جواب سورۂ محمد کی آیت ۱۱ یعنی ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَی الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰی لَهُم سے ماخوذ ہے یہ اس لیے کہ ایمان والوں کا حامی و ناصر اللہ ہے اور کافروں کا حامی و ناصر کوئی نہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورہ محمد ص ۲۰ حاشیہ ۱۶)

سورۂ تحریم آیت ۲ میں ارشاد ہے وَاللّٰهُ مَوْلٰکُمْ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔ یعنی تمہارا آقا اور تمہارے معاملات کا متولی ہے۔ وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ تمہاری بھلائی کس چیز میں ہے اور جو احکام بھی اس نے دیے ہیں سراسر حکمت کی بنا پر دیے ہیں۔ تم خود مختار نہیں ہو بلکہ اللہ کے بندے ہو اور وہ تمہارا آقا ہے، اس لیے اس کے مقرر کیے ہوئے طریقوں میں ردو بدل کرنے کا اختیار تم میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے۔ تمہارے لیے حق یہی ہے کہ اپنے معاملات اس کے حوالے کر کے بس اس کی اطاعت کرتے رہو۔ (تفہیم القرآن ج: ۶ سورہ التحریم ص ۲۰ حاشیہ ۵)

سورۂ آل عمران آیت ۱۵۰ میں ارشاد ربانی ہے: بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ. ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ تمہارا حامی و مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔''

سورۃ الانفال آیت ۴۰ میں ارشاد باری ہے: وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْ لٰكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِيْرُ:

''اور اگر وہ نہ مانیں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا سرپرست ہے اور وہ بہترین حامی و مددگار ہے۔''

سورۂ الحج آیت ۷۸ میں ارشاد ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِيْرُ.

''اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمہارا مولیٰ بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔''

سورۃ التحریم آیت ۲ میں ارشاد ہے: وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ. ''اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہی علیم و حکیم ہے''

لہٰذا اللہ کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ ہدایت اور قانونِ زندگی بھی اسی سے لو، اطاعت بھی اسی کی کرو، مدد کے لیے بھی اسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤ اور اپنے توکل و اعتماد کا سہارا بھی اسی کی ذات کو بناؤ (تفہیم القرآن ج ۳ الحج۔ ص ۲۵۶۔ حاشیہ ۱۳۴)

(کیونکہ) تنہا اللہ ہی قادر و مطلق ہے اور وہی تمام اختیارات کا مالک اور تمہاری بھلائی اور برائی کا مختارِ کُل ہے اور اسی کے ہاتھ میں تمہاری قسمتوں کی باگ ڈور ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۱۔ الانعام۔ ص ۵۴۷۔ حاشیہ ۴۱)

۳۸۔ اَلنَّصِيْرُ: بہترین مدد کرنے والا۔ بہترین حامی و مددگار۔

احمق لوگ سمجھ رہے ہیں کہ یہ معبود دنیا اور آخرت میں ان کے مددگار ہیں، حالانکہ حقیقت میں ان کا کوئی بھی مددگار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ نہ یہ معبود، کیونکہ ان کے پاس مدد کی کوئی طاقت نہیں، اور نہ اللہ، کیونکہ اس سے یہ بغاوت اختیار کر چکے ہیں۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۳۔ سورہ الحج۔ ص ۲۵۰۔ حاشیہ ۱۲۱)

(سورۂ عنکبوت آیت ۲۲ میں ارشاد ہے) وَمَالَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ . اور اللہ سے بچانے والا کوئی سرپرست اور مددگار تمہارے لیے نہیں ہے۔ یعنی نہ تمہارا زور اتنا ہے کہ خدا کی پکڑ سے بچ جاؤ، اور نہ تمہارا کوئی مددگار ایسا زور آور ہے کہ خدا کے مقابلے میں تمہیں پناہ دے سکے اور اس کے مواخذہ سے تمہیں بچا لے۔ ساری کائنات میں کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ جن لوگوں نے کفر و شرک کا ارتکاب کیا ہے، جنہوں نے احکام خداوندی کے آگے جھکنے سے انکار کیا ہے، جنہوں نے جرأت و جسارت کے ساتھ خدا کی نافرمانیاں کی ہیں اور اس کی زمین میں ظلم و فساد کے طوفان اٹھائے ہیں ان کا حمایتی بن کر اٹھے اور خدا کے فیصلہ عذاب کو ان پر نافذ ہونے سے روک سکے یا خدا کی عدالت میں یہ کہنے کی ہمت کر سکے کہ یہ میرے ہیں اس لیے جو کچھ بھی انہوں نے کیا ہے اسے معاف کر دیا جائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۃ العنکبوت۔ ص ۶۹۰۔ حاشیہ ۳۵)

انسان خواہ وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو، خود اپنے بل بوتے پر باطل کے طوفانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ اللہ کی مدد اور اس کی توفیق شامل حال نہ ہو (تفہیم القرآن ج ۲۔ سورہ بنی اسرائیل۔ ص ۶۳۳۔ حاشیہ ۸۸)

مدد سے مراد ہر قسم کی مدد ہے حق اور باطل کی کشمکش میں جتنے محاذ بھی کھلیں، ہر ایک پر اہل حق کی تائید میں کمک پہنچانا اللہ کا کام ہے۔ دلیل کی لڑائی ہو تو وہی باطل پرستوں کے دل پھاڑتا ہے اور اہل حق کے دل جوڑتا ہے۔ انسانی طاقت کا مقابلہ ہو تو وہی ہر مرحلے پر مناسب اور موزوں اشخاص اور گروہوں کو لا لا کر اہل حق کی جمعیت بڑھاتا ہے۔ مادی وسائل کی ضرورت ہو، تو وہی اہل حق کے تھوڑے مال و اسباب میں وہ برکت دیتا ہے کہ اہل باطل کے وسائل کی فراوانی ان کے مقابلے میں محض دھوکے کی ٹٹی ثابت ہوتی ہے۔ غرض کوئی پہلو مدد اور راہ نمائی کا ایسا نہیں ہے جس میں اہل حق کے لیے اللہ کافی نہ ہو اور انہیں کسی دوسرے سہارے کی ضرورت ہو، بشرطیکہ وہ اللہ کی کفایت پر ایمان و اعتقاد رکھیں اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھے رہیں بلکہ سرگرمی کے ساتھ باطل کے مقابلے میں حق کی سربلندی کے لیے جانیں لڑائیں۔

ایمان دل میں ہو تو اس سے بڑھ کر ہمت دلانے والی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ خداوند عالم آپ کی مدد اور راہ نمائی کا ذمہ لے رہا ہے۔ اسکے بعد تو صرف ایک کم اعتقاد و بزدل ہی آگے بڑھنے سے ہچکچا سکتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورہ الفرقان ص ۴۴۸۔ حاشیہ ۴۳)

۳۹۔ اَلْقَرِيْبُ: بہت قریب۔ ۴۰۔ اَلْمُجِيْبُ: دعاؤں کا سننے اور جواب دینے والا۔

(سورۃ البقرہ آیت ۸۶) میں ارشاد باری ہے) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ الخ۔ ”اور اے نبیؐ میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اگر چہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے اور نہ اپنے حواس سے مجھ کو محسوس کر سکتے ہو، لیکن یہ خیال نہ کرو کہ میں تم سے دور ہوں۔ نہیں میں اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہوں کہ جب وہ چاہے مجھ سے عرض معروض کر سکتا ہے، حتی کہ دل ہی دل میں وہ جو کچھ مجھ سے گزارش کرتا ہے میں اسے بھی سن لیتا ہوں اور صرف سنتا ہی نہیں فیصلہ بھی صادر کرتا ہوں جن بے حقیقت اور بے اختیار ہستیوں کو تم نے اپنی نادانی سے الٰہ اور رب قرار دے رکھا ہے، ان کے پاس تو تمہیں دوڑ دوڑ کر جانا پڑتا ہے اور پھر بھی نہ وہ تمہاری شنوائی کر سکتے ہیں اور نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ تمہاری درخواستوں پر کوئی فیصلہ صادر کر سکیں۔ مگر میں کائنات بے پایاں کا فرما نروائے مطلق، تمام اختیارات اور تمام طاقتوں کا مالک تم سے اتنا قریب ہوں کہ تم خود بغیر کسی واسطے اور وسیلے اور سفارش کے براہِ راست ہر وقت اور ہر جگہ مجھ تک اپنی عرضیاں پہنچا سکتے ہو۔ لہٰذا تم اپنی اس نادانی کو چھوڑ دو کہ ایک ایک بے اختیار بناوٹی خدا کے در پر مارے مارے پھرتے ہو۔ میں جو دعوت تمہیں دے رہا ہوں، اس پر لبیک کہہ کر میرا دامن پکڑ لو، میری طرف رجوع کرو اور مجھ پر بھروسہ کرو اور میری بندگی و اطاعت میں آ جاؤ۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۱ سورۃ البقرہ۔ ص ۱۴۴۔ حاشیہ ۱۸۸)

(سورۃ ہود آیت ۶۱ میں ارشاد ہے) فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ. اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ. "لہٰذا تم اس سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ۔ یقیناً میرا رب قریب ہے اور وہ دعاؤں کا جواب دینے والا ہے۔"

مشرکین کی ایک بہت بڑی غلط فہمی جو بالعموم ان سب میں پائی جاتی ہے اور ان اہم اسباب میں سے ایک ہے جنہوں نے ہر زمانہ میں انسان کو شرک میں مبتلا کیا ہے (یہ ہے کہ) یہ لوگ اللہ کو راجوں، مہاراجوں اور بادشاہوں پر قیاس کرتے ہیں جو رعیت سے دور اپنے محلوں میں دادِ عیش دیا کرتے ہیں جن کے دربار تک عام رعایا میں سے کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی، جن کے حضور میں کوئی درخواست پہنچانی ہو تو مقربینِ بارگاہ میں سے کسی کا دامن تھامنا پڑتا ہے اور پھر اگر خوش قسمتی سے کسی کی درخواست آستانہ بلند پر پہنچ بھی جاتی ہے تو ان کا پندارِ خدائی یہ گوارا نہیں کرتا کہ خود اس کا جواب دیں، بلکہ جواب دینے کا کام مقربین ہی میں سے کسی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس غلط گمان کی وجہ سے یہ لوگ ایسا سمجھتے ہیں اور ہوشیار لوگوں نے ان کو ایسا سمجھانے کی کوشش بھی کی ہے کہ خداوندِ عالم کا آستانہ قدس عام انسانوں کی دسترس سے بہت ہی دور ہے۔ اس کے دربار تک بھلا کسی عامی کی پہنچ کیسے ہو سکتی ہے۔ وہاں تک دعاؤں کا پہنچنا اور پھر ان کا جواب ملنا تو کسی طرح ممکن ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ پاک روحوں کا وسیلہ نہ ڈھونڈا جائے اور مذہبی منصب داروں کی خدمات نہ حاصل کی جائیں جو اوپر تک نذریں، نیازیں اور عرضیاں پہنچانے کے ڈھب جانتے ہیں۔ یہی وہ غلط فہمی ہے جس نے بندے اور خدا کے درمیان بہت چھوٹے بڑے معبودوں اور سفارشیوں کا ایک جم غفیر کھڑا کر دیا اور اس کے ساتھ مہنت گری کا وہ نظام پیدا کیا جس کے توسط کے بغیر جاہلی مذاہب کے پیرو پیدائش سے لے کر موت تک اپنی کوئی مذہبی رسم بھی انجام نہیں دے سکتے۔

(قرآن مجید) نے جاہلیت کے اس پورے طلسم کو صرف دو لفظوں سے توڑ کر (پھینک دیا ہے) ایک یہ کہ اللہ قریب ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ مجیب ہے۔ یعنی تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے کہ وہ تم سے دور ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ تم براہ راست اس کو پکار کر اپنی دعاؤں کا جواب حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ اگر چہ بہت بالا و برتر ہے مگر اس کے باوجود وہ تم سے بہت قریب ہے۔ تم میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک ایک شخص اپنے پاس ہی اس کو پا سکتا ہے۔ اس سے سرگوشی کر سکتا ہے خلوت اور جلوت دونوں میں علانیہ بھی اور صیغۂ راز میں بھی اپنی عرضیاں خود اس کے حضور پیش کر سکتا ہے۔ اور پھر وہ براہ راست اپنے ہر بندے کی دعاؤں کا جواب خود دیتا ہے۔ پس جب سلطان کائنات کا دربار عام ہر وقت ہر شخص کے لیے کھلا ہے اور ہر شخص کے قریب ہی موجود ہے تو یہ تم کس حماقت میں پڑے ہو کہ اس کے لیے واسطے اور وسیلے ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ ہود۔ ص ۳۴۹۔ ۳۵۰ حاشیہ ۶۹)

(سورۂ ق آیت ۱۶ میں مذکور ہے) وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ''ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

یعنی ہماری قدرت اور ہمارے علم نے انسان کو اندر اور باہر سے اس طرح گھیر رکھا ہے کہ اُس کی رگ گردن بھی اس سے اتنی قریب نہیں ہے جتنا ہمارا علم اور ہماری قدرت اس سے قریب ہے۔ اس کی بات سننے کے لئے ہمیں کہیں سے چل کر نہیں آنا پڑتا، اُس کے دل میں آنے والے خیالات تک ہم براہ راست جانتے ہیں۔ اسی طرح اگر اسے پکڑنا ہوگا تو ہم کہیں سے آ کر اس کو نہیں پکڑیں گے، وہ جہاں بھی ہے ہر وقت ہماری گرفت میں ہے جب چاہیں گے اسے دھر لیں گے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵۔ سورۂ ق ص ۱۱۶۔ حاشیہ ۲۰)

(سورۂ سبا آیت ۵۰ میں ارشاد ہے) قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ. وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ. ''کہو اگر میں گمراہ ہو گیا ہوں تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر ہے، اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس وحی کی بنا پر ہوں جو میرا رب میرے اوپر نازل کرتا ہے وہ سب کچھ سنتا ہے اور قریب ہی ہے۔''

میرا رب قریب ہی موجود ہے اور وہ سب کچھ سن رہا ہے، اسے معلوم ہے کہ میں گمراہ ہوں یا اس کی طرف سے ہدایت یافتہ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۲۱۳ سورۂ سبا حاشیہ ۷۱)

۴۱۔ اَلرَّقِيْبُ: ہر چیز پر نگران۔

(سورۂ مائدہ آیت ۱۱۷ میں ارشاد ہے) فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ. ''جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگران تھے۔''

(سورۂ ہود میں ارشاد ہے) وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ. ''میں بھی تمہارے ساتھ چشم براہ ہوں۔''

(سورۂ ق آیت ۱۸ میں ارشادہ ہے) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ. ''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔''

ایک طرف تو (اللہ تعالیٰ) خود براہِ راست انسان کی حرکات وسکنات اور اس کی خیالات کو جانتا ہے، دوسری طرف ہر انسان پر دو فرشتے مامور ہیں جو اس کی ایک ایک بات کو نوٹ کر رہے ہیں اور اس کا کوئی قول وفعل ان کے ریکارڈ سے نہیں چھوٹتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انسان کی پیشی ہوگی اس وقت اللہ کو خود بھی معلوم ہوگا کہ کیا کر کے آیا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس پر شہادت دینے کے لئے دو گواہ بھی موجود ہوں گے جو اسکے اعمال کا دستاویزی ثبوت لاکر سامنے رکھ دیں گے۔ یہ دستاویزی ثبوت کس نوعیت کا ہوگا، اس کا ٹھیک ٹھیک تصور کرنا تو ہمارے لیے مشکل ہے۔ مگر جو حقائق آج ہمارے سامنے آرہے ہیں انہیں دیکھ کر یہ بات بالکل یقینی معلوم ہوتی ہے کہ جس فضا میں انسان رہتا اور کام کرتا ہے اُس میں ہر طرف اُس کی آوازیں، اُس کی تصویریں، اور اُس کی حرکات وسکنات کے نقوش ذرے ذرے پر ثبت ہو رہے ہیں اور ان میں سے ہر چیز کو بعینہٖ انہیں شکلوں اور آوازوں میں دوبارہ اسی طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ اصل اور نقل میں ذرہ برابر فرق نہ ہو۔ انسان یہ کام نہایت ہی محدود پیمانے پر آلات کی مدد سے کر رہا ہے۔ لیکن خدا کے فرشتے نہ ان آلات کے محتاج نہ ان قیود سے مقید۔ انسان کا اپنا جسم اور اس کے گردوپیش کی ہر چیز اُس کی ٹیپ اور ان کی فلم ہے جس پر وہ ہر آواز اور ہر تصویر کو اس کی نازک ترین تفصیلات کے ساتھ جوں کی توں ثبت کر سکتے ہیں اور قیامت کے روز آدمی کو اس کے اپنے کانوں سے اس کی اپنی آواز میں اس کی وہ باتیں سنوا سکتے ہیں جو وہ دنیا میں کرتا تھا، اور اس کی آنکھوں سے اس کے تمام کرتوتوں کی چلتی پھرتی تصویریں دکھا سکتے ہیں جن کی صحت سے انکار کرنا اس کے لیے ممکن نہ رہے۔

اس مقام پر یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کی عدالت میں کسی شخص کو محض اپنے ذاتی علم کی بنا پر سزا نہ دے گا بلکہ عدل کی تمام شرائط پوری کر کے اس کو سزا دے گا۔ اسی لیے دنیا میں ہر شخص کے اقوال وافعال کا مکمل ریکارڈ تیار کرایا جا رہا ہے تاکہ اسکی کارگزاریوں کا پورا ثبوت ناقابلِ انکار شہادتوں سے فراہم ہو جائے۔ (تفہیم القرآن ۔ج ۵۔ سورۂ ق ۔ص ۱۱۷ حاشیہ ۲۱)

۴۲۔ اَلْحَسِیْبُ محاسب۔ حساب لینے والا۔

(سورۃ النساء آیت ۶ میں ہے) فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا. ''پھر جب ان کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو لوگوں کو اس پر گواہ بنالو، اور حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔''

(سورۂ نساء آیت ۸۶ میں ہے) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا. ''اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔''

(سورۃ الاحزاب آیت ۳۹ میں ہے) وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ''ایک خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبہ کے لیے بس اللہ ہی کافی ہے۔''

اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ ہر خوف اور خطرے کے مقابلے میں اللہ کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ حساب لینے کے لیے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کسی اور کی باز پرس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (تفہیم القرآن ۔ج ۴۔ سورۂ الاحزاب۔ ص ۱۰۳ حاشیہ ۷۶)

ہر انسان فرداً فرداً اللہ کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ جس بادشاہ زمین وآسمان کے سامنے جواب دہ ہے وہ غیب وشہادت کا علم رکھنے والا ہے، حتّٰی کہ دلوں کے چھپے ہوئے ارادے اور خیالات تک اُس سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۱۔ سورۂ البقرہ۔ ص ۲۲۳۔ حاشیہ ۳۳۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کا نامۂ اعمال اُس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا اُس سے ہلکا حساب لیا جائے گا یعنی اُس سے سخت حساب فہمی نہ کی جائے گی۔ اُس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ فلاں فلاں کام تو نے کیوں کیے تھے اور تیرے پاس اُن کاموں کے لیے کیا عذر ہے۔ اُس کی بھلائیوں کے ساتھ اُس کی برائیاں بھی اُس کے نامہ اعمال میں موجود ضرور ہوں گی، مگر بس یہ دیکھ کر کہ بھلائیوں کا پلڑا برائیوں سے بھاری ہے، اس کے قصوروں سے درگزر کیا جائے گا اور اسے معاف کر دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں بداعمال لوگوں سے سخت حساب فہمی کے لیے سُوء الحساب (بری طرح حساب لینے) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں (الرعد آیت ۱۸) اور نیک لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم ان کے بہتر اعمال قبول کرلیں گے اور ان کی برائیوں سے درگزر کریں گے'' (الاحقاف، آیت ۱۶) رسول اللہ ﷺ نے ان کی جو تشریح فرمائی ہے اُسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، حاکم، ابن جریر، عبد بن حُمید اور ابن مردویہ نے مختلف الفاظ میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ''جس سے بھی حساب لیا گیا مارا گیا۔'' حضرت عائشہؓ نے عرض کیا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ''جس کا نامہ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا؟'' حضورؐ نے جواب دیا ''وہ تو صرف اعمال کی پیشی ہے، لیکن جس سے پوچھ گچھ کی گئی وہ مارا گیا۔'' ایک اور روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضورؐ کو نماز میں یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ ''خدایا مجھ سے ہلکا حساب لے۔'' آپؐ نے جب سلام پھیرا تو میں نے اس کا مطلب پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا ''ہلکے حساب سے مراد یہ ہے کہ بندے کے نامہ اعمال کو دیکھا جائے گا اور اُس سے درگزر کیا جائے گا۔ اے عائشہؓ! اس روز جس سے حساب فہمی کی گئی وہ مارا گیا۔'' (تفہیم القرآن۔ ج ٦۔ سورۂ الانشقاق۔ ص ۲۹۰۔ حاشیہ ٦)

۴۳۔ اَلْقَوِیُّ: بڑی قوت رکھنے والا۔ نہایت طاقتور، زور آور۔

(سورۂ الانفال آیت ۵۲ میں آیا ہے) اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ. ''اللہ قوت رکھتا ہے اور سخت سزا دینے والا ہے۔''

(سورۂ ہُود آیت ٦٦ میں ہے) اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ. ''بے شک تیرا رب ہی دراصل طاقت ور اور بالا دست ہے۔''

(سورۂ الحج آیت ۴۰ میں ارشاد ہے) وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ. ''اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقت ور اور زبردست ہے۔''

سورۂ الحج آیت ۷۴ میں ارشاد ہے) مَاقَدَ رُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ. ''ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ پہچانی جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قوت اور عزت والا تو بس اللہ ہی ہے۔''

اس کی عطاؤ بخشش کا نظام اس کے اپنے زور پر قائم ہے۔ کسی کا یہ بل بوتا نہیں ہے کہ اسے بدل سکے، یا زبردستی اس سے کچھ لے سکے، یا کسی کو دینے سے اس کو روک سکے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۂ الشوریٰ۔ ص ۴۹۸۔ حاشیہ ۳٦) اللہ تو ہر وقت یہ قدرت رکھتا ہے کہ جب چاہے اپنے ایک اشارے سے تمام کافروں کو مغلوب کر دے اور اپنے رسولوں کو ان پر غلبہ و تسلّط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عطا فرمادے۔ مگر اس میں پھر رسولوں پر ایمان لانے والوں کا کیا کمال ہوگا۔ جس کی بنا پر وہ کسی انعام کے مستحق ہوں؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کام کو اپنی غالب قدرت سے انجام دینے کے بجائے طریق کار یہ اختیار فرمایا کہ اپنے رسولوں کو بینات اور کتاب اور میزان دے کر انسانوں کے درمیان مبعوث کر دیا۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵۔ سورۃ الحدید۔ ص ۳۲۳ حاشیہ ۳۶)

۴۴۔ **اَلشَّهِيْدُ**: نگران، دیکھنے والا، گواہ۔

شہید کے اصل معنی گواہ کے ہیں۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے ایمان کی صداقت پر اپنی زندگی کے پورے طرزِ عمل سے شہادت دے۔ اللہ کی راہ میں لڑکر جان دینے والے کو بھی شہید اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ جان دے کر ثابت کر دیتا ہے کہ وہ جس چیز پر ایمان لایا تھا اسے واقعی سچے دل سے حق سمجھتا تھا اور اسے اتنا عزیز رکھتا تھا کہ اس کے لیے جان قربان کرنے میں بھی اس نے دریغ نہیں کیا۔ ایسے راستباز لوگوں کو بھی شہید کہا جاتا ہے جو اس قدر قابلِ اعتماد ہوں کہ جس چیز پر وہ شہادت دیں اس کا صحیح و برحق ہونا بلا تأمل تسلیم کر لیا جائے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۱۔ سورۃ النساء ص ۳۷۰۔ حاشیہ ۹۹)

کیا لوگوں کو انجام بد سے ڈرانے کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ اس دعوتِ حق کو جھٹلانے اور زک پہنچانے کے لیے جو جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ ان کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا ہے (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۃ حٰم السجدہ۔ ص ۴۷۱۔ حاشیہ ۷۱)

اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ شہید قرآن مجید کی کئی سورتوں میں مذکور ہے، مثلاً:

(سورۃ نساء آیت ۳۳ میں مذکور ہے) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا. ''یقیناً اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔''

آیت ۷۹ میں ارشاد ہے۔ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا. ''اے محمدؐ ہم نے تم کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر خدا کی گواہی کافی ہے۔''

(سورۃ نساء میں آیت ۱۶۶ میں ارشاد ہے) اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ. وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ''اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے، اور اس پر ملائکہ بھی گواہ ہیں اگرچہ اللہ کا گواہ ہونا بالکل کفایت کرتا ہے''۔

(سورۃ مائدہ آیت ۱۱۷ میں ارشاد ہے) وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ. وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ. ''اسی وقت تک ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا، جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگران تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگران ہیں''۔

(سورۃ یونس آیت ۲۹ میں ارشاد ہے) فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ. ''ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے کہ (تم اگر ہماری عبادت کرتے بھی تھے تو) ہم تمہاری اس عبادت سے بالکل بے خبر تھے''، یعنی وہ تمام فرشتے جن کو دنیا میں دیوی اور دیوتا قرار دے کر پوجا گیا، اور وہ تمام جن، ارواح، اسلاف، اجداد، انبیاء، اولیاء، شہداء وغیرہ جن کو خدائی صفات میں شریک ٹھہرا کر وہ حقوق انہیں ادا کیے گئے جو دراصل خدا کے حقوق تھے، وہاں اپنے پرستاروں سے صاف کہہ دیں گے کہ ہمیں تو خبر تک نہ تھی کہ تم ہماری عبادت بجا لا رہے ہو، تمہاری کوئی دعا، کوئی التجا، کوئی پکار اور فریاد، کوئی نذر و نیاز، کوئی چڑھاوے کی چیز، کوئی تعریف و مدح اور ہمارے نام کی جاپ، اور کوئی سجدہ ریزی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آستانہ بوسی و درگاہ گردی ہم تک نہیں پہنچی۔(تفہیم القرآن۔ج ۲۔سورۂ یونس۔ص ۲۸۱۔حاشیہ ۳۷)

(سورۂ رعد آیت ۴۳ میں ارشاد ہے) وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلاً. قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ "یہ منکرین کہتے ہیں کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہو۔کہو میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے۔"

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۶ میں ہے) قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ، اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًام بَصِيْرًا. اے محمدؐ، ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان بس ایک اللہ کی گواہی کافی ہے اور وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

(اسی طرح سورہ عنکبوت آیت ۵۲ میں ہے) قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا. (اے نبیؐ) کہو کہ "میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔(سورۂ احزاب آیت ۵۵ میں ہے) وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا (اے عورتو تمہیں اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرنی چاہیے۔اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔)

خواتین کو یہ روش ہرگز نہ اختیار کرنی چاہیے کہ وہ شوہر کی موجودگی میں تو پردے کی پابندی کریں مگر جب وہ موجود نہ ہو تو غیر محروم مردوں کے سامنے پردہ اٹھا دیں۔ان کا یہ فعل چاہے ان کے شوہر سے چھپا رہ جائے خدا سے تو نہیں چھپ سکتا۔(تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ الاحزاب۔ص ۱۳۲۔حاشیہ ۱۰۵)

(سورۂ احقاف آیت ۸ میں ارشاد ہے) قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ. كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ. ان سے کہو، "اگر میں نے اسے (قرآن) خود گھڑ لیا ہے تو تم مجھے خدا کی پکڑ سے کچھ بھی نہ بچا سکو گے، جو باتیں تم بناتے ہو اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔میرے اور تمہارے درمیان وہی گواہی دینے کے لیے کافی ہے۔"

مشرکین کے الزام کا محض بے اصل اور سراسر ہٹ دھرمی پر مبنی ہونا بالکل ظاہر تھا اس لیے اس کی تردید میں دلائل پیش کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔پس یہ کہنے پر اکتفا کیا گیا کہ اگر واقعی میں نے خود ایک کلام تصنیف کر کے اللہ کی طرف منسوب کرنے کا جرم عظیم کیا ہے، جیسا کہ تم الزام رکھتے ہو، تو مجھے خدا کی پکڑ سے بچانے کے لیے تم نہ آؤ گے، لیکن اگر یہ خدا ہی کا کلام ہے اور تم جھوٹے الزامات رکھ رکھ کر اسے رد کر رہے ہو تو اللہ تم سے نمٹ لے گا۔حقیقت اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور جھوٹ سچ کا فیصلہ کرنے کے لیے وہ بالکل کافی ہے۔ساری دنیا اگر کسی کو جھوٹا کہے اور اللہ کے علم میں وہ سچا ہو تو آخری فیصلہ لازماً اسی کے حق میں ہوگا۔اور ساری دنیا اگر کسی کو سچا کہہ دے، مگر اللہ کے علم میں وہ جھوٹا ہو، تو آخر کار وہ جھوٹا ہی قرار پائے گا۔لہٰذا الٹی سیدھی باتیں بنانے کے بجائے اپنے انجام کی فکر کرو۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورہ الاحقاف۔ص ۶۰۴۔۶۰۵ حاشیہ ۱۰)

(سورۂ فتح آیت ۲۸ میں ارشاد ہے) هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ. وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا. "وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حُدَیبیہ میں جب معاہدہ صلح لکھا جانے لگا تھا اس وقت کفار مکہ نے حضورؐ کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ لکھنے پر اعتراض کیا تھا اور ان کے اصرار پر حضورؐ نے خود معاہدے کی تحریر میں سے یہ الفاظ مٹا دیے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہمارے رسول کا رسول ہونا تو ایک حقیقت ہے جس میں کسی کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اس کو اگر کچھ لوگ نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ اس کے حقیقت ہونے پر ہماری شہادت کافی ہے۔ ان کے انکار کر دینے سے یہ حقیقت بدل نہیں جائے گی بلکہ ان کے علی الرّغم اس ہدایت اور اس دین کو پوری جنس دین پر غلبہ حاصل ہو کر رہے گا جسے لے کر یہ رسول ہماری طرف سے آیا ہے، خواہ یہ منکرین اسے روکنے کے لیے کتنا ہی زور مار کر دیکھ لیں۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵ سورۃ الفتح۔ ص ۶۲۔ حاشیہ ۵۱)

اللہ جو کائنات کی تمام حقیقتوں کا براہِ راست علم رکھتا ہے، جو تمام موجودات کو بے حجاب دیکھ رہا ہے، جس کی نگاہ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں، یہ اس کی شہادت ہے ---- اور اس سے بڑھ کر معتبر عینی شہادت اور کس کی ہو گی ---- کہ پورے عالمِ وجود میں اس کی اپنی ذات کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے، جو خدائی صفات سے متصف ہو، خدائی کے اقتدار کی مالک ہو، اور خدائی کے حقوق کی مستحق ہو۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۱۔ سورۃ آلِ عمران۔ ص ۲۳۹۔ حاشیہ ۱۴)

۴۵۔ اَلْحَمِیْدُ: اپنی ذات میں آپ محمود۔ ستودہ صفات

(سورہ البقرہ آیت ۲۶۷ میں ارشاد ہے) وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ. ”اور تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے اِلّا یہ کہ اس کو قبول کرنے میں تم اغماض برت جاؤ۔ تمہیں جان لینا چاہیے کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات سے متصف ہے۔“

(سورہ ہود آیت ۷۳ میں ارشاد ہے) رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. ”ابراہیم کے گھر والو، تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، اور یقیناً اللہ نہایت قابلِ تعریف اور بڑی شان والا ہے۔“

(سورہ ابراہیم آیت ۸ میں ارشاد ہے) وَقَالَ مُوْسٰٓی اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ. اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم کفر کرو اور زمین کے سارے رہنے والے بھی کافر ہو جائیں تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

(سورہ الحج آیت ۶۴ میں ارشاد ہے) لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ. ”اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بے شک وہی غنی و حمید ہے۔“

(سورہ لقمان آیت ۱۲ میں ارشاد ہے) وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ. ”جو کوئی شکر کرے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے اور جو کفر کرے تو حقیقت میں اللہ بے نیاز اور آپ سے آپ محمود ہے۔“

(سورہ فاطر آیت ۱۵ میں ارشاد ہے) یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی وحمید ہے۔"

(سورہ فصلت آیت ۴۲ میں ارشاد ہے) لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ. "باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ ایک حکیم وحمید کی نازل کردہ چیز ہے۔"

(سورہ شوریٰ آیت ۲۸ میں ارشاد ہے) وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ. "وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی قابلِ تعریف ولی ہے۔"

(سورہ الحدید آیت ۲۴ میں ہے) وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ. "اب کوئی روگردانی کرتا ہے تو اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔"

(سورۃ التغابن آیت ۶ میں ہے) فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ. "اس طرح انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا، تب اللہ بھی ان سے بے پرواہ ہو گیا اور اللہ تو ہے ہی بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود۔"

(سورۃ البروج آیت ۸ میں ہے) وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ. "اور اہل ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔"

(سورہ نساء آیت ۱۳۱ میں ہے) فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا. "آسمان و زمین کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہی ہے اور وہ بے نیاز ہے، ہر تعریف کا مستحق ہے۔"

حمید سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ سے آپ محمود ہے، کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے مگر حمد (شکر و تعریف) کا استحقاق اسی کو پہنچتا ہے۔ ان دونوں کو (سورہ فاطر آیت ۱۵) میں ایک ساتھ اس لیے لایا گیا ہے کہ محض غنی تو وہ بھی ہو سکتا ہے جو اپنی دولت مندی سے کسی کو نفع پہنچائے اس صورت میں وہ غنی تو ہوگا حمید نہ ہوگا۔ حمید وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ وہ کسی سے خود تو فائدہ نہ اٹھائے مگر اپنی دولت کے خزانوں سے دوسروں کو ہر طرح کی نعمتیں عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ان دونوں صفات میں کامل ہے اس لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ محض غنی نہیں ہے بلکہ ایسا غنی ہے جسے ہر تعریف اور شکر کا استحقاق پہنچتا ہے کیونکہ وہ تمہاری اور تمام موجوداتِ عالم کی حاجتیں پوری کر رہا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۴ فاطر ص۔ ۲۲۸۔ حاشیہ ۳۷)

کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے کمال و جمال اور اس کی خلاقی اور رزّاقی پر شہادت دے رہا ہے اور ہر مخلوق زبانِ حال سے اس کی حمد بجا لا رہی ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۂ لقمان۔ ص ۱۵۔ حاشیہ ۱۹)

۴۶، ۴۷۔ اَلْمَاجِدُ: اور اَلْمَجِیْدُ: بلند پایہ، بڑی شان والا بزرگ و برتر۔

سورہ ہود آیت ۷۳ میں ارشاد ہے) اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. "یقیناً اللہ نہایت قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے"۔ مجید کا لفظ عربی زبان میں دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایک بلند مرتبہ، باعظمت، بزرگ اور صاحبِ عزت و شرف۔ دوسرے کریم، کثیر العطا، بہت نفع پہنچانے والے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بزرگ و برتر کہہ کر انسان کو اس کمینہ پن پر متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ ایسی ہستی کے مقابلہ میں گستاخی کا رویہ اختیار کرتا ہے (جو بلند پایہ، بڑی شان والی اور بزرگ و برتر ہے)۔ (تفہیم القرآن۔ ج۶ سورۂ البروج۔ ص ۳۰۰۔ حاشیہ ۷)

۴۸۔ اَلْمُحِیْطُ: احاطہ کرنے والا، گھیرنے والا، ہر چیز پر محیط۔

۱۔ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌ بِالْکَافِرِیْنَ. (البقرۃ آیت. ۱۹)	اور اللہ ان منکرینِ حق کو ہر طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔
۲۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ (آل عمران آیت: ۱۲۰)	جو کچھ یہ کر رہے اللہ اس پر حاوی ہے۔
۳۔ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطاً. (النساء آیت: ۱۲۶)	اور اللہ ہر چیز پر محیط ہے۔
۴۔ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ. (الانفال آیت: ۴۷)	اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، جو کچھ وہ کر رہے وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔

اللہ کی قدرت اور اس کے علم نے انسان کو اندر اور باہر سے اس طرح گھیر رکھا ہے کہ اس کی رگِ گردن بھی اس سے اتنی قریب نہیں ہے جتنا اس کا علم اور اس کی قدرت اس سے قریب ہے۔ اس کی بات سننے کے لیے اسے کہیں سے چل کر نہیں آنا پڑتا، انسان کے دل میں آنے والے خیالات تک کو وہ براہ راست جانتا ہے۔ اسی طرح اگر اسے پکڑنا ہوگا تو وہ کہیں سے آکر اس کو نہیں پکڑے گا، وہ جہاں بھی ہے ہمہ وقت اس کی گرفت میں ہے، جب چاہے گا اسے دھر لے گا[1]۔ (تفہیم القرآن: ج۵ سورۂ ق۔ ص ۱۱۶۔ حاشیہ ۲۰)

رسول پر بھی اور فرشتوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اس قدر محیط ہے کہ اگر بال برابر بھی وہ اس کی مرضی کے خلاف جنبش کریں تو فوراً گرفت میں آجائیں۔ جو پیغامات اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے اس کا حرف حرف گنا ہوا ہے، رسولوں اور فرشتوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ ان میں ایک حرف کی کمی بیشی بھی کرسکیں۔ (تفہیم القرآن: ج۔۶ سورۂ الجن۔ ص ۱۲۲۔ حاشیہ ۳۰)

انسان ہوں یا جن یا فرشتے یا دوسری مخلوقات سب کا علم ناقص اور محدود ہے۔ کائنات کی تمام حقیقتوں پر کسی کی نظر بھی محیط نہیں۔ (تفہیم القرآن۔ ج۱۔ سورۂ البقرہ۔ ص ۱۹۵۔ حاشیہ ۲۸۲)

۱۔ اس پیرے میں ضمیریں بدلی گئی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر انسان اللہ کے آگے سر تسلیم خم نہ کرے اور سرکشی سے باز نہ آئے تو وہ اللہ کی گرفت سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکتا، اللہ کی قدرت اس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔(تفہیم القرآن۔ج ا۔سورۃ النساء۔ص ۴۰۱۔حاشیہ ۱۵۱)

یہ بات کہ اللہ نے مخالفین کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور نبی کی دعوت اللہ کی حفاظت میں ہے، مکے کے ابتدائی دور کی سورتوں میں متعدد جگہ ارشاد ہوئی ہے۔ مثلاً سورۃ بروج میں فرمایا: بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ''مگر یہ کافر جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں، اور اللہ نے ان کو ہر طرف سے گھیرے میں لے رکھا ہے''۔ (تفہیم القرآن ج ۲ سورہ بنی اسرائیل ص ۶۲۷۔حاشیہ ۷۰)

۴۹۔ **اَلْحَفِيْظُ**: ہر چیز پر نگران، پاسبان، حفاظت کرنے والا۔

(سورۃ ہود آیت ۵۷ میں ارشاد ہے) اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ حَفِيْظٌ. ''یقیناً میرا رب ہر چیز پر نگران ہے''۔

(سورۃ شوریٰ آیت ۶ میں ہے) وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ. جن لوگوں نے اس کو چھوڑ کر اپنے کچھ دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں، اللہ ہی ان پر نگران ہے۔

(سورہ سبا آیت ۲۱ میں ہے) وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ حَفِيْظٌ. تیرا رب ہر چیز پر نگران ہے۔

(سورہ الشوریٰ میں اَللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ)۔ ''اللہ ہی ان پر نگران ہے''۔ یعنی وہ ان کے سارے افعال دیکھ رہا ہے اور ان کا نامہ اعمال تیار کر رہا ہے۔ ان کا محاسبہ اور مواخذہ کرنا اسی کا کام ہے۔ ''تم ان کے حوالہ دار نہیں ہو'' یہ خطاب نبی ﷺ سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی قسمت تمہارے حوالہ نہیں کر دی گئی ہے جو تمہاری بات نہ مانے گا اسے تم جلا کر خاک کر دو گے، یا اس کا تختہ الٹ دو گے، یا اسے تہس نہس کر کے رکھ دو گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ معاذ اللہ نبی ﷺ اپنے آپ کو ایسا سمجھتے تھے اور آپ کی غلط فہمی یا بر خود غلطی کو رفع کرنے کے لیے یہ بات ارشاد ہوئی ہے۔ بلکہ اس سے مقصود کفار کو سنانا ہے۔ اگرچہ بظاہر مخاطب حضور ہی ہیں، لیکن اصل مدعا کفار کو یہ بتانا ہے کہ اللہ کا نبی اس طرح کا کوئی دعویٰ نہیں رکھتا جیسے بلند بانگ دعوے خدا رسیدگی اور روحانیت کے ڈھونگ رچانے والے عموماً تمہارے ہاں کیا کرتے ہیں، جاہلیت کے معاشروں میں بالعموم یہ خیال پایا جاتا ہے کہ حضرت قسم کے لوگ ہر اس شخص کی قسمت بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں جو ان کی شان میں کوئی گستاخی کرے۔ بلکہ مر جانے کے بعد ان کی قبر کی بھی کوئی توہین کر گزرے، یا اور کچھ نہیں تو ان کے متعلق کوئی برا خیال ہی دل میں لے آئے تو وہ اس کا تختہ الٹ دیتے ہیں۔ یہ خیال زیادہ تر حضرتوں کا اپنا پھیلایا ہوا ہوتا ہے اور نیک لوگ جو خود ایسی باتیں نہیں کرتے، ان کے نام اور ان کی ہڈیوں کو اپنے کاروبار کا سرمایہ بنانے کے لیے کچھ دوسرے ہوشیار لوگ ان کے متعلق اس خیال کو پھیلاتے ہیں۔ بہر حال عوام میں اسے روحانیت و خدا رسیدگی کا لازمہ سمجھا جاتا ہے کہ آدمی کو قسمتیں بنانے اور بگاڑنے کے اختیارات حاصل ہوں۔ اسی فریب کا طلسم توڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ کفار کو سناتے ہوئے اپنے رسول پاک سے فرما رہا ہے کہ بلاشبہ تم ہمارے پیغمبر ہو اور ہم نے اپنی وحی سے تمہیں سرفراز کیا ہے، مگر تمہارا کام صرف لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانا ہے۔ ان کی قسمتیں تمہارے حوالہ نہیں کر دی گئی ہیں۔ وہ ہم نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھی ہیں۔ بندوں کے اعمال کو دیکھنا اور ان کو عذاب دینا یا نہ دینا ہمارا اپنا کام ہے۔ (تفہیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

القرآن۔ ج ۴۔ سورہ الشوریٰ۔ ص ۴۸۱۔ حاشیہ ۷)

اس زمین پر تمہاری بقا اور تمہاری سلامتی ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ اپنے بل بوتے پر تم یہاں مزے سے نہیں دندنا رہے ہو۔ تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ جو یہاں گزر رہا ہے، اللہ کی حفاظت اور نگہبانی کا رہین منت ہے۔ ورنہ کسی وقت بھی اس کے ایک اشارے سے ایک زلزلہ ایسا آ سکتا ہے کہ یہی زمین تمہارے لیے آغوش مادر کی بجائے قبر کا گڑھا بن جائے، یا ہوا کا ایسا طوفان آ سکتا ہے جو تمہاری بستیوں کو غارت کر کے رکھ دے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۶۔ سورۃ الملک۔ ص ۴۹۔ حاشیہ ۲۶)

(جب کسی شخص کو حفیظ کہیں گے) تو ایسے شخص کو کہیں گے، جو اللہ کی حدود اور اس کے فرائض اور اس کی حرمتوں اور اس کی سپرد کی ہوئی امانتوں کی حفاظت کرے، جو ان حقوق کی نگہداشت کرے جو اللہ کی طرف سے اس پر عائد ہوتے ہیں، جو اس عہد و پیمان کی نگہداشت کرے جو ایمان لا کر اس نے اپنے رب سے کیا ہے، جو اپنے اوقات اور اپنی قوتوں اور محنتوں اور کوششوں کی پاسبانی کرے کہ ان میں سے کوئی چیز غلط کاموں میں ضائع نہ ہو۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵ سورہ ق۔ ص ۱۲۲۔ حاشیہ ۴۱)

۵۰۔ اَلْحَقُّ: سچا۔

(سورہ انعام آیت ۶۲ میں ارشاد ہے) ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ. "پھر سب کے سب اللہ، اپنے حقیقی آقا کی طرف واپس لائے جاتے ہیں۔"

(اسی طرح سورہ یونس آیت ۳۰ میں ہے) وَ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ. "سب اپنے حقیقی مالک کی طرف پھیر دیے جائیں گے۔"

پھر آیت ۳۲ میں بھی ہے۔ فَذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمُ الْحَقُّ. فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ. "تب تو یہی اللہ تمہارا حقیقی رب ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا باقی رہ گیا؟"

تمہارا حقیقی پروردگار، مالک، آقا اور تمہاری بندگی و عبادت کا حق دار اللہ ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۃ یونس۔ ص ۲۸۲ حاشیہ ۳۸)

(سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۴ اور المومنون آیت ۱۱۶ میں ارشاد ہے) فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ "پس بالا و برتر ہے اللہ بادشاہِ حقیقی۔"

(سورہ حج آیت ۶ میں ہے) ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ وَاَنَّہٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی. "یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔"

اللہ کا وجود محض ایک خیالی اور فرضی وجود نہیں ہے جسے بعض عقلی مشکلات رفع کرنے کی خاطر مان لیا گیا ہو۔ وہ نرا فلسفیوں کے خیال کا آفریدہ، واجب الوجود اور علت العلل (First cause) ہی نہیں ہے بلکہ وہ حقیقی فاعلِ مختار ہے جو ہر آن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی قدرت اپنے ارادے، اپنے علم اور اپنی حکمت سے پوری کائنات اور اس کی ایک ایک چیز کی تدبیر کر رہا ہے۔ وہ کھلنڈرا نہیں ہے کہ محض دل بہلانے کے لیے کھلونے بنائے اور پھر یونہی توڑ پھوڑ کر خاک میں ملا دے۔ وہ حق ہے اس کے سب کام سنجیدہ اور بامقصد اور پر حکمت ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الحج۔ ص ۲۰۲۔۲۰۳ حاشیہ ۸)

پورے نظامِ کائنات کو چھوڑ کر آدمی صرف اپنی ہی پیدائش پر غور کرے تو معلوم ہو جائے کہ ایک ایک انسان کی ہستی میں اللہ کی حقیقی اور واقعی تدبیر ہر وقت بالفعل کارفرما ہے اور ہر ایک کے وجود اور نشوونما کا ایک ایک مرحلہ اس کے ارادی فیصلے پر ہی طے ہوتا ہیں۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک لگے بندھے قانون پر ہو رہا ہے جس کو ایک اندھی بہری بے علم و بے ارادہ فطرت چلا رہی ہے۔ لیکن وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں تو انہیں نظر آئے کہ ایک ایک فرد انسانی جس طرح وجود میں آتا ہے اور پھر جس طرح وہ وجود کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے اس میں ایک حکیم و قادر مطلق ہستی کا ارادی فیصلہ کس شان سے کام کر رہا ہے۔ آدمی جو غذا کھاتا ہے اس میں کہیں انسانی تخم موجود نہیں ہوتا، نہ اس میں کوئی چیز ایسی ہوتی ہے جو نفسِ انسانی کے خواص پیدا کرتی ہو۔ یہ غذا جسم میں جا کر کہیں بال، کہیں گوشت اور کہیں ہڈی بنتی ہے، اور ایک خاص مقام پر پہنچ کر یہی اس نطفے میں تبدیل ہو جاتی ہے جس کے اندر انسان بننے کی استعداد رکھنے والے تخم موجود ہوتے ہیں۔ ان تخموں کی کثرت کا یہ حال ہے کہ ایک وقت میں ایک مرد سے جتنا نطفہ خارج ہوتا ہے اس کے اندر کئی کروڑ تخم پائے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک بیضۂ انثی سے مل کر انسان بن جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مگر یہ کسی حکیم و قدیر اور حاکم مطلق کا فیصلہ ہے جو ان بے شمار امیدواروں میں سے کسی ایک کو کسی خاص وقت پر چھانٹ کر بیضہ انثی سے ملنے کا موقع دیتا ہے اور اس طرح استقرار حمل رونما ہوتا ہے۔ پھر استقرار کے وقت مرد کے تخم اور عورت کے بیضی خلیے (Egg cell) کے ملنے سے جو چیز ابتداءً بنتی ہے وہ اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ خوردبین کے بغیر نہیں دیکھی جا سکتی۔ یہ حقیر سی چیز ۹ مہینے اور چند روز میں رحم کے اندر پرورش پا کر جن بے شمار مرحلوں سے گزرتی ہوئی ایک جیتے جاگتے انسان کی شکل اختیار کرتی ہے۔ ان میں سے ہر مرحلے پر غور کرو تو تمہارا دل گواہی دے گا کہ یہاں ہر آن ایک حکیم فعال کا ارادی فیصلہ کام کرتا رہا ہے۔ وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کسے تکمیل کو پہنچانا ہے اور کسے خون کے لوتھڑے یا گوشت کی بوٹی، یا نا تمام بچے کی شکل میں ساقط کر دینا ہے۔ وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو زندہ نکالنا ہے اور کس کو مردہ۔ کس کو معمولی انسان کی صورت و ہیئت میں نکالنا ہے اور کسے ان گنت غیر معمولی صورتوں میں سے کوئی صورت دے دینی ہے۔ کس کو صحیح و سالم نکالنا ہے اور کسے اندھا، بہرا، گونگا یا ٹنڈا یا لنجا بنا کر پھینک دینا ہے۔ کس کو خوب صورت بنانا ہے اور کسے بدصورت۔ کس کو مرد بنانا ہے اور کس کو عورت۔ کس کو اعلیٰ درجے کی قوتیں اور صلاحیتیں دے کر بھیجنا ہے اور کسے کو دَن اور کند ذہن پیدا کرنا ہے۔ یہ تخلیق و تشکیل کا عمل، جو ہر روز کروڑوں عورتوں کے رحموں میں ہو رہا ہے، اس کے دوران میں کسی وقت کسی مرحلے پر بھی ایک خدا کے سوا دنیا کی کوئی طاقت ذرہ برابر اثر انداز نہیں ہو سکتی، بلکہ کسی کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کس پیٹ میں کیا چیز بن رہی ہے اور کیا بن کر نکلنے والی ہے۔ حالانکہ انسانی آبادیوں کی قسمت کے کم از کم ۹۰ فی صدی فیصلے انہی مراحل میں ہو جاتے ہیں اور یہیں افراد ہی کے نہیں، قوموں کے، بلکہ پوری نوعِ انسانی کے مستقبل کی شکل بنائی اور بگاڑی جاتی ہے۔ اس کے بعد جو بچے دنیا میں آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ فیصلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کون کرتا ہے کہ کسے زندگی کا پہلا سانس لیتے ہی ختم ہو جانا ہے، کسے بڑھ کر جوان ہونا ہے، اور کس کو قیامت کے بورے سمیٹنے ہیں؟ یہاں بھی ایک غالب ارادہ کارفرما نظر آتا ہے اور غور کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اس کی کارفرمائی کسی عالمگیر تدبیر و حکمت پر مبنی ہے جس کے مطابق وہ افراد ہی کی نہیں، قوموں اور ملکوں کی قسمت کے بھی فیصلے کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر کسی کو اس امر میں شک ہے کہ اللہ حق ہے اور صرف اللہ ہی حق ہے تو بے شک وہ عقل کا اندھا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۃ الحج۔ ص ۲۰۲۔ ۲۰۴۔ حاشیہ ۹)

حقیقی اختیارات کا مالک اور واقعی رب وہی ہے، اس لیے اس کی بندگی کرنے والے خائب و خاسر نہیں رہ سکتے۔ اور دوسرے تمام معبود سراسر بے حقیقت ہیں، ان کو جن صفات اور اختیارات کا مالک سمجھ لیا گیا ہے ان کی سرے سے کوئی اصلیت نہیں ہے، اس لیے خدا سے منہ موڑ کر ان کے اعتماد پر جینے والے کبھی فلاح و کامرانی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورہ الحج۔ ص ۲۴۷ حاشیہ ۱۰۹)

سارے بناوٹی خدا بیچارے خود اپنے بندوں کے محتاج ہیں۔ صرف ایک خداوندِ عالم ہی وہ حقیقی خدا ہے جس کی خدائی آپ اپنے بل بوتے پر قائم ہے اور جو کسی کی مدد کا محتاج نہیں بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ا۔ سورۃ الانعام۔ ص ۵۲۸ حاشیہ۔ ا)

(سورۃ لقمان آیت ۳۰ میں ارشاد ہے) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ "الخ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے۔" حقیقی فاعل مختار ہے۔ خلق و تدبیر کے اختیارات کا اصل مالک ہے۔ باقی سب (گمراہ انسانوں) کے تخیلات کے آفریدہ خُدا ہیں جو فرض کر لیے گئے ہیں فلاں صاحب خدائی میں کوئی دخل رکھنے والا ہے اور فلاں حضرت کو مشکل کشائی و حاجت روائی کے اختیارات حاصل ہیں۔ حالانکہ فی الواقع ان میں سے کوئی صاحب بھی کچھ نہیں بنا سکتے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴ سورۃ لقمان۔ ص ۲۴ حاشیہ ۵۲۔ ۵۳)

۵۱۔ اَلْمُبِيْنُ: صاف صاف کھول کر بیان کرنے والا، واضح کرنے والا۔

(سورہ النور آیت ۲۵ میں ارشاد ہے) يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ "اس دن اللہ وہ بدلہ انہیں بھر پور دے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے سچ کو سچ کر دکھانے والا ہے۔"

اپنے احکام، اپنی تعلیمات اور ہدایات کو بالکل واضح طریقے سے بیان کرنے والا، حق اور باطل کا فرق نمایاں طریقے سے کھول دینے والا۔ (ضمائر میں قدرے ردو بدل کے ساتھ)۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ النمل۔ ص ۵۵۴۔ حاشیہ ا)

۵۲۔ اَلْغَفَّارُ: درگزر کرنے والا۔

(سورۂ طٰہٰ آیت ۸۲ میں ہے) وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا "البتہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نیک عمل کرے۔"

(سورہ زمر آیت ۵ میں ہے) اَلَا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ. "جان رکھو، وہ زبردست ہے اور درگزر کرنے والا ہے۔"

(سورہ المومن آیت ۴۲ میں ہے) وَاَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ. "حالانکہ میں تمہیں اس زبردست مغفرت کرنے والے خدا کی طرف بلا رہا ہوں۔"

(سورہ ص آیت ۶۶ میں ہے) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ. "آسمانوں اور زمین کا مالک اور ان ساری چیزوں کا مالک جو ان کے درمیان ہیں، زبردست اور درگزر کرنے والا۔"

(سورہ نوح آیت ۱۰ میں ہے) فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا. "میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

زبردست ایسا ہے کہ اگر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی طاقت اس کی مزاحمت نہیں کر سکتی۔ مگر یہ اس کا کرم ہے کہ تم یہ کچھ گستاخیاں کر رہے ہو اور پھر بھی وہ تم کو فوراً پکڑ نہیں لیتا بلکہ مہلت پر مہلت دیے جاتا ہے: اس مقام پر عقوبت میں تعجیل نہ کرنے اور مہلت دینے کو مغفرت (درگزر) سے تعبیر کیا گیا ہے (تفہیم القرآن: ج ۴ سورہ الروم۔ ص ۳۵۹۔ حاشیہ ۱۱)

مغفرت کے لیے چار شرطیں ہیں۔ اوّل توبہ، یعنی سرکشی و نافرمانی یا شرک و کفر سے باز آ جانا۔ دوسرے ایمان یعنی اللہ اور رسول اور کتاب اور آخرت کو صدقِ دل سے مان لینا۔ تیسرے عملِ صالح، یعنی اللہ اور رسول کی ہدایات کے مطابق نیک عمل کرنا، چوتھے اہتداء یعنی راہ راست پر ثابت قدم رہنا اور پھر غلط راستے پر نہ جا پڑنا۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورہ طٰہٰ۔ ص ۱۱۲۔ حاشیہ ۶۰)

صغائر کے مرتکب کا معاف کر دیا جانا کچھ اس وجہ سے نہیں ہے کہ صغیرہ[1] گناہ، گناہ نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ تنگ نظری اور خوردہ گیری کا معاملہ نہیں فرماتا۔ بندے اگر نیکی اختیار کریں اور کبائر و فواحش سے اجتناب کرتے رہیں تو وہ ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر گرفت نہ فرمائے گا اور اپنی رحمتِ بے پایاں کی وجہ سے ان کو ویسے ہی معاف کر دے گا۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ النجم ص ۲۱۴۔ حاشیہ ۳۳)

---

[1] اب رہا سوال کہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں میں فرق کیا ہے اور کس قسم کے گناہ صغیرہ اور کس قسم کے کبیرہ ہیں، تو اس معاملہ میں جس بات پر ہمارا اطمینان ہے وہ یہ ہے کہ "ہر وہ فعل گناہ کبیرہ ہے جسے کتاب و سنت کی کسی نصِ صریح نے حرام قرار دیا ہو، یا اس کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ نے دنیا میں کوئی سزا مقرر کی ہو، یا اس پر آخرت میں عذاب کی وعید سنائی ہو، یا اس کے مرتکب پر لعنت کی ہو، یا اس کے مرتکبین پر نزول عذاب کی خبر دی ہو۔" اس نوعیت کے گناہوں کے ماسوا جتنے افعال بھی شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہیں وہ سب صغائر کی تعریف میں آتے ہیں۔ اسی طرح کبیرہ، محض خواہش یا اس کا ارادہ بھی کبیرہ نہیں بلکہ صغیرہ ہے۔ حتیٰ کہ کسی بڑے گناہ کے ابتدائی مراحل طے کرنا بھی اس وقت تک گناہِ کبیرہ نہیں ہے جب تک آدمی اس کا ارتکاب نہ کر گزرے۔ البتہ گناہ صغیرہ بھی ایسی حالت میں کبیرہ ہو جاتا ہے جب کہ وہ دین کے استخفاف اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں استکبار کے جذبہ سے کیا جائے، اور اس کا مرتکب اُس شریعت کو کسی اعتناء کے لائق نہ سمجھے جس نے اسے ایک برائی قرار دیا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵ سورۃ النجم۔ ص ۲۱۳۔ ۲۱۴ حاشیہ ۳۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۳۔ اَلْقَھَّارُ: سب پر غالب۔

(سورہ یوسف آیت ۳۹ میں ہے) أَ أَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. "بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔"

(سورہ الرعد آیت ۱۶ میں ہے) قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. "کہو، ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے اور وہ یکتا ہے سب پر غالب۔"

(سورہ ابراہیم آیت ۴۸ میں ہے) وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ. "اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے۔"

(سورہ ص آیت ۶۵ میں ہے) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. "(اے نبیؐ) ان سے کہو میں تو بس خبردار کر دینے والا ہوں۔ کوئی حقیقی معبود نہیں مگر اللہ جو یکتا ہے، سب پر غالب۔"

(سورہ زمر آیت ۴ میں ہے) سُبْحَانَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. "پاک ہے وہ اس سے (کہ کوئی اس کا بیٹا ہو) وہ اللہ ہے اکیلا اور سب پر غالب۔"

(سورہ مومن آیت ۱۶ میں ہے) لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ. "(اس روز پکار کر پوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (سارا عالم پکار اُٹھے گا) اللہ واحد قہار کی۔"

''وہ ہستی جو اپنے زور سے سب پر حکم چلائے اور سب کو مغلوب کر کے رکھے۔'' یہ بات کہ ''اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے'' مشرکین کی اپنی ہی تسلیم کردہ حقیقت ہے جس سے انہیں کبھی انکار نہ تھا۔ اور یہ بات کہ ''وہ یکتا اور قہار ہے۔'' اس تسلیم شدہ حقیقت کا لازمی نتیجہ ہے جس سے انکار کرنا، پہلی حقیقت کو مان لینے کے بعد کسی صاحب عقل کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ جو ہر چیز کا خالق ہے، وہ لامحالہ یکتا و یگانہ ہے، کیونکہ دوسری جو چیز بھی ہے وہ اسی کی مخلوق ہے، پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مخلوق اپنے خالق کی ذات، یا صفات یا اختیارات، یا حقوق میں اس کی شریک ہو؟ اسی طرح وہ لامحالہ قہار بھی ہے، کیونکہ مخلوق کا اپنے خالق سے مغلوب ہو کر رہنا عین تصور مخلوقیت میں شامل ہے، غلبۂ کامل اگر خالق کو حاصل نہ ہو تو وہ خلق ہی کیسے کر سکتا ہے۔ پس جو شخص اللہ کو خالق مانتا ہو اس کے لیے ان دو خالص عقلی و منطقی نتیجوں سے انکار کرنا ممکن نہیں رہتا، اور اس کے بعد یہ بات سراسر غیر معقول ٹھہرتی ہے کہ کوئی شخص خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی بندگی کرے۔ اور غالب کو چھوڑ کر مغلوب کو مشکل کشائی کے لیے پکارے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ الرعد۔ ص ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ حاشیہ۔ ۳۰)

دنیا میں جو چیز بھی ہے اس سے مغلوب اور اس کی قاہرانہ گرفت میں جکڑی ہوئی ہے۔ اس کائنات میں کوئی کسی درجے میں بھی اس سے کوئی مماثلت نہیں رکھتا جس کی بنا پر اس کے متعلق یہ گمان کیا جا سکتا ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی رشتہ ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الزمر۔ ص ۳۸۵۔ حاشیہ ۹)

معبودِ حقیقی صرف ایک اللہ ہی ہے، کیونکہ وہ سب پر غالب ہے، زمین و آسمان کا مالک ہے، اور کائنات کی ہر چیز اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ملک ہے۔اس کے ماسوا اس کائنات میں جن ہستیوں کو تم نے معبود بنا رکھا ہے ان میں سے کوئی ہستی بھی ایسی نہیں جو اس سے مغلوب اور اس کی مملوک نہ ہو۔ یہ مغلوب اور مملوک ہستیاں اس غالب اور مالک کے ساتھ خدائی میں شریک کیسے ہو سکتی ہیں اور آخر کس حق کی بنا پر انہیں معبود قرار دیا جاسکتا ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورہ ص۔ص ۳۴۷۔حاشیہ ۵۸)

دنیا میں تو بہت سے برخود غلط لوگ اپنی بادشاہی و جباری کے ڈنکے پیٹتے رہے، اور بہت سے احمق ان کی بادشاہیاں اور کبریائیاں مانتے رہے، (قیامت کے روز اللہ تعالیٰ پوچھے گا) اب بتاؤ کہ بادشاہی فی الواقع کس کی ہے؟ اختیارات کا اصل مالک کون ہے؟ اور حکم کس کا چلتا ہے۔ یہ ایسا مضمون ہے جسے اگر کوئی شخص گوش ہوش سے سنے تو خواہ وہ کتنا ہی بڑا بادشاہ یا آمر مطلق بنا بیٹھا ہو، اس کا زہرہ آب ہو جائے اور ساری جباریت کی ہوا اس کے دماغ سے نکل جائے۔اس موقع پر تاریخ کا یہ واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ سامانی خاندان کا فرمانروا نصر بن احمد (۳۰۱۔۳۳۱ھ) جب نیشاپور میں داخل ہوا تو اس نے ایک دربار منعقد کیا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد فرمائش کی کہ کارروائی کا افتتاح قرآن مجید کی تلاوت سے ہو۔ یہ سن کر ایک بزرگ آگے بڑھے اور انہوں نے یہی رکوع تلاوت کیا۔جس وقت وہ اس آیت پر پہنچے تو نصر پر ہیبت طاری ہوگئی۔لرزتا ہوا تخت سے اترا، تاج سر سے اتار کر سجدے میں گر گیا اور بولا اے رب، بادشاہی تیری ہی ہے نہ کہ میری۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورۃ المومن۔ص ۳۹۹ حاشیہ ۲۷)

۵۴۔اَلْخَلَّاقُ: ماہر۔

(سورۃ الحجر آیت ۸۶ میں ارشاد گرامی ہے) اِنَّ رَبَّکَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ. "یقیناً تمہارا رب سب کا خالق ہے۔

(سورۃ یٰسین آیت ۸۱ میں ارشاد گرامی ہے) اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ. " کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں، جب کہ وہ ماہر خلاق ہے۔"

خالق ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی مخلوق پر کامل غلبہ و تسلط رکھتا ہے کسی مخلوق کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی گرفت سے بچ سکے۔(تفہیم القرآن: ج ۲ سورۃ الحجر۔ص ۵۱۶۔حاشیہ ۴۸)

خدا کی پیدا کردہ کائنات میں کہیں بھی یک رنگی و یکسانی نہیں ہے۔ ہر طرف تنوع ہی تنوع ہے۔ایک ہی زمین اور ایک ہی پانی سے طرح طرح کے درخت نکل رہے ہیں اور ایک درخت کے دو پھل تک اپنے رنگ، اپنی ساخت اور سبزے میں یکساں نہیں ہیں۔ایک ہی پہاڑ کو دیکھو تو اس میں کئی کئی رنگ تمہیں نظر آئیں گے اور اس کے مختلف حصوں کی مادی ترکیب میں بڑا فرق پایا جائے گا۔انسانوں اور جانوروں میں ایک ماں باپ کے دو بچے تک یکساں نہ ملیں گے۔اس کائنات میں اگر کوئی مزاجوں اور طبیعتوں اور ذہنوں کی یکسانی ڈھونڈے اور وہ اختلافات دیکھ کر گھبرا اٹھے تو اس کے اپنے فہم کی کوتاہی ہے۔ یہی تنوع اور اختلاف تو پتہ دے رہا ہے کہ اس کائنات کو کسی زبردست حکیم نے بے شمار حکمتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کا بنانے والا کوئی بے نظیر خلاق اور بے مثل صناع ہے جو ہر چیز کا کوئی ایک ہی نمونہ لے کر نہیں بیٹھ گیا ہے، بلکہ اس کے پاس ہر شے کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نئے سے نئے ڈیزائن اور بے حد و حساب ڈیزائن ہیں۔ پھر خاص طور پر انسانی طبائع اور اذہان کے اختلاف پر کوئی شخص غور کرے تو اسے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ درحقیقت حکمتِ تخلیق کا شاہکار ہے۔ اگر تمام انسان پیدائشی طور پر افتادِ طبع اور اپنی خواہشات، جذبات، میلانات اور طرزِ فکر کے لحاظ سے یکساں بنا دیے جاتے اور کسی اختلاف کی کوئی گنجائش نہ رکھی جاتی تو دنیا میں انسان کی قسم کی ایک نئی مخلوق پیدا کرنا ہی سرے سے لاحاصل ہو جاتا۔ خالق نے جب اس زمین پر ایک ذمہ دار مخلوق اور اختیارات کی حامل مخلوق وجود میں لانے کا فیصلہ کیا تو اس فیصلے کی نوعیت کا لازمی تقاضا یہی تھا کہ اس کی ساخت میں ہر قسم کے اختلاف کی گنجائش رکھی جاتی۔ یہ چیز اس بات کی سب سے بڑی شہادت ہے کہ انسان کسی اتفاقی حادثے کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ایک عظیم الشان منصوبے کا نتیجہ ہے اور ظاہر ہے کہ حکیمانہ منصوبہ جہاں بھی پایا جائے گا وہاں لازماً اس کے پیچھے ایک حکیم ہستی کارفرما ہوگی۔ حکیم کے بغیر حکمت کا وجود صرف ایک احمق ہی فرض کرسکتا ہے۔

(تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ فاطر۔ ص ۲۳۱۔۲۳۲۔ حاشیہ ۴۸)

خالق کا کمالِ حکمت یہ ہے کہ اس نے انسان کی صرف ایک صنف نہیں بنائی۔ بلکہ دو صنفوں (Sexes) کی شکل میں پیدا کیا جو انسانیت میں یکساں ہیں۔ جن کی بناوٹ کا فارمولا بھی یکساں ہے، مگر دونوں ایک دوسرے سے مختلف جسمانی ساخت، مختلف ذہنی و نفسی اوصاف اور مختلف جذبات و داعیات لے کر پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان کے درمیان یہ حیرت انگیز مناسبت رکھ دی گئی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا پورا جوڑ ہے، ہر ایک کا جسم اور اس کے نفسیات و داعیات دوسرے کے جسمانی و نفسیاتی تقاضوں کا مکمل جواب ہیں۔ مزید براں وہ خالقِ حکیم ان دونوں صنفوں کے افراد کو آغازِ آفرینش سے برابر اس تناسب کے ساتھ پیدا کیے چلا جا رہا ہے کہ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ دنیا کی کسی قوم یا کسی خطۂ زمین میں صرف لڑکے ہی لڑکے پیدا ہوئے ہوں، یا کسی قوم میں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی چلی گئی ہوں۔ یہ ایسی چیز ہے جس میں کسی انسانی تدبیر کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔ انسان ذرہ برابر بھی نہ اس معاملہ میں اثر انداز ہوسکتا ہے کہ لڑکیاں مسلسل ایسی زنانہ خصوصیات اور لڑکے مسلسل ایسی مردانہ خصوصیات لیے ہوئے پیدا ہوتے رہیں جو ایک دوسرے کا پورا جوڑ ہوں اور نہ اس معاملہ میں اس کے پاس اثر انداز ہونے کا کوئی ذریعہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کی پیدائش اس طرح مسلسل ایک تناسب کے ساتھ ہوتی چلی جائے۔ ہزارہا سال سے کروڑوں اور اربوں انسانوں کی پیدائش میں اس تدبیر و انتظام کا اتنے مناسب طریقے سے پیہم جاری رہنا اتفاقاً بھی نہیں ہوسکتا، اور یہ بہت سے خداؤں کی مشترک تدبیر کا نتیجہ بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ چیز صریحاً اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ایک خالق حکیم اور ایک ہی خالقِ حکیم نے اپنی غالب حکمت و قدرت سے ابتداء مرد اور عورت کا ایک موزوں ترین ڈیزائن بنایا، پھر اس بات کا انتظام کیا کہ اس ڈیزائن کے مطابق بے حد و حساب مرد اور بے حد و حساب عورتیں اپنی اپنی الگ الگ انفرادی خصوصیات لیے ہوئے دنیا بھر میں ایک تناسب کے ساتھ پیدا ہوں۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ الروم۔ ص ۷۴۷۔ حاشیہ ۲۸)

انسان کا مادۂ تخلیق اس کے سوا کیا ہے کہ چند بے جان مادّے ہیں جو زمین میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً کچھ کاربن، کچھ کیلسیم، کچھ سوڈیم اور ایسے ہی چند اور عناصر۔ انہی کو ترکیب دے کر وہ حیرت انگیز ہستی بنا کھڑی کی گئی ہے جس کا نام انسان ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوراس کے اندر احساسات، جذبات، شعور، تعقل اور تخیل کی وہ عجیب قوتیں پیدا کر دی گئی ہیں جن میں سے کسی کا منبع بھی اس کے عناصر ترکیبی میں تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ پھر یہی نہیں کہ ایک انسان اتفاقاً ایسا بن کھڑا ہوا ہو بلکہ اس کے اندر وہ عجیب تولیدی قوت بھی پیدا کر دی گئی جس کی بدولت کروڑوں اور اربوں انسان وہی ساخت اور وہی صلاحیتیں لیے ہوئے بے شمار موروثی اور بے حد و حساب انفرادی خصوصیات کے حامل نکلتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا عقل اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ یہ انتہائی حکیمانہ خلاقت کسی صانع حکیم کی تخلیق کے بغیر آپ سے آپ ہی ہوگئی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ الروم ص ۷۴۳۔ حاشیہ ۲۷)

۵۴۔ اَلفتَّاحُ: زبردست حاکم۔ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا۔

(سورۂ سبا آیت ۲۶ میں ارشادِ باری ہے) قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ.
''کہو ہمارا رب ہم کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا۔ وہ زبردست حاکم ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔''

حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ ہمیں اور تمہیں دونوں ہی کو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے اور رب وہ ہے جو حقیقت کو بھی جانتا ہے اور ہم دونوں گروہوں کے حالات سے بھی پوری طرح باخبر ہیں۔ وہاں جا کر نہ صرف اس امر کا فیصلہ ہوگا کہ ہم میں اور تم میں سے حق پر کون تھا اور باطل پر کون۔ بلکہ اس مقدمے کا فیصلہ بھی ہو جائے گا کہ ہم نے تم پر حق واضح کرنے کے لیے کیا کچھ کیا اور تم نے باطل پرستی کی ضد میں آ کر ہماری مخالفت کس کس طرح کی۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ سبا ص ۲۰۲۔ حاشیہ ۴۹)

اللہ تعالیٰ کے فیصلے تمہاری خواہشات کے تابع نہیں ہیں کہ کسی کام کے لیے جو وقت تم مقرر کر و اس وقت پر وہ اس کام کو کرنے کا پابند ہو۔ اپنے معاملات کو وہ اپنی ہی صوابدید کے مطابق انجام دیتا ہے۔ تم اسے کیا سمجھ سکتے ہو کہ اللہ کی اسکیم میں نوع انسانی کو کب تک اس دنیا کے اندر کام کرنے کا موقع ملنا ہے، کتنے اشخاص اور کتنی قوموں کی کس کس طرح آزمائش ہونی ہے، اور کونسا وقت اس کے لیے موزوں ہے کہ اس دفتر کو لپیٹ دیا جائے اور تمام اوّلین و آخرین کو محاسبہ کے لیے طلب کر لیا جائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ سبا۔ ص ۲۰۴۔ حاشیہ ۴۹)

۵۵۔ الوَدُوْدُ: بہت محبت رکھنے والا۔

۱۔ (سورۂ ہود آیت ۹۰ میں ہے)۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ. ''دیکھو! اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔''
۲۔ (سورۂ بروج آیت ۱۴ میں ہے) اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ. وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ. ''وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ بخشنے والا ہے محبت کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سنگ دل اور بے رحم نہیں ہے۔ اس کو اپنی مخلوق سے کوئی دشمنی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ سزا دینے ہی کو اس کا جی چاہے اور اپنے بندوں کو مار مار کر ہی خوش ہو۔ تم لوگ اپنی سرکشیوں میں جب حد سے گزر جاتے ہو اور کسی طرح فساد پھیلانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے باز ہی نہیں آتے تب وہ بادلِ نخواستہ سزا دیتا ہے۔ ورنہ اس کا حال تو یہ ہے کہ تم خواہ کتنے ہی قصور کر چکے ہو، جب بھی اپنے افعال پر نادم ہو کر اس کی طرف پلٹو گے اس کے دامنِ رحمت کو اپنے لیے وسیع پاؤ گے۔ کیونکہ اپنی پیدا کی ہوئی وسیع مخلوق سے وہ بے پایاں محبت رکھتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورہ ہود۔ ص ۳۶۳۔ حاشیہ ۱۰۱)

۵۶۔ الْغَفُوْرُ: بہت ہی درگزر فرمانے والا۔

سورۂ توبہ آیات ۲۷، ۹۱، ۹۹، ۱۰۲۔ یونس آیت ۱۰۷۔ ہود آیت ۴۱۔ یوسف آیات ۵۳، ۹۸۔ ابراہیم آیت ۳۶۔ الحجر آیت ۴۹۔ النحل آیات ۱۸، ۱۱۰، ۱۱۵، ۱۱۹۔ الکہف: ۵۸۔ الحج آیت ۶۰۔ النور آیات ۵، ۲۲، ۳۳، ۶۲۔ النحل آیت ۱۱۔ القصص آیت ۱۶۔ سبا آیات ۲۔ ۱۵۔ فاطر آیات ۲۸، ۳۰، ۳۴۔ الزمر آیت ۵۳۔ حٰم سجدہ آیت ۳۲۔ الشوریٰ آیات ۵، ۲۳۔ الاحقاف آیت ۸۔ الحجرات آیات ۵۔ ۱۴۔ الحدید آیت ۲۸۔ المجادلہ آیات ۲، ۱۲۔ الممتحنہ آیات ۷، ۱۲۔ التغابن آیت ۱۴۔ التحریم آیت ۱۔ الملک آیت ۲۔ المزمل آیت ۲۰۔ البروج آیت ۱۴ میں یہ اسم الٰہی بیان ہوا ہے۔

غَفُوْرًا سورۂ نساء آیات ۲۳، ۴۳، ۹۶، ۹۹، ۱۰۰، ۱۱۰، ۱۲۹، ۱۵۲، سورہ الاسراء آیات ۲۵، ۴۴۔ الفرقان آیات ۶، ۷۰۔ الاحزاب آیات ۵، ۲۴، ۵۰، ۵۹، ۷۳، فاطر آیت ۴۱۔ الفتح آیت ۱۴ میں بیان ہوا ہے۔

وہ بے انتہا زبردست اور سب پر پوری طرح غالب ہونے کے باوجود اپنی مخلوق کے حق میں رحیم و غفور ہے، ظالم اور سخت گیر نہیں ہے، برے عمل کرنے والوں کو سزا دینے کی وہ پوری قدرت رکھتا ہے، کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اسکی سزا سے بچ سکے، مگر جو نادم ہو کر برائی سے باز آجائے اور معافی مانگ لے اس کے ساتھ وہ درگزر کا معاملہ کرنے والا ہے۔ (آیات حٰم السجدہ بنی اسرائیل)

اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جس وقت کسی سے قصور سرزد ہو اسی وقت پکڑ کر اسے سزا دے ڈالے۔ یہ اس کی شانِ رحیمی کا تقاضا ہے کہ مجرموں کو پکڑنے میں وہ جلد بازی سے کام نہیں لیتا اور مدتوں ان کو سنبھلنے کا موقع دیتا رہتا ہے۔ مگر سخت ناداں ہیں وہ لوگ جو اس ڈھیل کو غلط معنی میں لیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ خواہ کچھ ہی کرتے رہیں، ان سے کبھی باز پرس ہوگی ہی نہیں (تفہیم القرآن: ج ۶۔ سورۂ الملک۔ ص ۴۲۔ حاشیہ ۵)

قصور کرنے والا اگر توبہ کر کے اپنے رویّے کی اصلاح کر لے اور برے عمل کے بجائے نیک عمل کرنے لگے تو اس کے لیے عفو و درگزر کا دروازہ کھلا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ الکہف۔ ص ۳۳۔ حاشیہ ۵۵)

۵۷۔ الرَّؤُفُ: بڑی شفقت اور مہربانی فرمانے والا، خیر خواہ، نرم خو۔

(سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳ میں ہے) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ "اللہ تمہارے اس ایمان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا، یقین جانو کہ وہ لوگوں کے حق میں نہایت شفیق و رحیم ہے۔"

(سورۂ بقرہ آیت ۲۰۷ میں ہے) وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ م بِالْعِبَادِ۔ "اور ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورۂ آل عمران آیت ۳۰ میں ارشاد ہے) وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ. "اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیر خواہ ہے۔"

(سورۂ توبہ آیت ۱۱۷ میں ہے) ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. "اللہ نے انہیں معاف کر دیا، بے شک اس کا معاملہ ان لوگوں کے ساتھ شفقت و مہربانی کا ہے۔"

(سورۂ نحل آیت ۷ میں ہے) وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. "وہ تمہارے بوجھ ڈھو کر ایسے ایسے مقامات تک لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جانفشانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔"

(سورۂ نحل آیت ۴۷ میں ہے) اَوْيَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. "یا ایسی حالت میں انہیں پکڑے جب کہ انہیں خود آنے والی مصیبت کا کھٹکا لگا ہوا ہو اور وہ اس سے بچنے کی فکر میں چوکنے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی نرم خو اور رحیم ہے۔"

(سورۂ حج آیت ۶۵ میں آیا ہے) اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. "واقعہ یہ ہے کہ اللہ لوگوں کے حق میں بڑا ہی شفیق اور رحیم ہے۔"

(سورۂ نور آیت ۲۰ میں ہے) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. "اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا شفیق و رحیم ہے۔" (تو یہ چیز جو ابھی تمہارے اندر پھیلائی گئی تھی بدترین نتائج دکھا دیتی)

(سورۂ حدید آیت ۹ میں ارشاد ہے) لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ. وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. "تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تم پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔"

(سورۂ حشر آیت ۱۰ میں آیا ہے) وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. "اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ: اے ہمارے رب! تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

یہ اس کی انتہائی خیر خواہی ہے کہ وہ تمہیں قبل از وقت ایسے اعمال پر متنبہ کر رہا ہے جو تمہارے انجام کی خرابی کے موجب ہو سکتے ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ النمل۔ ص ۵۵۹۔ حاشیہ ۱۵)

۵۸۔ اَلشَّكُوْرُ: قدر دان۔

(سورۂ فاطر آیت ۳۰ میں آیا ہے) لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔ "تاکہ اللہ ان کے اجر پورے کے پورے ان کو دے اور مزید اپنے فضل سے ان کو عطا فرمائے۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور قدر دان ہے۔"

(سورۂ فاطر آیت ۳۴ میں ہے) اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ. "یقیناً ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورۃ الشوریٰ آیت ۲۳ میں ہے) وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ. ''جوکوئی بھلائی کمائے گا ہم اس کے لیے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کردیں گے۔ بے شک اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور قدردان ہے۔''

(سورۃ التغابن آیت ۱۷ میں ہے) وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ. ''اللہ بڑا قدردان اور بردبار ہے۔''

مخلص اہل ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس تنگ دل آقا کا سا نہیں ہے جو بات بات پر گرفت کرتا ہو اور ایک ذرا سی خطا پر اپنے ملازم کی ساری خدمتوں اور وفاداریوں پر پانی پھیر دیتا ہو۔ وہ فیاض اور کریم آقا ہے۔ جو بندہ اس کا وفادار ہو اس کی خطاؤں پر چشم پوشی سے کام لیتا ہے اور جو کچھ بھی خدمت اس سے بن آئی ہو اس کی قدر فرماتا ہے۔

جان بوجھ کر نافرمانی کرنے والے مجرمین کے برعکس، نیکی کی کوشش کرنے والے بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ (۱) جتنی کچھ اپنی طرف سے نیک بننے کی سعی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس سے زیادہ نیک بنا دیتا ہے۔ (۲) ان کے کام میں جو کوتاہیاں رہ جاتی ہیں، یا نیک بننے کی کوشش کے باوجود جو گناہ ان سے سرزد ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے چشم پوشی کرتا ہے، اور (۳) جو تھوڑی سی نیک عمل کی پونجی وہ لے کر آتے ہیں اللہ ان پر ان کی قدر افزائی کرتا ہے اور انہیں زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۱۔ سورۃ آل عمران۔ ص ۲۴۵۔ حاشیہ ۲۷)

۵۹۔ اَلْبَصِيْرُ: سب کچھ دیکھنے والا۔

(یہ اسم گرامی قرآن مجید کی بہت سی سورتوں میں آیا ہے)۔ مثلاً سورۃ بقرہ آیات ۹۶، ۱۱۰، ۲۳۳، ۲۳۷، ۲۶۵۔ آل عمران آیات ۱۵، ۲۰، ۱۵۶، ۱۶۳۔ المائدہ آیت ۷۱۔ الانفال آیات ۳۹، ۷۲۔ المومن آیت ۱۱۲۔ بنی اسرائیل آیت ۱۔ الحج آیات ۶۱، ۷۵۔ لقمان آیت ۲۸، سبا آیت ۱۱۔ فاطر آیت ۳۱ المومن آیات ۲۰، ۴۴، ۵۶۔ حم السجدہ، آیت ۴۰۔ الشوریٰ آیات ۱۱، ۲۷۔ الحجرات آیت ۱۸۔ الحدید آیت ۴۔ المجادلہ آیت ۱۔ الممتحنہ آیت ۳۔ التغابن آیت ۲۔ الملک آیت ۱۹۔

وہ بیک وقت ساری کائنات کو اس کی ایک ایک چیز اور ایک ایک واقعہ کی تفصیل کے ساتھ دیکھ رہا ہے اور کسی چیز کے دیکھنے میں اس کی بینائی اس طرح مشغول نہیں ہوتی کہ اسے دیکھتے ہوئے وہ دوسری چیزیں نہ دیکھ سکے (تفہیم القرآن ج ۴ سورۃ۔ فاطر۔ ص ۲۳۳۔ حاشیہ ۵۲)

جو کچھ وہ کر رہا ہے دیکھ کر ہی کر رہا ہے۔ اس کی نگری اندھیر نگری نہیں ہے۔

سورہ فرقان آیت ۲۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا. ''تمہارا رب سب کچھ دیکھتا ہے۔'' جس خلوص اور راست بازی کے ساتھ اس کٹھن خدمت کو تم انجام دے رہے ہو وہ بھی تمہارے رب کی نگاہ میں ہے اور تمہاری مساعیٔ خیر کا مقابلہ جن زیادتیوں اور بے ایمانیوں سے کیا جا رہا ہے وہ بھی اس سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے۔ لہٰذا پورا اطمینان رکھو کہ نہ تم اپنی خدمات کی قدر سے محروم رہو گے اور نہ ہی وہ اپنی زیادتیوں کے وبال سے بچے رہ جائیں گے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴: سورۃ الشوریٰ۔ ص ۵۰۲۔ حاشیہ ۴۲)

جو چیز بھی دنیا میں موجود ہے اللہ کی نگہبانی کی بدولت موجود ہے۔ وہی ہر شے کے لیے وہ اسباب فراہم کر رہا ہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے وجود کے لیے درکار ہیں، اور وہی اس بات کی نگرانی کر رہا ہے کہ اس کی پیدا کردہ ہر مخلوق کو اس کی ضروریات بہم پہنچیں۔(تفہیم القرآن: ج۶۔سورۃ الملک: ص۔۵۔حاشیہ۳۰)

(سورہ التغابن آیت۲ میں ارشاد ربانی ہے)وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ. ''وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔''

اس فقرے میں ''دیکھنے'' کا مطلب محض دیکھنا ہی نہیں ہے، بلکہ اس سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جیسے تمہارے اعمال ہیں ان کے مطابق تم کو جزا یا سزا دی جائے گی۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی حاکم اگر کسی شخص کو اپنی ملازمت میں لے کر یہ کہے کہ میں دیکھتا ہوں تم کس طرح کام کرتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ٹھیک طرح کام کرو گے تو تمہیں انعام اور ترقی سے نوازوں گا، ورنہ تم سے سخت مواخذہ کروں گا۔(تفہیم القرآن: ج۵۔سورۃ التغابن ص۵۲۹۔حاشیہ۶)

(سورۃ آل عمران آیت۱۵ میں آیا ہے)وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ. ''اللہ اپنے بندوں کے رویے پر گہری نظر رکھتا ہے۔''

اللہ غلط بخش نہیں ہے اور نہ سرسری اور سطحی طور پر فیصلہ کرنے والا ہے۔ وہ بندوں کے اعمال و افعال اور ان کی نیتوں اور ارادوں کو خوب جانتا ہے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ بندوں میں سے کون اس کے انعام کا مستحق ہے اور کون نہیں ہے۔(تفہیم القرآن: ج۱۔سورۃ آل عمران۔ص۲۳۸۔حاشیہ۱۲)

کیونکہ بندوں کی فطرت اور اس کے تقاضوں سے وہی باخبر ہے اور ان کے حقیقی مصالح پر وہی نگاہ رکھتا ہے(تفہیم القرآن۔ج۴۔سورہ الفاطر ص۲۳۴۔حاشیہ۵۴)

سورۃ حٰم السجدہ آیت۴۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ.

''کرتے رہو جو کچھ تم چاہو، تمہاری ساری حرکتوں کو اللہ دیکھ رہا ہے۔''

سورۃ الشوریٰ آیت۱۱ میں ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ.

''کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

سورۃ الشوریٰ آیت۲۷ میں ارشادِ الٰہی ہے۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ ۢ بَصِيْرٌ.

''اگر اللہ اپنے سب بندوں کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے، مگر وہ ایک حساب سے جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور ان پر نگاہ رکھتا ہے۔''

سورۃ الحجرات آیت۱۸ میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ.

''اللہ زمین اور آسمانوں کی ہر پوشیدہ چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اس کی نگاہ میں ہے۔''

سورۃ الحدید آیت ۴ میں ارشاد ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ.

''وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔''

سورۃ المجادلہ آیت ۱ میں ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ م بَصِيْرٌ.

''اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

سورۃ الممتحنہ آیت ۳ میں ارشاد ربانی ہے:

يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ.

''اس روز (قیامت کے روز) اللہ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا اور وہی تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔''

سورۃ التغابن آیت ۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ.

''پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن، اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔''

سورۃ الملک آیت ۱۹ میں ہے:

مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ م بَصِيْرٌ.

''رحمان کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو۔ وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

(گم کردہ راہ لوگوں کے خود ساختہ) معبودوں کی طرح وہ کوئی اندھا بہرہ خدا نہیں ہے جسے کچھ پتہ نہ ہو کہ جس آدمی کے معاملے کا وہ فیصلہ کر رہا ہے اس کے کیا کرتوت تھے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ المومن۔ ص ۴۰۲۔ حاشیہ ۳۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۰۔ اَلْمُتَعَالُ: ہر حال میں بالاتر رہنے والا۔

(سورہ رعد آیت ۹ میں ارشاد ربانی ہے) عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ. ''وہ پوشیدہ اور ظاہر، ہر چیز کا عالم ہے۔وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔''

۶۱۔ اَلْمُقِيْتُ: قدرت رکھنے والا، نگہبان، روزی دینے والا، گواہ۔

(سورہ النساء آیت ۸۵ میں ارشاد ہے) وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا. ''اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔''

ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جس جس قسم کی جتنی مخلوق بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا تھا، ہر ایک کی مانگ اور حاجت کے ٹھیک مطابق غذا کا پورا سامان حساب لگا کر اس نے زمین کے اندر رکھ دیا۔ نباتات کی بے شمار اقسام خشکی اور تری میں پائی جاتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی غذائی ضروریات دوسری اقسام سے مختلف ہیں۔ جاندار مخلوقات کی بے شمار انواع ہوا اور خشکی اور تری میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور ہر نوع ایک الگ قسم کی غذا مانگتی ہے۔ پھر ان سب سے جدا، ایک اور مخلوق انسان ہے جس کو محض جسم کی پرورش ہی کے لیے نہیں بلکہ اپنے ذوق کی تسکین کے لیے بھی طرح طرح کی خوراکیں درکار ہیں۔ اللہ کے سوا کون جان سکتا تھا کہ اس کرۂ خاکی پر زندگی کا آغاز ہونے سے لے کر اس کے اختتام تک کس کس قسم کی مخلوقات کے افراد کہاں کہاں اور کب کب وجود میں آئیں گے اور ان کو پالنے کے لیے کیسی اور کتنی غذا درکار ہوگی۔ اپنی تخلیقی اسکیم میں جس طرح اس نے غذا طلب کرنے والی ان مخلوقات کو پیدا کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اسی طرح اس نے ان کی طلب کو پورا کرنے کے لیے خوراک کا بھی مکمل انتظام کر دیا۔

موجودہ زمانے میں مارکسی تصورِ اشتراکیت کے ماننے والوں کا نظریہ ہے کہ اللہ نے زمین میں سب لوگوں کے لیے برابر خوراک رکھی ہے لہٰذا ریاست کا ایک ایسا نظام درکار ہے جو سب کو غذا کا مساوی راشن دے، کیونکہ انفرادی ملکیت کے نظام میں وہ مساوات قائم نہیں ہوسکتی ---- یہ حضرات یہ بات بھول جاتے ہیں کہ صرف انسان ہی نہیں بلکہ مختلف اقسام کی سب مخلوقات ہیں جنہیں زندہ رہنے کے لیے غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا واقعی ان سب کے درمیان، یا ایک ایک قسم کی مخلوقات کے تمام افراد کے درمیان خدا نے سامانِ پرورش میں مساوات رکھی ہے؟ کیا فطرت کے اس پورے نظام میں کہیں آپ کو غذا کے مساوی راشن کی تقسیم کا انتظام نظر آتا ہے؟ اگر واقعہ یہ نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نباتات اور حیوانات کی دنیا میں، جہاں انسانی ریاست نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ریاست براہ راست تقسیم رزق کا انتظام کر رہی ہے۔ اللہ میاں خود اپنے اس قرآنی قانون کی خلاف ورزی ---- بلکہ معاذ اللہ، بے انصافی ---- فرما رہے ہیں۔ پھر وہ یہ بات بھی بھول جاتے ہیں کہ حیوانات بھی ہیں جنہیں انسان پالتا ہے اور جن کی خوراک کا انتظام انسان ہی کے ذمہ ہے۔ مثلاً بھیڑ، بکری، گائے، گھوڑے، گدھے، خچر اور اونٹ وغیرہ۔ تو کیا وہ ریاست انسان اور ان حیوانات کے درمیان بھی معاشی مساوات قائم کرے گی؟ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورہ حٰم السجدہ۔ ص ۴۴۳۔ حاشیہ ۱۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۲۔ اَلْمُسْتَعَانُ: فریادرس، جس سے مدد مانگی جائے۔ مدد کا سہارا۔

(سورۂ یوسف آیت ۱۸ میں ارشادِ ربانی ہے)۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَ. "جو بات تم بنا رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔"

(سورۂ الانبیاء آیت ۱۱۲ میں ارشاد ہے) وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَ. "ان کے مقابلے میں ہمارا رب رحمان ہی ہمارے لیے مدد کا سہارا ہے۔"

(سورۂ فاتحہ میں ارشاد ہے) اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ. "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔" یعنی تیرے ساتھ ہمارا تعلق محض عبادت ہی کا نہیں ہے بلکہ استعانت کا تعلق بھی ہم تیرے ہی ساتھ رکھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ساری کائنات کا رب تو ہی ہے، اور ساری طاقتیں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں، اور ساری نعمتوں کا تو ہی اکیلا مالک ہے، اس لیے ہم اپنی حاجتوں کی طلب میں تیری طرف ہی رجوع کرتے ہیں، تیرے ہی آگے ہمارا ہاتھ پھیلتا ہے اور تیری مدد ہی پر ہمارا اعتماد ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۱۔ سورۂ الفاتحہ۔ ص ۴۵۔ حاشیہ ۷)

۶۳۔ اَلْوَهَّابُ: اصل داتا، فیاضِ حقیقی۔

(سورۂ آل عمران آیت ۸ میں ہے) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. "پروردگار! جب تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے، تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کردیجیو۔ ہمیں اپنے خزانۂ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے۔"

(سورۂ ص آیت ۹ میں ارشاد ہے) اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّکَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ. "کیا تیرے داتا اور غالب پروردگار کی رحمت کے خزانے ان کے قبضے میں ہیں۔"

(سورہ ص آیت ۳۵ میں ہے) قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْکًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. "اے میرے رب مجھے معاف کردے اور مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو۔ بے شک تو ہی اصل داتا ہے۔"

بندے کے لیے صحیح رویہ قصور کر کے اکڑنا نہیں ہے بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ جس وقت بھی اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اسی وقت وہ عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے آگے جھک جائے۔ اس رویہ کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لغزشوں کو معاف ہی نہیں کرتا بلکہ زیادہ الطاف وعنایات سے نوازتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورہ ص۔ ۳۳۶۔ حاشیہ ۳۶)

اللہ تعالیٰ کو بندے کی اکڑ جتنی مبغوض ہے، اس کی عاجزی کی ادا اتنی ہی محبوب ہے۔ بندہ اگر قصور کرے اور تنبیہ کرنے پر الٹا اور زیادہ اکڑ جائے تو انجام وہ ہوتا ہے (جو ابلیس کا ہوا) اس کے برعکس ذرا لغزش بھی اگر بندے سے ہو جائے اور وہ توبہ کر کے عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے سامنے جھک جائے تو اس پر وہ نوازشات فرمائی جاتی ہیں جو داؤد و سلیمان علیہما السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر فرمائی گئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے استغفار کے بعد جو دعا کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسے لفظ بلفظ پورا کیا اور ان کو فی الواقع ایسی بادشاہی دی جو نہ ان سے پہلے کسی کو ملی تھی، نہ ان کے بعد آج تک کسی کو عطا کی گئی۔ ہواؤں پر تصرف اور جنوں پر حکمرانی ایک ایسی غیر معمولی طاقت ہے جو انسانی تاریخ میں صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کو بخشی گئی ہے، کوئی دوسرا اس میں ان کا شریک نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورہ ص۔ ۳۳۹ حاشیہ ۴۰)

اللہ کے نیک بندے جب مصائب و شدائد میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے رب سے شکوہ سنج نہیں ہوتے بلکہ صبر کے ساتھ اس کی ڈالی ہوئی آزمائشوں کو برداشت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ ان کا یہ طریقہ نہیں ہوتا کہ کچھ مدت تک خدا سے دعا مانگتے رہنے پر بلا نہ ٹلے تو پھر اس سے مایوس ہو کر دوسروں کے آستانوں پر ہاتھ پھیلانا شروع کر دیں۔ بلکہ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ملنا ہے اللہ ہی کے ہاں سے ملنا ہے، اس لیے مصیبتوں کا سلسلہ چاہے کتنا ہی دراز ہو وہ اسی کی رحمت کے امیدوار بنے رہتے ہیں اسی لیے وہ ان الطاف و عنایات سے سرفراز ہوتے ہیں جن کی مثال حضرت ایوب علیہ السلام کی زندگی میں ملتی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴، سورہ ص۔ ص ۳۴۲۔ حاشیہ ۴۷)

۶۴۔ اَلْحَفِیُّ: بڑا ہی مہربان۔

(سورۂ مریم آیت ۴۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے)۔ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُلَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا. "ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ سلام ہے آپ کو میں اپنے رب سے دعا کروں گا کہ آپ کو معاف کر دے، میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔"

۶۵۔ اَلْوَارِثُ: حقیقی وارث۔

(سورۂ الحجر آیت ۲۳ میں ارشاد ربانی ہے) وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُوْنَ. "زندگی اور موت ہم دیتے ہیں اور ہم ہی سب کے وارث ہونے والے ہیں۔"

یعنی تمہارے بعد ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔ تمہیں جو کچھ بھی ملا ہوا ہے محض عارضی استعمال کے لیے ملا ہوا ہے۔ آخر کار ہماری دی ہوئی ہر چیز کو یونہی چھوڑ کر تم خالی ہاتھ رخصت ہو جاؤ گے اور یہ سب چیزیں جوں کی توں ہمارے خزانے میں رہ جائیں گی۔ (تفہیم القرآن، ج ۲۔ سورۂ الحجر۔ ص ۵۰۳۔ حاشیہ ۱۵)

(سورۂ انبیا آیت ۸۹ میں ارشاد ہوا ہے) وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ. "اور زکریا کو، جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے پروردگار، مجھے اکیلا نہ چھوڑ، اور بہترین وارث تو تو ہی ہے۔ یعنی تو اولاد نہ بھی دے تو غم نہیں، تیری ذات پاک وارث ہونے کے لیے کافی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ الانبیاء ص ۱۸۳۔ حاشیہ ۸۶)

زمین و آسمان کی جو چیز بھی کوئی مخلوق استعمال کر رہی ہے وہ دراصل اللہ کی ملک ہے اور اس پر مخلوق کا قبضہ و تصرف عارضی ہے۔ ہر ایک کو اپنے مقبوضات سے بہر حال بے دخل ہونا ہے اور آخر کار سب کچھ اللہ ہی کے پاس رہ جانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(تفہیم القرآن۔ج ا۔سورۂ آل عمران۔ص ۳۰۶۔حاشیہ ۱۲۷!)

یہ مال تمہارے پاس ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ایک دن تمہیں لازماً اسے چھوڑ کر ہی جانا ہے اور اللہ ہی اس کا وارث ہونے والا ہے پھر کیوں نہ اپنی زندگی میں اسے اپنے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو تاکہ وہ اللہ کے ہاں اس کا اجر تمہارے لیے ثابت ہو جائے۔نہ خرچ کرو گے تب بھی یہ اللہ ہی کے پاس واپس جا کر رہے گا،البتہ فرق یہ ہوگا کہ اس پر تم کسی اجر کے مستحق نہ ہوگے۔اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے تم کو کسی فقر اور تنگ دستی کا اندیشہ لاحق نہ ہونا چاہیے، کیونکہ جس خدا کی خاطر تم اسے خرچ کرو گے وہ زمین و آسمان کے سارے خزانوں کا مالک ہے،اس کے پاس تمہیں دینے کو بس اتنا ہی کچھ نہ تھا جو اس نے آج تمہیں دے رکھا ہے، بلکہ کل وہ تمہیں اس سے زیادہ دے سکتا ہے۔(جیسا کہ سورہ سبا آیت ۳۹ میں ارشاد ہے:)

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُلَهٗ وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ.(سبا: ۳۹)

''اے نبیؐ! ان سے کہو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اس کی جگہ وہی مزید رزق تمہیں دیتا ہے اور وہ بہترین رزاق ہے۔''

(سورۃ القصص آیت ۵ میں ہے)

وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ.

''اور انہیں پیشوا بنادیں اور انہیں کو وارث بنائیں۔''

(سورۃ القصص آیت ۵۸ میں ہے)

وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ.

''آخر کار ہم ہی وارث ہو کر رہے۔''

(سورۃ مریم آیت ۴۰ میں ارشاد ہے)

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ.

''آخر کار ہم ہی زمین اور اس کی ساری چیزوں کے وارث ہوں گے اور سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے۔''

بڑی سے بڑی دولت بھی جو دنیا میں کسی شخص کو ملی ہے، ایک تھوڑی سی مدت ہی کے لیے ملی ہے۔چند سال وہ اس کو برت لیتا ہے اور پھر سب کچھ چھوڑ کر دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہو جاتا ہے۔پھر وہ دولت بھی چاہے بہی کھاتوں میں کتنی ہی بڑی ہو،عملاً اس کا ایک قلیل سا حصہ ہی آدمی کے اپنے استعمال میں آتا ہے۔اس مال پر اترانا کسی ایسے انسان کا کام نہیں ہے جو اپنی اور اس مال و دولت کی اور خود اس دنیا کی حقیقت کو سمجھتا ہو۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورۃ الشوریٰ۔ص ۵۰۶۔۵۰۷۔حاشیہ ۵۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۶۔ اَلْوَلِیُّ: حامی، ساتھی، دوست، سرپرست۔

ولی سے مراد وہ ہستی ہے جو اپنی پیدا کردہ ساری مخلوق کے معاملات کی متولی ہے، جس نے بندوں کی حاجات و ضروریات پوری کرنے کا ذمہ لے رکھا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۃ الشوریٰ۔ ص ۵۰۴۔ حاشیہ ۴۹)

ولایت کوئی من سمجھوتے کی چیز نہیں ہے کہ آپ جسے چاہیں اپنا ولی بنا بیٹھیں اور وہ حقیقت میں بھی آپ کا سچا اور اصلی ولی بن جائے اور ولایت کا حق ادا کر دے۔ یہ تو ایک امر واقعی ہے جو لوگوں کی خواہشات کے ساتھ بنتا اور بدلتا نہیں چلا جاتا، بلکہ جو حقیقت میں ولی ہے وہی ولی ہے، خواہ آپ اسے ولی نہ سمجھیں اور نہ مانیں، اور جو حقیقت میں ولی نہیں ہے وہ ولی نہیں ہے، خواہ آپ مرتے دم تک اسے ولی سمجھتے اور مانتے چلے جائیں۔ اب رہا۔ یہ سوال کہ صرف اللہ ہی کے ولی حقیقی ہونے اور دوسرے کسی کے نہ ہونے کی دلیل کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا حقیقی ولی وہی ہو سکتا ہے جو موت کو حیات میں تبدیل کرتا ہے، جس نے بے جان ماڈوں میں جان ڈال کر جیتا جاگتا انسان پیدا کیا ہے، اور جو حقِ ولایت ادا کرنے کی قدرت اور اختیارات بھی رکھتا ہے۔ وہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہو تو اسے ولی بناؤ، اور اگر وہ صرف اللہ ہی ہے، تو پھر اس کے سوا کسی اور کو اپنا ولی بنا لینا جہالت و حماقت اور خودکشی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الشوریٰ۔ ص ۴۸۳۔ حاشیہ ۱۲)

(سورۂ عنکبوت آیت ۲۲ میں ارشاد ہے) وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ. "اللہ سے بچانے والا کوئی سرپرست اور مددگار تمہارے لیے نہیں ہے۔" یعنی نہ تمہارا اپنا زور اتنا ہے کہ خدا کی پکڑ سے بچ جاؤ، اور نہ تمہارا کوئی ولی و سرپرست یا مددگار ایسا زورآور ہے کہ خدا کے مقابلے میں تمہیں پناہ دے سکے اور اس کے مواخذہ سے تمہیں بچا لے۔ ساری کائنات میں کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ جن لوگوں نے کفر و شرک کا ارتکاب کیا ہے، جنہوں نے احکامِ خداوندی کے آگے جھکنے سے انکار کیا ہے، جنہوں نے جرأت و جسارت کے ساتھ خدا کی نافرمانیاں کی ہیں اور اس کی زمین میں ظلم و فساد کے طوفان اٹھائے ہیں، ان کا حمایتی بن کر اٹھ سکے اور خدا کے فیصلۂ عذاب کو ان پر نافذ ہونے سے روک سکے، یا خدا کی عدالت میں یہ کہنے کی ہمت کر سکے کہ یہ میرے ہیں اس لیے جو کچھ بھی انہوں نے کیا ہے اسے معاف کر دیا جائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورہ العنکبوت۔ ص۔ ۶۹۰۔ حاشیہ ۳۵)

جو ظالم اللہ ہی سے منہ موڑ لے اور اسکے بجائے دوسروں کو اپنا ولی بنا بیٹھے، اللہ کو کچھ ضرورت نہیں پڑی ہے کہ خواہ مخواہ زبردستی اس کا ولی بنے، اور دوسرے جن کو وہ ولی بناتا ہے، سرے سے کوئی علم، کوئی طاقت اور کسی قسم کے اختیارات ہی نہیں رکھتے کہ اس کی ولایت کا حق ادا کر کے اسے کامیاب کرا دیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۃ الشوری۔ ص ۴۸۳ حاشیہ ۱۱)

یہ اللہ تعالیٰ کے مالک کائنات اور ولی حقیقی ہونے کا فطری اور منطقی تقاضا ہے (کہ) جب بادشاہی اور ولایت اسی کی ہے تو لامحالہ پھر حاکم بھی وہی ہے اور انسانوں کے باہمی تنازعات اور اختلافات کا فیصلہ کرنا بھی اسی کا کام ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الشوریٰ۔ ص ۴۸۴۔ حاشیہ ۱۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ولی بمعنی سنبھالنے والا) (سورہ شوریٰ آیت ۴۴ میں ارشاد ہے) وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ۔

"جس کو اللہ ہی گمراہی میں پھینک دے اس کا کوئی سنبھالنے والا اللہ کے بعد نہیں ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اللہ نے قرآن جیسی بہترین کتاب ان لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجی جو نہایت معقول اور نہایت مؤثر و دل نشین طریقہ سے ان کو حقیقت کا علم دے رہی ہے اور زندگی کا صحیح راستہ بتارہی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ جیسا نبی ان کی رہنمائی کے لیے بھیجا جس سے بہتر سیرت و کردار کا آدمی کبھی ان کی نگاہوں نے نہ دیکھا تھا۔ اور اس کتاب اور اس رسول کی تعلیم و تربیت کے نتائج بھی اللہ نے ایمان لانے والوں کی زندگیوں میں انہیں آنکھوں سے دکھا دیے۔ اب اگر کوئی شخص یہ سب کچھ دیکھ کر بھی ہدایت سے منہ موڑتا ہے تو اللہ پھر اسی گمراہی میں اسے پھینک دیتا ہے جس سے نکلنے کا وہ خواہش مند نہیں ہے اور جب اللہ ہی نے اسے اپنے دروازے سے دُھتکار دیا تو اب کون یہ ذمہ لے سکتا ہے کہ اسے راہ راست پر لے آئے گا۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الشوریٰ۔ ص ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ حاشیہ ۶۹)

(ولی بمعنی ساتھی) سورۃ جاثیہ آیت ۱۹ میں ارشاد ہے۔ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ. "ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور متقیوں کا ساتھی اللہ ہے۔"

قرآن پاک کا تتبع کرنے سے لفظ "ولی" کے حسب ذیل مفہومات معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ جس کے کہنے پر آدمی چلے، جس کی ہدایات پر عمل کرے اور جس کے مقرر کیے ہوئے طریقوں، رسموں اور قوانین و ضوابط کی پیروی کرے۔ (النساء آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰۔ الاعراف ۳، ۲۷ تا ۳۰)۔

۲۔ جس کی رہنمائی (Guidance) پر آدمی اعتماد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اسے صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے۔ (البقرہ ۲۵۷۔ بنی اسرائیل ۹۷۔ الکہف ۱۷، ۵۰۔ الجاثیہ ۱۹)۔

۳۔ جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ میں دنیا میں خواہ کچھ کرتا رہوں، وہ مجھے اس کے بُرے نتائج سے اور اگر خدا ہے اور آخرت بھی ہونے والی ہے، تو اس کے عذاب سے بچالے گا۔ (النساء ۱۲۳، ۱۷۳۔ الانعام ۵۱ الرعد ۳۷۔ العنکبوت ۲۲۔ الاحزاب ۶۵۔ الزمر ۳)۔

۴۔ جس شخص کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں فوق الفطری طریقے سے اس کی مدد کرتا ہے۔ آفات و مصائب سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے روزگار دلواتا ہے۔ اولاد دیتا ہے، مرادیں برلاتا ہے اور دوسری ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ (ہود ۲۰۔ الرعد ۱۶۔ العنکبوت ۴۱)۔

بعض مقامات پر قرآن میں ولی کا لفظ ان میں سے کسی ایک معنی میں استعمال کیا گیا ہے، اور بعض مقامات پر جامعیت کے ساتھ اس کے سارے ہی مفہومات مراد ہیں (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورہ الشوریٰ۔ ص ۴۸۰۔ حاشیہ ۶)

انسان کا اور ساری مخلوقات کا ولی حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے، دوسرے نہ حقیقت میں ولی ہیں، نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ ولایت کا حق ادا کرسکیں، انسان کی کامیابی کا مدار اسی پر ہے کہ وہ اپنے لیے اپنے اختیار سے ولی کا انتخاب کرنے میں غلطی نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے اور اسی کو اپنا ولی بنائے جو درحقیقت ولی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الشوریٰ۔ ص ۴۷۵ دیباچہ)

۶۸۔ اَلْقَادِرُ: پوری قدرت رکھنے والا۔

(سورہ الانعام آیت ۳۷ میں ارشاد ربانی ہے)۔

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً الخ "کہو، اللہ نشانی اتارنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ نہ دکھائے جانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم اس کو دکھانے سے عاجز ہیں، بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہے جسے یہ لوگ محض اپنی نادانی سے نہیں سمجھتے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۱۔ سورہ الانعام۔ ص ۵۳۷۔ حاشیہ ۲۶)

(دوسرے مقام پر الانعام کی آیت ۶۵ میں ارشاد ہے) قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ۔ "کہو، وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کر دے، یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کر دے، یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھوا دے۔"

جو لوگ عذابِ الٰہی کو اپنے سے دُور پا کر حق دشمنی میں جرأت پر جرأت (دکھاتے ہیں) انہیں متنبہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ کے عذاب کو آتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ ہوا کا ایک طوفان تمہیں اچانک برباد کر سکتا ہے۔ زلزلے کا ایک جھٹکا تمہاری بستیوں کو پیوند خاک کر دینے کے لیے کافی ہے۔ قبیلوں اور قوموں اور ملکوں کی عداوتوں کے میگزین میں ایک چنگاری وہ تباہی پھیلا سکتی ہے کہ سالہا سال تک خونریزی و بدامنی سے نجات نہ ملے۔ پس اگر عذاب نہیں آ رہا ہے تو یہ تمہارے لیے غفلت و مدہوشی کی پینک نہ بن جائے کہ مطمئن ہو کر صحیح و غلط کا امتیاز کیے بغیر اندھوں کی طرح زندگی کے راستے پر چلتے رہو۔ غنیمت سمجھو کہ اللہ تمہیں مہلت دے رہا ہے اور وہ نشانیاں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہے جن سے تم حق کو پہچان کر صحیح راستہ اختیار کر سکو۔ (تفہیم القرآن: ج ۱ سورۃ الانعام۔ ص ۵۴۸۔ حاشیہ ۴۲)

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹۹ میں ارشاد ربانی ہے)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ الخ

کیا ان کو یہ نہ سوجھا کہ جس خدا نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا وہ ان جیسوں کو پیدا کرنے کی ضرور قدرت رکھتا ہے۔

(سورۃ یٰسٓ آیت ۸۱ میں ارشاد ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ.

کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟

(سورۂ احقاف آیت ۳۳ میں ارشاد ہے)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلٰىٓ اَنْ يُّحْيِ الْمَوْتٰى الخ

اور کیا ان لوگوں کو یہ سجھائی نہیں دیتا کہ جس خدا نے یہ زمین اور آسمان پیدا کیے ہیں اور ان کے بناتے ہوئے جو نہ تھکا، وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ مُردوں کو جلا اٹھائے؟

(سورۂ قیامہ آیت ۴۰ میں ارشاد ہے) اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى. "کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے والوں کو پھر سے زندہ کر دے؟

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو یہ مانتے ہیں کہ ابتدائی نطفے سے تخلیق کا آغاز کر کے پورا انسان بنا دینے تک کا سارا فعل اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور حکمت کا کرشمہ ہے۔ ان کے لیے تو فی الحقیقت اس دلیل کا کوئی جواب ہے ہی نہیں، کیونکہ وہ خواہ کتنی ہی ڈِھٹائی برتیں، ان کی عقل یہ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتی کہ جو خدا اس طرح انسان کو دنیا میں پیدا کرتا ہے وہ دوبارہ بھی اسی انسان کو وجود میں لے آنے پر قادر ہے۔ رہے وہ لوگ جو اس صریح حکیمانہ فعل کو محض اتفاقات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، وہ اگر ہٹ دھرمی پر تلے ہوئے نہیں ہیں تو آخر ان کے پاس اس بات کی کیا توجیہ ہے کہ آغاز آفرینش سے آج تک دنیا کے ہر حصے اور ہر قوم میں کس طرح ایک ہی نوعیت کے تخلیقی فعل کے نتیجے میں لڑکوں اور لڑکیوں کی پیدائش مسلسل اسی تناسب سے ہوتی چلی جا رہی ہے کہ کہیں کس زمانے میں بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی انسانی آبادی میں صرف لڑکے یا صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی چلی جائیں اور آئندہ اس کی نسل چلنے کا کوئی امکان باقی نہ رہے؟ کیا یہ بھی اتفاقاً ہی ہوئے چلا جا رہا ہے؟ اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے لیے آدمی کو کم از کم اتنا بے شرم ہونا چاہیے کہ وہ اٹھ کر بے تکلف یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ لندن اور نیویارک، ماسکو اور پیکنگ اتفاقاً آپ سے آپ بن گئے ہیں۔ (تفہیم القرآن۔ ج ٦۔ سورۃ القیامہ۔ ص ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ حاشیہ ۲۵)

(سورۂ طارق آیت ۸ میں ارشاد ہے) اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ. "یقیناً وہ (خالق) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔"

جس طرح وہ انسان کو وجود میں لاتا ہے اور استقرار حمل کے وقت سے مرتے دم تک اس کی نگہبانی کرتا ہے، یہی اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ وہ اسے موت کے بعد پلٹا کر پھر وجود میں لا سکتا ہے۔ اگر وہ پہلی چیز پر قادر تھا اور اسی قدرت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدولت انسان دنیا میں زندہ موجود ہے، تو آخر کیا معقول دلیل یہ گمان کرنے کے لیے پیش کی جا سکتی ہے کہ دوسری چیز پر وہ قادر نہیں ہے۔ اس قدرت کا انکار کرنے کے لیے آدمی کو سرے سے اس بات ہی کا انکار کرنا ہوگا کہ خدا اسے وجود میں لایا ہے، اور جو شخص اس کا انکار کرے اس سے کچھ بعید نہیں کہ ایک روز اس کے دماغ کی خرابی اس سے یہ دعویٰ بھی کرا دے کہ دنیا کی تمام کتابیں ایک حادثے کے طور پر چھپ گئی ہیں، دنیا کے تمام شہر ایک حادثہ کے طور پر بن گئے ہیں، اور زمین پر کوئی اتفاقی حادثہ ایسا ہو گیا تھا جس سے تمام کارخانے بن کر خود بخود چلنے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی تخلیق اور اس کے جسم کی بناوٹ اور اس کے اندر کام کرنے والی قوتوں اور صلاحیتوں کا پیدا ہونا اور اس کا ایک زندہ ہستی کی حیثیت سے باقی رہنا ان تمام کاموں سے بدر جہا زیادہ پیچیدہ عمل ہے جو انسان کے ہاتھوں دنیا میں ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اتنا بڑا پیچیدہ عمل اس حکمت اور تناسب اور تنظیم کے ساتھ اگر اتفاقی حادثہ کے طور پر ہو سکتا ہو تو پھر کونسی چیز ہے جسے ایک دماغی مریض حادثہ نہ کہہ سکے؟۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۶۔ سورۃ الطارق۔ ص ۳۰۳۔۳۰۴۔ حاشیہ ۴)

۶۹۔ اَلْغَالِبُ: غلبہ پانے والا۔

(سورۂ یوسف آیت ۲۱ میں ارشاد ہے) وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. "اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

زمین پر ہر طرف ایک غالب طاقت کی کارفرمائی کے آثار نظر آتے ہیں کہ اچانک کبھی قحط کی شکل میں، کبھی وبا کی شکل میں، کبھی سیلاب کی شکل میں، کبھی زلزلے کی شکل میں، کبھی سردی یا گرمی کی شکل میں، اور کبھی کسی اور شکل میں کوئی بلا ایسی آ جاتی ہے جو انسان کے سب کیے دھرے پر پانی پھیر دیتی ہے، ہزاروں لاکھوں آدمی مر جاتے ہیں۔ بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں، لہلہاتی کھیتیاں غارت ہو جاتی ہیں، پیداوار گھٹ جاتی ہے۔ تجارتوں میں کساد بازاری آنے لگتی ہے۔ غرض انسان کے وسائل زندگی میں کبھی کسی طرف سے کمی واقع ہو جاتی ہے اور کبھی کسی طرف سے۔ اور انسان اپنا سارا زور لگا کر بھی ان نقصانات کو نہیں روک سکتا۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۳۔ سورۃ الانبیاء۔ ص ۱۶۱۔ حاشیہ ۴۵۔)

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بالکل بخیریت ہی نہیں رکھا ہے کہ پورے آرام و سکون سے زندگی کی گاڑی چلتی رہے اور آدمی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ اس سے بالاتر کوئی طاقت نہیں ہے کہ جو اس کا کچھ بگاڑ سکتی ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ وقتاً فوقتاً افراد پر بھی اور قوموں اور ملکوں پر بھی ایسی آفات بھیجتا رہتا ہے جو اسے اپنی بے بسی کا اور اپنے سے بالاتر ایک ہمہ گیر سلطنت کی فرمانروائی کا احساس دلاتی ہیں۔ یہ آفات ایک ایک شخص کو، ایک ایک گروہ کو اور ایک ایک قوم کو یہ یاد دلاتی ہیں کہ اوپر تمہاری قسمتوں کو کوئی اور کنٹرول کر رہا ہے۔ سب کچھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دے دیا گیا ہے۔ اصل طاقت اسی کارفرما اقتدار کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی طرف سے جب کوئی آفت تمہارے اوپر آئے تو نہ تمہاری تدبیر اسے دفع کر سکتی ہے، اور نہ کسی جن، یا روح یا دیوی اور دیوتا، یا نبی اور ولی سے مدد مانگ کر تم اس کو روک سکتے ہو۔ (تفہیم القران: ج ۴۔ سورۃ السجدہ۔ ص ۴۷۔۴۸۔ حاشیہ ۳۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کہ ان کے تمام وسائلِ زندگی ہمارے ہاتھ میں ہیں، جس چیز کو چاہیں گھٹا دیں اور جسے چاہیں روک لیں، تو کیا یہ اتنا بل بوتا رکھتے ہیں کہ ہمارے مقابلے میں غالب آ جائیں اور ہماری پکڑ سے بچ نکلیں؟ کیا یہ آثار ان کو یہی اطمینان دلا رہے ہیں کہ تمہاری طاقت لازوال اور تمہارا عیش غیر فانی ہے اور کوئی تمہیں پکڑنے والا نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الانبیاء ص ۱۶۱۔ حاشیہ ۴۶)

جب تک اسباب سازگار رہتے ہیں انسان کو خدا بھولا اور دنیا کی زندگی پر پھولا رہتا ہے۔ جہاں اسباب نے ساتھ چھوڑا اور وہ سب سہارے جن کے بل پر وہ جی رہا تھا ٹوٹ گئے، پھر کٹے سے کٹے مشرک اور سخت سے سخت دہریے کے قلب سے بھی یہ شہادت ابلنی شروع ہو جاتی ہے کہ اس سارے عالم اسباب پر کوئی خدا کارفرما ہے اور وہ ایک ہی خدائے غالب و توانا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ یونس۔ ص ۲۷۹۔ حاشیہ ۳۱)

۷۰۔ اَلْقَاهِرُ: کامل اختیارات رکھنے والا۔ پوری قدرت رکھنے والا۔

(سورہ الانعام آیت ۱۸ میں ارشاد ربانی ہے) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ. "وہ اپنے بندوں پر کامل اختیار رکھتا ہے اور دانا اور باخبر ہے۔"

(اسی طرح آیت ۶۱ میں بھی ارشاد ہے) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً. "اپنے بندوں پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے۔"

یہ حقیقت ہے کہ تنہا اللہ ہی قادر مطلق ہے، اور وہی تمام اختیارات کا مالک اور تمہاری بھلائی اور برائی کا مختار کل ہے، اور اسی کے ہاتھ میں تمہاری قسمتوں کی باگ ڈور ہے، اس کی شہادت تو تمہارے اپنے نفس میں موجود ہے۔ جب کوئی سخت وقت آتا ہے اور اسباب کے سررشتے ٹوٹتے نظر آتے ہیں تو اس وقت تم بے اختیار اسی کی طرف رجوع کرتے ہو۔ (تفہیم القرآن: ج ۱ سورۃ الانعام۔ ص ۵۴۷۔ حاشیہ ۴۱)

۷۱۔ اَلْبَرُّ: بڑا ہی محسن۔

(سورۃ طور آیت ۲۸ میں ارشاد ربانی ہے) اِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ. "وہ واقعی بڑا ہی محسن اور رحیم ہے۔"

(سورۃ ابراہیم ۳۲ تا ۳۴ میں ارشاد ہے) "اللہ وہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ جس نے کشتی کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔"

یعنی تمہاری فطرت کی ہر مانگ پوری کی، تمہاری زندگی کے لیے جو جو کچھ مطلوب تھا مہیا کیا، تمہارے بقاء اور ارتقاء کے لیے جن جن وسائل کی ضرورت تھی سب فراہم کر دیے (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۃ ابراہیم۔ ص ۴۸۸۔ حاشیہ ۴۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورۂ النحل آیات ۴ تا ۱۶ میں ارشاد ہے) اس نے انسان کو ایک ذرا سی بوند سے پیدا کیا اور دیکھتے دیکھتے صریحاً وہ ایک جھگڑالو ہستی بن گیا۔ اس نے جانور پیدا کیے جن میں تمہارے لیے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی، اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔ ان میں تمہارے لیے جمال ہے جب کہ صبح تم انہیں چرنے کے لیے بھیجتے ہو اور جب کہ شام انہیں واپس لاتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بوجھ ڈھو کر ایسے ایسے مقامات تک لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جانفشانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔ اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور تمہاری زندگی کی رونق بنیں۔ وہ اور بہت سی چیزیں تمہارے فائدے کے لیے پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔ اور اللہ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا جب کہ راستے ٹیڑھے بھی موجود ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو اور تمہارے جانوروں کے لیے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس پانی کے ذریعہ سے کھیتیاں اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور طرح طرح کے دوسرے پھل پیدا کرتا ہے۔ اس میں ایک بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

اس نے تمہاری بھلائی کے لیے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور سب تارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں، ان میں بھی ضرور نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں۔

وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تا کہ تم اس سے تر و تازہ گوشت لے کر کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنا کرتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔

اُس نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ زمین تم کو لے کر ڈھلک نہ جائے۔ اس نے دریا جاری کیے اور قدرتی راستے بنائے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ اس نے زمین میں راستہ بتانے والی علامتیں رکھ دیں اور تاروں سے بھی لوگ ہدایت پاتے ہیں۔

(سورۂ النحل آیات ۷۸ تا ۸۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے) اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اُس نے تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں، اور سوچنے والے دل دیے، اس لیے کہ تم شکر گزار بنو۔ کیا ان لوگوں نے کبھی پرندوں کو نہیں دیکھا کہ فضائے آسمانی میں کس طرح مسخر ہیں؟ اللہ کے سوا کس نے ان کو تھام رکھا ہے؟ اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے مکان پیدا کیے جنہیں تم سفر اور قیام، دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو۔ اس نے جانوروں کے صوف اور اون اور بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مدت مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں۔ اس نے اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں سے تمہارے لیے سائے کا انتظام کیا، پہاڑوں میں تمہارے لیے پناہ گاہیں بنائیں، اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ دوسری پوشاکیں جو آپس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہیں۔اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے۔

بندہ جو اپنے رب کی نعمتوں سے متمتع ہو رہا ہے اپنے نزدیک یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ نعمتیں کسی کی دی ہوئی نہیں ہیں بلکہ آپ سے آپ اسے مل گئی ہیں، یا یہ کہ یہ نعمتیں خدا کا عطیہ نہیں بلکہ اس کی اپنی قابلیت یا خوش نصیبی کا ثمرہ ہیں، یا یہ کہ ہیں تو خدا کا عطیہ مگر اُس خدا کا اپنے بندے پر کوئی حق نہیں ہے، یا یہ کہ خدا نے خود یہ مہربانیاں اس پر نہیں کی ہیں بلکہ یہ کسی دوسری ہستی نے اس سے کروادی ہیں۔یہی وہ غلط تصورات ہیں جن کی بنا پر آدمی خدا سے بے نیاز اور اُس کی اطاعت و بندگی سے آزاد ہو کر دنیا میں وہ افعال کرتا ہے جن سے خدا نے منع کیا ہے اور وہ افعال نہیں کرتا جن کا اس نے حکم دیا ہے۔اس لحاظ سے ہر جرم اور ہر گناہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے احسانات کی تکذیب ہے قطع نظر اس سے کہ کوئی شخص زبان سے ان کا انکار کرتا ہو یا اقرار۔مگر جو شخص فی الواقع تکذیب کا ارادہ نہیں رکھتا، بلکہ اس کے ذہن کی گہرائیوں میں تصدیق موجود ہوتی ہے، وہ احیاناً کسی بشری کمزوری سے کوئی قصور کر بیٹھے تو اس پر استغفار کرتا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔یہ چیز اسے مکذبین میں شامل ہونے سے بچالیتی ہے۔اس کے سوا باقی تمام مجرم درحقیقت اللہ کی نعمتوں کے مکذّب اور اس کے احسانات کے منکر ہیں۔سورہ الرحمٰن آیت ۳۹ میں ہے کہ جب تم لوگ مجرم کی حیثیت سے گرفتار ہو جاؤ گے اس وقت ہم دیکھیں گے کہ تم ہمارے کس کس احسان کا انکار کرتے ہو۔سورہ تکاثر میں یہی بات اس طرح فرمائی گئی ہے کہ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ. اس روز ضرور تم سے ان نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی جو تمہیں دی گئی تھیں۔یعنی پوچھا جائے گا کہ یہ نعمتیں ہم نے تمہیں دی تھیں یا نہیں؟ اور انہیں پا کر تم نے اپنے محسن کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا؟ اور اس کی نعمتوں کو کس طرح استعمال کیا۔(تفہیم القرآن۔ج ۵ سورۃ الرحمٰن۔ص ۲۶۵۔۲۶۶۔حاشیہ ۳۷)

ساری نعمتیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور ساری مخلوقات کا حقیقی محسن اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔دوسری کسی ہستی کے کسی احسان کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں تو اس بنا پر کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنی نعمت اس کے ہاتھوں ہم تک پہنچائی، ورنہ وہ خود نہ اس نعمت کا خالق ہے، نہ اس کی توفیق کے بغیر وہ اس نعمت کو ہم تک پہنچا سکتا تھا۔(تفہیم القرآن: ج ۵۔سورۃ التغابن۔ص ۵۲۸ حاشیہ ۳)

۴۷۔ اَلْحَافِظُ: نگہبان۔

(سورہ الطارق کی آیت ۴ میں ارشاد ربانی ہے) اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ. ''کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کے اوپر کوئی نگہبان نہ ہو۔''

نگہبان سے مراد خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی مخلوق کی دیکھ بھال اور حفاظت کر رہی ہے جس کے وجود میں لانے سے ہر شے وجود میں آتی ہے، جس کے باقی رکھنے سے ہر شے باقی ہے، جس کے سنبھالنے سے ہر شے اپنی جگہ سنبھلی ہوئی ہے، اور جس نے ہر چیز کو اس کی ضروریات بہم پہنچانے اور اسے ایک مدت مقررہ تک آفات سے بچانے کا ذمہ لے رکھا ہے۔

رات کو آسمان میں یہ بے حد و حساب تارے اور سیارے جو چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا وجود اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امر کی شہادت دے رہا ہے کہ کوئی ہے جس نے اسے بنایا ہے، روشن کیا ہے، فضا میں معلق رکھ چھوڑا ہے، اور اس طرح اس کی حفاظت ونگہبانی کر رہا ہے کہ نہ وہ اپنے مقام سے گرتا ہے، نہ بے شمار تاروں کی گردش کے دوران میں وہ کسی سے ٹکراتا ہے اور نہ کوئی دوسرا تارا اس سے ٹکراتا ہے۔

انسان خود ذرا اپنی ہستی ہی پر غور کرلے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ کون ہے جو باپ کے جسم سے خارج ہونے والے اربوں جرثوموں میں سے ایک جرثومے اور ماں کے اندر سے نکلنے والے بکثرت بیضوں میں سے ایک بیضے کا انتخاب کر کے دونوں کو کسی وقت جوڑ دیتا ہے اور اس سے ایک خاص انسان کا استقرار حمل واقع ہو جاتا ہے؟ پھر کون ہے جو استقرار حمل کے بعد سے ماں کے پیٹ میں درجہ بدرجہ اسے نشو ونما دے کر اسے ایک حد کو پہنچاتا ہے کہ وہ ایک زندہ بچے کی شکل میں پیدا ہو؟ پھر کون ہے جو رحم مادر ہی میں اس کے جسم کی ساخت اور اس کی جسمانی و ذہنی صلاحیتوں کا تناسب قائم کرتا ہے؟ پھر کون ہے جو پیدائش سے لے کر موت کے وقت تک اس کی مسلسل نگہبانی کرتا رہتا ہے؟ اسے بیماریوں سے بچاتا ہے، حادثات سے بچاتا ہے۔ طرح طرح کی آفات سے بچاتا ہے۔ اس کے لیے زندگی کے اتنے ذرائع بہم پہنچاتا ہے جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔ اور اس کے لیے ہر قدم پر دنیا میں باقی رہنے کے وہ مواقع فراہم کرتا ہے جن میں سے اکثر کا اسے شعور تک نہیں ہوتا کجا وہ انہیں خود فراہم کرنے پر قادر ہو۔ کیا یہ سب کچھ ایک خدا کی تدبیر اور نگہبانی کے بغیر ہو رہا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۶۔ سورۃ الطارق۔ ص ۳۰۳۔ ۳۰۴ حاشیہ ا۔ ۲)

قرآن مجید کی حفاظت کے ضمن میں ارشاد الٰہی ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّ كْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر آیت ۹) رہا یہ ذکر، تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

کفار سے مخاطب ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''یہ ذکر'' جس کے لانے والے کو تم مجنون کہہ رہے ہو، ہمارا نازل کیا ہوا ہے، اس نے خود نہیں گھڑا ہے۔ یہ خیال تم اپنے دل سے نکال دو کہ تم اس ''ذکر'' کا کچھ بگاڑ سکو گے۔ یہ براہ راست ہماری حفاظت میں ہے نہ تمہارے مٹائے مٹ سکے گا، نہ تمہارے دبائے دب سکے گا، نہ تمہارے طعنوں اور اعتراضوں سے اس کی قدر گھٹ سکے گی، نہ تمہارے روکے اس کی دعوت رک سکے گی، نہ اس میں تحریف اور ردوبدل کرنے کا کبھی کسی کو موقع مل سکے گا۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ الحجر۔ ص ۴۹۹۔ حاشیہ ۳)

۷۳۔ اَلْاَحَدُ: یکتا و یگانہ۔

(سورۃ الاخلاص آیت ا میں ارشاد ہے) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. کہو وہ اللہ ہے یکتا۔''

سب سے پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اس جملہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ اَحَد جس طرح استعمال کیا گیا ہے وہ عربی زبان میں اس لفظ کا غیر معمولی استعمال ہے معمولاً یہ لفظ یا تو مضاف یا مضاف الیہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے، جیسے یَوْمُ الْاَحَدِ ہفتے کا دن، اور فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ، اپنے کسی آدمی کو بھیجو۔ یا نفی عام کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے مَاجَآءَ نِیْ اَحَدٌ میرے پاس کوئی نہیں آیا۔ یا عمومیت کا پہلو لیے ہوئے سوالیہ فقرہ میں بولا جاتا ہے، هَلْ عِنْدَكَ اَحَدٌ کیا تمہارے پاس کوئی ہے؟ یا اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمومیت کے پہلو سے شرطیہ جملہ میں بولا جاتا ہے جیسے اِنْ جَآءَ کَ اَحَدٌ،"اگر تمہارے پاس کوئی آئے" یا گنتی میں بولا جاتا ہے، جیسے اَحَدٌ، اِثْنَانِ، اَحَدَ عَشَرَ ایک دو گیارہ۔ ان استعمالات کے سوا نزول قرآن سے پہلے کی عربی زبان میں اس امر کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ محض لفظ اَحَدٌ وصف کے طور پر کسی شخص یا چیز کے لیے بولا گیا ہو، اور نزول قرآن کے بعد یہ لفظ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے استعمال کیا گیا ہے، دوسرے کسی کے لیے کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔ اس غیر معمولی طرز بیان سے خود بخود یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یکتا و یگانہ ہونا اللہ کی خاص صفت ہے، موجودات میں سے کوئی دوسرا اس صفت سے متصف نہیں ہے۔ وہ ایک ہے، کوئی اس کا ثانی نہیں۔

مشرکین اور اہل کتاب نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کے رب کے بارے میں جو سوالات کیے تھے ان کو نگاہ میں رکھتے ہوئے دیکھیے کہ ھُوَ اللّٰہُ کہنے کے بعد اَحَدٌ کہہ کر ان کا جواب کس طرح دیا گیا ہے: اوّلاً، اس کے معنی یہ ہیں کہ وہی اکیلا رب ہے، کسی دوسرے کا ربوبیت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور چونکہ الٰہ (معبود) وہی ہوسکتا ہے جو رب (مالک و پروردگار) ہو اس لیے الوہیت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔

ثانیاً اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ وہی تنہا کائنات کا خالق ہے، تخلیق کے اس کام میں کوئی اور اس کا شریک نہیں ہے۔ وہی اکیلا مالک الملک ہے، نظام عالم کا مدبر و منتظم ہے، اپنی مخلوقات کا رزق رساں ہے، اور آڑے وقت میں مدد کرنے والا فریادرس ہے۔ خدائی کے ان کاموں میں، جن کو تم خود مانتے ہو کہ یہ اللہ کے کام ہیں، کسی دوسرے کا قطعاً کوئی حصہ نہیں ہے۔

ثالثاً، چونکہ انہوں نے یہ بھی پوچھا تھا کہ وہ کس چیز سے بنا ہے؟ اس کا نسب کیا ہے؟ وہ کس جنس سے ہے؟ کس سے اس نے دنیا کی میراث پائی ہے؟ اور اس کے بعد کون اس کا وارث ہوگا؟ اس لیے ان کے ان سارے سوالات کا جواب بھی اللہ تعالیٰ کے لیے صرف ایک لفظ اَحَد بول کر دے دیا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ:

۱۔ وہی ایک خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ اس سے پہلے کوئی خدا تھا، نہ اس کے بعد کوئی خدا ہوگا۔

۲۔ خداؤں کی کوئی جنس نہیں ہے جس کا وہ فرد ہو، بلکہ وہ اکیلا خدا ہے اور کوئی اس کا ہم جنس نہیں۔

۳۔ اس کی ذات محض واحد نہیں بلکہ اَحَد ہے جس میں کسی حیثیت سے بھی کثرت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ وہ اجزاء سے مرکب وجود نہیں ہے جو قابل تجزیہ و تقسیم ہو، جو کوئی شکل اور صورت رکھتا ہو، جو کسی جگہ میں رہتا ہو یا کوئی چیز اس کے اندر جگہ پاتی ہو، جس کا کوئی رنگ ہو، جس کے کچھ اعضاء ہوں، جس کی سمت اور جہت ہو، اور جس کے اندر کسی قسم کا تغیر و تبدل ہوتا ہو، تمام اقسام کی کثرتوں سے بالکل پاک اور منزہ وہ ایک ہی ذات ہے جو ہر لحاظ سے اَحَد ہے۔

اس مقام پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ عربی زبان میں واحد کا لفظ بالکل اسی طرح استعمال ہوتا ہے جس طرح ہم اردو میں "ایک" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ بڑی سے بڑی کثرتوں پر مشتمل کسی مجموعہ کو بھی اس کی مجموعی حیثیت کے لحاظ سے واحد یا ایک کہا جاتا ہے۔ جیسے ایک آدمی، ایک قوم، ایک ملک، ایک دنیا، حتیٰ کہ ایک کائنات اور کسی مجموعہ کے ہر جز کو الگ الگ بھی ایک ہی کہا جاتا ہے۔ لیکن اَحَد کا لفظ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا۔ اسی لیے قرآن مجید میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے واحد کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں اِلٰہٖ واحد، ایک ہی معبود، یَا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ، اکیلا اللہ جو سب کو مغلوب کر کے رکھنے والا ہے، کہا گیا ہے، محض واحد کہیں نہیں کہا گیا، کیونکہ یہ لفظ ان چیزوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو اپنی ذات میں طرح طرح کی کثرتیں رکھتی ہیں۔ بخلاف اس کے اللہ کے لیے اور صرف اللہ کے لیے اَحَد کا لفظ مطلقاً استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ وجود میں صرف وہی ایک ہستی ایسی ہے جس میں کسی حیثیت سے بھی کوئی کثرت نہیں ہے، جس کی وَحدانیت ہر لحاظ سے کامل ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۶۔ سورۃ الاخلاص۔ ص ۵۳۷۔ ۳۸۔ حاشیہ ۳)

۴۷۔ اَلصَّمَدُ: سب سے بے نیاز۔

(سورۃ اخلاص آیت ۲ میں ارشاد ہے) اَللّٰہُ الصَّمَدُ جس کا مادہ ص۔م۔د ہے۔ عربی زبان میں اس مادے سے جو الفاظ نکلے ہیں ان پر ایک نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے معانی کی وسعت کس قدر ہے۔

الصَّمْدُ۔ قصد کرنا، بلند مقام جو بڑی ضخامت رکھتا ہو، سطحِ مُرتفع، وہ آدمی جسے جنگ میں بھوک پیاس نہ لگتی ہو، وہ سردار جس کی طرف حاجات میں رجوع کیا جاتا ہو۔

الصَّمَدُ۔ ہر چیز کا بلند حصہ۔ وہ شخص جس سے بالاتر کوئی دوسرا شخص نہ ہو، وہ سردار جس کی اطاعت کی جاتی ہو اور اُس کے بغیر کسی معاملہ کا فیصلہ نہ کیا جاتا ہو، وہ سردار جس کی طرف حاجت مند لوگ رجوع کرتے ہوں۔ دائم، بلند مرتبہ، ٹھوس جس میں کوئی خول یا جھول نہ ہو اور جس سے نہ کوئی چیز نکلتی ہو نہ اس میں داخل ہو سکتی ہو، وہ آدمی جسے جنگ میں بھوک پیاس نہ لگتی ہو۔

اَلْمُصْمَدُ۔ ٹھوس چیز جس کا کوئی جوف نہ ہو۔

اَلْمُصْمَدُ۔ مقصود جس کی طرف جانے کا قصد کیا جائے۔ سخت چیز جس میں کمزوری نہ ہو۔

بَیْتٌ مُصَمَّدٌ۔ وہ گھر جس کی طرف حاجات میں رجوع کیا جاتا ہو۔

بِنَاءٌ مُصْمَدٌ۔ بلند عمارت۔

صَمَدَہٗ و صَمَدَ اِلَیْہِ صَمْدًا۔ اس شخص کی طرف جانے کا قصد کیا۔

اَصْمَدَ اِلَیْہِ الْاَمْرَ۔ اس کے سپرد معاملہ کر دیا۔ اس کے آگے معاملہ پیش کر دیا۔ اس کے اوپر معاملہ میں اعتماد کیا۔ (صحاح، قاموس، لسان العرب)

ان لغوی معنوں کی بنا پر آیت اَللّٰہُ الصَّمَدُ میں لفظ الصَّمَدُ کی جو تفسیریں صحابہ و تابعین اور بعد کے اہل علم سے منقول ہیں انہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ، عکرمہؒ اور کَعْبِ اَحْبَار: ''صَمَدْ وہ ہے جس سے بالاتر کوئی نہ ہو۔''

حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت عبداللہؓ بن عباس، اور ابو وائل شقیق بن سَلَمہ: ''وہ سردار جس کی سیادت کامل ہو اور انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔''

ابن عباسؓ کا دوسرا قول: ''صَمَد وہ ہے جس کی طرف لوگ کسی بلا یا مصیبت کے نازل ہونے پر مدد کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رجوع کریں۔"

ان کا ایک اور قول "وہ سردار جو اپنی سیادت میں، اپنے شرف میں، اپنی عظمت میں، اپنے حلم اور بردباری میں اپنے، علم اور اپنی حکمت میں کامل ہو۔"

حضرت ابوہریرہؓ: "وہ جو سب سے بے نیاز ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔"

عِکرِمہ کے دوسرے اقوال: "وہ جس میں سے نہ کوئی چیز کبھی نکلی ہو نہ نکلتی ہو۔ جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو"۔ اسی کے ہم معنی اقوال شعبی اور محمد بن کعب القرظی سے بھی منقول ہیں۔

سُدّی: "مطلوب چیزیں حاصل کرنے کے لیے لوگ جس کا قصد کریں اور مصائب میں مدد کے لیے جس کی طرف رجوع کریں۔

سَعِید بنَ جُبَیر: "وہ جو اپنی تمام صفات اور اعمال میں کامل ہو۔"

رِبیع بن اَنَس: "وہ جس پر کوئی آفت نہ آتی ہو۔"

مُقَاتِل بنَ حَیّان: "وہ جو بے عیب ہو۔"

ابنِ کَیْسان: "وہ جس کی صفت سے کوئی دوسرا متّصف نہ ہو۔"

حَسَن بَصَری اور قتادہ: "جو باقی رہنے والا اور لازوال ہو" اسی سے ملتے جلتے اقوال مجاہد اور مَعْمَر اور مُرَّۃ الھمدانی سے بھی منقول ہیں۔

مُرَّۃ الہمدانی کا ایک اور قول یہ ہے کہ "وہ جو اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے فیصلہ کرے اور جو کام چاہے کرے"۔ اس کے حکم اور فیصلے پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہ ہو۔

ابراہیم نخعی: "وہ جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں کے لیے رجوع کریں۔"

ابوبکر الانباری: "اہل لغت کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ صَمَد اس سردار کو کہتے ہیں جس سے بالاتر کوئی اور سردار نہ ہو، اور جس کی طرف لوگ اپنی حاجات اور اپنے معاملات میں رجوع کریں۔"

اسی کے قریب الزجاج کا قول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "صَمَد وہ ہے جس پر سرداری ختم ہوگئی ہو اور ہر ایک اپنی حاجات کے لیے جس کی طرف رجوع کرے۔"

لفظ اَحَدٌ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، کسی اور کے لیے سرے سے مستعمل ہی نہیں ہے، اس لیے اسے اَحَدٌ یعنی نکرہ کی صورت میں استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن صَمَد کا لفظ چونکہ مخلوقات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اس لیے اَللّٰہُ صَمَدٌ کہنے کی بجائے اَللّٰہُ الصَّمَدُ کہا گیا ہے۔ معنی یہ ہیں اصلی اور حقیقی صَمَد اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مخلوق اگر کسی حیثیت سے صَمَد ہو بھی تو کسی دوسری حیثیت سے وہ صَمَد نہیں ہے، کیونکہ وہ فانی ہے، لازوال نہیں ہے، قابل تجزیہ و تقسیم ہے، مرکب ہے، کسی وقت اس کے اجزاء بکھر سکتے ہیں، بعض مخلوقات اس کی محتاج ہیں تو بعض کا وہ خود محتاج ہے، اس کی سیادت اضافی ہے نہ کہ مطلق، کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مقابلے میں وہ برتر ہے تو اس کے مقابلے میں کوئی اور برتر ہے، بعض مخلوقات کی بعض حاجات کو وہ پورا کر سکتا ہے مگر سب کی تمام حاجات کو پورا کرنا کسی مخلوق کے بس میں نہیں ہے، بخلافِ اس کے اللہ تعالیٰ کی صَمَدیّت ہر حیثیت سے کامل ہے۔ ساری دنیا اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ دنیا کی ہر چیز اپنے وجود و بقا اور اپنی حاجات و ضروریات کے لیے شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر اسی کی طرف رجوع کرتی ہے اور سب کی حاجات پوری کرنے والا وہی ہے۔ اور غیر فانی اور لازوال ہے۔ رزق دیتا ہے لیتا نہیں ہے۔ مفرد ہے مرکب نہیں ہے کہ قابل تجزیہ تقسیم ہو۔ ساری کائنات پر اس کی سیادت قائم ہے اور وہ سب سے برتر ہے۔ اس لیے وہ محض صَمَد نہیں بلکہ اَلصَّمَدُ ہے، یعنی ایک ہی ایسی ہستی جو حقیقت میں صمدیت سے بتمام وکمال متصف ہے۔

پھر چونکہ وہ اَلصَّمَدُ ہے اس لیے لازم آتا ہے کہ وہ یکتا اور یگانہ ہو، کیونکہ ایسی ہستی ایک ہی ہو سکتی ہے جو کسی کی حاجت مند نہ ہو اور سب جس کے محتاج ہوں۔ دو یا زائد ہستیاں سب سے بے نیاز اور سب کی حاجت روا نہیں ہو سکتیں۔ نیز اس کے الصَّمَد ہونے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہ ہو، کیونکہ جو حاجت روائی کی طاقت اور اختیارات ہی نہ رکھتا ہو اس کی بندگی و عبادت کوئی ہوشمند آدمی نہیں کر سکتا۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۶۔ سورۃ الاخلاص۔ ص ۵۳۹۔ ۵۴۰ حاشیہ ۴)

۷۵۔ اَلْمَلِیْکُ: بادشاہ۔ فرمانروا۔

(سورۂ قمر آیت ۵۵ میں ارشاد ہے) فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ. ’’سچی عزت کی جگہ، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے قریب۔‘‘

(سورۂ بقرہ آیت ۱۰۷ میں ارشاد ہے) اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ’’کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ زمین و آسمان کی فرمانروائی اللہ کے لیے ہے۔‘‘

(سورۂ آل عمران آیت ۱۸۹ میں ارشاد ہے) وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ’’زمین اور آسمان کا مالک اللہ ہے اور اس کی قدرت سب پر حاوی ہے۔‘‘

(سورہ المائدہ آیات ۱۷، ۱۸ اور ۱۲۰ میں ہے) وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. ’’زمین اور آسمان اور ان کی ساری موجودات اس کی ملک ہیں۔

(سورۂ انعام آیت ۷۳ میں ہے) قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ۔ ’’اس کا ارشاد عین حق ہے اور جس روز صور پھونکا جائے گا اس روز بادشاہی اسی کی ہوگی۔‘‘

(سورۂ اعراف آیت ۱۵۸ میں ہے) اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ِالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. ’’اے محمدؐ! کہو کہ اے انسانو، میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔‘‘

(سورۂ توبہ آیت ۱۱۶ میں ہے) اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. ’’اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اللہ ہی کے قبضہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔"

(سورۃ الاسراء آیت ۱۱۱ میں ہے) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ "اور کہو تعریف ہے اس خدا کے لیے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا، نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے۔"

(سورۃ الحج آیت ۵۶ میں ہے) اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ. "اس روز بادشاہی اللہ کی ہوگی۔" اور وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔

(سورۃ النور آیت ۴۲ میں ہے) وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔"

(سورۃ فرقان آیت ۲۔ سورہ صٓ آیت ۱۰۔ الزمر آیات ۶، ۴۴۔ الشوریٰ آیت ۴۹۔ الزخرف آیت ۸۵۔ الجاثیہ آیت ۲۷۔ الفتح آیت ۱۴۔ الحدید آیت ۲، ۵۔ البروج آیت ۹۔ میں مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آیا ہے۔ علاوہ ازیں سورۃ فرقان آیت ۲ میں وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ "اور نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے۔" اور آیت ۲۲ میں اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ "اس روز حقیقی بادشاہی صرف رحمان کی ہوگی۔"

(سورۃ غافر آیت ۱۶ میں ہے) لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ "آج بادشاہی کس کی ہے؟ اللہ واحد قہار کی۔"

(سورۃ ملک آیت ۱ میں ارشاد ہے) تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. "نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

سورۃ زمر آیت ۶ میں ہے:

لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. "بادشاہی اُسی کی ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے۔"

تمام اختیارات کا مالک وہی ہے اور ساری کائنات میں اسی کا حکم چل رہا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۃ الزمر۔ ص ۳۶۰ حاشیہ ۱۶)

حقیقت اپنی جگہ حقیقت ہے۔ زمین و آسمان کی بادشاہی دنیا کے نام نہاد بادشاہوں اور جباروں اور سرداروں کے حوالے نہیں کر دی گئی ہے۔ نہ کسی نبی یا ولی یا دیوی اور دیوتا کا اس میں کوئی حصہ ہے، بلکہ اس کا مالک اکیلا اللہ تعالیٰ ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴ سورۃ الشوریٰ ص ۵۱۵ حاشیہ ۷۶)

اللہ کی بادشاہی کے مطلق (Absolute) ہونے کا ایک کھلا ہوا ثبوت (یہ) ہے [کہ] کوئی انسان خواہ وہ بڑے سے بڑے دنیوی اقتدار کا مالک بنا پھرتا ہو، یا روحانی اقتدار کا مالک سمجھا جاتا ہو، کبھی اس پر قادر نہیں ہو سکا ہے کہ دوسروں کو دلوانا تو درکنار، خود اپنے ہاں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا کر سکے۔ جسے خدا نے بانجھ کر دیا وہ کسی دوا اور کسی علاج اور کسی تعویذ گنڈے سے اولاد والا نہ بن سکا، جسے خدا نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں وہ ایک بیٹا بھی کسی تدبیر سے حاصل نہ کر سکا، اور جسے خدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے لڑکے ہی لڑکے دیے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پا سکا۔ اس معاملہ میں ہر ایک قطعی بے بس رہا ہے، بلکہ بچے کی پیدائش سے پہلے کوئی یہ تک نہ معلوم کر سکا کہ رحم مادر میں لڑکا پرورش پا رہا ہے یا لڑکی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر کوئی خدا کی خدائی میں مختار کل ہونے کا زعم کرے یا کسی دوسری ہستی کو اختیارات میں دخیل سمجھے تو یہ اس کی اپنی ہی بے بصیرتی ہے جس کا خمیازہ وہ خود بھگتے گا۔ کسی کے اپنی جگہ کچھ سمجھ بیٹھنے سے حقیقت میں ذرہ برابر بھی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورہ الشوریٰ ص ۵۱۶۔ حاشیہ ۷۸)

اس کی ہستی اس سے بدر جہا بلند و برتر ہے کہ کوئی خدائی میں اس کا شریک ہو اور اس عظیم کائنات کی فرمانروائی میں کچھ بھی دخل رکھتا ہو۔ زمین و آسمان میں جو بھی ہیں، خواہ وہ انبیاء ہوں یا اولیاء فرشتے ہوں یا جن یا ارواح، ستارے ہوں یا سیارے، سب اس کے بندے اور غلام اور تابع فرمان ہیں۔ ان کا کسی خدائی صفت سے متصف یا خدائی اختیار کا حامل ہونا قطعی ناممکن ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۃ الزخرف۔ ص ۵۵۲ حاشیہ ۶۶)

اس کی ملکیت میں، اس کی تدبیر میں اور اس کی پادشاہی و حکمرانی میں کسی کا قطعاً کوئی حصہ نہیں (تفہیم القرآن۔ ج ۱۔ سورۃ البقرہ۔ ص ۱۹۴ حاشیہ۔ ۲۸۰)

وہی زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور اسی کے لیے ہے۔ یہ پوری کائنات تنہا اسی کی سلطنت ہے وہ صرف اس کو بنا کر اور ایک دفعہ حرکت دے کر نہیں رہ گیا ہے بلکہ وہی عملاً اس پر ہر آن حکومت کر رہا ہے۔ اس حکومت اور فرمانروائی میں کسی دوسرے کا قطعاً کوئی دخل یا حصہ نہیں۔ دوسروں کو اگر عارضی طور پر اور محدود پیمانے پر اس کائنات میں کسی جگہ تصرف یا ملکیت یا حکمرانی کے اختیارات حاصل ہیں تو وہ ان کے ذاتی اختیارات نہیں ہیں جو انہیں اپنے زور پر حاصل ہوئے ہوں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے ہیں، جب تک اللہ چاہے وہ انہیں حاصل رہتے ہیں، اور جب چاہے وہ انہیں سلب کر سکتا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵۔ سورۃ التغابن۔ ص ۵۲۸۔ حاشیہ ۲)

۷۶۔ اَلْمُقْتَدِرُ: قدرت رکھنے والا۔

(سورۃ القمر آیت ۴۲ میں ہے) كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ. "مگر انہوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جھٹلا دیا۔ آخر کار ہم نے انہیں پکڑا جس طرح کوئی زبردست قدرت والا پکڑتا ہے۔"

(سورۃ القمر آیت ۵۵ میں ہے) اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ. "نافرمانی سے پرہیز کرنے والے یقیناً باغوں اور نہروں میں ہوں گے، سچی عزت کی جگہ، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے قریب۔"

(سورۃ الکہف آیت ۴۵ میں ہے) وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا. "اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

(سورۃ الزخرف آیت ۴۲ میں ہے) اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ. "یا تم کو آنکھوں سے ان کا وہ انجام دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ ہم ان پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔"

وہ زندگی بھی بخشتا ہے اور موت بھی۔ وہ عروج بھی عطا کرتا ہے اور زوال بھی۔ اس کے حکم سے بہار آتی ہے تو خزاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی آ جاتی ہے۔ اگر آج تمہیں عیش اور خوشحالی میسر ہے تو اس غرّے میں نہ رہو کہ یہ حالت لازوال ہے۔ جس خدا کے حکم سے یہ کچھ تمہیں ملا ہے اسی کے حکم سے سب کچھ تم سے چھن بھی سکتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الکھف۔ ص ۲۸۔ حاشیہ ۴۱)

تمام نظامِ کائنات پر وہی حاکم ہے اور گردش لیل ونہار اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جو خدا رات کی تاریکی میں سے دن کی روشنی نکال لاتا ہے اور چمکتے ہوئے دن پر رات کی ظلمت طاری کر دیتا ہے، وہی خدا اس پر بھی قادر ہے کہ آج جن کے اقتدار کا سورج نصف النہار پر ہے ان کا زوال وغروب کا منظر بھی دنیا کو جلدی ہی دکھا دے، اور کفر وجہالت کی جو تاریکی اس وقت حق وصداقت کی فجر کا راستہ روک رہی ہے وہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے حکم سے چھٹ جائے اور وہ دن نکل آئے جس میں راستی اور علم ومعرفت کے نور سے دنیا روشن ہو جائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الحج ص۔ ۲۴۷۔ حاشیہ ۱۰۷)

تم ماں اور باپ کی صلب میں الگ الگ نطفوں کی شکل میں تھے۔ پھر خدا کی قدرت ہی سے یہ دونوں نطفے ملے اور تمہارا استقرارِ حمل ہوا۔ پھر نو مہینے تک ماں کے پیٹ میں بتدریج نشوونما دے کر تمہیں پوری انسانی شکل دی گئی اور تمہارے اندر تمام وہ قوتیں پیدا کی گئیں جو دنیا میں انسان کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے تمہیں درکار تھیں۔ پھر ایک زندہ بچے کی صورت میں تم بطن مادر سے باہر آئے اور ہر آن تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت تک ترقی دی جاتی رہی یہاں تک کہ تم جوانی اور کہولت کی عمر کو پہنچے۔ ان تمام منازل سے گزرتے ہوئے تم ہر وقت پوری طرح خدا کے بس میں تھے۔ وہ چاہتا تو تمہارا استقرارِ حمل ہی نہ ہونے دیتا اور تمہاری جگہ کسی اور شخص کا استقرار ہوتا۔ وہ چاہتا تو ماں کے پیٹ ہی میں تمہیں اندھا، بہرا، گونگا، یا اپاہج بنا دیتا یا تمہاری عقل میں کوئی فتور رکھ دیتا۔ وہ چاہتا تو تم زندہ بچے کی صورت میں پیدا ہی نہ ہوتے، پیدا ہونے کے بعد بھی وہ تمہیں ہر وقت ہلاک کر سکتا تھا، اور اس کے ایک اشارے پر کسی وقت بھی تم کسی حادثے کا شکار ہو سکتے تھے۔ جس خدا کے بس میں تم اس طرح بے بس ہو اس کے متعلق تم نے یہ کیسے سمجھ رکھا ہے کہ اس کی شان میں ہر گستاخی کی جا سکتی ہے، اس کے ساتھ ہر طرح کی نمک حرامی اور احسان فراموشی کی جا سکتی ہے، اس کے خلاف ہر قسم کی بغاوت کی جا سکتی ہے اور ان حرکتوں کا خمیازہ تمہیں بھگتنا نہیں پڑے گا۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۶۔ سورۃ نوح۔ ص ۱۰۲۔ حاشیہ ۱۴)

۷۷۔ اَلْوَكِيْلُ: کارساز، جس کے سپرد اپنے معاملات کیے جائیں، نگہبان، حوالہ دار۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۷۳ میں ارشاد ہے) فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. ''یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔''

(سورہ الانعام آیت ۱۰۲ میں ہے) خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ۔ ''ہر چیز کا خالق، لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔''

(سورہ ہود آیت ۱۲ میں ہے) اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ وَّاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ. ''تم تو محض خبردار کرنے والے ہو، آگے ہر چیز کا حوالہ دار اللہ ہے۔''

(سورۃ یوسف آیت ۶۶ میں ارشاد ہے) فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ. ''جب انہوں نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس کو اپنے اپنے پیمان دے دیے تو اس نے کہا ''دیکھو، ہمارے اس قول پر اللہ نگہبان ہے۔''

(سورہ القصص آیت ۲۸ میں ارشاد ہے) اَيَّمَا الْاَ جَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلاَ عُدْوَانَ عَلَىَّ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَ كِيْلٌ۔ ''ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی پوری کردوں اس کے بعد پھر کوئی زیادتی مجھ پر نہ ہو، اور جو کچھ قول وقرار ہم کر رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔''

(سورہ الزمر آیت ۶۲ میں ہے) اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ۔ ''اللہ ہر چیز کا خالق اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

(سورۃ النساء آیت ۸۱ میں ہے) فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً۔ ''تم ان کی پروانہ کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو، وہی بھروسہ کے لیے کافی ہے۔''

(سورۃ النساء آیت ۱۳۲ میں ارشاد ہے) وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً۔ ''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور کارسازی کے لیے بس وہی کافی ہے''۔

(سورۃ النساء آیت ۱۷۱ میں ہے) لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً۔ ''زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں اس کی ملک ہیں، اور ان کی کفالت اور خبر گیری کے لیے بس وہی کافی ہے''۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۳ میں ہے) وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا. ''اللہ پر توکل کرو، اللہ ہی وکیل ہونے کے لیے کافی ہے۔''

(سورۃ الاحزاب آیت ۴۸ میں ہے) وَدَعْ اَذٰهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً۔ ''کوئی پروانہ کرو ان کی اذیت رسانی کی اور بھروسہ کرلو اللہ پر، اللہ ہی اس کے لیے کافی ہے کہ آدمی اپنے معاملات اس کے سپرد کردے۔'' اللہ اس کے لیے بالکل کافی ہے کہ بندہ اپنے معاملات اس کے سپرد کردے۔ وہ رہنمائی کے لیے بھی کافی ہے اور مدد کے لیے بھی، اور وہی اس امر کا ضامن بھی ہے کہ اس کی رہنمائی میں کام کرنے والا آدمی کبھی نتائجِ بد سے دوچار نہ ہو (القرآن ج ۴۔ سورۃ الاحزاب۔ ص ۶۹۔ حاشیہ ۴)

اس نے دنیا کو پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا ہے، بلکہ وہی ہر چیز کی خبر گیری اور نگہبانی کر رہا ہے۔ دنیا کی تمام چیزیں جس طرح اس کے پیدا کرنے سے وجود میں آتی ہیں اسی طرح وہ اس کے باقی رکھنے سے باقی ہیں، اس کے پرورش کرنے سے پھل پھول رہی ہیں اور اس کی حفاظت و نگرانی میں کام کر رہی ہیں۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۃ الزمر۔ ص ۳۸۱۔۳۸۲۔ حاشیہ ۷۳)

جو لوگ اللہ پر اعتماد کریں۔ اور جن کا بھروسہ اسی کی رہنمائی اور توفیق اور مدد پر ہو، اُن کا بھروسہ ہرگز غلط ثابت نہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں کسی اور سہارے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اللہ ان کی ہدایت کے لیے بھی کافی ہوگا اور ان کی دست گیری واعانت کے لیے بھی۔ البتہ جن کا بھروسہ اپنی طاقت پر ہو، یا اللہ کے سوا کسی اور پر ہو، وہ اس آزمائش سے بخیریت نہ گزر سکیں گے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۲۔ سورہ بنی اسرائیل۔ ص۔ ۶۳۔ حاشیہ ۸۱)

(سورۃ المزمل آیت ۹ میں اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلاً۔ ''وہ مشرق ومغرب کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، لہٰذا اسی کو اپنا وکیل بنالو''۔

وکیل اس شخص کو کہتے ہیں جس پر اعتماد کر کے کوئی شخص اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دے۔ قریب قریب اسی معنی میں ہم اردو زبان میں وکیل کا لفظ اس شخص کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کے حوالہ اپنا مقدمہ کر کے ایک آدمی مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس کی طرف سے وہ اچھی طرح مقدمہ لڑے گا اور اسے خود اپنا مقدمہ لڑنے کے حاجت نہ رہے گی۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس دین کی دعوت پیش کرنے پر تمہارے خلاف مخالفتوں کا جو طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے اور جو مشکلات تمہیں پیش آرہی ہیں ان پر کوئی پریشانی تم کو لاحق نہ ہونی چاہیے۔ تمہارا رب وہ ہے جو مشرق ومغرب، یعنی ساری کائنات کا مالک ہے، جس کے سوا خدائی کے اختیارات کسی کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ تم اپنا معاملہ اسی کے حوالے کر دو اور مطمئن ہو جاؤ کہ اب تمہارا مقدمہ وہ لڑے گا، تمہارے مخالفین سے وہ نمٹے گا اور تمہارے سارے کام وہ بنائے گا۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۶۔ سورۃ المزمل۔ ص ۱۲۹۔ حاشیہ ۱۰)

۷۸۔ اَلْهَادِیْ: رہنما۔

(سورہ اعراف آیت ۱۸۶ میں ارشاد ربانی ہے)۔

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ. وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ.

''جس کو اللہ رہنمائی سے محروم کر دے اس کے لیے پھر کوئی رہنما نہیں ہے، اور اللہ انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔''

(سورۃ فرقان آیت ۳۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے)

وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا

''اور تمہارے لیے تمہارا رب ہی رہنمائی اور مدد کو کافی ہے''۔

رہنمائی سے مراد صرف علمِ حق عطا کرنا ہی نہیں ہے بلکہ تحریک اسلامی کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لیے، اور دشمنوں کی چالوں کو شکست دینے کے لیے بروقت صحیح تدبیریں سجھانا بھی ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۳ الفرقان۔ ص ۴۴۸ حاشیہ ۴۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریکِ اسلامی کے دوران میں جب کہ حق اور باطل کی مسلسل کشمکش چل رہی ہو، نبی اور اس کے پیروؤں کی ہمت بندھائی جاتی رہے۔ اس کے لیے خدا کی طرف سے بار بار، وقتاً فوقتاً موقع بموقع پیغام آنا کارگر ہے۔ اس صورت میں آدمی محسوس کرتا ہے کہ جس خدا نے اسے کام پر مامور کیا ہے وہ اس کی طرف متوجہ ہے، اس کے کام سے دلچسپی لے رہا ہے، اس کے حالات پر نگاہ رکھتا ہے، اس کی مشکلات میں رہنمائی کر رہا ہے، اور ہر ضرورت کے موقع پر اسے شرف باریابی ومخاطبت عطا فرما کر اس کے ساتھ اپنے تعلق کو تازہ کرتا رہتا ہے۔ یہ چیز حوصلہ بڑھانے والی اور عزم کو مضبوط رکھنے والی ہے۔

(سورہ الحج آیت ۵۴ میں ارشاد ربانی ہے)

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

"یقیناً اللہ ایمان لانے والوں کو ہمیشہ سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے"۔

(سورۃ المومن آیت ۳۳ میں ارشاد ہے)۔

مَالَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ، وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ.

"اُس وقت اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ جسے اللہ بھٹکا دے اسے پھر کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا۔"

اللہ کی ہدایت یہ ہے کہ ایک طالبِ حق کو علم کے ذرائع سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشی جائے اور اللہ کی آیات میں اسے حقیقت تک پہنچنے کے نشانات ملتے چلے جائیں۔ بکثرت انسان ایسے ہیں جن کے سامنے آفاق اور اَنْفُس میں اللہ کی بے شمار نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں مگر وہ جانوروں کی طرح انہیں دیکھتے ہیں اور کبھی سبق حاصل نہیں کرتے۔ اور بہت سے انسان ہیں جو حیوانیات (zoolgy)، نباتیات (Botany) حیاتیات (Biology) ارضیات (Geology) فلکیات (Astronomy) عضویات (Physiology) علم التشریح (Anatomy) اور سائنس کی دوسری شاخوں کا مطالعہ کرتے ہیں، تاریخ، آثار قدیمہ اور علوم اجتماع (Social sciences) کی تحقیق کرتے ہیں اور ایسی ایسی نشانیاں ان کے مشاہدے میں آتی ہیں جو قلب کو ایمان سے لبریز کر دیں۔ مگر چونکہ وہ مطالعہ کا آغاز ہی تعصب کے ساتھ کرتے ہیں اور ان کے پیش نظر دنیا اور اس کے فوائد ومنافع کے سوا کچھ نہیں ہوتا اس لیے اس مشاہدہ کے دوران میں ان کو صداقت تک پہنچانے والی کوئی نشانی نہیں ملتی، بلکہ جو نشانی بھی سامنے آتی ہے وہ انہیں الٹی دہریت، الحاد، مادہ پرستی اور نیچریت ہی کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں ایسے لوگ بھی ناپید نہیں ہیں جو آنکھیں کھول کر اس کارگاہ عالم کو دیکھتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ:

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

(تفہیم القرآن۔ ج ا۔ سورۃ الانعام ص ۵۳۸۔ ۴۳۹۔ حاشیہ ۲۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں فکر و عمل کی تمام راہیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ کوئی شخص کسی راہ پر بھی اللہ کے اذن اور اس کی توفیق کے بغیر نہیں چل سکتا۔ رہی یہ بات کہ کس انسان کو کس راہ پر چلنے کا اذن ملتا ہے اور کس راہ کی رہروی کے اسباب اس کے لیے ہموار کیے جاتے ہیں، تو اس کا انحصار سراسر آدمی کی اپنی طلب اور سعی پر ہے۔ اگر وہ خدا سے لگاؤ رکھتا ہے، سچائی کا طالب ہے، اور خالص نیت سے خدا کے راستے پر چلنے کی سعی کرتا ہے۔ تو اللہ اسی کا اذن اور اسی کی توفیق اسے عطا فرماتا ہے اور اسی راہ پر چلنے کے اسباب اس کے لیے موافق کر دیتا ہے۔ بخلاف اس کے جو شخص خود گمراہی کو پسند کرتا ہے اور غلط راستوں ہی پر چلنے کی سعی کرتا ہے، اللہ کی طرف سے اس کے لیے ہدایت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہی راہیں اس کے لیے کھول دی جاتی ہیں جن کو اس نے آپ اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ ایسے شخص کو غلط سوچنے، غلط کام کرنے اور غلط راہوں میں اپنی قوتیں صرف کرنے سے بچا لینا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اپنے نصیب کی راہ راست جس نے خود کھو دی اور جس سے اللہ نے اس کو محروم کر دیا، اس کے لیے یہ گم شدہ نعمت کسی کے ڈھونڈے نہیں مل سکتی۔ (تفہیم القرآن۔ ج ا۔ سورۃ النساء۔ ص ۳۱۱ حاشیہ ۱۷۳)

اللہ تعالیٰ نے نفسِ انسانی کو جسم، حواس اور ذہن کی قوتیں دے کر دنیا میں بالکل بے خبر نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ ایک فطری الہام کے ذریعہ سے اس کے لاشعور میں نیکی اور بدی کا فرق، بھلے اور برے کا امتیاز، اور خیر کے خیر اور شر کے شر ہونے کا احساس اُتار دیا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۶۔ سورۃ الشمس۔ ص ۳۴۸۔ دیباچہ)

ہر انسان کے لاشعور میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصورات ودیعت کر دیے ہیں کہ اخلاق میں کوئی چیز بھلائی ہے اور کوئی چیز برائی، اچھے اخلاق واعمال اور برے اخلاق واعمال یکساں نہیں ہیں، فجور (بدکرداری) ایک قبیح چیز ہے اور تقویٰ (برائیوں سے اجتناب) ایک اچھی چیز۔ یہ تصورات انسان کے لیے اجنبی نہیں ہیں بلکہ اس کی فطرت ان سے آشنا ہے اور خالق نے برے اور بھلے کی تمیز پیدائشی طور پر اس کو عطا کر دی ہے۔ یہی بات سورۂ بلد میں فرمائی گئی ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔ ''اور ہم نے اس کو خیر وشر کے دونوں نمایاں راستے دکھا دیے''۔ (آیت ۱۰) اسی کو سورۂ دہر میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔ ''ہم نے اس کو راستہ دکھا دیا خواہ شاکر بن کر رہے یا کافر۔ (آیت ۳) اور اسی بات کو سورۂ قیامہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے اندر ایک نفس لوّامہ (ضمیر) موجود ہے جو برائی کرنے پر اسے ملامت کرتا ہے (آیت ۲) اور ہر انسان خواہ کتنی ہی معذرتیں کرے مگر وہ اپنے آپ کو خوب جانتا ہے کہ وہ کیا ہے (آیات ۱۴۔۱۵)

فطری الہام اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق پر اس کی حیثیت اور نوعیت کے لحاظ سے کیا ہے، جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا ہے کہ اَلَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى. ''جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت عطا کی پھر راہ دکھائی''۔ (آیت ۵۰) مثلاً حیوانات کی ہر نوع کو اس کی ضروریات کے مطابق الہامی علم دیا گیا ہے جس کی بنا پر مچھلی کو آپ سے آپ تیرنا، پرندے کو اڑنا، شہد کی مکھی کو چھتہ بنانا اور بئے کو گھونسلا تیار کرنا آجاتا ہے۔ انسان کو بھی اس کی مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے الگ الگ قسم کے الہامی علوم دیے گئے ہیں۔ انسان کی ایک حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک حیوانی وجود ہے اور اس حیثیت سے جو الہامی علم اسے دیا گیا ہے اس کی ایک نمایاں ترین مثال بچے کا پیدا ہوتے ہی ماں کا دودھ چوسنا ہے جس کی تعلیم اگر خدا نے فطری طور پر اسے نہ دی ہوتی تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی اسے یہ فن نہ سکھا سکتا تھا۔اس کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک عقلی وجود ہے اس حیثیت سے خدا نے انسان کی آفرینش کے آغاز سے مسلسل اس کو الہامی رہنمائی دی ہے جس کی بدولت وہ پے در پے اکتشافات اور ایجادات کر کے تمدن میں ترقی کرتا رہا ہے۔ان ایجادات واکتشافات کی تاریخ کا جو شخص بھی مطالعہ کرے گا وہ محسوس کرے گا کہ ان میں سے شاید ہی کوئی ایسی ہو جو محض انسانی فکر و کاوش کا نتیجہ ہو، ورنہ ہر ایک کی ابتداء اسی طرح ہوتی ہے کہ یکا یک کسی شخص کے ذہن میں ایک بات آ گئی اور اس کی بدولت اس نے کسی چیز کا اکتشاف کیا یا کوئی چیز ایجاد کر لی۔ان دونوں حیثیتوں کے علاوہ انسان کی ایک اور حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک اخلاقی وجود ہے، اور اس حیثیت سے بھی اللہ تعالیٰ نے اسے خیر وشر کا امتیاز، اور خیر کے خیر اور شر کے شر ہونے کا احساس الہامی طور پر عطا کیا ہے۔ یہ امتیاز واحساس ایک عالمگیر حقیقت ہے جس کی بنا پر دنیا میں کبھی کوئی انسانی معاشرہ خیر وشر کے تصورات سے خالی نہیں رہا ہے۔اور کوئی ایسا معاشرہ نہ تاریخ میں کبھی پایا گیا ہے نہ اب پایا جاتا ہے جس کے نظام میں بھلائی اور برائی پر جزا اور سزا کی کوئی نہ کوئی صورت اختیار نہ کی گئی ہو۔اس چیز کا ہر زمانے، ہر جگہ اور ہر مرحلۂ تہذیب وتمدن میں پایا جانا اس کے فطری ہونے کا صریح ثبوت ہے اور مزید براں یہ اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ ایک خالق حکیم ودانا نے اسے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے، کیونکہ جن اجزاء سے انسان مرکب ہے اور جن قوانین کے تحت دنیا کا مادی نظام چل رہا ہے ان کے اندر کہیں اخلاق کے ماخذ کی نشان دہی نہیں کی جا سکتی۔(تفہیم القرآن۔ج ٦۔سورۃ الشمس۔ص ۳۵۲۔۳۵۳۔حاشیہ ۵)

بھلائی اور برائی کا جو الہامی علم اللہ نے انسان کی فطرت میں رکھ دیا ہے جو بجائے خود انسان کی ہدایت کے لیے کافی نہیں ہے، بلکہ اس کو پوری طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی انسان خیر وشر کے غلط فلسفے اور معیار تجویز کر کے گمراہ ہوتا رہا ہے۔اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس فطری الہام کی مدد کے لیے انبیاء علیہم السلام پر واضح اور صاف صاف وحی نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں کو کھول کر بتائیں کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا۔(تفہیم القرآن۔ج ٦۔سورۃ الشمس۔ص ۳۴۹۔دیباچہ)

پھر ایک انسان کو غور وفکر اور تحقیق وتجسس کے بغیر جو صحیح تدبیر، یا صائب رائے، یا فکر وعمل کی صحیح راہ سجھائی جاتی ہے وہ بھی وحی ہے (وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ. القصص) اور اس وحی سے کوئی بھی انسان محروم نہیں ہے۔دنیا میں جتنے اکتشافات ہوئے ہیں جتنی مفید ایجادیں ہوئی ہیں، بڑے بڑے مدبرین، فاتحین، مفکرین اور مصنفین نے جو معرکے کے کام کیے ہیں، ان سب میں اس وحی کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔بلکہ عام انسانوں کو آئے دن اس طرح کے تجربات ہوتے رہتے ہیں کہ کبھی بیٹھے بیٹھے دل میں ایک بات آئی، یا کوئی تدبیر سوجھ گئی، یا خواب میں کچھ دیکھ لیا، اور بعد میں تجربے سے پتہ چلا کہ وہ ایک صحیح رہنمائی تھی جو غیب سے انہیں حاصل ہوئی تھی۔(تفہیم القرآن۔ج ۲۔سورۃ النحل۔ص ۵۵۱۔حاشیہ ۵٦)

دنیا میں انسان کی ضرورتوں کا دائرہ صرف اسی حد تک محدود نہیں ہے کہ اس کو کھانے پینے پہننے اور زندگی بسر کرنے کا سامان بہم پہنچے اور آفات، مصائب اور نقصانات سے وہ محفوظ رہے۔بلکہ اس کی ایک ضرورت اور درحقیقت سب سے (بڑی ضرورت) یہ بھی ہے کہ اسے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہو اور وہ جانے کہ اپنی ذات کے ساتھ، اپنی قوتوں اور قابلیتوں کے ساتھ، اس سروسامان کے ساتھ جو روئے زمین پر اس کے تصرف میں ہے ان بے شمار انسانوں کے ساتھ جن سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختلف حیثیتوں میں اس کو سابقہ پیش آتا ہے، اور مجموعی طور پر اس نظام کائنات کے ساتھ جس کے ماتحت رہ کر ہی بہر حال اس کو کام کرنا ہے، وہ کیا اور کس طرح معاملہ کرے جس سے اس کی زندگی بحیثیت مجموعی کامیاب ہو اور اس کی کوششیں اور محنتیں غلط راہوں میں صرف ہو کر تباہی و بربادی پر منتج نہ ہوں۔ اسی صحیح طریقہ کا نام "حق" ہے اور جو رہنمائی اس طریقہ کی طرف انسان کو لے جائے "وہی ہدایتِ حق"

انسان کی ساری ضرورتیں دو ہی نوعیت کی ہیں۔ ایک نوعیت کی ضروریات یہ ہیں کہ کوئی اس کا پروردگار ہو، کوئی ملجاو ماویٰ ہو، کوئی دعاؤں کا سننے والا اور حاجتوں کا پورا کرنے والا ہو جس کا مستقل سہارا اس عالم اسباب کے لیے بے ثبات سہاروں کے درمیان رہتے ہوئے وہ تھام سکے۔ دوسری نوعیت کی ضروریات یہ ہیں کہ کوئی ایسا رہنما ہو جو زندگی بسر کرنے کے صحیح اصول بتائے اور جس کے دیے ہوئے قوانین حیات کی پیروی پورے اعتماد و اطمینان کے ساتھ کی جا سکے سو اس آخری سوال نے اس کا فیصلہ بھی کر دیا کہ وہ بھی صرف خدا ہی ہے۔ اس کے بعد ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی جس کی بنا پر انسان مشرکانہ مذاہب اور لادینی (Secular) اصولِ تمدن واخلاق وسیاست سے چمٹا رہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۲۔ سورۂ یونس ص ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ حاشیہ ۴۳)

دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اپنی ساخت سے کام لینے اور اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے کا طریقہ اس نے نہ سکھایا ہو۔ کان کو سننا اور آنکھ کو دیکھنا اسی نے سکھایا ہے۔ مچھلی کو تیرنا اور چڑیا کو اڑنا اسی کی تعلیم سے آیا ہے۔ درخت کو پھل پھول دینے اور زمین کو نباتات اگانے کی ہدایت اسی نے دی ہے۔ غرض وہ ساری کائنات اور اس کی ہر چیز کا صرف خالق ہی نہیں، ہادی اور معلم بھی ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۳۔ سورۂ طٰہٰ۔ ص ۹۷۔ حاشیہ ۲۳)

خدا جو تمام کائنات کا ہادی ہے، اور جو ہر چیز کو اس کی حالت اور ضرورت کے مطابق ہدایت دے رہا ہے، اس کے عالمگیر منصبِ ہدایت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ انسان کی شعوری زندگی کے لیے بھی رہنمائی کا انتظام کرے، اور انسان کی شعوری زندگی کے لیے رہنمائی کی وہ شکل موزوں نہیں ہو سکتی جو مچھلی اور مرغی کی رہنمائی کے لیے موزوں ہے۔ اس کی موزوں ترین شکل یہ ہے کہ ایک ذی شعور انسان اس کی طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہو اور وہ ان کی عقل و شعور کو اپیل کر کے انہیں سیدھا راستہ بتائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ طٰہٰ۔ ص ۹۸۔ حاشیہ ۲۳)

جس لمحے انسان دنیا میں قدم رکھتا ہے اسی وقت ایک طرف اس کی ماں کے سینے میں دودھ پیدا ہو جاتا ہے تو دوسری طرف کوئی ان دیکھی طاقت اسے دودھ چوسنے اور حلق سے اتارنے کا طریقہ سکھا دیتی ہے۔ پھر اس تربیت و رہنمائی کا سلسلہ اوّل روز پیدائش سے شروع ہو کر موت کی آخری ساعت تک برابر جاری رہتا ہے۔ زندگی کے ہر مرحلے میں انسان کو اپنے وجود اور نشوونما اور بقا و ارتقا کے لیے جس جس نوعیت کے سروسامان کی حاجت پیش آتی ہے وہ سب اس کے پیدا کرنے والے نے زمین سے لے کر آسمان تک ہر طرف مہیا کر دیا ہے۔ اس سروسامان سے فائدہ اٹھانے اور کام لینے کے لیے جن جن طاقتوں اور قابلیتوں کی اس کو حاجت پیش آتی ہے وہ سب بھی اس کی ذات میں ودیعت کر دی ہیں۔ اور ہر شعبۂ حیات میں جس جس طرح کی رہنمائی اس کو درکار ہوتی ہے اس کا بھی پورا انتظام اس نے کر دیا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۂ الشعراء ص ۵۰۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاشیہ ۵۸)

سائنس کے مختلف شعبوں میں انسان تحقیق کے جتنے قدم آگے بڑھاتا جارہا ہے، اس کے سامنے خدا کی بہت سی وہ نعمتیں بے نقاب ہوتی جارہی ہیں جو پہلے اس سے بالکل مخفی تھیں، اور آج تک جن نعمتوں پر سے پردہ اٹھا ہے وہ ان نعمتوں کے مقابلے میں درحقیقت کسی شمار میں بھی نہیں ہیں جن پر سے اب تک پردہ نہیں اٹھا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ لقمان ص ۳۰۔ حاشیہ ۳۶)

ہم نے اسے محض علم و عقل کی قوتیں دے کر ہی نہیں چھوڑ دیا، بلکہ ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی بھی کی تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کون سا ہے اور کفر کا راستہ کون سا، اس کے بعد جو راستہ بھی وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہو۔ سورۂ بلد میں یہی مضمون ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔ ''اور ہم نے اسے دونوں راستے (یعنی خیر و شر کے راستے) نمایاں کر کے بتادیے''۔ اور سورہ الشمس میں یہی بات اس طرح بیان کی گئی ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا، ''اور قسم ہے (انسان کے) نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے (تمام ظاہری و باطنی قوتوں کے ساتھ استوار کیا، پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ دونوں اس پر الہام کر دیے۔ ان تمام تصریحات کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے، اور ساتھ ساتھ قرآن مجید کے ان تفصیلی بیانات کو بھی نگاہ میں رکھا جائے جن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے دنیا میں کیا کیا انتظامات کیے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ راستہ دکھانے سے مراد رہنمائی کی کوئی ایک ہی صورت نہیں ہے بلکہ بہت سی صورتیں ہیں جن کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے مثال کے طور پر:

۱۔ ہر انسان کو علم و عقل کی صلاحیتیں دینے کے ساتھ ایک اخلاقی حس بھی دی گئی ہے جس کی بدولت وہ فطری طور پر بھلائی اور برائی میں امتیاز کرتا ہے، بعض افعال اور اوصاف کو برا جانتا ہے اگرچہ وہ خود ان میں مبتلا ہو، اور بعض افعال و اوصاف کو اچھا جانتا ہے اگرچہ وہ خود ان سے اجتناب کر رہا ہو، حتیٰ کہ جن لوگوں نے اپنی اغراض و خواہشات کی خاطر ایسے فلسفے گھڑ لیے ہیں جن کی بنا پر بہت سی برائیوں کو انہوں نے اپنے لیے حلال کر لیا ہے، ان کا حال بھی یہ ہے کہ وہی برائیاں اگر کوئی دوسرا ان کے ساتھ کرے تو وہ اس پر چیخ اٹھتے ہیں اور اس وقت معلوم ہو جاتا ہے کہ اپنے جھوٹے فلسفوں کے باوجود حقیقت میں وہ ان کو برا ہی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح نیک اعمال و اوصاف کو خواہ کسی نے جہالت اور حماقت اور دقیانوسیت ہی قرار دے رکھا ہو، لیکن جب کسی انسان سے خود اس کی ذات کو کسی نیک سلوک کا فائدہ پہنچتا ہے تو اس کی فطرت اسے قابل قدر سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

۲۔ ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ضمیر (نفسِ لوّامہ) نام کی ایک چیز رکھ دی ہے جو اسے ہر اس موقع پر ٹوکتی ہے جب وہ کوئی برائی کرنے والا ہو یا کر رہا ہو یا کر چکا ہو۔ اس ضمیر کو خواہ انسان کتنی ہی تھپکیاں دے کر سلائے، اور اس کو بے حس بنانے کی چاہے کتنی ہی کوشش کر لے، لیکن وہ اسے بالکل فنا کر دینے پر قادر نہیں ہے۔ وہ دنیا میں ڈھیٹ بن کر اپنے آپ کو قطعی بے ضمیر ثابت کر سکتا ہے۔ وہ حجتیں بگھار کر دنیا کو دھوکا دینے کی بھی ہر کوشش کر سکتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو بھی فریب دینے کے لیے اپنے افعال کے لیے بے شمار عذرات تراش سکتا ہے، مگر اس کے باوجود اللہ نے اس کی فطرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جو محاسب بٹھا رکھا ہے وہ اتنا جاندار ہے کہ کسی برے انسان سے یہ بات چھپی نہیں رہتی کہ وہ حقیقت میں کیا ہے۔ یہی بات ہے جو سورۂ قیامہ میں فرمائی گئی ہے کہ ''انسان خود اپنے آپ کو خوب جانتا ہے خواہ وہ کتنی ہی معذرتیں کرے۔'' (آیت ۱۵)

۳۔ انسان کے اپنے وجود میں اور اس کے گردوپیش زمین سے لے کر آسمان تک ساری کائنات میں ہر طرف ایسی بے شمار نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جو خبر دے رہی ہیں کہ یہ سب کچھ کسی خدا کے بغیر نہیں ہو سکتا، نہ بہت سے خدا اس کارخانۂ ہستی کے بنانے والے اور چلانے والے ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح آفاق اور انفس کی یہی نشانیاں قیامت اور آخرت پر بھی صریح دلالت کر رہی ہیں۔ انسان اگر ان سے آنکھیں بند کر لے، یا اپنی عقل سے کام لے کر ان پر غور نہ کرے، یا جن حقائق کی نشان دہی یہ کر رہی ہیں ان کو تسلیم کرنے سے جی چرائے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تو حقیقت کی خبر دینے والے نشانات اس کے سامنے رکھ دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔

۴۔ انسان کی اپنی زندگی میں، اُس کی ہم عصر دنیا میں، اور اس سے پہلے گزری ہوئی تاریخ کے تجربات میں بیشمار واقعات ایسے پیش آئے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایک بالاتر حکومت اس پر اور ساری کائنات پر فرمانروائی کر رہی ہے، جس کے آگے وہ بالکل بے بس ہے، جس کی مشیت ہر چیز پر غالب ہے، اور جس کی مدد کا وہ محتاج ہے۔ یہ تجربات و مشاہدات صرف خارج ہی میں اس حقیقت کی خبر دینے والے نہیں ہیں، بلکہ انسان کی اپنی فطرت میں بھی اس بالاتر حکومت کے وجود کی شہادت ہے جس کی بنا پر بڑے سے بڑا دہریہ بھی برا وقت آنے پر خدا کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیتا ہے، اور سخت سے سخت مشرک بھی سارے جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کو پکارنے لگتا ہے۔

۵۔ انسان کی عقل اور اس کی فطرت قطعی طور پر حکم لگاتی ہے کہ جرم کی سزا اور عمدہ خدمات کا صلہ ملنا ضروری ہے۔ اسی بنا پر تو دنیا کے ہر معاشرے میں عدالت کا نظام کسی نہ کسی صورت میں قائم کیا جاتا ہے اور جن خدمات کو قابلِ تحسین سمجھا جاتا ہے ان کا صلہ دینے کی بھی کوئی نہ کوئی شکل اختیار کی جاتی ہے۔ یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اخلاق اور قانونِ مکافات کے درمیان ایک ایسا لازمی تعلق ہے جس سے انکار کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اب اگر یہ مُسلّم ہے کہ اس دنیا میں بے شمار جرائم ایسے ہیں جن کی پوری سزا تو درکنار سرے سے کوئی سزا ہی نہیں دی جا سکتی، اور بے شمار خدمات بھی ایسی ہیں جن کا پورا صلہ تو کجا، کوئی صلہ بھی خدمت کرنے والے کو نہیں مل سکتا، تو آخرت کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، اِلّا یہ کہ کوئی بے وقوف یہ فرض کر لے، یا کوئی ہٹ دھرم یہ رائے قائم کرنے پر اصرار کرے کہ انصاف کا تصور رکھنے والا انسان ایک ایسی دنیا میں پیدا ہو گیا ہے جو بجائے خود انصاف کے تصور سے خالی ہے۔ اور پھر اس سوال کا جواب اس کے ذمہ رہ جاتا ہے کہ ایسی دنیا میں پیدا ہونے والے انسان کے اندر یہ انصاف کا تصور آخر آ کہاں سے گیا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۔ ان تمام ذرائع رہنمائی کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی صریح اور واضح رہنمائی کے لیے دنیا میں انبیاءؑ بھیجے اور کتابیں نازل کیں جن میں صاف صاف بتادیا گیا کہ شکر کی راہ کون سی ہے اور کفر کی راہ کونسی اور ان دونوں راہوں پر چلنے کے نتائج کیا ہیں۔ انبیاءؑ اور کتابوں کی لائیں ہوئی یہ تعلیمات، بے شمار محسوس اور غیر محسوس طریقوں سے اتنے بڑے پیمانے پر ساری دنیا میں پھیلی ہیں کہ کوئی انسانی آبادی بھی خدا کے تصور، آخرت کے تصور، نیکی اور بدی کے فرق، اور ان کے پیش کردہ اخلاقی اصولوں اور قانونی احکام سے ناواقف نہیں رہ گئی ہے، خواہ اسے یہ معلوم ہو یا نہ ہو کہ یہ علم اسے انبیاءؑ اور کتابوں کی لائی ہوئی تعلیمات ہی سے حاصل ہوا ہے۔ آج جو لوگ انبیاءؑ اور کتابوں کے منکر ہیں، یا ان سے بالکل بے خبر ہیں، وہ بھی ان بہت سی چیزوں کی پیروی کر رہے ہیں جو دراصل انہیں کی تعلیمات سے چھن چھن کر ان تک پہنچی ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ ان چیزوں کا اصل ماخذ کون سا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۶۔ سورۃ الدھر۔ ص ۱۸۹۔۱۹۰ حاشیہ ۵)

۷۹۔ اَلْكَفِيْلُ: گواہ

(سورۃ النحل آیت ۹۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے):

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا. اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ.

”اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو، اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جب کہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو۔ اللہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے“۔

یہاں علی الترتیب تین قسم کے معاہدوں کو ان کی اہمیت کے لحاظ سے الگ الگ بیان کر کے ان کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک وہ عہد جو انسان نے خدا کے ساتھ باندھا ہو، اور یہ اپنی اہمیت میں سب سے بڑھ کر ہے۔ دوسرا وہ عہد جو ایک انسان یا گروہ نے دوسرے انسان یا گروہ سے باندھا ہو اور اس پر اللہ کی قسم کھائی ہو، یا کسی نہ کسی طور پر اللہ کا نام لے کر اپنے قول کی پختگی کا یقین دلایا ہو۔ یہ دوسرے درجے کی اہمیت رکھتا ہے۔ تیسرا وہ عہد و پیمان جو اللہ کا نام لیے بغیر کیا گیا ہو۔ اس کی اہمیت اوپر کی دونوں قسموں کے بعد ہے لیکن پابندی ان سب کی ضروری ہے اور خلاف ورزی ان میں سے کسی کی بھی روا نہیں ہے۔

عہد شکنی کی بدترین قسم جو دنیا میں سب سے بڑھ کر موجب فساد ہوتی ہے اور جسے بڑے بڑے اونچے درجے کے لوگ بھی کار ثواب سمجھ کر کرتے اور اپنی قوم سے داد پاتے ہیں۔ قوموں اور گروہوں کی سیاسی، معاشی اور مذہبی کشمکش میں آئے دن ہوتا رہتا ہے کہ ایک قوم کا لیڈر ایک وقت میں دوسری قوم سے ایک معاہدہ کرتا ہے اور دوسرے وقت میں محض اپنے قومی مفاد کی خاطر یا تو اسے علانیہ توڑ دیتا ہے یا در پردہ اس کی خلاف ورزی کر کے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ حرکتیں ایسے ایسے لوگ تک کر گزرتے ہیں جو اپنی ذاتی زندگی میں بڑے راستباز ہوتے ہیں اور ان حرکتوں پر صرف یہی نہیں کہ ان کی پوری قوم میں سے ملامت کی کوئی آواز نہیں اٹھتی، بلکہ ہر طرف سے انکی پیٹھ ٹھونکی جاتی ہے اور اس طرح کی چال بازیوں کو ڈپلومیسی کا کمال سمجھا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس پر متنبہ فرماتا ہے کہ ہر معاہدہ کرنے والے شخص اور قوم کے اخلاق و دیانت کی آزمائش ہے اور جو لوگ اس آزمائش میں ناکام ہوں گے وہ اللہ کی عدالت میں مواخذہ سے نہ بچ سکیں گے۔(تفہیم القرآن ج۲ سورۃ النحل ص ۵۶۷۔حاشیہ ۹۰۔۹۱)

۸۰۔ اَلْکَافِیْ: کافی ہونے والا۔

(سورۃ الزمر آیت ۳۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے) اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ''(اے نبیؐ) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔''

(سورۃ الحجر کی آیات ۹۵۔۹۶ میں ارشاد ہے) اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔ ''ہم ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں، جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی خدا قرار دیتے ہیں عنقریب انہیں معلوم ہو جائیگا۔''

(سورۃ بقرہ کی آیت ۱۳۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے) وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. ''اور اگر تم سے منہ پھیریں، تو کھلی بات ہے کہ وہ ہٹ دھرمی میں پڑ گئے ہیں۔لہٰذا اطمینان رکھو کہ اُن کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لیے کافی ہے وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

خدا اپنی خدائی کا انتظام کرنے کے لیے خود کافی ہے، اس کو کسی سے مدد لینے کی حاجت نہیں کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔

(تفہیم القرآن ج۱۔سورۃ النساء ص ۴۳۱۔حاشیہ ۲۱۸)

۸۱۔ اَلْاَکْرَمُ: بڑی کریم۔

(سورۃ العلق آیت ۳ میں ارشادِ ربانی ہے) اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. ''پڑھو اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔'' یعنی یہ اُس کا انتہائی کرم ہے کہ اس حقیر ترین حالت سے ابتداء کر کے اُس نے انسان کو صاحب علم بنایا جو مخلوقات کی بلند ترین صفت ہے، اور صرف صاحبِ علم ہی نہیں بنایا، بلکہ اُس کو قلم کے استعمال سے لکھنے کا فن سکھایا جو بڑے پیمانے پر علم کی اشاعت، ترقی، اور نسلاً بعد نسلٍ اُس کے بقا اور تحفظ کا ذریعہ بنا۔اگر وہ الہامی طور پر انسان کو قلم اور کتابت کے فن کا یہ علم نہ دیتا تو انسان کی علمی قابلیت ٹھٹھر کر رہ جاتی اور اسے نشو و نما پانے، پھیلنے اور ایک نسل کے علوم دوسری نسل تک پہنچنے اور آگے مزید ترقی کرتے چلے جانے کا موقع ہی نہ ملتا۔(تفہیم القرآن: ج۶۔سورۃ العلق۔ص ۳۹۶۔۳۹۷۔حاشیہ ۵)

لافانی اور لازوال تو صرف اُس خدائے بزرگ و برتر کی ذات ہے جس کی عظمت پر یہ کائنات گواہی دے رہی ہے اور جس کے کرم سے تم کو یہ کچھ نعمتیں نصیب ہوئی ہیں۔اب اگر تم میں سے کوئی شخص ہم چو من دیگرے نیست کے گھمنڈ میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ محض اس کی کم ظرفی ہے۔اپنے ذرا سے دائرۂ اختیار میں کوئی بے وقوف کبریائی کے ڈنکے بجالے، یا چند بندے جو اس کے ہتھے چڑھیں، ان کا خدا بن بیٹھے، تو یہ ڈھونگ کی ٹٹی کتنی دیر کھڑی رہ سکتی ہے، کائنات کی وسعتوں میں جس زمین کی حیثیت ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مٹر کے دانے برابر بھی نہیں ہے اس کے ایک کونے میں دس بیس یا پچاس ساٹھ برس جو خدائی اور کبریائی چلے اور پھر قصہ ماضی بن کر رہ جائے، وہ آخر کیا خدائی اور کیا کبریائی ہے جس پر کوئی پھولے۔ (تفہیم القرآن۔ج ۵۔سورۃ الرحمٰن۔ص ۲۶۰۔۲۶۱۔ حاشیہ ۲۵)

مزید تشریح الکریم کے تحت ملاحظہ ہو۔

۸۲۔ اَلْاَعْلٰی: سب سے برتر۔ غالب۔ سب سے بڑا۔

(سورۃ الاعلیٰ آیت میں ارشاد ربانی ہے) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (اے نبیؐ) اپنے ربّ برتر کے نام کی تسبیح کرو۔"

(اَلْاَعْلٰی) جو اپنے اندر کسی قسم کے نقص، عیب، کمزوری یا مخلوقات سے تشبیہ کا کوئی پہلو نہ رکھتا ہو، کیونکہ دنیا میں جتنے بھی فاسد عقائد پیدا ہوئے ہیں ان سب کی جڑ اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی نہ کوئی غلط تصور ہے جس نے اُس ذات پاک کے لیے کسی غلط نام کی شکل اختیار کی ہے۔ لہٰذا عقیدے کی تصحیح کے لیے سب سے مقدم یہ ہے کہ اللہ جل شانہ، کو صرف اُن اسمائے حسنیٰ ہی سے یاد کیا جائے جو اس کے لیے موزوں اور مناسب ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۶، سورۃ الاعلیٰ۔ص ۳۰۹۔ دیباچہ)

(سورۃ اللیل آیت ۲۹ میں ارشاد ہے) اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی "وہ تو صرف اپنے ربّ برتر کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرتا ہے۔"

(قرآن مجید میں سورۂ نازعات کی آیت ۲۴ میں فرعون کا ربّ اعلیٰ ہونے کا دعوائے باطل بھی نقل کیا گیا ہے) فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی "اس نے پکار کر کہا" میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔"

وہ مذہبی معنی میں نہیں بلکہ سیاسی معنی میں اپنے آپ کو الٰہ اور رب اعلیٰ کہتا تھا، یعنی اس کا مطلب یہ تھا کہ اقتدار اعلیٰ کا مالک میں ہوں، میرے سوا کسی کو میری مملکت میں حکم چلانے کا حق نہیں ہے، اور میرے اوپر کوئی بالاتر طاقت نہیں ہے جس کا فرمان یہاں جاری ہو سکتا ہو۔ (تفہیم القرآن۔ج ۶۔سورۃ النازعات۔ص ۲۴۳۔حاشیہ ۱۱)

وہ عملاً مصر کی اور نظریہ کے اعتبار سے دراصل پوری نوعِ انسان کی سیاسی ربوبیت و خداوندی کا مدعی تھا اور یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھا کہ اس کے اوپر کوئی دوسری ہستی فرمانروا ہو جس کا نمائندہ آکر اسے حکم دے اور اس حکم کی اطاعت کا مطالبہ اس سے کرے (تفہیم القرآن جلد ۳ سورۃ طٰہٰ ص ۹۶۔ حاشیہ ۲۱)

(اس سے معلوم ہوا کہ اَلْاَعْلٰی وہ ہے جو سب سے برتر، سب پر غالب اور سب سے بڑا ہو۔ یہ جملہ اوصاف صرف اور صرف خالقِ کائنات میں پائے جاتے ہیں لہٰذا وہی اَعْلٰی ہے دوسرا کوئی ان معنوں میں اَعْلٰی نہیں ہے)

۸۳۔ اَلرَّزَّاقُ: سب کا روزی رساں۔ بہتر رزق دینے والا

(سورۃ الذاریات آیت ۵۸ میں ہے) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ "اللہ تو خود ہی رزاق ہے بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورۂ جمعہ کی آیت ۱۱ میں ہے) وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اس دنیا میں مجازاً جو بھی رزق رسانی کا ذریعہ بنتے ہیں ان سب سے بہتر رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ کہیں اللہ تعالیٰ کو احسن الخالقین کہا گیا ہے، کہیں خیر الغافرین، کہیں خیر الحاکمین، کہیں خیر الراحمین، کہیں خیر الناصرین۔ ان سب مقامات پر مخلوق کی طرف رزق، تخلیق، مغفرت، رحم اور نصرت کی نسبت مجازی ہے اور اللہ کی طرف حقیقی۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بھی دنیا میں تم کو تنخواہ، اُجرت یا روٹی دیتے نظر آتے ہیں، یا جو لوگ بھی اپنی صنعت وکاریگری سے کچھ بناتے نظر آتے ہیں، یا جو لوگ بھی دوسروں کے قصور معاف کرتے اور دوسروں پر رحم کھاتے اور دوسروں کی مدد کرتے نظر آتے ہیں، اللہ ان سب سے بہتر رازق، خالق، رحیم، غفور اور مددگار ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵۔ سورۃ الجمعہ۔ ص ۵۰۵۔ حاشیہ ۲۱)

رازق، صانع، موجد، معطی اور ایسی ہی دوسری بہت سی صفات ایسی ہیں جو اصل میں تو اللہ تعالیٰ ہی کی صفات ہیں مگر مجازاً بندوں کی طرف بھی منسوب ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ہم ایک شخص کے متعلق کہتے ہیں کہ اس نے فلاں شخص کے روزگار کا بندوبست کر دیا، یا اس نے یہ عطیہ دیا، یا اس نے فلاں چیز بنائی یا ایجاد کی۔ اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خیر الرازقین کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ یعنی جن جن کے متعلق تم گمان رکھتے ہو کہ وہ روزی دینے والے ہیں ان سب سے بہتر روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ سبا۔ ص ۲۱۹۔ حاشیہ ۶۰)

(خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ) کا جملہ قرآن پاک کی کئی اور سورتوں میں بھی آیا ہے۔ مثلاً"

سورۂ مائدہ آیت ۱۱۴ میں۔ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ "ہم کو رزق دے اور تو بہترین رازق ہے۔"

سورۃ الحج آیت ۱۵۷ میں ہے وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ. "اور یقیناً اللہ ہی بہترین رازق ہے۔"

سورۂ سبا آیت ۳۹ میں وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ. "جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو اس کی جگہ وہ تم کو اور دیتا ہے، وہ سب رازقوں سے بہتر رازق ہے۔"

سورۃ المؤمنون آیت ۷۲ میں ہے۔ اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ. "کیا تو اُن سے کچھ مانگ رہا ہے؟ تیرے لیے تیرے رب کا دیا ہی بہتر ہے اور وہ بہترین رازق ہے۔"

یہ بے شمار چرند و پرند اور آبی حیوانات جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا اور خشکی اور پانی میں پھر رہے ہیں، ان میں سے کون اپنا رزق اٹھائے پھرتا ہے؟ اللہ ہی تو ان سب کو پال رہا ہے۔ جہاں جاتے ہیں اللہ کے فضل سے ان کو کسی نہ کسی طرح رزق مل ہی جاتا ہے۔ لہٰذا تم یہ سوچ سوچ کر ہمت نہ ہارو کہ اگر ایمان کی خاطر گھر بار چھوڑ کر نکل گئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ اللہ جہاں اپنی بے شمار مخلوق کو رزق دے رہا ہے، تمہیں بھی دے گا۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۳۔ سورۃ العنکبوت۔ ص ۷۱۔ حاشیہ ۹۹)

پیدا ہوتے ہی اس کی مہربانی سے تم نے اپنے لیے پاکیزہ رزق کا ایک وسیع خوانِ یغما بچھا ہوا پایا۔ کھانے اور پینے کا ایسا پاکیزہ سامان جو زہریلا نہیں بلکہ صحت بخش ہے کڑوا کسیلا اور بدمزہ نہیں بلکہ خوش ذائقہ ہے، سڑا بسا اور بدبودار نہیں بلکہ خوش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رائحہ ہے، بے جان پھوک نہیں بلکہ اُن حیاتینوں اور مفید غذائی مادّوں سے مالا مال ہے جو تمہارے جسم کی پرورش اور نشو ونما کے لیے موزوں ترین ہیں۔ یہ پانی، یہ غلے، یہ ترکاریاں یہ پھل، یہ دودھ، یہ شہد، یہ گوشت، یہ نمک مرچ اور مسالے، جو تمہارے تغذیے کے لیے اس قدر موزوں اور تمہیں زندگی کی طاقت ہی نہیں، زندگی کا لطف دینے کے لئے بھی اس قدر مناسب ہیں، آخر کس نے اس زمین پر اتنی افراط کے ساتھ مہیا کیے ہیں، اور کس نے یہ انتظام کیا ہے کہ غذا کے یہ بے حساب خزانے زمین سے پے در پے نکلتے چلے آئیں اور ان کی رسد کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے نہ پائے۔ یہ رزق کا انتظام نہ ہوتا اور بس تم پیدا کر دیے جاتے تو سوچو کہ تمہاری زندگی کا کیا رنگ ہوتا۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۃ المومن۔ ص ۴۳۲۔۴۳۳ حاشیہ ۹۱)

خدا سے برگشتہ لوگ دنیا میں جن جن کی بندگی بجا لا رہے ہیں، وہ سب درحقیقت اپنے ان بندوں کے محتاج ہیں۔ یہ ان کی خدائی نہ چلائیں تو ایک دن بھی وہ نہ چلے۔ وہ ان کے رازق نہیں بلکہ اُلٹے یہ اُن کو رزق پہنچاتے ہیں۔ وہ ان کو نہیں کھلاتے بلکہ اُلٹے یہ اُن کو کھلاتے ہیں۔ وہ ان کی جان کے محافظ نہیں بلکہ اُلٹے یہ ان کی جانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان کے لشکر یہ ہیں جن کے بل پر ان کی خدائی چلتی ہے۔ جہاں بھی ان جھوٹے خداؤں کی حمایت کرنے والے بندے نہ رہے، یا بندوں نے ان کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا وہاں ان کے سب ٹھاٹھ پڑے رہ گئے اور دنیا کی آنکھوں نے ان کی کس مپرسی کا حال دیکھ لیا۔ سارے معبودوں میں اکیلا ایک اللہ جَلَّ شانُہٗ، ہی وہ حقیقی معبود ہے جس کی خدائی اپنے بل بوتے پر چل رہی ہے جو اپنے بندوں سے کچھ لیتا نہیں بلکہ وہی اپنے بندوں کو سب کچھ دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵۔ سورۃ الذاریات۔ ص ۱۵۶۔ حاشیہ ۵۴)

۸۴۔ اَلْمَتِیْنُ: زبردست، مضبوط اور غیر متزلزل۔ جسے کوئی ہلا نہ سکے۔ جس کا کوئی توڑ نہ کر سکے۔ جس کا کوئی توڑ نہ ہو۔

سورۂ اعراف آیت ۱۸۳ اور سورۂ القلم آیت ۴۵ میں آیا۔ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ۔ ''میری چال کا کوئی توڑ نہیں۔''

(سورۃ الذاریات آیت ۵۷ میں ارشاد ہے) اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ. ''اللہ تو خود ہی رزاق ہے۔ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔''

۸۵، ۸۶۔ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ: گناہ معاف کرنیوالا اور توبہ قبول کرنیوالا۔

(سورۃ المؤمن آیت ۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے) غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ. شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ. گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔ سخت سزا دینے والا اور بڑا صاحبِ فضل ہے۔''

یہ امید اور ترغیب دلانے والی صفت ہے۔ جو لوگ اب تک سرکشی کرتے رہے ہیں وہ مایوس نہ ہوں، بلکہ یہ سمجھتے ہوئے اپنی روش پر نظر ثانی کریں کہ اگر اب بھی وہ اس روش سے باز آ جائیں تو اللہ کے دامنِ رحمت میں جگہ پا سکتے ہیں۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ گناہ معاف کرنا اور توبہ قبول کرنا لازماً ایک ہی چیز کے دو عنوان نہیں ہیں، بلکہ بسا اوقات توبہ کے بغیر بھی اللہ کے ہاں گناہوں کی معافی ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً ایک شخص خطائیں بھی کرتا رہتا ہے اور نیکیاں بھی، اور اس کی نیکیاں اس کی خطاؤں کے معاف ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہیں، خواہ اسے ان خطاؤں پر توبہ و استغفار کرنے کا موقع نہ ملا ہو، بلکہ وہ انہیں بھول بھی چکا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ایک شخص پر دنیا میں جتنی بھی تکلیفیں اور مصیبتیں اور بیماریاں اور طرح طرح کی رنج وغم پہنچانے والی آفات آتی ہیں، وہ سب اس کی خطاؤں کا بدل بن جاتی ہیں۔ اسی بنا پر گناہوں کی معافی کا ذکر توبہ قبول کرنے سے الگ کیا گیا ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ توبہ کے بغیر خطا بخشی کی یہ رعایت صرف اہل ایمان کے لئے ہے اور اہل ایمان میں بھی صرف ان کے لیے جو سرکشی وبغاوت کے ہر جذبے سے خالی ہوں اور جن سے گناہوں کا صدور بشری کمزوری کی وجہ سے ہوا ہو نہ کہ استکبار اور معصیت پر اصرار کی بنا پر۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۃ المؤمن۔ ص ۳۹۲۔ حاشیہ ۱)

۸۷۔شَدِیْدُ الْعِقَابِ: سخت سزا دینے والا۔

اس صفت کا ذکر کے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ بندگی کی راہ اختیار کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ جتنا رحیم ہے، بغاوت وسرکشی کا رویہ اختیار کرنے والوں کے لیے اتنا ہی سخت ہے۔ جب کوئی شخص یا گروہ ان تمام حدود سے گزر جاتا ہے جہاں تک وہ اس کے درگزر اور اس کی خطا بخشی کا مستحق ہو سکتا ہے، تو پھر وہ اس کی سزا کا مستحق بنتا ہے، اور اس کی سزا ایسی ہولناک ہے کہ صرف ایک احمق انسان ہی اس کو قابلِ برداشت سمجھ سکتا ہے (تفہیم القرآن ج ۴۔ سورۃ المومن۔ ص ۳۹۲ حاشیہ ۱)

۸۸۔ذُو الطَّوْلِ: بڑا صاحب فضل۔

یعنی کشادہ دست، غنی اور فیاض ہے۔ تمام مخلوقات پر اس کی نعمتوں اور اس کے احسانات کی ہمہ گیر بارش ہر آن ہو رہی ہے۔ بندوں کو جو کچھ بھی مل رہا ہے اسی کے فضل وکرم سے مل رہا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ المومن۔ ص ۳۹۲۔ حاشیہ ۱)

۸۹۔رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ: بلند درجوں والا۔

(سورۃ المؤمن آیت ۱۵ میں ارشاد ہے) رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ. ذُو الْعَرْشِ۔ وہ بلند درجوں والا، مالکِ عرش ہے۔

تمام موجودات سے اس کا مقام بدرجہا بلند ہے۔ کوئی ہستی بھی جو اس کائنات میں موجود ہے، خواہ وہ کوئی فرشتہ ہو یا نبی یا ولی، یا اور کوئی مخلوق اس کا مقام دوسری مخلوقات کے مقابلے میں چاہے کتنا ہی ارفع واشرف ہو مگر اللہ تعالیٰ کے بلند ترین مقام سے اس کے قریب ہونے تک کا تصور نہیں کیا جا سکتا کجا کہ خدائی صفات واختیارات میں اس کے شریک ہونے کا گمان کیا جا سکے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۃ المؤمن۔ ص ۳۹۹۔ حاشیہ ۲۳)

۹۰۔ سَرِیْعُ الْحِسَابِ: بہت جلد حساب لینے والا۔

(سورۃ بقرہ آیت ۲۰۲ میں ارشاد ہے) اُولٰٓئِکَ لَھُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ "۔ ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چکاتے کچھ دیر نہیں لگتی۔"

(سورۃ آلِ عمران آیت ۱۹ میں ارشاد ہے) وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ. جو کوئی اللہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احکام وہدایات کی اطاعت سے انکار کردے اللہ کو اُس سے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔(سورۃ المائدہ آیت ۴ میں ارشادِ گرامی ہے) واتقوا اللّٰہ ۔اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ "اور اللہ کا قانون توڑنے سے ڈرو، اللہ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔"

(سورۃ الرعد آیت ۴۱ میں ارشاد) ہے وَاللّٰہُ یَحْکُمُ لاَ مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ وَھُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ.

"اللہ حکومت کر رہا ہے، کوئی اس کے فیصلوں پر نظر ثانی کرنے والا نہیں ہے اور اسے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔"

(سورۂ ابراہیم آیت ۵۱ میں ارشاد ہے) لِیَجْزِیَ اللّٰہُ کُلَّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ. اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔"یہ اس لیے ہوگا کہ اللہ ہر متنفس کو اس کے کیے کا بدلہ گا۔ اللہ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔"

سورۂ نور آیت ۳۹ میں ارشاد ہے)وَوَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ فَوَفّٰہُ حِسَابَہٗ، واللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ."وہاں اس نے اللہ کو موجود پایا جس نے اس کا پورا حساب چکا دیا، اور اللہ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔"

جو لوگ کفر ونفاق کے باوجود بظاہر کچھ نیک اعمال بھی کرتے ہوں اور فی الجملہ آخرت کے بھی قائل ہوں اور اس خیال خام میں مبتلا ہوں کہ ایمان صادق اور صفات اہل ایمان، اور اطاعت واتباع رسول کے بغیر ان کے یہ اعمال آخرت میں ان کے لیے کچھ مفید ہوں گے۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ تم اپنے جن ظاہری ونمائشی اعمال خیر سے آخرت میں فائدے کی امید رکھتے ہو ان کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں ہے۔ ریگستان میں چمکتی ہوئی ریت کو دور سے دیکھ کر جس طرح پیاسا یہ سمجھتا ہے کہ پانی کا ایک تالاب موجیں مار رہا ہے اور منہ اٹھائے اس کی طرف پیاس بجھانے کی امید لیے ہوئے دوڑتا چلا جاتا ہے اسی طرح تم ان اعمال کے جھوٹے بھروسے پر موت کی منزل کا سفر کرتے چلے جا رہے ہو۔ مگر جس طرح سراب کی طرف دوڑنے والا جب اس جگہ پہنچتا ہے جہاں اسے تالاب نظر آ رہا تھا تو کچھ نہیں پاتا، اسی طرح جب تم منزل موت میں داخل ہو جاؤ گے تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ یہاں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جس کا تم کوئی فائدہ اٹھا سکو، بلکہ اس کے برعکس اللہ تمہارے کفر ونفاق، اور ان بداعمالیوں کا جو تم ان نمائشی نیکیوں کے ساتھ کر رہے تھے، حساب لینے اور پورا پورا بدلہ دینے کے لیے موجود ہے۔(تفہیم القرآن۔ ج ۳۔ سورۃ النور۔ ص ۱۱۱۔ حاشیہ ۱۷)

(سورۃ المؤمن آیت ۱۷ میں ارشاد ربانی ہے) اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ. لاَ ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ"۔ آج ہر متنفس کو اس کمائی کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کی تھی۔ آج کسی پر ظلم نہ ہوگا اور اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔"

اللہ کو حساب لینے میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔ وہ جس طرح کائنات کی ہر مخلوق کو بیک وقت رزق دے رہا ہے اور کسی کی رزق رسانی کے انتظام میں اس کو ایسی مشغولیت نہیں ہوتی کہ دوسروں کو رزق دینے کی اسے فرصت نہ ملے، وہ جس طرح کائنات کی ہر چیز کو دیکھ رہا ہے، ساری آوازوں کو بیک وقت سن رہا ہے، تمام چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے معاملات کی بیک وقت تدبیر کر رہا ہے، اور کوئی چیز اس کی توجہ کو اس طرح جذب نہیں کر لیتی کہ اُسی وقت وہ دوسری چیزوں کی طرف توجہ نہ کر سکے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح وہ ہر ہر فرد کا بیک وقت محاسبہ بھی کر لے گا اور ایک مقدمے کی سماعت کرنے میں اسے ایسی مشغولیت لاحق نہ ہوگی کہ اسی وقت دوسرے بے شمار مقدمات کی سماعت نہ کر سکے۔ پھر اس کی عدالت میں اس بنا پر بھی کوئی تاخیر نہ ہوگی کہ واقعات مقدمہ کی تحقیق اور اس کے لیے شہادتیں فراہم ہونے میں وہاں کوئی مشکل پیش آئے۔ حاکم عدالت براہ راست خود تمام حقائق سے واقف ہوگا۔ ہر فریق مقدمہ اس کے سامنے بالکل بے نقاب ہوگا اور واقعات کی کھلی کھلی ناقابل انکار شہادتیں چھوٹی سے چھوٹی جزئی تفصیلات تک کے ساتھ بلا تاخیر پیش ہو جائیں گی۔ اس لیے ہر مقدمے کا فیصلہ جھٹ پٹ ہو جائے گا۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ المؤمن۔ ص ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ حاشیہ ۲۹)

۹۱۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: ”آسمانوں اور زمین کا خالق۔ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا۔“

(سورۃ الانعام آیت ۱۴ میں ارشاد ہے) قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "۔ کہو اللہ کو چھوڑ کر کیا کسی اور کو اپنا سرپرست بنالوں؟ اس خدا کو چھوڑ کر جو زمین و آسمان کا خالق ہے“۔

مشرکوں نے اللہ کے سوا جن جن کو اپنا خدا بنا رکھا ہے وہ سب اپنے ان بندوں کو رزق دینے کے بجائے الٹا ان سے رزق پانے کے محتاج ہیں۔ کوئی فرعون خدائی کے ٹھاٹھ نہیں جما سکتا جب تک اس کے بندے اسے ٹیکس اور نذرانے نہ دیں۔ کسی صاحبِ قبر کی شانِ معبودیت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اس کے پرستار اس کا شاندار مقبرہ تعمیر نہ کریں۔ کسی دیوتا کا دربارِ خداوندی سج نہیں سکتا جب تک اس کے پجاری اس کا مجسمہ بنا کر کسی عالی شان مندر میں نہ رکھیں اور اس کو تزمین و آرائش کے سامانوں سے آراستہ نہ کریں۔ سارے بناوٹی خدا بیچارے خود اپنے بندوں کے محتاج ہیں صرف ایک خداوند عالم ہی وہ حقیقی خدا ہے جس کی خدائی آپ اپنے بل بوتے پر قائم ہے اور جو کسی کی مدد کی محتاج نہیں بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۱۔ سورۃ الانعام۔ ص ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ حاشیہ ۱۱)

(سورۃ ابراہیم آیت ۱۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے) قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ”ان کے رسولوں نے کہا، کیا خدا کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے“

رسولوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ ہر زمانے کے مشرکین خدا کی ہستی کو مانتے تھے اور یہ بھی تسلیم کرتے تھے کہ زمین اور آسمانوں کا خالق وہی ہے۔ اسی بنیاد پر رسولوں نے فرمایا کہ آخر تمہیں شک کس چیز میں ہے؟ ہم جس چیز کی طرف تمہیں دعوت دیتے ہیں وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ اللہ فاطر السمٰوٰت والارض تمہاری بندگی کا حقیقی مستحق ہے۔ پھر کیا اللہ کے بارے میں تم کو شک ہے؟ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ ابراہیم۔ ص ۴۷۶۔ حاشیہ ۱۷)

(سورۃ الشوریٰ آیت ۱۱ میں ارشاد گرامی ہے) فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا۔ ”آسمانوں اور زمین کا بنانے والا جس نے تمہاری اپنی جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے۔“

(سورۃ فاطر آیت ۱ میں ارشاد ہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے۔"

۹۲۔بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کا موجد۔

(سورۂ بقرہ آیت ۱۱۷ میں ارشاد ہے) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَاِذَاقَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. "وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور جس بات کا وہ فیصلہ کرتا ہے، اس کے لیے بس یہ حکم دیتا ہے کہ "ہو جاؤ" اور وہ ہو جاتی ہے۔"

(سورۃ الانعام آیت ۱۰۱ میں ارشاد ہے) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ. "وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اس کا کوئی بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ کوئی اس کا شریک زندگی ہی نہیں ہے۔"

آسمانوں کو غیر محسوس اور غیر مرئی سہاروں پر قائم کیا۔ بظاہر کوئی چیز فضائے بسیط میں ایسی نہیں ہے جو ان بے حدوحساب اجرام فلکی کو تھامے ہوئے ہو۔ مگر ایک غیر محسوس طاقت ایسی ہے جو ہر ایک کو اس کے مقام و مدار پر روکے ہوئے ہے اور ان عظیم الشان اجسام کو زمین پر یا ایک دوسرے پر گرنے نہیں دیتی۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۲۔ سورۃ الرعد۔ ص ۴۴۱۔ حاشیہ ۲)

صرف یہی نہیں (کہ آسمان اور زمین) اس کے حکم سے ایک دفعہ وجود میں آ گئے ہیں، بلکہ ان کا مسلسل قائم رہنا اور ان کے اندر ایک عظیم الشان کارگاہ ہستی کا پیہم چلتے رہنا بھی اسی کے حکم کی بدولت ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اگر اس کا حکم انہیں برقرار نہ رکھے تو یہ سارا نظام یک لخت درہم برہم ہو جائے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۳۔ سورۃ الروم۔ ص ۷۴۹۔ حاشیہ ۲۳)

حقیقت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے بلکہ درحقیقت وہی ان سب چیزوں کا مالک بھی ہے جو زمین اور آسمانوں میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ نے اپنی یہ کائنات بنا کر یونہی نہیں چھوڑ دی ہے کہ جو چاہے اس کا، یا اس کے کسی حصے کا مالک بن بیٹھے۔ اپنی خلق کا وہ آپ ہی مالک ہے اور ہر چیز جو اس کائنات میں موجود ہے وہ اس کی ملکِ ہے (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ لقمان۔ ص ۲۲۔ حاشیہ ۸۶)

اس پوری کائنات کا اور اس کی ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر دوسری چیز جو یہاں پائی جاتی ہے مخلوق ہے اور اللہ اس دنیا کو بنا دینے کے بعد کہیں جا کر سو بھی نہیں گیا ہے، بلکہ اپنی اس سلطنت کا تخت نشین اور حاکم و فرمانروا بھی وہ آپ ہی ہے (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۂ السجدہ۔ ص ۳۸۔ حاشیہ ۸)

تمام معلومات جو اس وقت تک کائنات کے متعلق بہم پہنچی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پورا عالم اسی مادے سے بنا ہوا ہے جس سے ہماری یہ چھوٹی سی ارضی دنیا بنی ہے اور اس کے اندر وہی ایک قانون کام کر رہا ہے جو ہماری زمین کی دنیا میں کارفرما ہے، ورنہ یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ ہم اس زمین پر بیٹھے ہوئے اتنی دور دراز دنیاؤں کے مشاہدے کرتے اور ان کے فاصلے ناپتے اور ان کی حرکات کا حساب لگاتے۔ کیا یہ اس بات کا صریح ثبوت نہیں کہ یہ ساری کائنات ایک ہی خدا کی تخلیق اور ایک ہی فرمانروا کی سلطنت ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴۔ سورۂ یٰسٓ۔ ص ۲۲۲۔ حاشیہ ۳۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورۂ حٰم السجدہ آیت ۱۱ میں ارشاد ہے) ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ. "پھر وہ آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا---- دھوئیں سے مراد مادّے کی وہ ابتدائی حالت ہے جس میں وہ کائنات کی صورت گری سے پہلے ایک بے شکل منتشر الاجزاء غبار کی طرح فضا میں پھیلا ہوا تھا۔ موجودہ زمانے کے سائنسدان اسی کو سحابیے سے تعبیر کرتے ہیں اور آغاز کائنات کے متعلق ان کا تصور بھی یہی ہے کہ تخلیق سے پہلے وہ مادہ جس سے کائنات بنی ہے، اسی دخانی یا سحابی شکل میں منتشر تھا۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورہ حٰم السجدہ۔ ص ۴۴۵۔ حاشیہ ۱۴)

۹۳۔ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: ساری کائنات کا نور۔

سورۂ نور میں ارشاد باری ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

آسمانوں اور زمین کا لفظ قرآن مجید میں بالعموم "کائنات" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا دوسرے الفاظ میں آیت کا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ ساری کائنات کا نور ہے۔

نور سے مراد وہ چیز ہے جس کی بدولت اشیاء کا ظہور ہوتا ہے، یعنی جو آپ سے آپ ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرے۔ انسان کے ذہن میں نور اور روشنی کا اصل مفہوم یہی ہے۔ کچھ نہ سوجھنے کی کیفیت کا نام انسان نے اندھیرا اور تاریکی اور ظلمت رکھا ہے، اور اس کے برعکس جب سب کچھ سجھائی دینے لگے اور ہر چیز ظاہر ہو جائے تو آدمی کہتا ہے کہ روشنی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ "نور" کا استعمال اسی بنیادی مفہوم کے لحاظ سے کیا گیا ہے، نہ اس معنی میں کہ معاذ اللہ وہ کوئی شعاع ہے جو ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتی ہے اور ہماری آنکھ کے پردے پر پڑ کر دماغ کے مرکز بینائی کو متاثر کرتی ہے۔ روشنی کی یہ مخصوص کیفیت اس معنی کی حقیقت میں شامل نہیں ہے جس کے لیے انسانی ذہن نے یہ لفظ اختراع کیا ہے، بلکہ اس پر اس لفظ کا اطلاق ہم ان روشنیوں کے لحاظ سے کرتے ہیں جو اس مادی دنیا کے اندر ہمارے تجربے میں آتی ہیں۔ اسی طرح "نور" کے متعلق یہ خیال کرنا محض ایک تنگ خیالی ہے کہ اس کے معنی کا مصداق صرف اس شعاع ہی کی صورت میں پایا جاسکتا ہے جو کسی چمکنے والے جرم سے نکل کر آنکھ کے پردے پر منعکس ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا مصداق اس محدود معنی میں نہیں ہے بلکہ مطلق معنی میں ہے، یعنی کائنات میں وہی ایک اصل "سبب ظہور" ہے۔ باقی یہاں تاریکی اور ظلمت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دوسری روشنی دینے والی چیزیں بھی اسی کی بخشی ہوئی روشنی سے روشن اور روشن گر ہیں، ورنہ ان کے پاس اپنا کچھ نہیں جس سے وہ یہ کرشمہ دکھا سکیں۔

نور کا لفظ علم کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے برعکس جہل کو تاریکی اور ظلمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس معنی میں بھی کائنات کا نور ہے کہ یہاں حقائق کا علم اور راہ راست کا علم اگر مل سکتا ہے تو اسی سے مل سکتا ہے اس سے فیض حاصل کیے بغیر جہالت کی تاریکی اور نتیجہ ضلالت و گمراہی کے سوا اور کچھ ممکن نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۃ النور ص ۴۰۶۔ ۴۰۷ حاشیہ ۶۲)

اللہ کو "نور" کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ اس کی حقیقت ہی بس نور ہونا ہے۔ حقیقت میں تو وہ ایک ذات کامل و اکمل ہے جو صاحب علم، صاحب قدرت، صاحب حکمت وغیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب نور بھی ہے لیکن خود اس کو نور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محض اس کے کمالِ نورانیت کی وجہ سے کہا گیا ہے جیسے کسی کے کمالِ فیاضی کا حال بیان کرنے کے لیے اس کو خود فیض کہہ دیا جائے، یا اس کے کمالِ خوبصورتی کا وصف بیان کرنے کے لیے خود اسی کو حسن کے لفظ سے تعبیر کر دیا جائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۃ النور۔ ص ۴۰۸۔ حاشیہ ۶۵)

اللہ کا یہ نورِ مطلق [جس کا کوئی مدمقابل نہیں، جو کبھی زائل نہیں ہوتا، جو سدا ایک ہی شان سے ہر طرف چھایا رہتا ہے] سارے جہان کو منور کر رہا ہے، مگر اس کا ادراک ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے ادراک کی توفیق اور اس کے فیض سے مستفیض ہونے کی نعمت اللہ ہی جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے۔ ورنہ جس طرح اندھے کے لیے دن اور رات برابر ہیں، اسی طرح بے بصیرت انسان کے لیے بجلی اور سورج اور چاند اور تاروں کی روشنی تو روشنی ہے مگر اللہ کا نور اس کو سجھائی نہیں دیتا۔ اس پہلو سے اس بدنصیب کے لیے کائنات میں تاریکی ہی تاریکی ہے۔ آنکھوں کا اندھا اپنے پاس کی چیز نہیں دیکھ سکتا، یہاں تک کہ جب اس سے ٹکرا کر چوٹ کھا جاتا ہے تب اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ چیز یہاں موجود تھی۔ اسی طرح بصیرت کا اندھا ان حقیقتوں کو بھی نہیں دیکھ سکتا جو عین اُس کے پہلو میں اللہ کے نور سے جگمگا رہی ہوں۔ اُسے اُن کا پتہ صرف اُس وقت چلتا ہے جب وہ ان سے ٹکرا کر اپنی شامت میں گرفتار ہو چکا ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ النور۔ ص ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ حاشیہ ۶۶)

۹۴۔ مَالِکُ الْمُلْکِ: ملک کا مالک۔

کائنات کے تختِ سلطنت کا مالک ہے۔

اس پورے نظام (یعنی نظام کائنات) کا خالق، مالک، حاکم اور رب صرف ایک خدا ہے۔ اور اس حقیقت کے مقابلے میں باطل یہ ہے کہ اسے بہت سے خداؤں کی مشترک سلطنت سمجھا جائے، یا یہ خیال کیا جائے کہ ایک بڑے خدا کی خدائی میں دوسرے چھوٹے چھوٹے اور خداؤں کا بھی کچھ دخل ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ النور۔ حاشیہ ۶۵)

یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ کائنات کی مختلف قوتوں اور مختلف حصوں کے خالق اور مالک الگ الگ خدا ہوتے اور پھر ان کے درمیان ایسا مکمل تعاون ہوتا۔ جیسا کہ تم اس پورے نظامِ عالم کی بے شمار قوتوں اور بے حد و حساب چیزوں میں اور ان گنت تاروں اور سیاروں میں پا رہے ہو۔ نظام کی باقاعدگی اور اجزائے نظام کی ہم آہنگی، اقتدار کی مرکزیت و وحدت پر خود دلالت کر رہی ہے۔ اگر اقتدار بٹا ہوا ہوتا تو اصحاب اقتدار میں اختلاف رونما ہونا یقیناً ناگزیر تھا۔ اور یہ اختلاف ان کے درمیان جنگ اور تصادم تک پہنچے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ یہی مضمون سورۂ انبیاء میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ

لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. (آیت: ۲۲)

اگر زمین اور آسمان میں اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔

اور یہی استدلال سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا۔ (آیت: ۴۲)

اگر اللہ کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہوتے، جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو ضرور وہ مالکِ عرش کے مقام پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کائنات کا پورا نظام، زمین کی تہوں سے لے کر بعید ترین سیاروں تک، ایک ہمہ گیر قانون پر چل رہا ہے۔ یہ ایک لمحہ کے لیے بھی قائم نہیں رہ سکتا اگر اس کی بے شمار مختلف قوتوں اور بے حد و حساب چیزوں کے درمیان تناسب اور توازن اور ہم آہنگی اور تعاون نہ ہو۔ اور یہ سب کچھ اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ کوئی اٹل اور غالب و قاہر ضابطہ ان بے شمار اشیاء اور قوتوں کو پوری مناسبت کے ساتھ باہم تعاون کرتے رہنے پر مجبور کر رہا ہو۔ اب یہ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ بہت سے مطلق العنان فرمانرواؤں کی حکومت میں ایک ضابطہ اس باقاعدگی کے ساتھ چل سکے؟ نظم کا وجود خود ہی ناظم کی وحدت کو مستلزم ہے۔ قانون اور ضابطہ کی ہمہ گیری آپ ہی اس بات پر شاہد ہے کہ اختیارات ایک ہی حاکم میں مرکوز ہیں اور وہ حاکمیت مختلف حاکموں میں بٹی ہوئی نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الانبیاء۔ ص ۱۵۲۔ حاشیہ ۱۸)

اس لیے کہ چند ہستیوں کا خدائی میں شریک ہونا دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا۔ یا تو وہ سب اپنی اپنی جگہ مستقل خدا ہوں۔ یا ان میں سے ایک اصل خدا ہو، اور باقی اس کے بندے ہوں جنہیں اس نے کچھ خدائی اختیارات دے رکھے ہوں۔ پہلی صورت میں یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ یہ سب آزاد و خود مختار خدا ہمیشہ، ہر معاملے، ایک دوسرے کے ارادے سے موافقت کر کے اس اتھاہ کائنات کے نظم کو اتنی مکمل ہم آہنگی، یکسانیت اور تناسب و توازن کے ساتھ چلا سکتے۔ ناگزیر تھا کہ ان کے منصوبوں اور ارادوں میں قدم قدم پر تصادم ہوتا اور ہر ایک اپنی خدائی دوسرے خداؤں کی موافقت کے بغیر چلتی نہ دیکھ کر یہ کوشش کرتا کہ وہ تنہا ساری کائنات کا مالک بن جائے۔ رہی دوسری صورت، تو بندے کا ظرف خدائی اختیارات تو درکنار خدائی کے ذرا سے وہم اور شائبے تک کا تحمل نہیں کر سکتا۔ اگر کہیں کسی مخلوق کی طرف ذرا سی خدائی بھی منتقل کر دی جاتی تو وہ پھٹ پڑتا، چند لمحوں کے لیے بھی بندہ بن کر رہنے پر راضی نہ ہوتا، اور فوراً ہی خداوند عالم بن جانے کی فکر شروع کر دیتا۔

جس کائنات میں گیہوں کا ایک دانہ اور گھاس کا ایک تنکا بھی اس وقت تک پیدا نہ ہوتا ہو جب تک کہ زمین و آسمان کی ساری قوتیں مل کر اس کے لیے کام نہ کریں، اس کے متعلق صرف ایک انتہا درجے کا جاہل اور کند ذہن آدمی ہی یہ تصور کر سکتا ہے کہ اس کی فرمانروائی ایک سے زائد خود مختار یا نیم خود مختار خدا کر رہے ہوں گے۔ ورنہ جس نے کچھ بھی اس نظام کے مزاج اور طبیعت کو سمجھنے کی کوشش کی ہو وہ تو اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہاں خدائی بالکل ایک ہی کی ہے اور اس کے ساتھ کسی درجے میں بھی کسی اور کے شریک ہونے کا قطعی امکان نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ ص ۶۱۸ سورۃ بنی اسرائیل حاشیہ ۴۷)

سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۱۱ میں ارشاد ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ.

اور کہو ''تعریف ہے اس خدا کے لیے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا، نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے، اور نہ وہ عاجز ہے کہ کوئی اس کا پشتیبان ہو۔''

مشرکین مختلف دیوتاؤں اور بزرگ انسانوں کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ میاں نے اپنی خدائی کے مختلف شعبے یا اپنی سلطنت کے مختلف علاقے ان کے انتظام میں دے رکھے ہیں، اللہ تعالیٰ خود اپنی خدائی کا بار سنبھالنے سے عاجز ہے اس لیے وہ اپنے پشتیبان تلاش کر رہا ہے۔ اسی بنا پر اس آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ عاجز نہیں ہے کہ اسے کچھ ڈپٹیوں اور مددگاروں کی حاجت ہو۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ ص ۶۱۹۔ حاشیہ ۴۷)

۹۵۔ ذُوْالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ: جلیل و کریم ذات۔

(سورۃ الرحمٰن کی دو آیات میں استعمال ہوا ہے۔ پہلی جگہ آیت ۲۷ میں وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔

دوسری جگہ آیت ۷۸ میں: تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ بڑی برکت والا ہے تیرے رب جلیل و کریم کا نام ہے۔

لافانی اور لازوال تو صرف اس خدائے بزرگ و برتر کی ذات ہے جس کی عظمت پر یہ کائنات گواہی دے رہی ہے اور جس کے کرم سے تم کو یہ کچھ نعمتیں نصیب ہوئی ہیں۔ اب اگر تم میں سے کوئی شخص ہم چومن دیگرے نیست کے گھمنڈ میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ محض اس کی کم ظرفی ہے۔ اپنے ذرا سے دائرۂ اختیار میں کوئی بے وقوف کبریائی کے ڈنکے بجا لے، یا چند بندے جو اس کے ہتھے چڑھیں، اس کا خدا بن بیٹھے، تو یہ دھوکے کی ٹٹی کتنی دیر کھڑی رہ سکتی ہے۔ کائنات کی وسعتوں میں جن میں زمین کی حیثیت ایک مٹر کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے، اس کے ایک کونے میں دس بیس یا پچاس ساٹھ برس جو خدائی اور کبریائی چلے اور پھر قصہ ماضی بن کر رہ جائے، وہ آخر کیا خدائی اور کیا کبریائی ہے جس پر کوئی پھولے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۂ بنی اسرائیل۔ ص ۶۵۱۔ حاشیہ ۱۲۵)

۹۶۔ الْقَابِضُ: گھٹانے والا۔ سمیٹنے والا۔

سورۃ البقرہ آیت ۲۴۵ میں ارشاد باری ہے:

مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ.

تم میں کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے تا کہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے؟ گھٹانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور بڑھانا بھی، اور اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں زمین اور آسمان پر اللہ تعالیٰ کے کامل اقتدار و تصرف کی تصویر کھینچنے کے لیے مٹھی میں ہونے اور ہاتھ پر لپٹے ہونے کا استعارہ استعمال فرمایا گیا ہے جس طرح ایک آدمی کسی چھوٹی سی گیند کو مٹھی میں دبا لیتا ہے اور اس کے لیے یہ ایک معمولی کام ہے، یا ایک شخص ایک رومال کو لپیٹ کر ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اس کے لیے یہ کوئی زحمت طلب کام نہیں ہوتا، اسی طرح قیامت کے روز تمام انسان جو آج اللہ کی عظمت و کبریائی کا اندازہ کرنے سے قاصر ہیں، اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ زمین اور آسمان اللہ کے دستِ قدرت میں ایک حقیر گیند اور ایک ذرا سے رومال کی طرح ہیں۔ مسند احمد، بخاری، مسلم نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات منقول ہوئی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، دورانِ خطبہ میں یہ آیت وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۔[1] (الزمر: ٦٧) تلاوت فرمائی اور فرمایا اللہ آسمانوں اور زمینوں (یعنی سیاروں) کو اپنی مٹھی میں لے کر اس طرح پھرائے گا جیسے ایک بچہ گیند پھراتا ہے، اور فرمائے گا میں ہوں خدائے واحد، میں ہوں بادشاہ میں ہوں جبار، میں ہوں کبریائی کا مالک، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں جبار؟ کہاں ہیں متکبر؟ یہ کہتے کہتے حضورؐ پر ایسا لرزہ طاری ہوا ہمیں خطرہ ہونے لگا کہ کہیں آپ منبر سمیت گر نہ پڑیں۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۵۔ سورۃ الرحمٰن۔ ص ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ حاشیہ ۲۵)

سورۂ فرقان آیت ۴۶ میں ارشاد ربانی ہے:

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا۔ اور ہم اس سائے کو رفتہ رفتہ اپنی طرف سمیٹتے چلے جاتے ہیں۔

غفلت میں پڑے ہوئے مشرکین اگر دنیا میں جانوروں کی طرح نہ جیتے اور کچھ عقل و ہوش کی آنکھوں سے کام لیتے تو یہی سایہ جس کا تم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہو تمہیں یہ سبق دینے کے لیے کافی تھا کہ نبی جس توحید کی تعلیم تمہیں دے رہا ہے وہ بالکل برحق ہے۔ تمہاری ساری زندگی اسی سائے کے مدوجزر سے وابستہ ہے۔ ابدی سایہ ہو جائے تو زمین پر کوئی جاندار مخلوق، بلکہ نباتات تک باقی نہ رہ سکے، کیونکہ سورج کی روشنی و حرارت پر ہی ان سب کی زندگی موقوف ہے۔ سایہ بالکل نہ رہے تب بھی زندگی محال ہے، کیونکہ ہر وقت سورج کے سامنے رہنے اور اس کی شعاعوں سے کوئی پناہ نہ پا سکنے کی صورت میں نہ جاندار زیادہ دیر تک باقی رہ سکتے ہیں نہ نباتات، بلکہ پانی تک کی خیر نہیں۔ دھوپ اور سائے میں یک لخت تغیرات ہوتے رہیں تب بھی زمین کی مخلوقات ان جھٹکوں کو زیادہ دیر تک نہیں سہار سکتی۔ مگر ایک صانع اور قادر مطلق ہے جس نے زمین اور سورج کے درمیان ایسی مناسبت قائم کر رکھی ہے جو دائما ایک لگے بندھے طریقے سے آہستہ آہستہ سایہ ڈالتی اور بڑھاتی گھٹاتی ہے اور بتدریج دھوپ نکالتی اور چڑھاتی اتارتی رہتی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الزمر۔ ص ۳۸۲۔ حاشیہ ۷۶)

---

[1] ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا اس کی قدرت کاملہ کا تو یہ حال ہے کہ قیامت کے روز پوری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دست راست میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ پاک و بالاتر ہے وہ اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۷۔ اَلْبَاسِطُ: کشادہ کرنے والا۔ پھیلانے والا۔

(سورۂ الرعد آیت ۲۶ میں ارشاد ربانی ہے)

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ.

اللہ جس کو چاہتا ہے رزق کی فراخی بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا رزق دیتا ہے۔

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۰ میں ارشاد ربانی ہے)

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ.

تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

(سورۃ القصص آیت ۸۲ میں ارشاد ہے)

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ.

افسوس! ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے۔

(سورۃ العنکبوت آیت ۶۲ میں ارشاد ہے):

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ.

اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔

(سورۃ الروم آیت ۳۷ میں ارشاد ہے)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ.

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ اللہ ہی رزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے (جس کا چاہتا ہے)

(سورۂ سبا آیت ۳۶ میں ارشاد ربانی ہے)

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ.

اے نبیؐ! ان سے کہو میرا رب جسے چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا عطا کرتا ہے۔

(اسی سورۃ کی ۳۹ ویں آیت میں ارشاد ہے)

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ.

اے نبیؐ! ان سے کہو' میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورۃ الزمر آیت ۵۲ میں ارشاد ہے)

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ.

اور کیا انہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے؟

(سورۃ الشوریٰ آیت ۱۲ میں ارشاد ہے)

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ . اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ.

جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے اسے ہر چیز کا علم ہے۔

رزق کی کمی وبیشی اللہ کی مشیئت سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ اس کی رضا سے۔ مشیئتِ الٰہی کے تحت اچھے اور برُے ہر طرح کے انسانوں کو رزق مل رہا ہے۔ خدا کا اقرار کرنے والے بھی رزق پا رہے ہیں اور اس کا انکار کرنے والے بھی۔ نہ رزق کی فراوانی اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی خدا کا پسندیدہ بندہ ہے، اور نہ اس کی تنگی اس امر کی علامت ہے کہ آدمی اس کا مغضوب ہے۔ مشیئت کے تحت ایک ظالم اور بے ایمان آدمی پھلتا پھولتا ہے، حالانکہ ظلم اور بے ایمانی خدا کو پسند نہیں ہے۔ اور اس کے برعکس مشیئت ہی کے تحت ایک سچا اور ایماندار آدمی نقصان اٹھاتا اور تکلیفیں سہتا ہے حالانکہ یہ صفات خدا کو پسند ہیں۔ لہٰذا وہ شخص سخت گمراہ ہے جو مادی فوائد ومنافع کو خیر وشر کا پیمانہ قرار دیتا ہے۔ اصل چیز خدا کی رضا ہے، اور وہ ان اخلاقی اوصاف سے حاصل ہوتی ہے جو خدا کو محبوب ہیں۔ ان اوصاف کے ساتھ اگر کسی کو دنیا کی نعمتیں حاصل ہوں تو یہ بلاشبہ خدا کا فضل ہے جس پر شکر ادا کرنا چاہیے۔ لیکن اگر ایک شخص اخلاقی اوصاف کے لحاظ سے خدا کا باغی ونافرمان بندہ ہو اور اس کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے نوازا جا رہا ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سخت باز پرس اور بدترین عذاب کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج۔۴۔ سورۂ سبا۔ ص ۲۰۸۔ حاشیہ ۵۹)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے درمیان رزق کی بخشش میں کم وبیش کا جو فرق رکھا ہے انسان اس کی مصلحتوں کو نہیں سمجھ سکتا، لہٰذا تقسیم رزق کے فطری نظام میں انسان کو اپنی مصنوعی تدبیروں سے دخل انداز نہ ہونا چاہیے۔ فطری نامساوات کو مصنوعی مساوات میں تبدیل کرنا، یا اس نامساوات کو فطرت کی حدود سے بڑھا کر بے انصافی کی حد تک پہنچا دینا، دونوں ہی یکساں غلط ہیں۔ ایک صحیح معاشی نظام وہی ہے جو خدا کے مقرر کیے ہوئے طریقِ تقسیم رزق سے قریب تر ہو۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ ص ۶۱۲۔ حاشیہ ۳۰)

۹۸۔ اَلْخَافِضُ: گرانے والا۔

۹۹۔ اَلرَّافِعُ: بلند کرنے والا۔ اٹھانے والا۔

یہ دونوں اسماء قرآن مجید میں بطور اسماء باری تعالیٰ وارد نہیں ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورہ مجادلہ آیت ۱۱ میں ارشاد ہے)

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ.

تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔

اللہ کے ہاں جھوٹے اور خبیث اور مفسدانہ اقوال کو کبھی عروج نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے ہاں تو صرف وہ قول عروج پاتا ہے جو سچا ہو، پاکیزہ ہو، حقیقت پر مبنی ہو، اور جس میں نیک نیتی کے ساتھ ایک صالح عقیدے اور ایک صحیح طرز فکر کی ترجمانی کی گئی ہو۔ پھر جو چیز ایک پاکیزہ کلمے کو عروج کی طرف لے جاتی ہے وہ قول کے مطابق عمل ہے۔ جہاں قول بڑا پاکیزہ ہو مگر عمل اس کے خلاف ہو وہاں قول کی پاکیزگی ٹھٹھر کر رہ جاتی ہے۔ محض زبان کے پھاگ اڑانے سے کوئی کلمہ بلند نہیں ہوتا۔ اسے عروج پر پہنچانے کے لیے عمل صالح کا زور درکار ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ فاطر۔ ص ۲۲۴۔ حاشیہ ۲۱)

بلند مرتبہ اللہ کے ہاں اس کا ہے جس نے آپؐ کی صحبت سے ایمان اور علم کا سرمایہ حاصل کیا اور وہ اخلاق سیکھے جو ایک مومن میں ہونے چاہئیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۵۔ سورۃ المجادلہ۔ ص ۳۶۲۔ حاشیہ ۲۸)

(سورۃ الرحمٰن آیت ۷ میں ارشاد ہے) وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا. آسمان کو اس نے بلند کیا۔" (سورہ الغاشیہ آیت ۱۸ میں ارشاد ہے) وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ. "آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اٹھایا گیا؟"

(سورہ یوسف آیت ۷۶ میں ارشاد ہے) نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں۔

ایک بندے کے لیے اس سے بڑھ کر بلندی درجہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اگر وہ کبھی بشری کمزوری کی بنا پر خود کسی لغزش میں مبتلا ہو رہا ہو تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کو بچانے کا انتظام فرما دے۔ ایسا بلند مرتبہ صرف انہیں لوگوں کو ملا کرتا ہے جو اپنی سعی و عمل سے بڑی بڑی آزمائشوں میں اپنا محسن ہونا ثابت کر چکے ہوتے ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ یوسف۔ ص ۴۲۱۔ حاشیہ ۶۰)

(حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں سورۃ الانعام آیت ۸۳ میں ارشاد ہے) وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ. "یہ تھی ہماری وہ حجت جو ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بلند مرتبے عطا کرتے ہیں۔"

(سورۃ الرعد آیت ۲ میں ارشاد ہے) اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا. "وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں۔"

آسمانوں کو غیر محسوس اور غیر مرئی سہاروں پر قائم کیا۔ بظاہر کوئی چیز فضائے بسیط میں ایسی نہیں ہے جو ان بے حد و حساب اجرام فلکی کو تھامے ہوئے ہو۔ مگر ایک غیر محسوس طاقت ایسی ہے جو ہر ایک کو اس کے مقام و مدار پر روکے ہوئے ہے اور عظیم الشان اجسام کو زمین پر یا ایک دوسرے پر گرنے نہیں دیتی۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ الرعد۔ ص ۴۴۱۔ حاشیہ ۲)

(انبیاء کرام کے درجات اور مراتب کے بارے میں سورۃ البقرہ آیت ۲۵۳ میں ارشاد ہے) تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُم مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ. ''یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے ان کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہم کلام ہوا، کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیے۔''

(سورۃ الزخرف آیت ۳۲ میں ارشاد ہے) وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔ ''اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ لوگوں پر ہم نے بدر جہا فوقیت دی ہے تا کہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔''

انسانوں کے درمیان رزق، طاقت، عزت، شہرت، دولت، حکومت وغیرہ کی تقسیم بھی ہم ہی کر رہے ہیں۔ جس کو ہماری طرف سے اقبال نصیب ہوتا ہے اسے کوئی گرا نہیں سکتا۔ اور جس پر ہماری طرف سے ادبار آ جاتا ہے اسے گرنے سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ ہمارے فیصلوں کے مقابلے میں انسانوں کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الزخرف ص ۵۳۷۔ حاشیہ ۳۱)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سورۂ آلِ عمران آیت ۵۵ میں ارشاد ہے) وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ''اور تجھ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا'' (اور سورۂ نساء آیت ۱۵۸ میں ہے) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ. بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

اس میں جزم اور صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح کو قتل کرنے میں یہودی کامیاب نہیں ہوئے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ (تفہیم القرآن: ج ۱۔ سورۃ النساء۔ ص ۴۲۰۔ حاشیہ ۱۹۵)

(نبی ﷺ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح آیت ۴) ''اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا''

یہ بات اُس زمانے میں فرمائی گئی تھی جب کوئی شخص یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ جس فردِ فرید کے ساتھ گنتی کے چند آدمی ہیں اور وہ بھی صرف شہر مکہ تک محدود ہیں اُس کا آوازہ دنیا بھر میں کیسے بلند ہوگا اور کیسی ناموری اس کو حاصل ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں اپنے رسول ﷺ کو یہ خوشخبری سنائی اور پھر عجیب طریقہ سے اس کو پورا کیا۔ سب سے پہلے آپؐ کے رفع ذکر کا کام اس نے خود آپؐ کے دشمنوں سے لیا۔ کفار مکہ نے آپ کو زک دینے کے لیے جو طریقے اختیار کیے ان میں سے ایک یہ تھا کہ حج کے موقعہ پر جب تمام عرب سے لوگ کھچ کھچ کر ان کے شہر میں آتے تھے، اس زمانہ میں کفار کے وفود حاجیوں کے ایک ایک ڈیرے پر جاتے اور لوگوں کو خبردار کرتے کہ یہاں ایک خطرناک شخص محمد (ﷺ) نامی ہے جو لوگوں پر ایسا جادو کرتا ہے کہ باپ بیٹے، بھائی بھائی اور شوہر اور بیوی میں جدائی پڑ جاتی ہے، اس لیے ذرا اس سے بچ کر رہنا۔ یہی باتیں وہ ان سب لوگوں سے بھی کہتے تھے جو حج کے سوا دوسرے دنوں میں زیارت یا کسی کاروبار کے سلسلے میں مکہ آتے تھے۔ اس طرح اگرچہ وہ حضورؐ کو بدنام کر رہے تھے، لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کے گوشے گوشے میں آپؐ کا نام پہنچ گیا اور مکہ کے گوشۂ گمنامی سے نکال کر خود دشمنوں نے آپؐ کو تمام ملک کے قبائل سے متعارف کرا دیا۔ اس کے بعد یہ بالکل فطری امر تھا کہ لوگ یہ معلوم کریں کہ وہ شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کون ہے؟ کیا کہتا ہے؟ کیسا آدمی ہے؟ اس کے ''جادو'' سے متاثر ہونے والے کون لوگ ہیں اور ان پر اس کے ''جادو'' کا آخر کیا اثر پڑا ہے؟ کفار مکہ کا پراپیگنڈہ جتنا جتنا بڑھتا چلا گیا لوگوں میں یہ جستجو بھی بڑھتی چلی گئی۔ پھر جب اس جستجو کے نتیجے میں لوگوں کو آپؐ کے اخلاق اور آپؐ کی سیرت و کردار کا حال معلوم ہوا، جب لوگوں نے قرآن سنا اور انہیں پتہ چلا کہ وہ تعلیمات کیا ہیں جو آپؐ پیش فرمارہے ہیں، اور جب دیکھنے والوں نے یہ دیکھا کہ جس چیز کو جادو کہا جا رہا ہے اس سے متاثر ہونے والوں کی زندگیاں عرب کے عام لوگوں کی زندگیوں سے کس قدر مختلف ہوگئی ہیں، تو وہی بدنامی نیک نامی سے بدلنی شروع ہوگئی، حتیٰ کہ ہجرت کا زمانہ آنے تک نوبت یہ پہنچ گئی کہ دور و نزدیک کے عرب قبائل میں شاید ہی کوئی قبیلہ ایسا رہ گیا ہو جس میں کسی نہ کسی شخص یا کنبے نے اسلام قبول نہ کرلیا ہو، اور جس میں کچھ نہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے اور آپؐ کی دعوت سے ہمدردی و دلچسپی رکھنے والے پیدا نہ ہوگئے ہوں۔ یہ حضورؐ کے رفع ذکر کا پہلا مرحلہ تھا۔ اس کے بعد ہجرت سے دوسرے مرحلے کا آغاز ہوا جس میں ایک طرف منافقین، یہود، اور تمام عرب کے اکابر مشرکین رسول اللہ ﷺ کو بدنام کرنے میں سرگرم تھے، اور دوسری طرف مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست خدا پرستی و خدا ترسی، زہد و تقویٰ، طہارتِ اخلاق، حسنِ معاشرت، عدل و انصاف، انسانی مساوات، مالداروں کی فیاضی، غریبوں کی خبر گیری، عہد و پیمان کی پاسداری اور معاملات میں راست بازی کا وہ عملی نمونہ پیش کر رہی تھی جو لوگوں کے دلوں کو مسخر کرتا چلا جا رہا تھا۔ دشمنوں نے جنگ کے ذریعہ سے حضورؐ کے اس بڑھتے ہوئے اثر کو مٹانے کی کوشش کی، مگر آپؐ کی قیادت میں اہل ایمان کی جو جماعت تیار ہوئی تھی اس نے اپنے نظم و ضبط، اپنی شجاعت، اپنی موت سے بے خوفی اور حالتِ جنگ تک میں اخلاقی حدود کی پابندی سے اپنی برتری اس طرح ثابت کر دی کہ سارے عرب نے ان کا لوہا مان لیا۔ ۱۰ سال کے اندر حضورؐ کا رفع ذکر اس طرح ہوا کہ وہی ملک جس میں آپؐ کو بدنام کرنے کے لیے مخالفین نے اپنا سارا زور لگا دیا تھا، اس کا گوشہ گوشہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی صدا سے گونج اٹھا۔ پھر تیسرے مرحلے کا افتتاح خلافتِ راشدہ کے دور سے ہوا جب آپؐ کا نام مبارک تمام روئے زمین میں بلند ہونا شروع ہوگیا، یہ سلسلہ آج تک بڑھتا ہی جا رہا ہے اور اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قیامت تک بڑھتا چلا جائے گا۔ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی کوئی بستی موجود ہو اور دن میں پانچ مرتبہ اذان میں باآواز بلند محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو، نمازوں میں حضورؐ پر درود نہ بھیجا جا رہا ہو، جمعہ کے خطبوں میں آپؐ کا ذکر خیر نہ کیا جا رہا ہو، اور سال کے بارہ مہینوں میں سے کوئی دن اور دن کے ۲۴ گھنٹوں میں سے کوئی وقت ایسا نہیں ہے جب روئے زمین میں کسی نہ کسی جگہ حضورؐ کا ذکر مبارک نہ ہو رہا ہو۔ یہ قرآن کی صداقت کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے کہ جس وقت نبوت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اس وقت کوئی شخص یہ اندازہ نہ کرسکتا تھا کہ یہ رفع ذکر اس شان سے اور اتنے بڑے پیمانے پر ہوگا۔ حدیث میں حضرت ابوسعیدؓ خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جبریل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح تمہارا رفع ذکر کیا؟ میں نے عرض کیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، مسند ابی یعلیٰ، ابن المنذر، ابن حبان، ابن مردویہ، ابونعیم) بعد کی پوری تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بات حرف بحرف پوری ہوئی۔(تفہیم القرآن: ج ٦۔سورۂ الم نشرح۔ص ۳۸۱۔۳۸۲۔حاشیہ ۳)

۱۰۰۔ اَلْمُعِزُّ: عزت دینے والا۔

(سورۂ آل عمران آیت ۲٦ میں ارشاد ہے)وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ.''جسے چاہے عزت بخشے۔''

(سورۂ نساء آیت ۱۳۹ میں ارشاد ہے) اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَ هُمُ الْعِزَّةَ.فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا. کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں اُن کے پاس جاتے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔

''عزت کا مفہوم عربی زبان میں اردو کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہے۔اردو میں عزت محض احترام اور قدر و منزلت کے معنی میں آتا ہے۔مگر عربی میں عزت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی بلند اور محفوظ حیثیت حاصل ہو جائے کہ کوئی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔دوسرے الفاظ میں لفظ عزت نا قابل ہتک حرمت کا ہم معنی ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۱۔سورۃ النساء۔ص ۴۰۸۔ حاشیہ ۱٦۹)

عزت اللہ کے لیے بالذات مخصوص ہے۔اور رسول کے لیے بربنائے رسالت،مومنین کے لیے بربنائے ایمان اور رہے کفار و فساق و منافقین،تو حقیقی عزت میں ان کا کوئی حصہ ہی نہیں ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۵۔سورۃ المنافقون۔ ص ۵۲۱۔ حاشیہ ۱٦)

(سورۂ فاطر آیت ۱۰ میں ارشاد ہے) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا. جو کوئی عزت چاہتا ہو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کی ہے۔

حقیقی عزت اور پائیدار عزت جو دنیا سے لے کر عقبیٰ تک کبھی ذلت آشنا نہیں ہو سکتی۔صرف خدا کی بندگی میں ہی میسر آ سکتی ہے۔اس کے ہو جاؤ گے تو وہ تمہیں مل جائے گی اور اس سے منہ موڑو گے تو ذلیل و خوار ہو کر رہو گے۔(تفہیم القرآن: ج ۴۔سورہ الفاطر۔ص ۲۲۴۔حاشیہ ۲۰)۔جب اللہ ہی کسی کو پیروی حق کی عزت نہ دے تو پھر کون ہے جو اس کو اس عزت سے سرفراز کر دے؟(تفہیم القرآن ج ۳۔سورۂ الحج میں ۲۱۳۔حاشیہ ۳۴)

۱۰۱۔اَلْمُذِلُّ: ذلیل کرنے والا

(سورہ آل عمران آیت ۲٦ میں ارشاد ہے) وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ''اور جس کو چاہے ذلیل کردے۔''

جو شخص کھلے کھلے اور روشن حقائق کو آنکھیں کھول کر نہ دیکھے،اور سمجھانے والے کی بات بھی سن کر نہ دے وہ خود ہی ذلت و خواری کو اپنے اوپر دعوت دیتا ہے،اور اللہ وہی چیز اس کے نصیب میں لکھ دیتا ہے جو اس نے خود مانگی ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۳۔سورۃ الحج۔ص ۲۱۲ حاشیہ ۳۴)

جو شخص تاریخ کو محض واقعات کا مجموعہ ہی نہ سمجھتا ہو بلکہ ان واقعات کی منطق پر بھی غور کرتا ہو اور ان سے نتائج بھی اخذ کرنے کا عادی ہو،وہ آسانی سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ ہزار ہا برس کی انسانی تاریخ میں قوموں اور جماعتوں کا اٹھنا اور گرنا جس تسلسل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور باضابطگی کے ساتھ رونما ہوتا رہا ہے، اور پھر اس گرنے اور اٹھنے میں جس طرح صریحاً کچھ اخلاقی اسباب کارفرما رہے ہیں، اور گرنے والی قومیں جیسی جیسی عبرت انگیز صورتوں سے گری ہیں یہ سب کچھ اس حقیقت کی طرف کھلا اشارہ ہے کہ انسان اس کائنات میں ایک ایسی حکومت کا محکوم ہے جو محض اندھے طبیعاتی قوانین پر فرمانروائی نہیں کر رہی ہے، بلکہ اپنا ایک معقول اخلاقی قانون رکھتی ہے جس کے مطابق وہ اخلاق کی ایک خاص حد سے اوپر رہنے والوں کو جزا دیتی ہے اس سے نیچے اترنے والوں کو کچھ مدت تک ڈھیل دیتی رہتی ہے، اور جب وہ اس سے بہت زیادہ نیچے چلے جاتے ہیں تو پھر انہیں گرا کر ایسا پھینکتی ہے کہ وہ ایک داستانِ عبرت بن کر رہ جاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ ہود۔ ص ۳۶۷۔ حاشیہ ۱۰۵)

۱۰۲۔ اَلْعَدْلُ: سراپا عدل۔

بے لاگ انصاف کرنے والا۔ اپنی ساری مخلوق پر بلا امتیاز سراسر عدل و انصاف کرنے والا۔ سب کے لیے یکساں۔ اس کے ہاں اپنے اور غیر بڑے اور چھوٹے، غریب اور امیر، شریف اور کمین کے لیے الگ الگ حقوق نہیں ہیں، بلکہ جو کچھ ہے وہ سب کے لیے حق ہے۔ دنیا میں عدل قائم کرتا ہے۔ لوگوں کے درمیان انصاف کرتا ہے۔ ان میں بے اعتدالیوں اور بے انصافیوں کو ختم کرتا ہے۔

عدل جس کا تصور دو مستقل حقیقتوں سے مرکب ہے ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن اور تناسب قائم ہو۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقہ سے دیا جائے۔ اردو زبان میں اس مفہوم کو لفظ انصاف سے ادا کیا جاتا ہے، مگر یہ لفظ غلط فہمی پیدا کرنے والا ہے۔ اس سے خواہ مخواہ یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان حقوق کی تقسیم نصف نصف کی بنیاد پر ہو۔ اور پھر اسی سے عدل کے معنی مساویانہ تقسیم حقوق کے سمجھ لیے گئے ہیں جو سراسر فطرت کے خلاف ہے۔ دراصل عدل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ توازن اور تناسب ہے نہ کہ برابری۔ بعض حیثیتوں سے تو عدل بے شک افراد معاشرہ میں مساوات چاہتا ہے، مثلاً حقوقِ شہریت میں، مگر بعض دوسری حیثیتوں سے مساوات بالکل خلافِ عدل ہے۔ مثلاً والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی و اخلاقی مساوات اور اعلیٰ درجے کی خدمات انجام دینے والوں اور کم تر درجے کی خدمت ادا کرنے والوں کے درمیان معاوضوں کی مساوات۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے اس پورے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔ یہ بے حد و حساب تارے اور سیارے جو فضا میں گھوم رہے ہیں، یہ عظیم الشان قوتیں جو اس عالم میں کام کر رہی ہیں، اور یہ لاتعداد مخلوقات اور اشیاء جو اس جہاں میں پائی جاتی ہیں۔ ان سب کے درمیان اگر کمال درجہ کا عدل و توازن نہ قائم کیا گیا ہوتا تو یہ کارگاہ ہستی ایک لمحہ کے لیے بھی نہ چل سکتی تھی۔ خود اس زمین پر کروڑوں برس سے ہوا اور پانی اور خشکی میں جو مخلوقات موجود ہیں انہی کو دیکھ لیجیے۔ ان کی زندگی اسی لیے تو برقرار ہے کہ ان کے اسباب حیات میں پورا پورا عدل اور توازن پایا جاتا ہے، ورنہ ان اسباب میں ذرہ برابر بھی بے اعتدالی پیدا ہو جائے تو یہاں زندگی کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ النحل۔ ص ۵۶۵ حاشیہ ۸۸)

چونکہ تم ایک متوازن کائنات میں رہتے ہو جس کا سارا نظام عدل پر قائم کیا گیا ہے، اس لیے تمہیں بھی عدل پر قائم ہونا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔جس دائرے میں تمہیں اختیار دیا گیا ہے اس میں اگر تم بے انصافی کرو گے،اور جن حق داروں کے حقوق تمہارے ہاتھ میں دیے گئے ہیں اگر تم ان کے حق مارو گے تو یہ فطرتِ کائنات سے تمہاری بغاوت ہوگی۔اس کائنات کی فطرت ظلم و بے انصافی اور حق ماری کو قبول نہیں کرتی۔یہاں ایک بڑا ظلم تو درکنار، ترازو میں ڈنڈی مار کر اگر کوئی شخص خریدار کے حصے کی ایک تولہ بھر چیز بھی مار لیتا ہے تو میزان عالم میں خلل برپا کر دیتا ہے۔(تفہیم القرآن: ج۵۔سورۃ الرحمٰن۔ص۲۵۱۔حاشیہ۷)

۱۰۳۔ اَلْكَبِيْرُ: بزرگ۔

(سورہ الحج آیت ۶۲ میں ہے)

وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ.

یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہ سب باطل ہیں جنہیں اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں اور اللہ ہی بالادست اور بزرگ ہے۔

(سورہ لقمان آیت ۳۰ میں ہے)

وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ.

اور اسے چھوڑ کر دوسری جن چیزوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ باطل ہیں، اور (اس وجہ سے کہ) اللہ ہی بزرگ و برتر ہے۔

(سورہ سبا آیت ۲۳ میں ہے)

قَالُوْا مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ.

وہ پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا جواب دیا۔وہ کہیں گے کہ ٹھیک جواب ملا ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے۔

(سورۃ المؤمن آیت ۱۲ میں ہے) وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ۔"اور جب اس کے ساتھ دوسروں کو ملایا جاتا تو تم مان لیتے تھے اب فیصلہ اللہ بزرگ و برتر کے ہاتھ ہے۔"

جب قیامت کے روز کوئی سفارش کرنے والا کسی کے حق میں سفارش کی اجازت طلب کرے گا۔اس نقشے میں یہ کیفیت ہمارے سامنے آتی ہے کہ طلبِ اجازت کی درخواست بھیجنے کے بعد شافع اور مشفوع دونوں نہایت بے چینی کے عالم میں ڈرتے اور کانپتے ہوئے جواب کے منتظر کھڑے ہیں۔آخر کار جب اوپر سے اجازت آجاتی ہے اور شافع کے چہرے سے مشفوع بھانپ جاتا ہے کہ معاملہ کچھ اطمینان بخش ہے تو اس کی جان آتی ہے اور وہ آگے بڑھ کر شافع سے پوچھتا ہے۔کیا جواب آیا؟" شافع جواب دیتا ہے کہ ٹھیک ہے، اجازت مل گئی ہے۔اس بیان سے جو بات ذہن نشین کرنی مقصود ہے وہ یہ ہے کہ نادانو! جس بڑے دربار کی یہ شان ہے اس کے متعلق تم کس خیالِ خام میں پڑے ہوئے ہو کہ وہاں کوئی اپنے زور سے تم کو بخشوالے گا یا کسی کی یہ مجال ہوگی کہ وہاں مچل کر بیٹھ جائے اور اللہ سے کہے کہ یہ تو میرے متوسل ہیں، انہیں تو بخشنا ہی پڑے گا۔(تفہیم القرآن:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ج ۴۔ سورۂ سبا۔ ص ۲۰۰ حاشیہ ۴۱)

۱۰۴۔ اَلْمُغِیْثُ: فریاد رسی کرنے والا۔

جب انسان پر کوئی بڑی آفت آجاتی ہے، یا موت اپنی بھیانک صورت کے ساتھ سامنے آکھڑی ہوتی ہے، اس وقت ایک خدا کے دامن کے سوا کوئی دوسری پناہ گاہ اسے نظر نہیں آتی۔ بڑے بڑے مشرک ایسے موقع پر اپنے معبودوں کو بھول کر خدائے واحد کو پکارنے لگتے ہیں۔ کٹے سے کٹا دہریہ تک خدا کے آگے دعا کے لیے پھیلا دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۱۔ سورۃ الانعام ص ۵۳۹۔ حاشیہ ۲۹)

یہ بات صرف مشرکین عرب ہی تک محدود نہیں ہے۔ دنیا بھر کے مشرکین کا بالعموم یہی حال ہے۔ حتیٰ کہ روس کے منکرین خدا جنہوں نے خدا پرستی کے خلاف ایک باقاعدہ مہم چلا رکھی ہے، ان پر بھی جب گزشتہ جنگ عظیم میں جرمن فوجوں کا نرغہ سخت ہوگیا تو انہیں خدا کو پکارنے کی ضرورت محسوس ہوگئی تھی۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ النحل۔ ص ۵۹۲۔ حاشیہ ۷۶)

(ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کے ایمان لانے کا واقعہ مشہور ہے کہ) جب مکہ معظّمہ نبی ﷺ کے ہاتھ پر فتح ہوگیا تو عکرمہ جدہ کی طرف بھاگے اور ایک کشتی پر سوار ہو کر حبش کی راہ لی۔ راستہ میں سخت طوفان آیا اور کشتی خطرہ میں پڑ گئی۔ اوّل اوّل تو دیویوں اور دیوتاؤں کو پکارا جاتا رہا۔ مگر جب طوفان کی شدت بڑھی اور مسافروں کو یقین ہوگیا کہ اب کشتی ڈوب جائے گی تو سب کہنے لگے کہ یہ وقت اللہ کے سوا کسی کو پکارنے کا نہیں ہے، وہی چاہے تم ہم بچ سکتے ہیں۔ اس وقت عکرمہ کی آنکھیں کھلیں اور ان کے دل نے آواز دی کہ اگر یہاں اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں تو کہیں اور کیوں ہو۔ یہی تو وہ بات ہے جو اللہ کا وہ نیک بندہ ہمیں بیس برس سے سمجھا رہا ہے اور ہم خواہ مخواہ اس سے لڑ رہے ہیں۔ یہ عکرمہ کی زندگی میں فیصلہ کن لمحہ تھا۔ انہوں نے اسی وقت خدا سے عہد کیا کہ اگر میں اس طوفان سے بچ گیا تو سیدھا محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس عہد کو پورا کیا اور بعد میں آکر نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ اپنی بقیہ عمر اسلام کے لیے جہاد کرتے گزار دی۔ (تفہیم القرآن: ج ۱۔ سورۃ الانعام۔ ص ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ حاشیہ ۲۹)

جب کوئی سخت وقت آتا ہے اور اسباب کے سررشتے ٹوٹتے نظر آتے ہیں تو اس وقت تم بے اختیار اسی کی طرف رجوع کرتے ہو۔ لیکن تمام اختیارات کا مالک اور بھلائی اور برائی کا مختار کل اور قسمتوں کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں تسلیم کرنے کے باوجود خدائی میں بلا دلیل و حجت اور بلا ثبوت دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہو۔ پلتے ہو اس کے رزق پر اور ان داتا بناتے ہو دوسروں کو، مدد پاتے ہو اس کے فضل و کرم سے اور حامی و ناصر ٹھیراتے ہو دوسروں کو۔ غلام ہو اس کے اور بندگی بجا لاتے ہو دوسروں کی۔ مشکل کشائی کرتا ہے وہ برے وقت پر گڑگڑاتے ہو اس کے سامنے، اور جب وہ وقت گزر جاتا ہے تو تمہارے مشکل کشا بن جاتے ہیں دوسرے اور نذریں اور نیازیں چڑھنے لگتی ہیں دوسروں کے نام کی۔ (تفہیم القرآن: ج ۱۔ سورۃ الانعام۔ ص ۵۴۷۔ ۵۴۸ حاشیہ ۴۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام فرشتے جن کو دنیا میں دیوی اور دیوتا قرار دے کر پوجا گیا، اور وہ تمام جن، ارواح، اسلاف، اجداد، انبیاء، اولیاء، شہداء، وغیرہ جن کو خدائی صفات میں شریک ٹھیرا کر وہ حقوق انہیں ادا کیے گئے جو دراصل خدا کے حقوق تھے، وہاں اپنے پرستاروں سے صاف کہہ دیں گے کہ ہمیں تو خبر تک نہ تھی کہ تم ہماری عبادت بجالا رہے ہو، تمہاری کوئی دعا، کوئی التجا، کوئی پکارا اور فریاد، کوئی نذر و نیاز، کوئی چڑھاوے کی چیز، کوئی تعریف و مدح اور ہمارے نام کی جاپ اور کوئی سجدہ ریزی و آستانہ بوسی و درگاہ گردی ہم تک نہیں پہنچی۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ یونس ص ۲۸۱۔ حاشیہ ۲۷)

یہ سارے کام اللہ کے ہیں دوسرے کسی کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ ص۔ ص ۳۴۲۔ حاشیہ ۴۷)

اللہ کے نیک بندے جب مصائب و شدائد میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے رب سے شکوہ سنج نہیں ہوتے بلکہ صبر کے ساتھ اس کی ڈالی ہوئی آزمائشوں کو برداشت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ ان کا یہ طریقہ نہیں ہوتا کہ اگر کچھ مدت تک خدا سے دعا مانگتے رہنے پر بلا نہ ٹلے تو پھر اس سے مایوس ہو کر دوسروں کے آستانوں پر ہاتھ پھیلانا شروع کر دیں۔ بلکہ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ملنا ہے اللہ ہی کے ہاں سے ملنا ہے، اس لیے مصیبتوں کا سلسلہ چاہے کتنا ہی دراز ہو وہ اسی کی رحمت کے امیدوار بنے رہتے ہیں۔ اسی لیے ان الطاف و عنایات سے سرفراز ہوتے ہیں جن کی مثال حضرت ایوب علیہ السلام کی زندگی میں ملتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ کبھی مضطرب ہو کر کسی اخلاقی مخمصے میں پھنس بھی جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں برائی سے بچانے کے لیے ایک راہ نکال دیتا ہے جس طرح اس نے حضرت ایوبؑ کے لیے نکال دی۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ ابراہیم۔ ص ۴۷۶۔ حاشیہ ۱۸)

۱۰۵۔ اَلْمُؤَخِّرُ: مہلت دینے والا، ٹالنے والا۔

(سورۂ ابراہیم آیت ۱۰ میں ارشاد باری ہے) يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَلَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى. "وہ تمہیں بلا رہا ہے تاکہ تمہارے قصور معاف کرے اور تم کو ایک مدت مقرر تک مہلت دے۔"

(سورہ ابراہیم آیت ۴۲ میں ہے) اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ "اللہ تو انہیں ٹال رہا ہے اس دن کے لیے جب حال یہ ہوگا کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہیں۔

(سورہ نوح آیت ۴ میں ہے) لِيَغْفِرَلَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى. "اللہ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمہیں ایک وقت مقرر تک باقی رکھے گا۔"

(سورۃ النحل آیت ۶۱ میں ہے) مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَلٰكِنْ يُؤَخِّرُكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى. "روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ سب کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیتا ہے۔"

(سورۂ فاطر آیت ۴۵ میں ہے) مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَلٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى زمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر کسی متنفس کو جیتا نہ چھوڑتا مگر وہ انہیں ایک مقررہ وقت تک کے لیے مہلت دے رہا ہے۔"

(سورۃ ابراہیم آیت ۴۴ میں ہے) رَبَّنَآ اَخِّرْ نَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ. "اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت اور دے دے، ہم تیری دعوت کو لبیک کہیں گے اور رسولوں کی پیروی کریں گے"۔

مدت مقرر سے مراد افراد کی موت کا وقت بھی ہوسکتا ہے اور قیامت بھی۔ جہاں تک قوموں کا تعلق ہے ان کے اٹھنے اور گرنے کے لیے اللہ کے ہاں مدت کا تعین ان کے اوصاف کی شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ ایک اچھی قوم اگر اپنے اندر بگاڑ پیدا کر لے تو اس کی مہلت عمل گھٹادی جاتی ہے اور اسے تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اور ایک بگڑی ہوئی قوم اگر اپنے اندر برے اوصاف کو اچھے اوصاف سے بدل لے تو اس کی مہلت عمل بڑھادی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ قیامت تک بھی دراز ہوسکتی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ الحجر۔ ص ۴۹۷۔ حاشیہ۔۲)

(ارشاد باری تعالیٰ ہے) کہ ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ ہم ہر قوم کے لیے پہلے سے طے کر لیتے ہیں کہ اس کو سننے، سمجھنے اور سنبھلنے کے لیے اتنی مہلت دی جائے گی، اور اس حد تک اس کو شرارتوں اور خباثتوں کے باوجود پورے تحمل کے ساتھ اسے اپنی من مانی کرنے کا موقع دیا جاتا رہے گا۔ یہ مہلت جب تک باقی رہتی ہے، اور ہماری مقرر کی ہوئی حد جس وقت تک آ نہیں جاتی ہم ڈھیل دیتے رہتے ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ یونس۔ ص۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ حاشیہ ۵۸)

اللہ تعالیٰ جلد باز نہیں ہے۔ اس کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جس وقت رسول کی دعوت کسی شخص یا گروہ کو پہنچی اسی وقت جو ایمان لے آیا بس وہ تو رحمت کا مستحق قرار پایا اور جس کسی نے اس کو ماننے سے انکار کیا یا ماننے میں تامل کیا اس پر فوراً عذاب کا فیصلہ نافذ کر دیا گیا۔ نہیں، اللہ کا قاعدہ یہ ہے کہ اپنا پیغام پہنچانے کے بعد وہ ہر فرد کو اس کی انفرادی حیثیت کے مطابق اور ہر گروہ اور قوم کو اس کی اجتماعی حیثیت کے مطابق، سوچنے، سمجھنے اور سنبھلنے کے لیے کافی وقت دیتا ہے۔ یہ مہلت کا زمانہ بسا اوقات صدیوں تک دراز ہوتا ہے اور اس بات کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو کتنی مہلت ملنی چاہیے۔ پھر جب وہ مہلت، جو سراسر انصاف کے ساتھ اس کے لیے رکھی گئی تھی، پوری ہو جاتی ہے اور وہ شخص یا گروہ اپنی باغیانہ روش سے باز نہیں آتا، تب اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فیصلہ نافذ کرتا ہے۔ یہ فیصلے کا وقت اللہ کی مقرر کی ہوئی مدت سے نہ ایک گھڑی پہلے آ سکتا ہے اور نہ وقت آ جانے کے بعد ایک لمحہ کے لیے ٹل سکتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ قٓ۔ ص ۱۲۰۔ حاشیہ ۳۴)

۱۰۶۔ اَلْمُقَدِّمُ: پہلے ہی خبردار کرنے والا۔

(سورہ قٓ آیت ۲۸ میں ارشاد ہے) قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ۔ ارشاد ہوا میرے حضور جھگڑا نہ کرو، میں تم کو پہلے ہی انجام بد سے خبردار کر چکا تھا۔

(گمراہ) شخص اور اس کا شیطان، دونوں خدا کی عدالت میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے حضور، یہ ظالم میرے پیچھے پڑا ہوا تھا اور اسی نے آخر کار مجھے گمراہ کر کے چھوڑا، اس لیے سزا اس کو ملنی چاہیے۔ اور شیطان جواب میں کہتا ہے کہ سرکار، میرا اس پر کوئی زور تو نہیں تھا کہ یہ سرکش نہ بننا چاہتا ہو اور میں نے زبردستی اس کو سرکش بنا دیا ہو۔ یہ کم بخت تو خود نیکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے نفور اور بدی پر فریفتہ تھا، اسی لیے انبیاء کی کوئی بات اسے پسند نہ آئی اور میری ترغیبات پر پھسلتا چلا گیا۔(تفہیم القرآن: ج ۵۔ سورۂ ق۔ ص ۱۲۰۔ حاشیہ ۳۵)

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) کہ تم دونوں کو میں نے متنبہ کر دیا تھا کہ تم میں سے جو بہکائے گا وہ کیا سزا پائے گا اور جو بہکے گا اسے کیا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ میری اس تنبیہ کے باوجود جب تم دونوں اپنے اپنے حصے کا جرم کرنے سے باز نہ آئے تو اب جھگڑنے سے حاصل کیا ہے۔ بہکنے والوں کو بہکنے کی اور بہکانے والے کو بہکانے کی سزا تو اب لازماً ملنی ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ یونس۔ ص ۲۸۳۔ حاشیہ ۴۲)

۱۰۷۔ اَلْمُبْدِئُ: ابتداءً وجود بخشنے والا۔

(سورۂ یونس آیت ۴ میں ارشاد ہے) اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ. "بے شک پیدائش کی ابتدا وہی کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔"

(سورۂ البروج آیت ۱۳ میں ہے) اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ. وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

نوع انسانی کو ابتداءً وجود بخشنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر ہر انسان کو وجود عطا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ عورت کے رحم میں نطفے کو ٹھیرانا، پھر اس خفیف سے حمل کو پرورش کر کے ایک زندہ بچے کی صورت دینا، پھر اس بچے کے اندر طرح طرح کی قوتیں اور قابلیتیں ودیعت کرنا اور اس کو صحیح وسالم انسان بنا کر پیدا کرنا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے(تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورہ یونس۔ ص ۲۸۳۔ حاشیہ ۴۲)

جب تمہاری ابتداء کا سرا بھی اللہ کے ہاتھ میں اور انتہا کا سرا بھی اسی کے ہاتھ میں، تو خود اپنے خیر خواہ بن کر سوچو کہ آخر تمہیں یہ کیا باور کرایا جا رہا ہے کہ ان دونوں سروں کے بیچ میں اللہ کے سوا کسی اور کو تمہاری بندگیوں اور نیازمندیوں کا حق پہنچ گیا ہے۔ یہ ابتدائے خلق اور اعادۂ خلق کا کام بھی اللہ ہی کا ہے۔(تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ النمل۔ ۷ ص ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ حاشیہ ۸۰)

(سورۃ النمل آیت ۶۴ میں ارشاد ہے) اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ. "اور وہ کون ہے جو خلق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟"

یہ سادہ سی بات جس کو ایک جملے میں بیان کر دیا گیا ہے اپنے اندر ایسی تفصیلات رکھتی ہے کہ آدمی ان کی گہرائی میں جتنی دور تک اترتا جاتا ہے اتنے ہی وجود الہٰ اور وحدتِ الٰہ کے شواہد اُسے ملتے چلے جاتے ہیں۔ پہلے تو بجائے خود تخلیق ہی کو دیکھیے۔ انسان کا علم آج تک یہ راز نہیں پا سکا کہ زندگی کیسے اور کہاں سے آتی ہے۔ اس وقت تک مسلّم سائنٹیفک حقیقت یہی ہے کہ بے جان مادے کی محض ترکیب سے خود بخود جان پیدا نہیں ہو سکتی۔ حیات کی پیدائش کے لیے جتنے عوامل درکار ہیں ان سب کا ٹھیک تناسب کے ساتھ بالکل اتفاقاً جمع ہو کر زندگی کا آپ سے آپ وجود میں آجانا دہریوں کا ایک غیر علمی مفروضہ تو ضرور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، لیکن اگر ریاضی کے قانون بخت واتفاق (Law of Change) کو اس پر منطبق کیا جائے تو اس کے وقوع کا امکان صفر سے زیادہ نہیں نکلتا۔ اب تک تجربی طریقے پر سائنس کے معملوں (Laboratories) میں بے جان مادّے سے جاندار مادّہ پیدا کرنے کی جتنی کوششیں بھی کی گئی ہیں، تمام ممکن تدابیر استعمال کرنے کے باوجود وہ سب قطعی ناکام ہو چکی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ جو چیز پیدا کی جا سکی ہے وہ صرف وہ مادہ ہے جسے اصطلاح میں (D.N.A) کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مادّہ ہے جو زندہ خلیوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ جوہر حیات تو ضرور ہے مگر خود جاندار نہیں ہے۔ زندگی اب بھی بجائے خود ایک معجزہ ہی ہے، جس کی علمی توجیہ اس کے سوا نہیں کی جا سکتی ہے کہ یہ ایک خالق کے امر وارادہ اور منصوبے کا نتیجہ ہے۔

اس کے بعد آگے دیکھیے۔ زندگی محض ایک مجرد صورت میں نہیں بلکہ بے شمار متنوع صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اس وقت روئے زمین پر حیوانات کی تقریباً ۱۰ لاکھ اور نباتات کی تقریباً دو لاکھ انواع کا پتہ چلا ہے۔ یہ لکھوکھا انواع اپنی ساخت اور نوعی خصوصیات میں ایک دوسرے سے ایسا واضح اور قطعی امتیاز رکھتی ہیں، اور قدیم ترین معلوم زمانے سے اپنی اپنی صورتِ نوعیہ کو اس طرح مسلسل برقرار رکھتی چلی آرہی ہیں کہ ایک خدا کے تخلیقی منصوبے (Design) کے سوا زندگی کے اس عظیم تنوع کی کوئی اور معقول توجیہ کر دینا کسی ڈارون کے بس کی بات نہیں ہے۔ آج تک کہیں بھی دو نوعوں کے درمیان کی کوئی ایک کڑی بھی نہیں مل سکی ہے جو ایک کی ساخت اور خصوصیات کا ڈھانچہ توڑ کر نکل آئی ہو اور ابھی دوسری نوع کی ساخت اور خصوصیات تک پہنچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہو۔ متحجرات (Fossils) کا پورا ریکارڈ اس کی نظیر سے خالی ہے اور موجودہ حیوانات میں بھی یہ خنثیٰ مشکل کہیں نہیں ملا ہے۔ آج تک کسی نوع کا جو فرد بھی ملا ہے اپنی پوری صورتِ نوعیہ کے ساتھ ہی ملا ہے، اور ہر وہ افسانہ جو کسی مفقود کڑی کے بہم پہنچ جانے کا وقتاً فوقتاً سنا دیا جاتا ہے، تھوڑی مدت بعد حقائق اس کی ساری پھونک نکال دیتے ہیں۔ اس وقت تک یہ حقیقت اپنی جگہ بالکل اٹل ہے کہ ایک صانع حکیم، ایک خالق الباری المصور ہی نے زندگی کو یہ لاکھوں متنوع صورتیں عطا کی ہیں۔

۱۰۸۔ اَلْمُعِیْدُ: دوبارہ زندگی بخشنے والا۔ دوبارہ پیدا کرنے والا۔

(سورۂ یونس آیت ۴ میں ارشاد ہے) اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ. "بے شک پیدائش کی ابتداء وہی کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔"

یہ فقرہ دعویٰ اور دلیل دونوں کا مجموعہ ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ خدا دوبارہ انسان کو پیدا کرے گا اور اس پر دلیل یہ دی گئی ہے کہ اسی نے پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کیا۔ جو شخص یہ تسلیم کرتا ہو کہ خدا نے خلق کی ابتدا کی ہے (اور اس سے بجز ان دہریوں کے جو محض پادریوں کے مذہب سے بھاگنے کے لیے خلق بے خالق جیسے احمقانہ نظریے کو اوڑھنے پر آمادہ ہو گئے اور کون انکار کر سکتا ہے) وہ اس بات کو ناممکن یا بعید از فہم قرار نہیں دے سکتا کہ وہی خدا اس خلق کا پھر اعادہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ یہ اعادہ خلق، عقل وانصاف کی رو سے ضروری ہے اور یہ ضرورت تخلیق ثانیہ کے سوا کسی دوسرے طریقے سے پوری نہیں ہو سکتی۔ خدا کو اپنا واحد رب مان کر جو لوگ صحیح بندگی کا رویہ اختیار کریں وہ اس کے مستحق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ انہیں اپنے اس بجا طرزِ عمل کی پوری پوری جزا ملے۔ اور جو لوگ حقیقت سے انکار کر کے اس کے خلاف زندگی بسر کریں وہ بھی اس کے مستحق ہیں کہ وہ اپنے اس بے جا طرزِ عمل کا برا نتیجہ دیکھیں۔ یہ ضرورت اگر موجودہ دنیوی زندگی میں پوری نہیں ہو رہی ہے (اور ہر شخص جو ہٹ دھرم نہیں ہے جانتا ہے کہ نہیں ہو رہی ہے) تو اسے پورا کرنے کے لیے یقیناً دوبارہ زندگی ناگزیر ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ یونس۔ ص ۲۶۵۔ حاشیہ ۱۰)

کائنات میں اللہ تعالیٰ کے جو کام ہر طرف نظر آ رہے ہیں جن کے بڑے بڑے نشانات سورج اور چاند اور لیل و نہار کی گردش کی صورت میں ہر شخص کے سامنے موجود ہیں، ان سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ اس عظیم الشان کارگاہ ہستی کا خالق کوئی بچہ نہیں ہے جس نے محض کھیلنے کے لیے یہ سب کچھ بنایا ہو اور پھر دل بھر لینے کے بعد یونہی اس گھروندے کو توڑ پھوڑ ڈالے۔ صریح طور پر نظر آ رہا ہے کہ اس کے ہر کام میں نظم ہے، حکمت ہے۔ مصلحتیں ہیں اور ذرے ذرے کی پیدائش میں ایک گہری مقصدیت پائی جاتی ہے۔ پس جب وہ حکیم ہے اور اس کی حکمت کے آثار و علائم تمہارے سامنے علانیہ موجود ہیں، تو اس سے یہ توقع کیسے رکھی جا سکتی ہے کہ وہ انسان کو عقل اور اخلاقی حس اور آزادانہ ذمہ داری اور تصرف کے اختیارات بخشنے کے بعد اس کے کارنامہ زندگی کا حساب کبھی نہ لے گا اور عقلی اور اخلاقی ذمہ داری کی بنا پر جزا و سزا کا جو استحقاق لازماً پیدا ہوتا ہے اسے یونہی مہمل چھوڑ دے گا۔

(نتیجہ یہ نکلا) کہ دوسری زندگی ممکن ہے کیونکہ پہلی زندگی کا امکان واقعہ کی صورت میں موجود ہے۔ اور یہ کہ دوسری زندگی کی ضرورت ہے، کیونکہ موجودہ زندگی میں انسان اپنی اخلاقی ذمہ داری کو صحیح یا غلط طور پر جس طرح ادا کرتا ہے اور اس سے سزا اور جزا کا جو استحقاق پیدا ہوتا ہے اس کی بنا پر عقل اور انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ایک اور زندگی ہو جس میں ہر شخص اپنے اخلاقی رویہ کا وہ نتیجہ دیکھے جس کا وہ مستحق ہے۔

جب عقل و انصاف کی رو سے دوسری زندگی کی ضرورت ہے تو یہ ضرورت یقیناً پوری کی جائے گی، کیونکہ انسان اور کائنات کا خالق حکیم ہے اور حکیم سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ حکمت و انصاف جس چیز کے متقاضی ہوں اسے وہ وجود میں لانے سے باز رہ جائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ یونس۔ ص ۲۶۵۔ حاشیہ ۱۱)

تخلیق کی ابتدا کے متعلق تو مشرکین مانتے ہی تھے کہ یہ صرف اللہ کا کام ہے، ان کے شریکوں میں سے کسی کا اس کام میں کوئی حصہ نہیں۔ رہا تخلیق کا اعادہ تو ظاہر ہے کہ جو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے وہی اس عمل پیدائش کا اعادہ بھی کر سکتا ہے، مگر جو ابتداءً ہی پیدا کرنے پر قادر نہ ہو وہ کس طرح اعادۂ پیدائش پر قادر ہو سکتا ہے۔ یہ بات اگرچہ صریحاً ایک معقول بات ہے اور خود مشرکین کے دل بھی اندر سے اس کی گواہی دیتے تھے کہ بات بالکل ٹھکانے کی ہے، لیکن انہیں اس کا اقرار کرنے میں اس بنا پر تامل تھا کہ اسے مان لینے کے بعد انکار آخرت مشکل ہو جاتا ہے (حالانکہ حقیقت یہی ہے) کہ ابتدائے خلق اور اعادۂ خلق کا کام بھی اللہ ہی کا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ یونس۔ ص ۲۸۳۔ حاشیہ ۴۱)

اب ذرا اعادہ خلق پر غور کیجیے۔ خالق نے ہر نوع حیوانی اور نباتی کی ساخت و ترکیب میں وہ حیرت انگیز نظام العمل (Machanism) رکھ دیا ہے جو اس کے بے شمار افراد میں سے بے حد و حساب نسل ٹھیک اسی کی صورتِ نوعیہ اور مزاج و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خصوصیات کے ساتھ نکالتا چلا جاتا ہے اور کبھی جھوٹوں بھی ان کروڑ ہا کروڑ چھوٹے چھوٹے کارخانوں میں یہ بھول چوک نہیں ہوتی کہ ایک نوع کا کارخانۂ تناسل کسی دوسری نوع کا ایک نمونہ نکال کر پھینک دے۔ جدید علم تناسل (Gentics) کے مشاہدات اس معاملے میں حیرت انگیز حقائق پیش کرتے ہیں۔ ہر پودے میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ اپنی نوع کا سلسلہ آگے کی نسلوں تک جاری رکھنے کا ایسا مکمل انتظام کرے جس سے آنے والی نسل اس کی نوع کی تمام امتیازی خصوصیات کی حامل ہو اور اس کا ہر فرد دوسری تمام انواع کے افراد سے اپنی صورتِ نوعیہ میں ممیز ہو۔ یہ بقائے نوع اور تناسل کا سامان ہر پودے کے ایک خلیے (Cell) کے ایک حصہ میں ہوتا ہے جسے بمشکل انتہائی طاقتور خوردبین سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ چھوٹا سا انجینئر پوری صحت کے ساتھ پودے کے سارے نشوونما کو حتماً اسی راستے پر ڈالتا ہے جو اس کی اپنی صورتِ نوعیہ کا راستہ ہے۔ اسی کی بدولت گیہوں کے ایک دانہ سے آج تک جتنے پودے بھی دنیا میں کہیں پیدا ہوئے ہیں انہوں نے گیہوں ہی پیدا کیا ہے، کسی آب و ہوا اور کسی ماحول میں یہ حادثہ کبھی رونما نہیں ہوا کہ دانۂ گندم کی نسل سے کوئی ایک ہی دانہ جَو پیدا ہو جاتا۔ ایسا ہی معاملہ حیوانات اور انسان کا بھی ہے کہ ان میں سے کسی کی تخلیق بھی بس ایک دفعہ ہو کر نہیں رہ گئی ہے، بلکہ ناقابل تصور وسیع پیمانے پر ہر طرف اعادۂ خلق کا ایک عظیم کارخانہ چل رہا ہے جو ہر نوع کے افراد سے پیہم اسی نوع کے بے شمار افراد وجود میں لاتا چلا جا رہا ہے۔ اگر کوئی شخص توالد وتناسل کے اس خوردبینی تخم کو دیکھے جو تمام نوعی امتیازات اور موروثی خصوصیات کو اپنے ذرا سے وجود کے بھی محض ایک حصے میں لیے ہوئے ہوتا ہے، اور پھر اس انتہائی نازک اور پیچیدہ عضوی نظام اور بے انتہا لطیف و پر پیچ عملیات (Progresses) کو دیکھے جن کی مدد سے ہر نوع کے ہر فرد کا تخم تناسل اسی نوع کا فرد وجود میں لاتا ہے، تو وہ ایک لمحہ کے لیے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ ایسا نازک اور پیچیدہ نظام العمل کبھی خود بخود بن سکتا ہے اور پھر مختلف انواع کے اربوں ملین افراد میں آپ سے آپ ٹھیک چلتا بھی رہ سکتا ہے۔ یہ چیز نہ صرف اپنی ابتدا کے لیے ایک صانع حکیم چاہتی ہے، بلکہ ہر آن اپنے درست طریقہ پر چلتے رہنے کے لیے بھی ایک ناظم و مدبر اور ایک حی وقیوم کی طالب ہے جو ایک لحظہ کے لیے بھی ان کارخانوں کی نگرانی و رہنمائی سے غافل نہ ہو۔

یہ حقائق ایک دہریے کے انکار خدا کی بھی اسی طرح جڑ کاٹ دیتے ہیں جس طرح ایک مشرک کے شرک کی۔ کون احمق یہ گمان کر سکتا ہے کہ خدائی کے اس کام میں کوئی فرشتہ یا جن یا نبی یا ولی ذرہ برابر بھی کوئی حصہ رکھتا ہے اور کون صاحبِ عقل آدمی تعصب سے پاک ہو کر یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سارا کارخانۂ خلق و اعادۂ خلق اس کمالِ حکمت ونظم کے ساتھ اتفاقاً شروع ہوا اور آپ سے آپ چلے جا رہا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ النمل۔ ص ۵۹۴۔ حاشیہ ۸۰)

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۴ بھی اس کی وضاحت کرتی ہے)

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ، كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ، وَعْدًا عَلَيْنَا، اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ.	وہ دن جب کہ ہم آسمان کو یوں لپیٹ کر رکھ دیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیے جاتے ہیں۔ جس طرح پہلے ہم نے تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورۃ العنکبوت آیت ۲۰ میں ارشاد ہے) قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ. فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ. اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. "ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی ہے، پھر اللہ بار دیگر بھی زندگی بخشے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

(اسی سورہ کی آیت ۱۹ میں ارشاد ہے) اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ. اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ. " کیا ان لوگوں نے کبھی دیکھا نہیں ہے کہ اللہ کس طرح خلق کی ابتدا کرتا ہے، پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟ یقیناً یہ (اعادہ تو) اللہ کے لیے آسان تر ہے۔

ایک طرف بے شمار اشیاء عدم سے وجود میں آتی ہیں، اور دوسری طرف ہر نوع کے افراد کے مٹنے کے ساتھ پھر ویسے ہی افراد وجود میں آتے چلے جاتے ہیں۔ مشرکین اس بات کو مانتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ کی صفت خلق و ایجاد کا نتیجہ ہے انہیں اللہ کے خالق ہونے سے انکار نہ تھا، جس طرح آج کے مشرکین کو نہیں ہے۔ اس لیے ان کی اپنی مانی ہوئی بات پر یہ دلیل قائم کی گئی ہے کہ جو خدا تمہارے نزدیک اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتا ہے، اور پھر ایک ہی دفعہ تخلیق کر کے نہیں رہ جاتا بلکہ تمہاری آنکھوں کے سامنے مٹ جانے والی اشیاء کی جگہ پھر ویسی ہی اشیاء پے در پے وجود میں لاتا چلا جاتا ہے، اس کے بارے میں آخر تم نے یہ کیوں سمجھ رکھا ہے کہ تمہارے مرجانے کے بعد وہ پھر تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا نہیں کرسکتا۔

جب خدا کی کاریگری سے بار اول کی تخلیق کا تم خود مشاہدہ کررہے ہو تو تمہیں سمجھنا چاہیے کہ اس خدا کی کاریگری سے بار دیگر بھی تخلیق ہوگی۔ ایسا کرنا اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ العنکبوت۔ ص ۶۸۹ حاشیہ ۳۲۔ ۳۳)

صریح عقل اس بات پر شہادت دیتی ہے کہ جس کے لیے خلق کی ابتدا کرنا ممکن ہے اس کے لیے اسی خلق کا اعادہ کرنا بدرجہ اولیٰ ممکن ہے۔ خلق کی ابتدا تو ایک امر واقعہ ہے جو سب کے سامنے موجود ہے۔ اس کے بعد یہ خیال کرنا سراسر نامعقول بات ہے کہ وہی خدا جس نے اس خلق کی ابتدا کی ہے اس کا اعادہ نہیں کرسکتا۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الروم۔ ص۔ ۷۳۶۔ حاشیہ ۱۳)

پہلی مرتبہ پیدا کرنا اگر اس کے لیے مشکل نہ تھا، تو آخر تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے مشکل ہو جائے گا؟ پہلی مرتبہ کی پیدائش میں تو تم خود جیتے جاگتے موجود ہو۔ اس لیے اس کا مشکل نہ ہونا تو ظاہر ہے۔ اب یہ بالکل سیدھی سادھی عقل کی بات ہے کہ ایک دفعہ جس نے کسی چیز کو بنایا ہو اس کے لیے وہی چیز دوبارہ بنانا نسبتاً زیادہ ہی آسان ہونا چاہیے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الروم۔ ص ۷۵۰۔ حاشیہ ۳۸)

سورۃ الروم کی آیت ۲۷ سے بھی اسی کی وضاحت ہوتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ۔ وہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا اور یہ اس کے لیے آسان تر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۹۔ اَلْمُحْیِ: زندگی بخشنے والا۔

(سورۃ الروم آیت ۵۰ میں ارشاد ہے) اِنَّ ذٰلِکَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰی. وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (یقیناً وہ مردوں کو زندگی بخشنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

(سورۃ الحج آیت ۶ میں ارشاد ہے) ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ وَ اَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی. یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔

اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ یہ سن کر لوگوں کو اچنبھا ہوتا ہے کہ اللہ کسی وقت مردوں کو زندہ کرے گا، مگر وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں تو انہیں نظر آئے کہ وہ تو ہر وقت مردے جلا رہا ہے۔ جن مادّوں سے آپ کا جسم بنا ہے اور جن غذاؤں سے وہ پرورش پاتا ہے ان کا تجزیہ کر کے دیکھ لیجیے۔ کوئلہ، لوہا، چونا، کچھ نمکیات، کچھ ہوائیں، اور ایسی ہی چند چیزیں اور ہیں۔ ان میں سے کسی چیز میں بھی حیات اور نفسِ انسانی کے خواص موجود نہیں ہیں۔ مگر انہی مردہ، بے جان مادّوں کو جمع کر کے آپ کو جیتا جاگتا وجود بنا دیا گیا ہے۔ پھر انہیں مادّوں کی غذا آپ کے جسم میں جاتی ہے اور وہاں اس سے مردوں میں وہ تخم اور عورتوں میں وہ بیضی خلیے بنتے ہیں جن کے ملنے سے آپ ہی جیسے جیتے جاگتے انسان روز بن بن کر نکل رہے ہیں۔ اس کے بعد ذرا اپنے گردوپیش کی زمین پر نظر ڈالیے۔ بے شمار مختلف چیزوں کے بیج تھے جن کو ہواؤں اور پرندوں نے جگہ جگہ پھیلا دیا تھا، اور بے شمار مختلف چیزوں کی جڑیں تھیں جو جگہ جگہ پیوند خاک ہوئی پڑی تھیں۔ ان میں کہیں بھی نباتی زندگی کا کوئی ظہور موجود نہ تھا۔ آپ کے گردوپیش کی سوکھی زمین ان لاکھوں مردوں کی قبر بنی ہوئی تھی۔ مگر جونہی کہ پانی کا ایک چھینٹا پڑا، ہر طرف زندگی لہلہانے لگی، ہر مردہ جڑ اپنی قبر سے جی اٹھی اور ہر بے جان بیج ایک زندہ پودے کی شکل اختیار کر گیا۔ یہ احیائے اموات کا عمل ہر برسات میں آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الحج۔ ص ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ حاشیہ ۹)

یہ منظر ہر سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گزرتا ہے کہ زمین بالکل چٹیل میدان پڑی ہوئی ہے، زندگی کے کوئی آثار موجود نہیں، نہ گھاس پھونس ہے، نہ بیل بوٹے، نہ پھول پتی اور نہ کسی قسم کے حشرات الارض۔ اتنے میں بارش کا موسم آ گیا اور ایک دو چھینٹے پڑتے ہی اُسی زمین سے زندگی کے چشمے ابلنے شروع ہو گئے۔ زمین کی تہوں میں دبی ہوئی بے شمار جڑیں یکا یک جی اٹھیں اور ہر ایک کے اندر سے وہی نباتات پھر برآمد ہو گئی جو پچھلی برسات میں پیدا ہونے کے بعد مر چکی تھی۔ بے شمار حشرات الارض جن کا نام و نشان تک گرمی کے زمانے میں باقی نہ رہا تھا، یکا یک پھر اُسی شان سے نمودار ہو گئے جیسے پچھلی برسات میں دیکھے گئے تھے۔ یہ سب کچھ اپنی زندگی میں بار بار تم دیکھتے رہتے ہو، اور پھر بھی تمہیں یہ سن کر حیرت ہوتی ہے کہ اللہ تمام انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس حیرت کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ تمہارا مشاہدہ بے عقل حیوانوں کا مشاہدہ ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۃ النحل۔ ص ۵۵۰۔ حاشیہ ۵۳ الف)

نادان لوگ آخرت کو بعید از امکان سمجھتے ہیں اور اسی لیے اپنی جگہ اس خیال میں مگن ہیں کہ دنیا میں یہ خواہ کچھ کرتے رہیں بہ ہر حال وہ وقت کبھی آنا نہیں ہے جب انہیں جواب دہی کے لیے خدا کے حضور حاضر ہونا پڑے گا۔ لیکن یہ محض ایک خیال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خام ہے جس میں یہ مبتلا ہیں۔ قیامت کے روز تمام اگلے پچھلے مرے ہوئے انسان اللہ تعالیٰ کے ایک اشارے پر بالکل اسی طرح یکا یک جی اٹھیں گے جس طرح ایک بارش ہوتے ہی سونی پڑی ہوئی زمین یکا یک لہلہا اٹھتی ہے اور مدتوں کی مری ہوئی جڑیں سر سبز و شاداب ہو کر زمین کی تہوں میں سے سر نکالنا شروع کر دیتی ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الفاطر۔ ص ۲۲۳۔ حاشیہ ۱۹)

جو خدا ہر آن تمہاری آنکھوں کے سامنے یہ کام کر رہا ہے وہ آخر انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندگی بخشنے سے عاجز کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ ہر وقت زندہ انسانوں اور حیوانات میں سے فضلات (Waste Matter) خارج کر رہا ہے جن کے اندر زندگی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ وہ ہر لحہ بے جان مادے (Dead Matter) کے اندر زندگی کی روح پھونک کر بے شمار جیتے جاگتے حیوانات، نباتات اور انسان وجود میں لا رہا ہے، حالانکہ بجائے خود ان مادوں میں، جن سے ان زندہ ہستیوں کے جسم مرکب ہوتے ہیں، قطعاً کوئی زندگی نہیں ہوتی۔ وہ ہر آن یہ منظر تمہیں دکھا رہا ہے کہ بنجر پڑی ہوئی زمین کو جہاں پانی میسر آیا اور یکا یک وہ حیوانی اور نباتی زندگی کے خزانے اگلنا شروع کر دیتی ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کارخانۂ ہستی کو چلانے والا خدا انسان کے مر جانے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز ہے تو حقیقت میں وہ عقل کا اندھا ہے۔ اس کے سر کی آنکھیں جن ظاہری مناظر کو دیکھتی ہیں، اس کی عقل کی آنکھیں ان کے اندر نظر آنے والے روشن حقائق کو نہیں دیکھتیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الروم۔ ص ۷۴۲۔ حاشیہ ۲۵)

۱۱۰۔ اَلْمُمِیْتُ : جان سَلب کرنے والا۔ مارنے والا۔ موت دینے والا۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۸ میں ارشاد ہے) كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ. "تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی عطا کی، پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔"

(سورۃ المومنون آیت ۸۰ میں ارشاد ہے) وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ الخ. "وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے"۔

(سورۃ الحج آیت ۶۶ میں ارشاد ہے) وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ،ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ. "وہی ہے جس نے تمہیں زندگی بخشی ہے، وہی تم کو موت دیتا ہے اور وہی تم کو پھر زندہ کرے گا۔ سچ یہ ہے کہ انسان بڑا ہی منکرِ حق ہے۔"

(سورۃ الروم آیت ۴۰ میں ارشاد ربانی ہے) اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ. "اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا۔"

رزق، موت و زیست اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ مر جانے کے بعد زندہ کرنے پر بھی وہی قادر ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الروم۔ ص ۷۶۱۔ حاشیہ ۶۳)

کوئی شخص نہ تو اللہ کے مقرر کیے ہوئے وقت سے پہلے مر سکتا ہے اور نہ اس موت کے خوف سے بھاگنا فضول ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد جی سکتا ہے۔(تفہیم القرآن:ج ا۔سورۂ آل عمران۔ص۲۹۱۔حاشیہ ۱۰۴)

انسان اپنی پیدائش اور اپنی تقدیر کے معاملہ ہی میں نہیں بلکہ اپنی موت کے معاملہ میں بھی یہ اپنے خالق کے آگے بالکل بے بس ہے۔نہ اپنے اختیار سے پیدا ہو سکتا ہے، نہ اپنے اختیار سے مر سکتا ہے، اور نہ اپنی موت کو ایک لمحہ کے لیے بھی ٹال سکتا ہے۔جس وقت، جہاں، جس حال میں بھی اس کی موت کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اُسی وقت، اُسی جگہ اور اُسی حال میں یہ مر کر رہتا ہے، اور جس نوعیت کی قبر بھی اس کے لیے طے کر دی گئی ہے اسی نوعیت کی قبر میں ودیعت ہو جاتا ہے، خواہ وہ زمین کا پیٹ ہو، یا سمندر کی گہرائیاں، یا آگ کا الاؤ، یا کسی درندے کا معدہ، انسان خود تو درکنار، ساری دنیا مل کر بھی اگر چاہے تو کسی شخص کے معاملہ میں خالق کے اس فیصلے کو بدل نہیں سکتی(تفہیم القرآن۔ج۶۔سورۂ عبس۔ص۲۵۷۔حاشیہ ۱۴)

(سورۃ الجاثیہ آیت ۲۶ میں ارشاد ہے) قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ. ان سے کہو اللہ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہی تم کو اس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔''

(آیت ۲۴ میں ارشاد ہے) وَقَالُوْا مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ الخ. "یہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، یہیں ہمارا مرنا اور جینا ہے اور گردش ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو'' درحقیقت اس معاملہ میں ان کے پاس کوئی علم نہیں ہے۔''

کوئی ذریعۂ علم ایسا نہیں ہے جس سے ان کو بتحقیق یہ معلوم ہو گیا ہو کہ اس زندگی کے بعد انسان کے لیے کوئی دوسری زندگی نہیں ہے، اور یہ بات بھی انہیں معلوم ہو گئی ہو کہ انسان کی روح کسی خدا کے حکم سے قبض نہیں کی جاتی ہے بلکہ آدمی محض گردشِ ایام سے مر کر فنا ہو جاتا ہے۔منکرین آخرت یہ باتیں کسی علم کی بنا پر نہیں بلکہ محض گمان کی بنا پر کرتے ہیں۔علمی حیثیت سے اگر وہ بات کریں تو زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہہ سکتے ہیں وہ بس یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ہے یا نہیں'' لیکن یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔'' اسی طرح علمی طریقہ پر وہ یہ جاننے کا دعویٰ نہیں کر سکتے کہ آدمی کی روح خدا کے حکم سے نکالی نہیں جاتی ہے بلکہ وہ محض اُس طرح مر کر ختم ہو جاتا ہے جیسے ایک گھڑی چلتے چلتے رک جائے۔زیادہ سے زیادہ جو کچھ وہ کہہ سکتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ ہم ان دونوں میں سے کسی کے متعلق یہ نہیں جانتے کہ فی الواقع کیا صورت پیش آتی ہے۔اب سوال یہ ہے کہ جب انسانی ذرائع علم کی حد تک زندگی بعد موت کے ہونے یا نہ ہونے، اور قبضِ روح واقع ہونے یا گردشِ ایام سے آپ ہی آپ مر جانے کا یکساں احتمال ہے، تو آخر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ امکان آخرت کے احتمال کو چھوڑ کر حتمی طور پر انکارِ آخرت کے حق میں فیصلہ کر ڈالتے ہیں۔کیا اس کی وجہ اس کے سوا کچھ اور ہے کہ دراصل اس مسئلے کا آخری فیصلہ وہ دلیل کی بنا پر نہیں بلکہ اپنی خواہش کی بنا پر کرتے ہیں؟ چونکہ ان کا دل یہ نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ہو اور موت کی حقیقت نیستی اور عدم نہیں بلکہ خدا کی طرف سے قبضِ روح ہو، اس لیے وہ اپنے دل کی مانگ کو اپنا عقیدہ بنا لیتے ہیں اور دوسری بات کا انکار کر دیتے ہیں(حالانکہ) نہ انہیں زندگی اتفاقاً ملتی ہے، نہ موت خود بخود واقع ہو جاتی ہے۔ایک خدا ہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی دیتا ہے اور وہی اسے سلب کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الجاثیہ۔ ص ۵۹۰۔۵۹۱۔ حاشیہ ۳۴۔۳۷)

موت کچھ یوں ہی نہیں آجاتی کہ ایک گھڑی چل رہی تھی، کوک ختم ہوئی اور وہ چلتے چلتے یکا یک بند ہو گئی۔ بلکہ دراصل اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو آ کر باقاعدہ روح کو ٹھیک اُسی طرح وصول کرتا ہے جس طرح ایک سرکاری امین (Official Receiver) کسی چیز کو اپنے قبضہ میں لیتا ہے۔ قرآن کے دوسرے مقامات پر اس کی مزید تفصیلات جو بیان کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس افسر موت کے ماتحت فرشتوں کا ایک پورا عملہ ہے جو موت وارد کرنے اور روح کو جسم سے نکالنے اور اس کو قبضے میں لینے کی بہت سی "مختلف النوع" خدمات انجام دیتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موت سے انسان معدوم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح جسم سے نکل کر باقی رہتی ہے۔ قرآن کے الفاظ موت کا فرشتہ تم کو پورے کا پورا اپنے قبضے میں لے گا۔" اسی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ کوئی معدوم چیز قبضے میں نہیں لی جاتی۔ قبضے میں لینے کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ مقبوضہ چیز قابض کے پاس رہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت جو چیز قبضے میں لی جاتی ہے وہ آدمی کی حیوانی زندگی (Biological Life) نہیں بلکہ اس کی وہ خودی، اس کی وہ اَنا (Ego) ہے جو "میں" اور "ہم اور تم" کے الفاظ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ یہ اَنا دنیا میں کام کر کے جیسی کچھ شخصیت بھی بنتی ہے وہ پوری کی پوری، جوں کی توں (Intact) نکال لی جاتی ہے بغیر اس کے کہ اس کے اوصاف میں کوئی کمی بیشی ہو۔ اور یہی چیز موت کے بعد اپنے رب کی طرف پلٹائی جاتی ہے۔ اسی کو آخرت میں نیا جنم اور نیا جسم دیا جائے گا۔ اسی پر مقدمہ قائم کیا جائے گا، اسی سے حساب لیا جائے گا، اور اسی کو جزا و سزا دیکھنی ہوگی۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ السجدہ ص ۴۳۔۴۴۔ حاشیہ ۲۱)

۱۱۱۔ اَلْجَامِعُ: جمع کرنے والا۔

ہر انسان جو آدم سے لے کر قیامت کی آخری ساعت تک پیدا ہوا ہے، خواہ ماں کے پیٹ سے نکل کر اس نے ایک ہی سانس لیا ہو، اس وقت دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور سب کو ایک وقت میں جمع کر دیا جائے گا۔

(سورۃ آل عمران آیت ۹ میں ارشاد ہے) رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ، اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ "پروردگار! تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنے والا ہے، جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں، تو ہرگز اپنے وعدہ سے ٹلنے والا نہیں ہے۔"

(سورۃ النساء آیت ۱۴۰ میں ارشاد ربانی ہے) اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْکَافِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعًا. "یقین جانو کہ اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ جمع کرنے والا ہے"

(سورۃ الشوریٰ آیت ۲۹ میں ارشاد ہے) وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ. "وہ جب چاہے انہیں اکٹھا کر سکتا ہے۔"

جس طرح وہ انہیں پھیلا دینے پر قادر ہے اُسی طرح وہ انہیں جمع کر لینے پر بھی قادر ہے، لہٰذا یہ خیال کرنا غلط ہے کہ قیامت نہیں آسکتی اور تمام اولین و آخرین کو بیک وقت اٹھا کر اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورۃ الکہف آیت ۹۹ ارشاد ہے) وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا. ''اور اس روز ہم لوگوں کو چھوڑ دیں گے کہ (سمندر کی موجوں کی طرح) ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں اور صور پھونکا جائے گا اور ہم سب انسانوں کو ایک ساتھ جمع کریں گے۔

(سورۃ التغابن آیت ۹ میں ارشاد ہے) يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ. ''جب اجتماع کے دن وہ تم سب کو اکٹھا کرے گا''

اجتماع کے دن سے مراد ہے قیامت اور سب کو اکٹھا کرنے سے مراد ہے تمام ان انسانوں کو بیک وقت زندہ کر کے جمع کرنا جو ابتدائے آفرینش سے قیامت تک دنیا میں پیدا ہوئے ہوں۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ کھول کر اسے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ ہود میں فرمایا۔ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ. ''وہ ایک ایسا دن ہوگا جس میں سب انسان جمع ہوں گے اور پھر جو کچھ بھی اس روز ہوگا سب کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔'' (آیت: ۱۰۳)

اور سورۂ واقعہ میں فرمایا۔ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ. ''ان سے کہو کہ تمام گزرے ہوئے اور بعد میں آنے والے لوگ یقیناً ایک مقرر دن کے وقت جمع کیے جانے والے ہیں۔'' (آیت: ۵۰)

وہ دن بھی (یقیناً) آنا ہے جب اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو جمع کر کے ان کا حساب لے گا۔ دنیا میں اگر کوئی شخص اپنی گمراہی و بدعملی کے برے نتائج سے بچ بھی نکلا تو اس دن بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اور بڑا ہی بدقسمت ہے وہ جو یہاں بھی خراب ہوا اور وہاں بھی اس کی شامت آئے۔

(سورۃ النساء آیت ۸۷ میں فرمایا) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ. وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا. ''اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہ تم سب کو اس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں، اور اللہ کی بات سے بڑھ کر سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے۔''

کافر اور مشرک اور ملحد اور دہریے جو کچھ کر رہے ہیں اس سے خدا کی خدائی کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اُس کا خدائے واحد اور خدائے مطلق ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جو کسی کے بدلے بدل نہیں سکتی۔ پھر ایک دن وہ سب انسانوں کو جمع کر کے ہر ایک کو اس کے عمل کا نتیجہ دکھا دے گا۔ اس کی قدرت کے احاطہ سے بچ کر کوئی بھاگ بھی نہیں سکتا۔ لہٰذا خدا ہرگز اس بات کا حاجت مند نہیں ہے کہ اس کی طرف سے کوئی اس کے باغیوں پر جلے دل کا بخار نکالتا پھرے اور کج خلقی اور ترش کلامی کو زخم دل کا مرہم بنائے۔

دنیا کی زندگی میں جو شخص جس طریقے پر چاہے چلتا رہے اور جس راہ میں اپنی کوششیں اور محنتیں صرف کرنا چاہتا ہے کیے جائے، آخر کار سب کو ایک دن اس خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، پھر ہر ایک اپنی سعی و عمل کے نتائج دیکھ لے گا۔ (سورۃ الجاثیہ آیت ۲۶ میں فرمایا) قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ ''اے نبیؐ! ان سے کہو اللہ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہی تم کو اس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(جب ان لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے) کہ موت کے بعد دوسری زندگی ہوگی تو کہتے ہیں اٹھالاؤ ہمارے باپ دادا کو، گویا لازماً قبر سے ایک مردہ اٹھا کر ان کے سامنے لے آنا چاہیے۔ اور اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو وہ یہ نہیں مان سکتے کہ مرے ہوئے انسان کسی وقت از سرِ نو زندہ کر کے اٹھائے جانے والے ہیں حالانکہ یہ بات سرے سے کسی نے بھی ان سے نہیں کی تھی کہ اس دنیا میں متفرق طور پر وقتاً فوقتاً مردوں کو دوبارہ زندہ کیا جاتا رہے گا۔ بلکہ جو کچھ کہا گیا تھا وہ یہ تھا کہ قیامت کے بعد اللہ تعالیٰ بیک وقت تمام انسانوں کو از سرِ نو زندہ کرے گا یہ متفرق طور پر نہیں ہوگا، بلکہ ایک دن سب انسانوں کو جمع کرنے کے لیے مقرر ہے اس میں ان سب کے اعمال کا محاسبہ کر کے جزا اور سزا کا فیصلہ فرمائے گا۔

(منکرین کا یہ خیال کہ) ابتدائے آفرینش سے قیامت تک مرنے والے بے شمار انسانوں کے جسم کے اجزاء جو زمین میں بکھر چکے ہیں اور آئندہ بکھرتے چلے جائیں گے، ان کو جمع کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہے، یہ سراسر ان کی اپنی ہی عقل کی تنگی ہے (ورنہ) واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ہر جز جس شکل میں جہاں بھی ہے، اللہ تعالیٰ براہِ راست اس کو جانتا ہے اور مزید براں اس کا پورا ریکارڈ اللہ کے دفتر میں محفوظ کیا جا رہا ہے جس سے کوئی ایک ذرہ بھی چھوٹا ہوا نہیں ہے جس وقت اللہ کا حکم ہوگا اُسی وقت آناً فاناً اُس کے فرشتے اس ریکارڈ سے رجوع کر کے ایک ایک ذرّے کو نکال لائیں گے اور تمام انسانوں کے وہی جسم پھر بنا دیں گے جن میں رہ کر انھوں نے دنیا کی زندگی میں کام کیا تھا۔

عالمِ آخرت محض ایک روحانی عالم نہیں ہوگا بلکہ انسان وہاں دوبارہ اسی طرح جسم و روح کے ساتھ زندہ کیے جائیں گے جس طرح وہ اب اس دنیا میں ہیں۔ یہی نہیں، ان کو جسم بھی وہی دیا جائے گا جس میں اب وہ رہتے ہیں۔ وہی تمام اجزاء اور جواہر (Atoms) جن سے اُن کے بدن اِس دنیا میں مرکب تھے، قیامت کے روز جمع کر دیے جائیں گے۔ اور وہ اپنے انہی سابق جسموں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن کے اندر رہ کر وہ دنیا میں کام کر چکے تھے۔

۱۱۲۔ اَلْمُحْصِیْ: ایک ایک چیز کو گن کر رکھنے والا

خدا کے ہاں ہر شخص کا ہر کرتوت نوٹ ہو چکا ہے کسی شخص نے، کب، کہاں، کیا حرکت کی، اُس حرکت کے بعد اُس کا اپنا ردِ عمل کیا تھا، اور اس کے کیا نتائج، کہاں کہاں، کس کس شکل میں برآمد ہوئے، یہ سب کچھ اس کے دفتر میں لکھ لیا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵۔ سورۃ المجادلہ۔ ص ۳۵۷۔ حاشیہ ۱۷)

(سورۃ الجن آیت ۲۸ میں ارشاد ہے) وَاَحَاطَ بِمَالَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا. اور وہ ان کے پورے ماحول کا) احاطہ کیے ہوئے ہے اور ایک ایک چیز کو اس نے گن رکھا ہے۔"

جو پیغامات اللہ تعالیٰ (اپنے انبیاءؑ و رسل کی طرف) بھیجتا ہے اُن کا حرف حرف گنا ہوا ہے۔ رسولوں اور فرشتوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ ان میں ایک حرف کی کمی بیشی بھی کر سکیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۶۔ سورۃ الجن۔ ص ۱۲۲۔ حاشیہ ۳۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورۂ مریم آیت ۹۳، ۹۴ میں ارشاد ہے) اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا. ''زمین اور آسمانوں کے اندر جو بھی ہیں سب اس کے حضورؐ بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں، سب پر وہ محیط ہے اور ان نے ان کو شمار کر رکھا ہے۔''

(سورۂ یٰسٓ آیت ۱۲ میں ارشاد ربانی ہے)وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ. ہر ایک چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں درج کر رکھا ہے۔''

انسان کا نامہ اعمال تین قسم کے اندراجات پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی اچھا یا برا عمل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے۔ دوسرے، اپنے گردوپیش کی اشیاء اور خود اپنے جسم کے اعضاء پر جو نقوش (Impressions) بھی انسان مرتسم کرتا ہے وہ سب کے سب ثبت ہو جاتے ہیں، اور یہ سارے نقوش ایک وقت اس طرح ابھر آئیں گے کہ اس کی اپنی آواز سنی جائے گی، اس کے اپنے خیالات اور نیتوں اور ارادوں کی پوری داستان اس کی لوحِ ذہن پر لکھی نظر آئے گی اور اس کے ایک ایک اچھے اور برے فعل اور اس کی تمام حرمات وسکنات کی تصویریں سامنے آجائیں گی۔ تیسرے اپنے مرنے کے بعد اپنی آئندہ نسل پر اپنے معاشرے پر اور پوری انسانیت پر اپنے اچھے اور برے اعمال کے جو اثرات وہ چھوڑ گیا ہے وہ جس وقت تک اور جہاں جہاں تک کارفرما رہیں گے وہ سب اس کے حساب میں لکھے جاتے رہیں گے۔ اپنی اولاد کو جو بھی اچھی یا بری تربیت اس نے دی ہے، اپنے معاشرے میں جو بھلائیاں یا برائیاں بھی اس نے پھیلائی ہیں، انسانیت کے حق میں جو پھول یا کانٹے بھی وہ بو گیا ہے ان سب کا پورا ریکارڈ اس وقت تک تیار کیا جاتا رہے گا جب تک اس کی لگائی ہوئی یہ فصل دنیا میں اپنے اچھے یا برے پھل لاتی رہے گی۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۂ یٰسٓ۔ ص ۲۴۸۔ حاشیہ ۹)

(سورۂ نبأ آیت ۲۷، ۲۸، ۲۹ میں ارشاد ہے) اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا. وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا۔ ''وہ کبھی حساب کی توقع نہ رکھتے تھے اور ہماری آیات کو انھوں نے بالکل جھٹلا دیا تھا اور حال یہ تھا کہ ہم نے ہر چیز گن گن کر لکھ رکھی تھی۔''

ان کے اقوال وافعال، ان کی حرکات وسکنات، حتیٰ کہ ان کی نیتوں اور خیالات اور مقاصد تک کا مکمل ریکارڈ ہم تیار کرتے جا رہے تھے جن سے کوئی چیز چھوٹی ہوئی نہ تھی، اور وہ بے وقوف اس سے بے خبر اپنی جگہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ وہ کسی اندھیر نگری میں جی رہے ہیں جہاں وہ اپنی مرضی اور خواہش سے جو کچھ چاہیں کرتے رہیں، اس کی باز پرس کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۶۔ سورۃ النبأ۔ ص ۲۳۰۔ حاشیہ ۱۸)

۱۱۳۔ اَلْوَاجِدُ موجود، پانے والا۔

۱۱۴۔ اَلْوَاحِدُ: ایک، اکیلا، یکتا۔

(سورۂ بقرہ آیت ۱۶۳ میں ارشاد ربانی ہے)وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. ''تمہارا خدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ایک ہی خدا ہے، اس رحمان اور رحیم کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔

(سورۂ نساء آیت ۱۷۱ میں ارشاد ہے) وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. ''اور نہ کہو کہ ''تین'' ہیں باز آجاؤ، یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے۔''

(سورۂ مائدہ آیت ۷۳ میں ارشاد ہے) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. ''یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔''

(سورۂ انعام آیت ۱۹ میں ہے) قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ''کہو خدا تو وہی ایک ہے اور میں اُس شرک سے قطعی بیزار ہوں جس میں تم مبتلا ہو۔

(سورۂ یوسف آیت ۳۹ میں ہے) ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. ''تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے''

(سورۂ الرعد آیت ۱۶ میں ہے) قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ''کہو، ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے اور وہ یکتا ہے، سب پر غالب ہے۔''

(سورۂ ابراہیم آیت ۴۸ میں ارشاد ہے) وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ. ''اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے۔''

(سورۂ ابراہیم آیت ۵۲ میں ارشاد ہے) هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. ''یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے، اور یہ بھیجا گیا ہے اس لیے کہ اُن کو اس کے ذریعہ سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے۔

(سورۃ النحل آیت ۲۲ میں ارشاد ہے) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. ''تمہارا خدا بس ایک ہی ہے۔''

(سورۃ النحل ۵۱ میں ہے) قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. ''اللہ کا فرمان ہے کہ ''دو خدا نہ بنالو، خدا تو بس ایک ہی ہے۔

(سورۃ الکہف آیت ۱۱۰ میں ہے) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. ''اے محمدؐ! کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔''

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۸ میں ہے) قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. ''ان سے کہو'' میرے پاس جو وحی آتی ہے وہ یہ ہے کہ تمہارا خدا صرف ایک خدا ہے۔''

(سورۃ الحج آیت ۳۴ میں ہے) فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا. ''پس تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ اور اسی کے تم مطیع فرماں بنو۔

(سورۃ العنکبوت آیت ۴۶ میں ہے) وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ. ''ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور ہم اسی کے مسلم ہیں۔"

(سورۃ الصافات آیت ۴ میں ارشاد ربانی ہے) اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ. تمہارا معبود حقیقی بس ایک ہی ہے۔ وہ جو زمین اور آسمانوں کا اور تمام ان چیزوں کا مالک ہے جو زمین و آسمان میں ہیں اور سارے مشرقوں کا مالک۔

(سورۂ ص آیت ۶۵ میں ارشاد ہے) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. (اے نبیؐ) ان سے کہو "میں تو بس خبردار کر دینے والا ہوں۔ کوئی حقیقی معبود نہیں مگر اللہ، جو یکتا ہے، سب پر غالب۔

(سورۃ الزمر آیت ۴ میں آیا ہے) سُبْحَانَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. پاک ہے وہ اس سے (کہ کوئی اُس کا بیٹا ہو) وہ اللہ ہے اکیلا اور سب پر غالب ہے۔

(سورۃ مومن آیت ۱۶ میں ہے) لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ. (اس روز پکار کر پوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (سارا عالم پکار اٹھے گا) اللہ واحد قہار کی۔

(سورۂ حٰم السجدہ آیت ۶ میں ہے) قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. اے نبیؐ، ان سے کہو، میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا: مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے۔

وہ اکیلا اپنی ذات میں واحد ہے، کسی جنس کا فرد نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اولاد لازماً ہم جنس ہوا کرتی ہے۔ نیز اولاد کا کوئی تصور ازدواج کے بغیر نہیں ہوسکتا، اور ازدواج بھی ہم جنس سے ہی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا وہ شخص سخت جاہل و نادان ہے جو اس یکتا و یگانہ ہستی کے لیے اولاد تجویز کرتا ہے (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۃ الزمر۔ ص ۳۵۸۔ حاشیہ ۱۹)

معبود حقیقی صرف ایک اللہ ہی ہے، کیونکہ وہ سب پر غالب ہے، زمین و آسمان کا مالک ہے، اور کائنات کی ہر چیز اس کی ملک ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ ص۔ ص ۳۴۷۔ حاشیہ ۵۸)

سورۃ المؤمن آیت ۱۶ میں ارشاد ہے۔

يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ.

وہ دن جب کہ سب لوگ بے پردہ ہوں گے، اللہ سے ان کی کوئی بات بھی چھپی ہوئی نہ ہوگی (اس روز پکار کر پوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (سارا عالم پکار اٹھے گا) اللہ واحد قہار کی۔

دنیا میں تو بہت سے برخود غلط لوگ اپنی بادشاہی و جباری کے ڈنکے پیٹتے رہے اور بہت سے احمق ان کی بادشاہیاں اور کبریائیاں مانتے رہے، اب بتاؤ کہ بادشاہی فی الواقع کس کی ہے؟ اختیارات کا اصل مالک کون ہے؟ اور حکم کس کا چلتا ہے۔ یہ ایسا مضمون ہے جسے اگر کوئی شخص گوش ہوش سے سنے تو خواہ وہ کتنا ہی بڑا بادشاہ یا آمر مطلق بنا بیٹھا ہو اُس کا زہرہ آب ہو جائے اور ساری جباریت کی ہوا اس کے دماغ سے نکل جائے۔ اس موقع پر تاریخ کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ سامانی خاندان کا فرمانروا نصر بن احمد (۳۰۱۔۳۳۱ھ) جب نیشاپور میں داخل ہوا تو اس نے ایک دربار منعقد کیا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد فرمائش کی کہ کارروائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا افتتاح قرآن مجید کی تلاوت سے ہو۔ یہ سن کر ایک بزرگ آگے بڑھے اور انہوں یہی رکوع[1] تلاوت کیا۔ جس وقت وہ اس آیت پر پہنچے تو نصر پر ہیبت طاری ہوگئی۔ لرزتا ہوا تخت سے اترا۔ تاج سر سے اُتار کر سجدے میں گر گیا اور بولا اے رب، بادشاہی تیری ہی ہے نہ کہ میری۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۹۹۔۴۰۰) سورۃ المؤمن حاشیہ ۲۷)

خدا تو بس ایک ہی خدا ہے۔ کسی اور کو خدا نہ بناؤ، کسی اور کی بندگی نہ کرو، کسی اور کو مدد کے لیے نہ پکارو، کسی اور کے آگے سر تسلیم واطاعت خم نہ کرو، کسی اور کے رسم ورواج اور قانون وضابطہ کو شریعتِ واجب الاطاعت نہ مانو۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ ص ۴۴۱ حٰم السجدہ۔ حاشیہ ۷)

۱۱۵۔ اَلْمُنْتَقِمُ: بدلہ لینے والا۔ انتقام لینے والا۔ سزا دینے والا۔

(سورۃ السجدہ آیت ۲۲ میں ارشاد ربانی ہے) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَبِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ. ''اور اُس سے بڑا ظالم کون ہو گا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعہ سے نصیحت کی جائے اور پھر وہ ان سے منہ پھر لے۔ ایسے مجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔''

رب کی آیات، یعنی اُس کی نشانیوں کے الفاظ بہت جامع ہیں جن کے اندر تمام اقسام کی نشانیاں آجاتی ہیں۔ قرآن مجید کے جملہ بیانات کو نگاہ میں رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نشانیاں چھ قسموں پر مشتمل ہیں۔

۱۔ وہ نشانیاں جو زمین سے لے کر آسمان تک ہر چیز میں اور کائنات کے مجموعی نظام میں پائی جاتی ہیں۔
۲۔ وہ نشانیاں جو انسان کی ابتدائی پیدائش اور اس کی ساخت اور اس کے وجود میں پائی جاتی ہیں۔
۳۔ وہ نشانیاں جو انسان کے وجدان میں، اس کے لاشعور و تحت الشعور میں اور اس کے اخلاقی تصورات میں پائی جاتی ہیں۔
۴۔ وہ نشانیاں جو انسانی تاریخ کے مسلسل تجربات میں پائی جاتی ہیں۔
۵۔ وہ نسانیاں جو انسان پر آفاتِ ارضی وسماوی کے نزول میں پائی جاتی ہیں۔
۶۔ اور ان سب کے بعد وہ آیات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ سے بھیجیں تا کہ معقول طریقے سے انسان کو انہی حقائق سے آگاہ کیا جائے جن کی طرف اوپر کی تمام نشانیاں اشارہ کر رہی ہیں۔

یہ ساری نشانیاں پوری ہم آہنگی اور بلند آہنگی کے ساتھ انسان کو یہ بتا رہی ہیں کہ تو بے خدا نہیں ہے، نہ بہت سے خداؤں کا بندہ ہے، بلکہ تیرا خدا صرف ایک ہی خدا ہے جس کی عبادت واطاعت کے سوا تیرے لیے کوئی دوسرا راستہ صحیح نہیں ہے۔ تو اس دنیا میں آزاد و خود مختار اور غیر ذمہ دار بنا کر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ تجھے اپنے کارنامہ حیات ختم کرنے کے بعد اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہی کرنی ہے اور اپنے عمل کے لحاظ سے جزا اور سزا پانی ہے۔ پس تیری اپنی خیر اسی میں ہے کہ تیرے خدا نے تیری رہنمائی کے لیے اپنے انبیاء اور اپنی کتابوں کے ذریعہ سے جو ہدایت بھیجی ہے اس کی پیروی کر اور خود مختاری کی روش سے باز آجا۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جس انسان کو اتنے مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا ہے ہو۔ جس کی فہمائش کے لیے طرح طرح کی اتنی

---

[1] المؤمن رکوع: ۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے شمار نشانیاں فراہم کی گئی ہوں، اور جسے دیکھنے کے لیے آنکھیں، سننے کے لیے کان اور سوچنے سمجھنے کے لیے دل کی نعمتیں بھی دی گئی ہوں، وہ اگر ان ساری نشانیوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے، سمجھانے والوں کی تذکیر و نصیحت کے لیے بھی اپنے کان بند کر لیتا ہے، اور اپنے دل و دماغ سے بھی اوندھے فلسفے ہی گھڑنے کا کام لیتا ہے۔ اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ پھر اسی کا مستحق ہے کہ دنیا میں اپنے امتحان کی مدت ختم کرنے کے بعد جب وہ اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو تو بغاوت کی بھرپور سزا پائے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ السجدہ۔ ص ۴۸۔ حاشیہ ۳۴)

(سورۃ الزخرف آیت ۴۱ میں ارشاد ہے۔) فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ. ''اب تو ہمیں ان کو سزا دینی ہے خواہ تمہیں دنیا سے اٹھالیں۔

کفارِ مکہ یہ سمجھ رہے تھے کہ محمد ﷺ کی ذات ہی اُن کے لیے مصیبت بنی ہوئی ہے، یہ کانٹا درمیان سے نکل جائے تو پھر سب اچھا ہو جائے گا۔ اسی گمانِ فاسد کی بنا پر وہ شب و روز بیٹھ بیٹھ کر مشورے کرتے تھے کہ آپ کو کسی نہ کسی طرح ختم کر دیا جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ اُن کی طرف سے رخ پھیر کر اپنے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہارے رہنے یا نہ رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم زندہ رہو گے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ان کی شامت آئے گی، اٹھا لیے جاؤ گے تو تمہارے پیچھے ان کی خبر لی جائے گی۔ شامتِ اعمال اب ان کی دامن گیر ہو چکی ہے جس سے یہ بچ نہیں سکتے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الزخرف۔ ص ۵۳۹۔ حاشیہ ۳۷)

(سورۃ الدخان آیت ۱۶ میں بھی ارشاد فرمایا) يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ جس روز ہم بڑی ضرب لگائیں گے وہ دن ہو گا ہم تم سے انتقام لیں گے۔

قیامت کا انتظار کرو، اُس وقت جب پوری طرح شامت آئے گی۔ تب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ حق کیا تھا اور باطل کیا تھا۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الدخان۔ ص ۵۶۵۔ حاشیہ ۳)

(سورۂ آل عمران آیت ۴ میں ارشادِ ربانی ہے) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ. ''اب جو لوگ اللہ کے فرامین کو قبول کرنے سے انکار کریں، ان کو یقیناً سخت سزا ملے گی۔ اللہ بے پناہ طاقت کا مالک ہے اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔

(سورۂ ابراہیم آیت ۴۷ میں ارشاد ہے) فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ، اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ. ''پس اے نبیؐ! تم ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ اللہ کبھی اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے گا۔ اللہ زبردست ہے اور انتقام لینے والا ہے۔

اس جملے میں کلام کا رخ بظاہر نبی ﷺ کی طرف ہے، مگر دراصل سنانا آپؐ کے مخالفین کو مقصود ہے۔ انہیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ نے پہلے بھی اپنے رسولوں سے جو وعدے کیے تھے وہ پورے کیے اور ان کے مخالفین کو نیچا دکھایا اور اب بھی جو وعدہ وہ اپنے رسول محمد ﷺ سے کر رہا ہے اسے پورا کرے گا اور اُن لوگوں کو تہس نہس کر دے گا جو اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۲۔ سورۂ ابراہیم۔ ص ۴۹۲۔ حاشیہ ۵۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(جنگ بدر میں) مسلمان اپنی قلتِ تعداد اور بے سروسامانی کے باوجود کفار کی کثیر التعداد اور بہتر اسلحہ رکھنے والی فوج کے مقابلے میں جس طرح کامیاب ہوئے، اس سے صاف معلوم ہو گیا تھا کہ ان کو اللہ کی تائید حاصل تھی۔
اللہ کی غالب طاقت سے غافل ہو کر جو لوگ اپنے سروسامان اور اپنے حامیوں کی کثرت پر پھولے ہوئے تھے ان کے لیے یہ واقعہ ایک تازیانہ تھا کہ اللہ کس طرح چند مفلس وقلاّش غریب الوطن مہاجروں اور مدینے کے کاشتکاروں کی ایک مٹھی بھر جماعت کے ذریعہ سے قریش جیسے قبیلہ کو شکست دلوا سکتا ہے، جو تمام عرب کا سرتاج تھا۔
(تفہیم القرآن: ج ا سورۃ آل عمران۔ص ۲۳۷۔حاشیہ ۱۰)

(سورۃ الروم آیت ۴۷ میں ارشاد ہے) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلاً اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُ وْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا. وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ. ''اور ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے۔ پھر جنہوں نے جرم کیا ان سے ہم نے انتقام لیا اور ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں۔

(سورۃ الحجر آیت ۷۸۔۷۹ میں ارشاد ہے) وَاِنْ کَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ لَظٰلِمِیْنَ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ۔ ''اور ایکہ والے ظالم تھے، تو دیکھ لو کہ ہم نے بھی اُن سے انتقام لیا۔''

۱۱۶۔ اَلْمُقْسِطُ: (العادل) عدل وانصاف کرنے والا۔ اس کی وضاحت العدل کے تحت ملاحظہ ہو۔

۱۱۷۔ اَلْمُغْنِیْ: بے نیاز کرنے والا۔

(سورۃ النور آیت ۳۲ میں ارشاد ہے) اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ. ''اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔''

(سورۃ التوبہ آیت ۲۸ میں ارشاد ہے) وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اِنْ شَآءَ۔ ''اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے تو بعید نہیں کہ اللہ چاہے تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔''

(سورۃ النساء آیت ۱۳۰ میں ارشاد ہے) وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ کُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ. وَکَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَکِیْمًا۔ ''لیکن اگر زوجین ایک دوسرے سے الگ ہی ہو جائیں تو اللہ اپنی وسیع قدرت سے ہر ایک کو دوسرے کی محتاجی سے بے نیاز کر دے گا'' اللہ کا دامن بہت کشادہ ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔''

(سورۃ النجم آیت ۴۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے) وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی ''اور یہ کہ اُسی نے غنی کیا اور جائداد بخشی۔''

(سورۃ الضحیٰ آیت ۸ میں نبی ﷺ سے خطاب ہے) وَوَجَدَکَ عَآئِلاً فَاَغْنٰی۔ اور تمہیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا۔

نبی ﷺ کے لیے آپؐ کے والد ماجد نے میراث میں صرف ایک اونٹنی اور ایک لونڈی چھوڑی تھی۔ اس طرح آپ کی زندگی کی ابتدا افلاس کی حالت میں ہوئی تھی۔ پھر ایک وقت آیا کہ قریش کی سب سے زیادہ مالدار خاتون حضرت خدیجہؓ نے پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تجارت میں آپؐ کو اپنے ساتھ شریک کیا۔ اس کے بعد انہوں نے آپؐ سے شادی کر لی اور ان کے تمام تجارتی کاروبار کو آپؐ نے سنبھال لیا۔ اس طرح آپؐ نہ صرف یہ کہ مالدار ہو گئے، بلکہ آپؐ کی مالداری اس نوعیت کی نہ تھی کہ محض بیوی کے مال پر آپؐ کا انحصار ہو۔ اُن کی تجارت کو فروغ دینے میں آپ کی اپنی محنت و قابلیت کا بڑا حصہ تھا۔ (تفہیم القرآن: ج ۶۔ سورۃ الضحیٰ۔ ص ۳۷۴۔ حاشیہ ۸)

(نکاح کے بارے میں لڑکے اور لڑکی والے ضرورت سے زیادہ ہی حسابی بن جاتے ہیں اور لوگوں کو اس بارے میں زیادہ حسابی نہ بننا چاہیے) لڑکی والوں کو چاہیے کہ نیک اور شریف آدمی اگر ان کے ہاں پیغام دے تو محض اس کی غربت دیکھ کر انکار نہ کر دیں۔ لڑکے والوں کو بھی چاہیے کہ کسی نوجوان کو محض اس لیے نہ بٹھا رکھیں کہ ابھی وہ بہت نہیں کما رہا ہے اور نوجوانوں کو بھی چاہیے کہ زیادہ کشائش کے انتظار میں اپنی شادی کے معاملے کو خواہ مخواہ نہ ٹالتے رہیں۔ تھوڑی آمدنی بھی ہو تو اللہ کے بھروسے پر شادی کر ڈالنی چاہیے۔ بسا اوقات خود شادی ہی آدمی کے حالات درست ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ بیوی کی مدد سے اخراجات قابو میں آجاتے ہیں۔ ذمہ داریاں سر پر آجانے کے بعد آدمی خود بھی پہلے سے زیادہ محنت اور کوشش کرنے لگتا ہے۔ بیوی معاش کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹا سکتی ہے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ مستقبل میں کس کے لیے کیا لکھا ہے، اسے کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ اچھے حالات برے حالات میں بھی بدل سکتے ہیں اور برے حالات اچھے حالات میں بھی تبدیل ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا آدمی کو ضرورت سے زیادہ حساب لگانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۱۱۸۔ اَلضَّارُّ: نقصان اور ضرر کا مالک۔

(ہر انسان کو) یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ اعتماد اس کے قلب میں ایسی قوت پیدا کر دے گا کہ بہت سے فضول اندیشوں اور خیالی خطروں سے اس کو نجات مل جائے گی اور وہ اشرار کو ان کے حال پر چھوڑ کر پورے اطمینان و سکون کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے گا۔ اللہ پر توکل کرنے والا مومن نہ تھڑدِلا ہوتا ہے کہ ہر اندیشہ و گمان اس کے سکون کو غارت کر دے۔ نہ کم ظرف ہوتا ہے کہ غلط کار لوگوں کے مقابلے میں آپے سے باہر ہو کر خود بھی خلافِ انصاف حرکتیں کرنے لگے۔ (تفہیم القرآن: ج ۵۔ سورۃ المجادلہ۔ ص ۳۶۱۔ حاشیہ ۲۵)

معبودانِ غیر اللہ کسی کے قطعاً نافع اور ضار نہیں، کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے وہ کسی نفع و ضرر کی قدرت نہیں رکھتے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳۔ سورۃ الحج۔ ص ۲۰۸۔ حاشیہ ۱۸)

(کوئی نبی کسی کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا' ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا
" کہو میں تم لوگوں کے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا۔"

میرا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے کہ خدا کی خدائی میں میرا کوئی دخل ہے، یا لوگوں کی قسمتیں بنانے اور بگاڑنے کا کوئی اختیار مجھے حاصل ہے۔ میں تو صرف ایک رسول ہوں اور جو خدمت میرے سپرد کی گئی ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پیغامات تمہیں پہنچا دوں۔ باقی رہے خدائی کے اختیارات، تو وہ سارے کے سارے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ کسی دوسرے کو نفع یا نقصان پہنچانا تو درکنار، مجھے تو خود اپنے نفع و نقصان کا اختیار بھی حاصل نہیں۔ اللہ کی نافرمانی کروں تو اس کی پکڑ سے بچ کر کہیں پناہ نہیں لے سکتا، اور اللہ کے دامن کے سوا کوئی ملجاو ماویٰ میرے لیے نہیں ہے (تفہیم القرآن: ج ۶۔ سورۃ الجن۔ ص ۱۲۰۔ حاشیہ ۲۲)

اللہ کا نبی اُس طرح کا کوئی دعویٰ نہیں رکھتا جیسے بلند بانگ دعوے خدارسیدگی اور روحانیت کے ڈھونگ رچانے والے عموماً کیا کرتے ہیں۔ جاہلیت کے معاشروں میں بالعموم یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ''حضرت'' قسم کے لوگ ہر اُس شخص کی قسمت بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں جو ان کی شان میں کوئی گستاخی کرے۔ بلکہ مر جانے کے بعد ان کی قبر کی بھی اگر کوئی توہین کر گزرے، یا اور کچھ نہیں تو ان کے متعلق کوئی برا خیال ہی دل میں لے آئے تو وہ اس کا تختہ الٹ دیتے ہیں۔ یہ خیال زیادہ تر ''حضرتوں'' کا اپنا پھیلایا ہوا ہوتا ہے، اور نیک لوگ جو خود ایسی باتیں نہیں کرتے، اُن کے نام اور ان کی ہڈیوں کو اپنے کاروبار کا سرمایہ بنانے کے لیے کچھ دوسرے ہوشیار لوگ اُن کے متعلق اس خیال کو پھیلاتے ہیں۔ بہر حال عوام میں اسے روحانیت و خدارسیدگی کا لازمہ سمجھا جاتا ہے کہ آدمی کو قسمتیں بنانے اور بگاڑنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۴۔ سورۃ الشوریٰ۔ ص ۴۸۱۔ حاشیہ ۷)

(یہ اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں) سورۃ الانعام آیت ۱۷ میں فرمایا۔ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ۔ ''اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے۔

کفارِ مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ تم ہمارے معبودوں کی شان میں گستاخیاں کرتے ہو اور ان کے خلاف زبان کھولتے ہو تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ کیسی زبردست باکرامت ہستیاں ہیں۔ ان کی توہین تو جس نے بھی کی وہ برباد ہو گیا۔ تم بھی اگر اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو یہ تمہارا تختہ الٹ دیں گے۔

ان احمقوں کو اپنے معبودوں کی طاقت و عزت کا تو بڑا خیال ہے، مگر انہیں اس بات کا خیال کبھی نہیں آتا کہ اللہ بھی کوئی زبردست ہستی ہے اور شرک کر کے اس کی جو توہین یہ کر رہے ہیں اس کی بھی کوئی سزا انہیں مل سکتی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۃ الزمر۔ ص ۳۷۴ حاشیہ ۵۵۔۵۶)

خوشی اور غم، دونوں کے اسباب اسی کی طرف سے ہیں۔ اچھی اور بری قسمت کا سر رشتہ اسی کے ہاتھ میں ہے کسی کو اگر راحت و مسرت نصیب ہوئی ہے تو اسی کے دینے سے ہوئی ہے۔ اور کسی کو مصائب و آلام سے سابقہ پیش آیا ہے تو اسی کی مشیت سے پیش آیا ہے۔ کوئی دوسری ہستی اس کائنات میں ایسی نہیں ہے جو قسمتوں کے بنانے اور بگاڑنے میں کسی قسم کا دخل رکھتی ہو۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ النجم۔ ص ۲۲۰ حاشیہ ۴۰)

۱۱۹۔ اَلنَّافِعُ: نفع پہنچانے والا۔ نفع کا مالک۔

(نافع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے) معبودانِ غیر اللہ قطعاً نافع و ضار نہیں۔ کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے وہ کسی نفع و ضرر کی قدرت نہیں رکھتے۔ ان سے دعائیں مانگ کر اور ان کے آگے حاجت روائی کے لئے ہاتھ پھیلا کر وہ اپنا ایمان تو فوراً اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقیناً کھودیتا ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ نفع اسے حاصل ہو جس کی امید پر اس نے انہیں پکارا تھا، تو حقیقت سے قطع نظر ظاہر حال کے لحاظ سے بھی وہ خود مانے گا کہ اس کا حصول نہ تو یقینی ہے اور نہ قریب الوقوع۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کو مزید فتنے میں ڈالنے کے لئے کسی آستانے پر اس کی مراد برلائے، اور ہو سکتا ہے کہ اس آستانے پر وہ اپنا ایمان بھی بھینٹ چڑھا آئے اور اپنی مراد بھی نہ پائے۔ (تفہیم القرآن: ج۳ سورۃ الحج۔ ص۲۰۸ حاشیہ۱۸)

قیامت کے روز بھی کسی کی یہ طاقت نہ ہوگی کہ وہ کسی شخص کو اس کے اعمال کے نتائج بھگتنے سے بچا سکے۔ کوئی وہاں ایسا با اثر یا زور آور یا اللہ کا چہیتا نہ ہوگا کہ عدالتِ خداوندی میں اَڑ کر بیٹھ جائے اور یہ کہہ سکے کہ فلاں شخص میرا عزیز یا متوسل ہے، اسے تو بخشنا ہی ہوگا۔ خواہ یہ دنیا میں کیسے ہی برے افعال کر کے آیا ہو۔ (تفہیم القرآن: ج۶ سورۃ الانفطار۔ ص۲۷۶ حاشیہ۸)

مشرکین کا بزرگ انسانوں یا فرشتوں یا دوسری ہستیوں کے متعلق یہ گمان کہ خدا کے ہاں ان کا بڑا زور چلتا ہے۔ جس بات پر اَڑ بیٹھیں، وہ منوا کر چھوڑتے ہیں اور جو کام چاہیں خدا سے لے سکتے ہیں (محض باطل پر مبنی اور بے بنیاد ہے) وہاں کسی کا زور چلانا تو درکنار، کوئی بڑے سے بڑا پیغمبر اور کوئی مقرب ترین فرشتہ اس پادشاہِ ارض و سما کے دربار میں بلا اجازت زبان تک کھولنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ (تفہیم القرآن: ج۱ سورۃ البقرہ ص۱۹۴ حاشیہ۲۸۱)

خدائی کے سارے اختیارات تنہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ کوئی دوسرا سرے سے یہ اختیار رکھتا ہی نہیں ہے کہ تمہاری اچھی یا بری تقدیر بنا سکے۔ اچھا وقت آسکتا ہے تو اسی کے لائے آسکتا ہے، اور برا وقت ٹل سکتا ہے تو اسی کے ٹالے ٹل سکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص سچے دل سے اللہ کو خدائے واحد مانتا ہو اس کے لئے اس کے سوا سرے سے کوئی راستہ ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھے اور دنیا میں ایک مومن کی حیثیت سے اپنا فرض اس یقین کے ساتھ انجام دیتا چلا جائے کہ خیر بہر حال اسی راہ میں ہے جس کی طرف اللہ نے رہنمائی فرمائی ہے۔ اس راہ میں کامیابی نصیب ہوگی تو اللہ ہی کی مدد اور تائید و توفیق سے ہوگی، کوئی دوسری طاقت مدد کرنے والی نہیں ہے اور اس راہ میں اگر مشکلات و مصائب اور خطرات و مہالک سے سابقہ پیش آئے گا تو ان سے بھی وہی بچائے گا، کوئی دوسرا بچانے والا نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج۵ سورۃ التغابن۔ ص۵۴۳ حاشیہ۲۸)

(سورۃ الفتح آیت ۱۱ میں ارشاد ہے) قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَبِكُمْ ضَرًّا اَوْاَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا۔ ''ان سے کہنا ''اچھا'' یہی بات ہے تو کون تمہارے معاملہ میں اللہ کے فیصلے کو روک دینے کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہے اگر وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا نفع بخشنا چاہے۔''

۱۲۰۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: غائب و حاضر ہر چیز کا جاننے والا۔

(سورۃ الانعام آیت ۷۳ میں ارشاد ہے) وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ''اور جس روز صور پھونکا جائے گا اس روز پادشاہی اسی کی ہوگی، وہ غیب اور شہادت ہر چیز کا عالم ہے۔''

(سورۃ التوبہ آیت ۹۴ میں ارشاد ربانی ہے) ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ ''پھر تم اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کا جاننے والا ہے اور وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کچھ کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے ہو۔"

(سورۃ التوبہ آیت ۱۰۵ میں ہے) وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عَالِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ "پھر تم اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کو جانتا ہے۔"

(سورۃ الرعد آیت ۹ میں ہے) عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ "وہ پوشیدہ اور ظاہر، ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔"

(سورۃ المومنون آیت ۹۲ میں ہے) عَالِمُ الْغَیْبِ و الشَّهَادَةِ فَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ "کھلے اور چھپے کا جاننے والا، وہ بالاتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ تجویز کر رہے ہیں۔

(سورۃ السجدہ آیت ۶ میں ہے) ذٰلِكَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ "وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ زبردست اور رحیم۔

(سورۃ سبا آیت ۳ میں ہے) قُلْ بَلٰی وَ رَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَیْبِ "کہو، قسم ہے میرے عالم الغیب پروردگار کی، وہ تم پر آ کر رہے گی۔

(سورۃ فاطر آیت ۳۸ میں ہے) اِنَّ اللّٰهَ عَالِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

"بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز سے واقف ہے، وہ تو سینوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔

(سورۃ الزمر آیت ۴۶ میں ہے)

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ و الشَّهَادَةِ "کہو خدایا! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، حاضر و غائب کو جاننے والے۔"

(سورۃ الحشر آیت ۲۲ میں ہے) هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ "وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

(سورۃ الجمعہ آیت ۸ میں ہے) ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عَالِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ. "پھر تم اس کے سامنے پیش کیے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔"

(سورۃ التغابن آیت ۱۸ میں ہے)

عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ. حاضر اور غائب ہر چیز کو جانتا ہے، زبردست اور دانا ہے،

(سورۃ الجن آیت ۲۶ میں ہے)

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا. "وہ عالم الغیب ہے۔ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔"

آسمان و زمین میں جو بھی مخلوقات ہیں، خواہ فرشتے ہوں یا جن یا انبیاء اور اولیاء یا دوسرے انسان اور غیر انسان سب کا علم محدود ہے۔ سب سے کچھ نہ کچھ پوشیدہ ہے، سب کچھ جاننے والا اگر کوئی ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جس سے اس کائنات کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی چیز اور کوئی بات پوشیدہ نہیں، جو ماضی و حال اور مستقبل سب کو جانتا ہے۔

غیب کے معنی مخفی، پوشیدہ اور مستور کے ہیں۔ اصطلاحاً اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو معلوم نہ ہو، جس تک ذرائع معلومات کی رسائی نہ ہو۔ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو فرداً فرداً بعض انسانوں کے علم میں ہیں اور بعض کے علم میں نہیں ہیں۔ اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو بحیثیت مجموعی پوری نوعِ انسانی کے علم میں نہ کبھی تھیں، نہ آج ہیں، نہ آئندہ کبھی آئیں گی۔ ایسا ہی معاملہ جنوں اور فرشتوں اور دوسری مخلوقات کا ہے کہ بعض چیزیں ان میں سے کسی سے مخفی اور کسی کو معلوم ہیں، اور بے شمار چیزیں ایسی ہی جو ان سب سے مخفی ہیں اور کسی کو بھی معلوم نہیں۔ یہ تمام اقسام کے غیب صرف ایک ذات پر روشن ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے لئے کوئی چیز غائب نہیں۔ سب شہادت ہی شہادت ہے۔

اب یہ ہر صاحبِ عقل کا کام ہے کہ وہ اپنی جگہ اس امر پر غور کرے کہ فی الحقیقت کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا عالم الغیب ہو، یعنی تمام ان احوال اور اشیا اور حقائق کا جاننے والا ہو جو کائنات میں کبھی تھیں، یا اب ہیں، یا آئندہ ہوں گی۔ اور اگر کوئی دوسرا عالم الغیب نہیں ہے اور نہیں ہوسکتا تو پھر کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ جو لوگ پوری طرح حقائق اور احوال سے واقف ہی نہیں ہیں ان میں سے کوئی بندوں کا فریادرس اور حاجت روا اور مشکل کشا ہو سکے؟

الوہیت اور علمِ غیب کے درمیان ایک ایسا گہرا تعلق ہے کہ قدیم ترین زمانے سے انسان نے جس ہستی میں خدائی کے کسی شائبے کا گمان کیا ہے اس کے متعلق یہ خیال ضرور کیا ہے کہ اس پر سب کچھ روشن ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ گویا انسان کا ذہن اس حقیقت سے بالکل بدیہی طور پر آگاہ ہے کہ قسمتوں کا بنانا اور بگاڑنا دعاؤں کا سننا، حاجتیں پوری کرنا اور ہر طالبِ امداد کی مدد کو پہنچنا صرف اسی ہستی کا کام ہوسکتا ہے جو سب کچھ جانتی ہو اور جس سے کچھ بھی پوشیدہ نہ ہو۔ اسی بنا پر تو انسان جس کو بھی خدائی اختیارات کا حامل سمجھتا ہے اسے لازماً عالم الغیب بھی سمجھتا ہے، کیونکہ اس کی عقل بلا ریب شہادت دیتی ہے کہ علم اور اختیارات باہم لازم و ملزوم ہیں۔ اب اگر یہ حقیقت ہے کہ خالق اور مدبر اور مجیب الدعوات اور رازق خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے، تو آپ سے آپ یہ بھی حقیقت ہے کہ عالم الغیب بھی خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ آخر کون اپنے ہوش و حواس میں یہ تصور کرسکتا ہے کہ کسی فرشتے یا جن یا نبی یا ولی کو، یا کسی مخلوق کو بھی یہ معلوم ہوگا کہ سمندر میں اور ہواؤں میں اور زمین کی تہوں میں اور سطح زمین کے اوپر کس کس قسم کے کتنے جانور کہاں کہاں ہیں؟ اور عالمِ بالا کے بے حد و حساب سیاروں کی ٹھیک تعداد کیا ہے؟ اور ان میں سے ہر ایک میں کس کس طرح کی مخلوقات موجود ہیں؟ اور ان مخلوقات کا ایک ایک فرد کہاں ہے اور کیا اس کی ضروریات ہیں؟ یہ سب کچھ اللہ کو تو لازماً معلوم ہونا چاہیے، کیونکہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے، اور اسی کو ان کے معاملات کی تدبیر اور ان کے حالات کی نگہبانی کرنی ہے اور وہی ان کے رزق کے انتظام کرنے والا ہے۔ لیکن دوسرا کوئی اپنے محدود وجود میں یہ وسیع و محیط علم رکھ کیسے سکتا ہے اور اس کا کیا تعلق اس کارِ خلاقی و رزاقی سے ہے کہ وہ ان چیزوں کو جانے؟

پھر یہ صفت قابلِ تجزیہ بھی نہیں ہے کہ کوئی بندہ مثلاً صرف زمین کی حد تک، اور زمین میں بھی صرف انسانوں کی حد تک عالم الغیب ہو۔ یہ اسی طرح قابلِ تجزیہ نہیں ہے جس طرح خدا کی خلاقی و رزاقی اور قیومی و پروردگاری قابلِ تجزیہ نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابتدائے آفرینش سے آج تک جتنے انسان دنیا میں پیدا ہوئے ہیں اور قیامت تک پیدا ہوں گے، رحمِ مادر میں استقرار کے وقت سے آخری ساعتِ حیات تک ان سب کے تمام حالات و کیفیات کو جاننا آخر کس بندے کا کام ہو سکتا ہے؟ اور وہ کیسے اور کیوں اس کو جانے گا؟ کیا وہ اس بے حد و حساب خلقت کا خالق ہے؟ کیا اس نے ان کے باپوں کے نطفے میں ان کے جرثومے کو وجود بخشا تھا؟ کیا اس نے ان کی ماؤں کے رحم میں ان کی صورت گری کی تھی؟ کیا اس نے ان کی زندہ ولادت کا انتظام کیا تھا؟ کیا اس نے ان میں سے ایک ایک شخص کی قسمت بنائی تھی؟ کیا وہ ان کی موت و حیات، ان کی صحت اور مرض، ان کی خوشحالی اور بدحالی اور ان کے عروج اور زوال کے فیصلے کرنے کا ذمہ دار ہے؟ اور آخر یہ کام کب سے اس کے ذمے ہوا ہے؟ اس کی اپنی ولادت سے پہلے یا اس کے بعد؟ اور صرف انسانوں کی حد تک یہ ذمہ داریاں محدود کیسے ہو سکتی ہیں؟ یہ کام تو لازماً زمین اور آسمانوں کے عالمگیر انتظام کا ایک جز ہے۔ جو ہستی ساری کائنات کی تدبیر کر رہی ہے وہی تو انسانوں کی پیدائش و موت اور ان کے رزق کی تنگی و کشادگی اور ان کی قسمتوں کے بناؤ اور بگاڑ کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔ اسی بنا پر یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۃ النمل ص ۵۹۵۔۵۹۷ حاشیہ ۸۳)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اور جس قدر چاہے اپنی معلومات کا کوئی گوشہ کھول دے، اور کسی غیب یا بعض غیوب کو اس پر روشن کر دے، لیکن علمِ غیب بحیثیت مجموعی کسی کو نصیب نہیں اور عالم الغیب ہونے کی صفت صرف اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہے۔ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، انہیں کوئی نہیں جانتا اس کے سوا۔'' (الانعام، آیت ۵۹) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ. وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ. وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا. وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ. ''اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش نازل کرنے والا ہے۔ اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحم میں کیا (پرورش پا رہا) ہے۔ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا۔ اور کسی متنفس کو خبر نہیں ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آئے گی۔'' (لقمان، آیت ۳۴) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ. وہ جانتا ہے جو کچھ مخلوقات کے سامنے ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے، اس کے علم میں سے کسی چیز پر بھی وہ احاطہ نہیں کر سکتے اِلّا یہ کہ وہ جس چیز کا چاہے انہیں علم دے۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۵۵)

قرآن مجید مخلوقات کے لئے علمِ غیب کی اس عام اور مطلق نفی پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ خاص طور پر انبیاء علیہم السلام، اور خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس امر کی صاف صاف تصریح کرتا ہے کہ وہ عالم الغیب نہیں ہیں اور ان کو غیب کا صرف اتنا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے جو رسالت کی خدمت انجام دینے کے لئے درکار تھا۔ سورہ الانعام آیت ۵۰، الاعراف آیت ۱۸۷، التوبہ آیت ۱۰۱، ہود آیت ۳۱، الاحزاب آیت ۶۳، الاحقاف آیت ۹، التحریم آیت ۳، اور الجن آیات ۲۶ تا ۲۸، اس معاملہ میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں چھوڑتیں۔

اس کے بعد اس امر میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ کوئی دوسرا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی جمیع مَا کان و مایکون کا علم رکھتا ہے، قطعاً ایک غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ شیخین، ترمذی، نسائی، امام احمد، ابنِ جریر اور ابنِ ابی حاتم نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ (اَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) یَعْلَمُ مَایَکُوْنُ فِیْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَی اللّٰهِ الْفِرْیَةَ وَ اللّٰهُ یَقُوْلُ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ یعنی ''جس نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کل کیا ہونے والا ہے اس نے اللہ پر سخت جھوٹ کا الزام لگایا، کیونکہ اللہ تو فرماتا ہے کہ اے نبی تم کہہ دو کہ غیب کا علم اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کو بھی نہیں ہے۔'' ابن الُمنذِر حضرت عبداللہ بن عباس کے مشہور شاگرد عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔'' اے محمدؐ! قیامت کب آئے گی؟ اور ہمارے علاقے میں قحط برپا ہے، بارش کب ہوگی؟ اور میری بیوی حاملہ ہے، وہ لڑکا جنے گی یا لڑکی؟ اور یہ تو مجھے معلوم ہے کہ میں نے آج کیا کمایا ہے، کل میں کیا کماؤں گا؟ اور یہ تو مجھ معلوم ہے کہ میں کہاں پیدا ہوا ہوں، مروں گا کہاں؟ ان سوالات کے جواب میں سورۂ لقمان کی یہ آیت حضورؐ نے سنائی۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ پھر بخاری و مسلم اور دوسری کتبِ حدیث کی وہ مشہور روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے جس میں ذکر ہے کہ صحابہ کے مجمع میں حضرت جبریل علیہ السلام نے انسانی شکل میں آ کر حضورؐ سے جو سوالات کیے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے جواب دیا ما المسئول عنها با علم من السَّائل (جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ خود پوچھنے والے سے زیادہ اس بارے میں کوئی علم نہیں رکھتا۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۂ النمل ص ۵۹۷، ۵۹۸ حاشیہ ۸۳)

دوسرے جو بھی ہیں ان کے لئے ایک چیز ظاہر ہے تو بے شمار چیزیں ان سے پوشیدہ ہیں۔ فرشتے ہوں یا جن، یا نبی اور ولی اور برگزیدہ انسان، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو سب کچھ جاننے والا ہو۔ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ اس پر ہر چیز عیاں ہے۔ جو کچھ گزر چکا ہے، جو کچھ موجود ہے اور جو کچھ آنے والا ہے، سب اس پر روشن ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ السجدہ ص ۳۹ حاشیہ ۱۰)

ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی دنیوی طاقت بھی عالم الغیب والشہادہ نہیں ہے۔ بہت سے جرائم اس کی نگاہ سے بچ کر کیے جاسکتے ہیں۔ اور ہر دنیوی طاقت کی گرفت سے بچنے کی بے شمار تدبیریں ممکن ہیں۔ پھر کسی دنیوی طاقت کے قوانین بھی تمام برائیوں کا احاطہ نہیں کرتے۔ بیشتر برائیاں ایسی ہیں جن پر دنیوی قوانین کوئی گرفت سرے سے کرتے ہی نہیں، حالانکہ وہ ان برائیوں سے قبیح تر ہیں جن پر وہ گرفت کرتے ہیں۔ اس لئے دینِ حق نے اخلاق کی پوری عمارت اس بنیاد پر کھڑی کی ہے کہ اس اَن دیکھے خدا سے ڈر کر برائی سے اجتناب کیا جائے جو ہر حال میں انسان کو دیکھ رہا ہے، جس کی گرفت سے انسان بچ کر کہیں نہیں جاسکتا، جس نے خیر و شر کا ایک ہمہ گیر، عالمگیر اور مستقل معیار انسان کو دیا ہے۔ اسی کے ڈر سے بدی کو چھوڑنا اور نیکی کو اختیار کرنا وہ اصل بھلائی ہے جو دین کی نگاہ میں قابلِ قدر ہے۔ اس کے سوا کسی دوسری وجہ سے اگر کوئی انسان بدی نہیں کرتا، یا اپنی ظاہری شکل کے اعتبار سے جو افعال نیکی میں شمار ہوتے ہیں ان کو اختیار کرتا ہے تو آخرت میں اس کے یہ اخلاق کسی قدر اور وزن کے مستحق نہ ہوں گے، کیونکہ ان کی مثال اس عمارت کی سی ہے جو ریت پر تعمیر ہوئی ہو۔ (تفہیم القرآن: ج ۶ سورۃ الملک ص ۴۶-۴۷ حاشیہ ۱۸)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جن معاملات سے انسان کی قریب ترین دلچسپیاں وابستہ ہیں، انسان ان کے متعلق بھی کوئی علم نہیں رکھتا، پھر بھلا یہ جاننا اس کے لئے کیسے ممکن ہے کہ ساری دنیا کے انجام کا وقت کب آئے گا۔ تمہاری خوشحالی و بدحالی کا بڑا انحصار بارش پر ہے، مگر اس کا سررشتہ بالکل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب، جہاں، جتنی چاہتا ہے برساتا ہے اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ تم قطعاً نہیں جانتے کہ کہاں، کس وقت کتنی بارش ہوگی اور کونسی زمین اس سے محروم رہ جائے گی، یا کس زمین پر بارش الٹی نقصان دہ ہو جائے گی۔ تمہاری اپنی بیویوں کے پیٹ میں تمہارے اپنے نطفے سے حمل قرار پاتا ہے جس سے تمہاری نسل کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے۔ مگر تم نہیں جانتے کہ کیا چیز اس کے پیٹ میں پرورش پا رہی ہے اور کس شکل میں، کن بھلائیوں یا برائیوں کو لئے ہوئے وہ برآمد ہوگی۔ تم کو یہ تک پتہ نہیں ہے کہ کل تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آنا ہے۔ ایک اچانک حادثہ تمہاری تقدیر بدل سکتا ہے، مگر ایک منٹ پہلے بھی تم کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ تم کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ تمہاری اس زندگی کا خاتمہ آخر کہاں کس طرح ہوگا۔ یہ ساری معلومات اللہ نے اپنے پاس رکھی ہیں اور ان میں سے کسی کا علم بھی تم کو نہیں دیا۔ ان میں سے ایک ایک چیز ایسی ہے جسے تم چاہتے ہو کہ پہلے سے تمہیں اس کا علم ہو جائے تو کچھ اس کے لیے پیش بندی کر سکو۔ لیکن تمہارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ ان معاملات میں اللہ ہی کی تدبیر اور اسی کی قضا پر بھروسہ کرو۔ اسی طرح دنیا کے اختتام کی ساعت کے معاملے میں بھی اللہ کے فیصلے پر اعتماد کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اس کا علم بھی نہ کسی کو دیا گیا ہے اور نہ دیا جا سکتا ہے۔ غیب نام ہی اس چیز کا ہے جو مخلوقات سے پوشیدہ ہو اور صرف اللہ پر روشن ہو، اور فی الحقیقت اس غیب کی کوئی حد نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۴ سورۂ لقمان ص ۲۸۔۲۹ حاشیہ ۸۳)

۱۲۱۔ اَلْبَاقِي: باقی رہنے والی ذات۔

(سورۂ الرحمٰن آیت ۲۶، ۲۷ میں ارشاد ہے) كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.

''ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہونے والی ہے اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔''

لافانی اور لازوال تو صرف اس خدائے بزرگ و برتر کی ذات ہے جس کی عظمت پر یہ کائنات گواہی دے رہی ہے اور جس کے کرم سے تم کو یہ کچھ نعمتیں نصیب ہوئی ہیں۔ اب اگر تم میں سے کوئی شخص ہم چو من دیگرے نیست کے گھمنڈ میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ محض اس کی کم ظرفی ہے، اپنے ذرا سے دائرہ اختیار میں کوئی بے وقوف کبریائی کے ڈنکے بجا لے، یا چند بندے جو اس کے ہتھے چڑھیں، ان کا خدا بن بیٹھے، تو یہ دھوکے کی ٹٹی کتنی دیر کھڑی رہ سکتی ہے۔ کائنات کی وسعتوں میں جس زمین کی حیثیت ایک مٹر کے دانے برابر بھی نہیں ہے۔ اس کے ایک کونے میں دس بیس یا پچاس برس جو خدائی اور کبریائی چلے اور پھر قصہ ماضی بن کر رہ جائے، وہ آخر کیا خدائی اور کیا کبریائی ہے جس پر کوئی پھولے۔

اللہ جل شانہٗ کے سوا دوسری جن ہستیوں کو بھی تم معبود و مشکل کشا اور حاجت روا بناتے ہو، خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء و اولیاء، یا چاند اور سورج، یا اور کسی قسم کی مخلوق، ان میں سے کوئی تمہاری کسی حاجت کو پورا نہیں کر سکتا۔ وہ بے چارے تو خود اپنی حاجات و ضروریات کے لئے اللہ کے محتاج ہیں۔ ان کے ہاتھ تو خود اس کے آگے پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ خود اپنی مشکل کشائی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے بل بوتے پر نہیں کر سکتے تو تمہاری مشکل کشائی کیا کریں گے۔ زمین سے آسمانوں تک اس ناپیدا کنار کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ تنہا ایک خدا کے حکم سے ہو رہا ہے۔ کارفرمائی میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے کہ وہ کسی معاملہ میں کسی بندے کی قسمت پر اثر انداز ہو سکے۔ (تفہیم القرآن: ج۵ سورۃ الرحمٰن ص ۲۶۰۔۲۶۱ حاشیہ ۲۵)

اللہ ہی اچھا ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے جیسا کہ سورۃ طٰہٰ آیت ۷۳ میں فرمایا ہے: وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ اس کائنات میں ایک خدا کے سوا کوئی غیر فانی اور لازوال نہیں ہے، اور چھوٹے سے بڑے تک کوئی موجود ایسا نہیں جو اپنے وجود میں اور ضروریاتِ وجود کے لئے خدا کا محتاج نہ ہو۔ (تفہیم القرآن: ج۵ سورۃ الرحمٰن ص ۲۴۷ تمہید موضوع و مضمون)

۱۲۲۔ اَلرَّشِيْدُ : راہ راست دکھانے والا۔

دنیا میں انسان کی ضرورتوں کا دائرہ صرف اسی حد تک محدود نہیں ہے کہ اس کو کھانے پینے پہننے اور زندگی بسر کرنے کا سامان بہم پہنچے اور آفات، مصائب، نقصانات سے وہ محفوظ رہے۔ بلکہ اس کی ایک ضرورت اور درحقیقت سب سے بڑی ضرورت یہ بھی ہے کہ اسے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہو اور وہ جانے کہ اپنی ذات کے ساتھ اپنی قوتوں اور قابلیتوں کے ساتھ، اس سروسامان کے ساتھ جو روئے زمین پر اس کے تصرف میں ہے، اُن بے شمار انسانوں کے ساتھ جن سے مختلف حیثیتوں میں اس کو سابقہ پیش آتا ہے، اور مجموعی طور پر اس نظام کائنات کے ساتھ جس کے ماتحت رہ کر ہی بہر حال اس کو کام کرنا ہے، وہ کیا اور کس طرح معاملہ کرے جس سے اس کی زندگی بحیثیت مجموعی کامیاب ہو اور اس کی کوششیں اور محنتیں غلط راہوں میں صرف ہو کر تباہی و بربادی پر منتج نہ ہوں۔

یہ انسان کی ضرورت ہے کہ کوئی ایسا رہنما ہو جو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے صحیح اصول بتائے اور جس کے دیے ہوئے قوانینِ حیات کی پیروی پورے اعتماد و اطمینان کے ساتھ کی جا سکے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے والا خدا کے سوا کوئی نہیں ہے، صرف وہی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج۲ سورۃ یونس ص ۲۸۵ حاشیہ ۴۳)

۱۲۳۔ اَلصَّبُوْرُ : بہت صبر کرنے والا۔ صبر دینے والا۔

۱۲۴۔ اَلْبَاعِثُ : بھیجنے والا۔ اٹھانے والا۔

(سورۃ البقرہ آیت ۲۱۳ میں ارشادِ ربانی ہے) كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ وَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ. الآية. ابتداء میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے۔ (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کجروی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے۔''

ایک مدت تک نسلِ آدم راہِ راست پر قائم رہی اور ایک اُمّت بنی رہی۔ پھر لوگوں نے نئے نئے راستے اور مختلف طریقے ایجاد کر لیے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو حقیقت نہیں بتائی گئی تھی، بلکہ اس وجہ سے کہ حق کو جاننے کے باوجود بعض لوگ اپنے جائز حق سے بڑھ کر امتیازات، فوائد اور منافع حاصل کرنا چاہتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے پر ظلم، سرکشی اور زیادتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے خواہشمند تھے۔ اسی خرابی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو مبعوث کرنا شروع کیا۔ یہ انبیاء اس لئے نہیں بھیجے گئے تھے کہ ہر ایک اپنے نام سے ایک نئے مذہب کی بنا ڈالے اور اپنی ایک نئی امت بنالے۔ بلکہ ان کے بھیجے جانے کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کے سامنے اس کھوئی ہوئی راہِ حق کو واضح کر کے انہیں پھر سے ایک امت بنادیں۔ (تفہیم القرآن: ج ا سورۃ البقرہ ص ۱۶۲۔۱۶۳ حاشیہ ۲۳)

(سورۃ آلِ عمران آیت ۱۶۴ میں ارشادِ ربانی ہے) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

(سورۃ الجمعہ آیت ۲ میں ارشادِ ربانی ہے)

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ.

وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا، جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات چار مقامات پر بیان کی گئی ہیں، اور ہر جگہ ان کے بیان کی غرض مختلف ہے۔ البقرہ آیت ۱۲۹ میں ان کا ذکر اہلِ عرب کو یہ بتانے کے لئے کیا گیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، جسے وہ اپنے لئے زحمت و مصیبت سمجھ رہے تھے، درحقیقت ایک بڑی نعمت ہے جس کے لئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اپنی اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ البقرہ آیت ۱۵۱ میں انہیں اسی لئے بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر پہچانیں اور اس نعمت سے پورا پورا فیض حاصل کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے۔ آل عمران آیت ۱۶۴ میں منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں کو یہ احساس دلانے کے لئے ان کا اعادہ کیا گیا ہے کہ وہ کتنا بڑا احسان ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان اپنا رسول بھیج کر کیا ہے اور یہ لوگ کتنے نادان ہیں کہ اس کی قدر نہیں کرتے۔ اب چوتھی مرتبہ انہیں اس سورہ میں دہرایا گیا ہے جس سے مقصود یہودیوں کو یہ بتانا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری آنکھوں کے سامنے جو کام کر رہے ہیں صریحاً ایک رسول کا کام ہے، وہ اللہ کی آیات سنا رہے ہیں جن کی زبان، مضامین اندازِ بیان، ہر چیز اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ فی الواقع وہ اللہ ہی کی آیات ہیں۔ وہ لوگوں کی زندگیاں سنوار رہے ہیں، ان کے اخلاق اور عادات اور معاملات کو ہر طرح کی گندگیوں سے پاک کر رہے ہیں اور ان کو اعلیٰ درجے کے اخلاقی فضائل سے آراستہ کر رہے ہیں۔ یہ وہی کام ہے جو اس سے پہلے تمام انبیاء کرتے رہے ہیں۔ پھر وہ صرف آیات ہی سنانے پر اکتفا نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے بلکہ ہر وقت اپنے قول اور عمل سے اور اپنی زندگی کے نمونے سے لوگوں کو کتابِ الٰہی کا منشا سمجھا رہے ہیں اور ان کو اس حکمت و دانائی کی تعلیم دے رہے ہیں جو انبیاءؑ کے سوا آج تک کسی نے نہیں دی ہے۔ یہی سیرت اور کردار اور کام ہی تو انبیاءؑ کا وہ نمایاں وصف ہے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ پھر یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ جس کا رسول ہونا اس کے کارناموں سے علانیہ ثابت ہو رہا ہے اس کو ماننے سے تم نے صرف اس لئے انکار کر دیا کہ اللہ نے اسے تمہاری قوم کے بجائے اس قوم میں سے اٹھایا جسے تم اُمّی کہتے ہو۔ (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۂ الجمعہ ص ۴۸۷ حاشیہ ۳)

جہاں تک قوموں کا تعلق ہے ان کے اٹھنے اور گرنے کے لئے اللہ کے ہاں مدت کا تعین ان کے اوصاف کی شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ ایک اچھی قوم اگر اپنے اندر بگاڑ پیدا کر لے تو اس کی مہلتِ عمل گھٹا دی جاتی ہے اور اسے تباہ کر دیا جاتا ہے۔ اور ایک بگڑی ہوئی قوم اگر اپنے برے اوصاف کو اچھے اوصاف سے بدل لے تو اس کی مہلتِ عمل بڑھا دی جاتی ہے، حتّٰی کہ وہ قیامت تک بھی دراز ہو سکتی ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۂ ابراہیم ص ۴۷۶ حاشیہ ۱۸)

سورۂ النحل آیت ۸۴ میں ہے۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا (انہیں کچھ ہوش بھی ہے کہ اس روز کیا ہوگا) جب کہ ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے۔

اُس اُمت کا نبی، یا کوئی ایسا شخص جس نے نبی کے گزر جانے کے بعد اس اُمت کو توحید اور خالص خدا پرستی کی دعوت دی ہو، شرک اور مشرکانہ اوہام و رسوم پر متنبہ کیا ہو، اور روزِ قیامت کی جواب دہی سے خبردار کر دیا ہو۔ وہ اس امر کی شہادت دے گا کہ میں نے پیغامِ حق اِن لوگوں کو پہنچا دیا تھا، اس لئے جو کچھ انہوں نے کیا وہ ناواقفیت کی بنا پر نہیں بلکہ جانتے بوجھتے کیا۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۂ النحل ص ۵۶۲ حاشیہ ۸۰)

سورۂ النحل آیت ۸۹ میں ہے، وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (اے محمدؐ! انہیں اس دن سے خبردار کر دو) جب کہ ہم ہر اُمت میں خود اسی کے اندر سے ایک گواہ اٹھا کھڑا کریں گے جو اس کے مقابلہ میں شہادت دے گا، اور اِن لوگوں کے مقابلے میں شہادت دینے کے لئے ہم تمہیں لائیں گے۔

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۵ میں ارشادِ ربانی ہے) وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا. ''اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ (لوگوں کو حق و باطل کا فرق سمجھانے کے لئے) ایک پیغامبر نہ بھیج دیں۔

اللہ تعالیٰ کے نظامِ عدالت میں پیغمبر ایک بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ پیغمبر اور اس کا لایا ہوا پیغام ہی بندوں پر خدا کی حجت ہے۔ یہ حجت قائم نہ ہو تو بندوں کو عذاب دینا خلاف انصاف ہوگا، کیونکہ اس صورت میں وہ یہ عذر پیش کر سکیں گے کہ ہمیں آگاہ کیا ہی نہ گیا تھا پھر اب ہم پر یہ گرفت کیسی۔ مگر جب یہ حجت قائم ہو جائے تو اس کے بعد انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ان لوگوں کو سزا دی جائے جنہوں نے خدا کے بھیجے ہوئے پیغام سے منہ موڑا ہو، یا اسے پا کر پھر اس سے انحراف کیا ہو۔ بے وقوف لوگ اس طرح کی آیات پڑھ کر اس سوال پر غور کرنے لگتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس کسی نبی کا پیغام نہیں پہنچا ان کی پوزیشن کیا ہوگی۔ حالانکہ ایک عقل مند آدمی کو غور اس بات پر کرنا چاہیے کہ تیرے پاس تو پیغام پہنچ چکا ہے۔ اب تیری اپنی پوزیشن کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے دوسرے لوگ، تو یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کے پاس، کب، کس طرح اور کس حد تک اس کا پیغام پہنچا اور اس نے اس کے معاملے میں کیا رویہ اختیار کیا اور کیوں کیا۔ عالم الغیب کے سوا کوئی بھی یہ نہیں جان سکتا کہ کس پر اللہ کی حجت پوری ہوئی ہے اور کس پر نہیں ہوئی۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۂ بنی اسرائیل ص ۶۰۵۔۶۰۶ حاشیہ ۱۷)

(سورۃ النحل آیت ۳۸ میں ارشاد ہے) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ. ''یہ لوگ اللہ کے نام سے کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ''اللہ کسی مرنے والے کو پھر سے زندہ کر کے نہ اٹھائے گا۔ اٹھائے گا کیوں نہیں، یہ تو ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنا اس نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

دنیا میں جب سے انسان پیدا ہوا ہے، حقیقت کے بارے میں بے شمار اختلافات رونما ہوئے ہیں انہی اختلافات کی بنا پر نسلوں اور قوموں اور خاندانوں میں پھوٹ پڑی ہے۔ انہی کی بنا پر مختلف نظریات رکھنے والوں نے اپنے الگ مذہب، الگ معاشرے، الگ تمدن بنائے یا اختیار کیے ہیں۔ ایک ایک نظریے کی حمایت اور وکالت میں ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے مختلف زمانوں میں جان، مال، آبرو، ہر چیز کی بازی لگا دی ہے۔ اور بے شمار مواقع پر ان مختلف نظریات کے حامیوں میں ایسی سخت کشاکش ہوئی ہے کہ ایک نے دوسرے کو بالکل مٹا دینے کی کوشش کی ہے، اور مٹنے والے نے مٹتے مٹتے بھی اپنا نقطہ نظر نہیں چھوڑا ہے۔ عقل چاہتی ہے کہ ایسے اہم اور سنجیدہ اختلافات کے متعلق کبھی تو صحیح اور یقینی طور پر معلوم ہو کہ فی الواقع ان کے اندر حق کیا تھا اور باطل کیا، راستی پر کون تھا اور ناراستی پر کون۔ اس دنیا میں تو کوئی امکان اس پردے کے اٹھنے کا نظر نہیں آتا۔ اس دنیا کا نظام ہی کچھ ایسا ہے کہ اس میں حقیقت پر سے پردہ اٹھ نہیں سکتا لہٰذا لامحالہ عقل کے اس تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ایک دوسرا ہی عالم درکار ہے۔

اور یہ صرف عقل کا تقاضا ہی نہیں ہے بلکہ اخلاق کا تقاضا بھی ہے۔ کیونکہ ان اختلافات اور ان کشمکشوں میں بہت سے فریقوں نے حصہ لیا ہے۔ کسی نے ظلم کیا ہے اور کسی نے سہا ہے، کسی نے قربانیاں کی ہیں اور کسی نے ان قربانیوں کو وصول کیا ہے۔ ہر ایک نے اپنے نظریے کے مطابق ایک اخلاقی فلسفہ اور ایک اخلاقی رویہ اختیار کیا ہے اور اس سے اربوں اور کھربوں انسانوں کی زندگیاں برے یا بھلے طور پر متاثر ہوئی ہیں۔ آخر کوئی وقت تو ہونا چاہئے جب کہ ان سب کا اخلاقی نتیجہ صلے یا سزا کی شکل میں ظاہر ہو۔ اس دنیا کا نظام اگر صحیح اور مکمل اخلاقی نتائج کے ظہور کا متحمل نہیں ہے تو ایک دوسری دنیا ہونی چاہئے جہاں یہ نتائج ظاہر ہو سکیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۃ النحل ص ۵۴۱۔۵۴۲ حاشیہ ۳۵)

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ پیدا کرنا اور تمام اگلے پچھلے انسانوں کو بیک وقت جلا اُٹھانا کوئی بڑا ہی مشکل کام ہے۔ حالانکہ اللہ کی قدرت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے کسی ارادے کو پورا کرنے کے لئے کسی سروسامان، کسی سبب اور وسیلے اور کسی سازگاری احوال کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا ہر ارادہ محض اس کے حکم سے پورا ہوتا ہے۔ اس کا حکم ہی سروسامان وجود میں لاتا ہے۔ اس کے حکم ہی سے اسباب و وسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کا حکم ہی اس کی مراد کے عین مطابق احوال تیار کرتا ہے۔ اس وقت جو دنیا موجود ہے۔ یہ بھی مجرد حکم سے وجود میں آئی ہے اور دوسری دنیا بھی آناً فاناً صرف ایک حکم سے ظہور میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسکتی ہے۔(تفہیم القرآن:ج۲سورۃ النحل ص۵۴۲حاشیہ۳۶)

(سورۃ الحج آیت ۷ میں ارشاد ربانی ہے) وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ قیامت کی گھڑی آکر رہے گی، اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، اور اللہ ضرور ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں جا چکے ہیں۔

اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔لوگوں کو تو یہ سن کر اچنبھا ہوتا ہے کہ اللہ کسی وقت مردوں کو زندہ کرے گا، مگر وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں تو انہیں نظر آئے کہ وہ تو ہر وقت مردے جلا رہا ہے۔جن مادّوں سے آپ کا جسم بنا ہے اور جن غذاؤں سے وہ پرورش پاتا ہے ان کا تجزیہ کر کے دیکھ لیجئے۔کوئلہ، لوہا، چونا، کچھ نمکیات کچھ ہوائیں، اور ایسی ہی چند چیزیں اور ہیں۔ان میں سے کسی چیز میں بھی حیات اور نفسِ انسانی کے خواص موجود نہیں ہیں۔مگر انہی مردہ اور بے جان مادوں کو جمع کر کے آپ کو جیتا جاگتا وجود بنا دیا گیا ہے۔پھر ان ہی مادّوں کی غذا آپ کے جسم میں جاتی ہے اور وہاں اس سے مردوں میں وہ تخم اور عورتوں میں وہ بیضی خلیے بنتے ہیں جن کے ملنے سے آپ ہی جیسے جیتے جاگتے انسان روز بن بن کر نکل رہے ہیں۔اس کے بعد ذرا اپنے گردوپیش کی زمین پر نظر ڈالیے۔بے شمار مختلف چیزوں کے بیج تھے جن کو ہواؤں اور پرندوں نے جگہ جگہ پھیلا دیا تھا، اور بے شمار مختلف چیزوں کی جڑیں تھیں جو جگہ جگہ پیوند خاک ہوئی پڑی تھیں۔ان میں کہیں بھی نباتی زندگی کا کوئی ظہور موجود نہ تھا۔آپ کے گردوپیش کی سوکھی زمین ان لاکھوں مردوں کی قبر بنی ہوئی تھی۔مگر جونہی کہ پانی کا ایک چھینٹا پڑا، ہر طرف زندگی لہلہانے لگی۔ہر مردہ جڑ اپنی قبر سے جی اٹھی، اور ہر بے جان بیج ایک زندہ پودے کی شکل اختیار کر گیا۔یہ احیائے اموات کا عمل ہر برسات میں آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔(تفہیم القرآن:ج۳سورۃ الحج ص۲۰۴۔۲۰۵حاشیہ۹)

(سورۃ الانعام آیت ۳۶ میں ارشاد ہے) وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ. رہے مردے تو انہیں اللہ بس قبروں ہی سے اٹھائے گا۔

(سورۃ المجادلہ آیت ۶ میں ارشاد ہے) يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا. فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا. "جب اللہ ان سب کو پھر سے زندہ کر کے اٹھائے گا اور انہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں۔"

(سورۃ التغابن آیت ۷ میں ارشاد ہے) زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا، قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ. "منکرین نے بڑے دعوے سے کہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے۔ان سے کہو۔" نہیں میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر ضرور تمہیں بتایا جائے گا کہ تم نے (دنیا میں) کیا کچھ کیا۔"

(سورۃ القصص آیت ۵۹ میں ارشاد ہے) وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا۔"اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہ تھا جب تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دیتا جو ان کو ہماری آیات سناتا۔"

پہلے جو قومیں تباہ ہوئیں اُن کے لوگ ظالم ہو چکے تھے۔مگر خدا نے ان کو تباہ کرنے سے پہلے اپنے رسول بھیج کر انہیں متنبہ کیا، اور جب ان کی تنبیہ پر بھی وہ اپنی کج روی سے باز نہ آئے تو انہیں ہلاک کر دیا۔یہی معاملہ اب تمہیں درپیش ہے۔تم بھی ظالم ہو چکے ہو، اور ایک رسول تمہیں بھی متنبہ کرنے کے لئے آ گیا ہے اب تم کفر وانکار کی روش اختیار کر کے اپنے عیش اور خوشحالی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو بچاؤ گے نہیں بلکہ الٹا خطرے میں ڈالو گے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۃ القصص ص ۶۵۴ حاشیہ ۸۳)

۱۲۵۔ اَلرَّبُّ : پروردگار، آقا، مالک، حاکم۔

(سورۃ فاتحہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ ''تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔''

(سورۃ بقرہ آیت ۲۱ آیت میں ارشاد ہے کہ) يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ الْآية۔ ''لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے۔''

(سورۃ انعام آیت ۷۱ میں ہے) قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ ''کہو، حقیقت میں صحیح رہنمائی تو صرف اللہ ہی کی رہنمائی ہے، اور اس کی طرف سے ہمیں حکم ملا ہے کہ مالک کائنات کے آگے سر تسلیم خم کردو۔''

(سورۃ انعام آیت ۱۶۴ میں ارشاد ہے) قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ''کہو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے۔''

(سورۃ رعد آیت ۱۶ میں ہے) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآية۔ ''ان سے پوچھو، آسمان اور زمین کا رب کون ہے؟''

(سورۃ انبیاء آیت ۲۲ میں ہے) فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ ''پس پاک ہے اللہ رب العرش ان باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔''

(سورۃ المومنون آیت ۱۱۶ میں ہے) فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ. ''پس بالا و برتر ہے اللہ، بادشاہِ حقیقی، کوئی خدا اس کے سوا نہیں، مالک ہے عرشِ بزرگ کا۔''

۲۔ اس لفظ کا مادّہ ر ب ب ہے۔ جس کا ابتدائی اور اساسی مفہوم پرورش ہے۔ پھر اسی سے تصرف، خبر گیری، اصلاح حال اور اتمام و تکمیل کا مفہوم پیدا ہوا۔ پھر اسی بنیاد پر فوقیت، سیادت، مالکیت اور آقائی کے مفہومات اس میں پیدا ہو گئے۔ لغت میں اس کے استعمالات کی چند مثالیں یہ ہیں۔

۱۔ پرورش کرنا، نشو و نما دینا، بڑھانا۔ مثلاً ربیب اور ربیبة پروردہ لڑکے اور لڑکی کو کہتے ہیں، نیز اس بچے کو جو سوتیلے باپ کے گھر پرورش پائے، پالنے والی دائی کو بھی ربیبه کہتے ہیں۔ رابّه سوتیلی ماں کو کہتے ہیں کیونکہ وہ ماں تو نہیں ہوتی مگر بچے کی پرورش کرتی ہے۔ اسی مناسبت سے رَابّ سوتیلے باپ کو کہتے ہیں۔ مربب یا مربی اس دوا کو کہتے ہیں جو محفوظ کر رکھی جائے۔ رَبَّ يَرُبُّ رَبًّا کے معنی اضافہ کرنے، بڑھانے اور تکمیل کو پہنچانے کے ہیں جسے رب النعمة یعنی احسان میں اضافہ کیا یا احسان کی حد کر دی۔

۲۔ سمیٹنا، جمع کرنا، فراہم کرنا۔ مثلاً کہیں گے فلاں یرب الناس یعنی فلاں شخص لوگوں کو جمع کرتا ہے، یا سب لوگ اس شخص پر مجتمع ہوتے ہیں۔ جمع ہونے کی جگہ کو مرب کہیں گے۔ سمیٹنے اور فراہم ہو جانے کو موبب کہیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ خبر گیری کرنا، اصلاحِ حال کرنا، دیکھ بھال اور کفالت کرنا مثلاً رب ضَيْعَتَهٗ کے معنی ہوں گے فلاں شخص نے اپنی جائداد کی دیکھ بھال اور نگرانی کی۔ ابوسفیان نے کہا تھا لَاَنْ يَرُبَّنِيْ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَرُبَّنِيْ رَجُلٌ مِنْ هَوَازِنَ یعنی قریش میں سے کوئی شخص مجھے اپنی ربوبیت (سرپرستی) میں لے لے یہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ ہوازن کا کوئی آدمی ایسا کرے۔ فلان یرب صنعته عندفلان کے معنی ہوں گے فلاں شخص فلاں شخص کے پاس اپنے پیشہ کا کام کرتا ہے یا اس سے کاریگری کی تربیت حاصل کرتا ہے۔

۴۔ فوقیت، بالادستی، سرداری، حکم چلانا، تصرف کرنا۔ مثلاً قَدْ رَبَّ فُلَانٌ قَوْمَهٗ یعنی فلاں شخص نے اپنی قوم کو اپنا تابع کرلیا۔ رَبَبْتُ الْقَوْمَ یعنی میں نے قوم پر حکم چلایا اور بالادست ہوگیا۔

۵۔ مالک ہونا، مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا أ رَبُّ غَنَمٍ اَمْ رَبُّ اِبِلٍ تو بکریوں کا مالک ہے یا اونٹوں کا؟ اسی معنی میں گھر کے مالک کو رَبُّ الدَّارِ، اونٹنی کے مالک کو رَبُّ النَّاقَةِ، جائداد کے مالک کو رَب الضیعة کہتے ہیں۔ آقا کے معنی میں بھی رب کا لفظ آتا ہے اور عبد یعنی غلام کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔

غلطی سے رب کے لفظ کو محض پروردگار کے مفہوم تک محدود کر کے رکھ دیا گیا ہے اور بوبیت کی تعریف میں یہ فقرہ چل پڑا ہے کہ هُوَ اِنْشَاءُ الشَّيْئِ حَالًا فَحَالًا اِلٰى حَدِّ التَّمَامِ (یعنی ایک چیز کو درجہ بدرجہ ترقی دے کر پایہ کمال کو پہنچانا) حالانکہ یہ اس لفظ کے وسیع معانی میں سے صرف ایک معنی ہے اس کی پوری وسعتوں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ حسب ذیل مفہومات پر حاوی ہے۔

۱۔ پرورش کرنے والا، ضروریات بہم پہنچانے والا، تربیت اور نشو ونما دینے والا۔

۲۔ کفیل، خبر گیراں، دیکھ بھال اور اصلاحِ حال کا ذمہ دار۔

۳۔ وہ جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو، جس پر متفرق اشخاص مجتمع ہوتے ہوں۔

۴۔ سید مطاع، سردار ذی اقتدار، جس کا حکم چلے، جس کی فوقیت و بالادستی تسلیم کی جائے جس کو تصرف کے اختیارات ہوں۔

۵۔ مالک، آقا۔

قرآن میں لفظ رب کے استعمالات:

قرآن مجید میں یہ لفظ ان سب معانی میں آیا ہے۔ کہیں ان میں سے کوئی ایک یا دو معنی مراد ہیں، کہیں اس سے زائد اور کہیں پانچوں معنی۔ اس بات کو ہم آیاتِ قرآنی سے مختلف مثالیں دے کر واضح کریں گے۔

پہلے معنی میں:۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ (یوسف: ۲۳)

''اس نے کہا کہ پناہ بخدا! وہ تو میرا رب ہے جس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے معنی میں جس کے ساتھ پہلے معنی کا تصور بھی کم و بیش شامل ہے۔

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّلِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَیَهْدِیْنِ. وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ. وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَیَشْفِیْنِ (الشعراء: ۷۷۔ ۸۰)

"تمہارے یہ معبود تو میرے دشمن ہیں، بجز رب کائنات کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، جو میری رہنمائی کرتا ہے، جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے۔"

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّفَاِلَیْهِ تَجْئَرُوْنَ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّعَنْكُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ. (النحل: ۵۳۔۵۴)

"تمہیں جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی سے حاصل ہوئی ہے، پھر جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اسی کی طرف تم گھبرا کر رجوع کرتے ہو، مگر جب وہ تم پر سے مصیبت ٹال دیتا ہے تو کچھ لوگ تم میں ایسے ہیں جو اپنے رب کے ساتھ (اس نعمت کی بخشش اور مشکل کشائی میں) دوسروں کو شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔"

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ (انعام: ۱۶۴)

"کہو! کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ ہر چیز کا رب وہی ہے۔"

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَ كِیْلًا. (المزمل: ۹)

"وہ مشرق و مغرب کا رب ہے جس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہیں۔ لہٰذا اسی کو اپنا وکیل (اپنے سارے معاملات کا کفیل و ذمہ دار) بنالے۔"

تیسرے معنی:۔

هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ. (هود: ۳۴)

"وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم پلٹا کر لے جائے جاؤ گے۔"

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ (الزمر: ۷)

"پھر تمہارے رب کی طرف تمہاری واپسی ہے۔"

قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا (سبا: ۲۶)

"کہو کہ ہم دونوں فریقوں کو ہمارا رب جمع کرے گا۔"

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَافَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ فِیْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰى

"زمین میں چلنے والا کوئی جاندار اور ہوا میں اڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں ہے جو تمہاری ہی طرح ایک امت نہ ہو۔ اور ہم نے اپنے دفتر میں کسی کے اندراج سے کوتاہی نہیں کی ہے۔ پھر وہ سب اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ. (انعام: ۳۸)

رب کی طرف سمیٹے جائیں گے۔"

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (یٰسٓ: ۵۱)

"اور جونہی کہ صور پھونکا جائے گا وہ سب اپنے ٹھکانوں سے اپنے رب کی طرف نکل پڑیں گے۔"

چوتھے معنی میں جس کے ساتھ کم وبیش تیسرے معنی کا تصور بھی موجود ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبة: ۳۱)

"انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا۔"

وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (آل عمران: ۶۴)

"اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔"

دونوں آیتوں میں ارباب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو قوموں اور گروہوں نے مطلقاً اپنا رہنما و پیشوا مان لیا ہو۔ جس کے امر ونہی، ضابطہ وقانون اور تحلیل وتحریم کو بلا کسی سند کے تسلیم کیا جاتا ہو۔ جنہیں بجائے خود حکم دینے اور منع کرنے کا حق دار سمجھا جاتا ہو۔

اَمَّا اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ......وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ (یوسف: ۴۲)

"یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ تم میں سے ایک تو اپنے رب کو شراب پلائے گا...... اور ان دونوں میں سے جس کے متعلق یوسفؑ کا خیال تھا کہ رہا ہو جائے گا اس سے یوسفؑ نے کہا کہ اپنے رب سے میرا ذکر کرنا، مگر شیطان نے اسے بھلاوے میں ڈال دیا اور اس کو اپنے رب سے یوسف کا ذکر کا خیال نہ رہا۔"

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ مَابَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ. (یوسف: ۵۰)

"جب پیغام لانے والا یوسفؑ کے پاس آیا تو یوسفؑ نے اس سے کہا کہ اپنے رب کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ میرا رب تو ان کی چال سے باخبر ہے ہی۔"

ان آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام نے مصریوں سے خطاب کرتے ہوئے بار بار فرعونِ مصر کو ان کا رب قرار دیا ہے، اس لئے کہ جب وہ اس کی مرکزیت اور اس کا اقتدار اعلیٰ اور اس کو امر ونہی کا مالک تسلیم کرتے تھے، تو وہی ان کا رب تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برعکس اس کے خود حضرت یوسف علیہ السلام اپنا رب اللہ کو قرار دیتے ہیں، کیونکہ وہ فرعون کو نہیں، صرف اللہ کو مقتدرِ اعلیٰ اور صاحب امر و نہی مانتے تھے۔

پانچویں معنی میں:۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ. (قریش: ۳۔۴)

''لہٰذا انہیں اس گھر کے مالک کی عبادت کرنی چاہیے جس نے ان کی رزق رسانی کا انتظام کیا ہے اور انہیں بدامنی سے محفوظ رکھا ہے۔''

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. (صافات: ۱۸۲)

''تیرا رب جو عزت و اقتدار کا مالک ہے ان تمام صفاتِ عیب سے پاک ہے جو یہ لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔''

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. (الانبیاء: ۲۲)

''اللہ جو عرش کا مالک ہے ان تمام صفاتِ عیب سے پاک ہے جو یہ لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔''

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (المومنون: ۸۶)

''پوچھو کہ ساتوں آسمانوں اور عرش بزرگ کا مالک کون ہے؟''

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ. (الصّافات: ۵)

''وہ جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان سب چیزوں کا جو آسمان و زمین کے درمیان ہیں اور سب چیزوں کا جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔''

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى (النجم: ۴۹)

''اور یہ کہ شعریٰ کا مالک بھی وہی ہے۔''

ان آیات کو سلسلہ وار پڑھنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن ربوبیت کو بالکل حاکمیت اور سلطانی (SOVEREIGNTY) کا ہم معنی قرار دیتا ہے اور ''رب'' کا یہ تصور ہمارے سامنے پیش کرتا ہے کہ وہ کائنات کا سلطانِ مطلق اور لاشریک مالک و حاکم ہے۔

اسی حیثیت سے وہ ہمارا اور تمام جہان کا پروردگار، مربی اور حاجت روا ہے۔

اسی حیثیت سے وہ ہمارا کفیل، خبر گیراں، مختار کار اور معتمد علیہ ہے۔

اسی حیثیت سے اس کی وفاداری وہ قدرتی بنیاد ہے جس پر ہماری اجتماعی زندگی کی عمارت صحیح طور پر قائم ہوتی ہے۔ اور اس کی مرکزی شخصیت سے وابستگی تمام متفرق افراد اور گروہوں کے درمیان ایک امت کا رشتہ پیدا کرتی ہے۔

اسی حیثیت سے وہ ہماری اور تمام مخلوقات کی بندگی، اطاعت اور پرستش کا مستحق ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اسی حیثیت سے وہ ہمارا اور ہر چیز کا مالک، آقا اور فرمانروا ہے۔

اہلِ عرب اور دنیا کے تمام جاہل لوگ ہر زمانہ میں اس غلطی میں مبتلا تھے اور اب تک ہیں کہ ربوبیت کے اس جامع تصور کو انہوں نے پانچ مختلف النوع ربوبیتوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اپنے قیاس و گمان سے یہ رائے قائم کی کہ مختلف قسم کی ربوبیتیں مختلف ہستیوں سے متعلق ہو سکتی ہیں اور متعلق ہیں۔ لیکن قرآن اپنے طاقتور استدلال سے یہ ثابت کرتا ہے کہ کائنات کے اس مکمل مرکزی نظام میں اس بات کی مطلق گنجائش نہیں ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ جس کے ہاتھ میں ہے اس کے سوا ربوبیت کا کوئی کام کسی دوسری ہستی سے کسی درجہ میں بھی متعلق ہو۔ اس نظام کی مرکزیت خود گواہ ہے کہ ہر طرح کی ربوبیت اسی ایک خدا کے لئے مختص ہے، جو اس نظام کو وجود میں لایا۔ لہٰذا جو شخص اس نظام کے اندر رہتے ہوئے ربوبیت کا کوئی جزو کسی معنی میں بھی خدا کے سوا کسی اور سے متعلق سمجھتا ہے یا متعلق کرتا ہے وہ دراصل حقیقت سے لڑتا ہے، صداقت سے منہ موڑتا ہے، حق کے خلاف بغاوت کرتا ہے، اور امرِ واقعی کے خلاف کام کر کے اپنے آپ کو خود نقصان اور ہلاکت میں مبتلا کرتا ہے۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں۔ ص ۴۶ تا ۴۹۔ ۱۱۳۔ ۱۱۵ تا ۱۱۵۔ ۱۲۳ تا ۱۲۵)

قدیم ترین زمانہ سے لے کر زمانہ نزولِ قرآن تک جتنی قوموں کا ذکر قرآن نے ظالم، فاسد العقیدہ اور بدراہ ہونے کی حیثیت سے کیا ہے ان میں سے کوئی بھی خدا کی ہستی کی منکر نہ تھی، نہ کسی کو اللہ کے مطلقاً رب اور الٰہ ہونے سے انکار تھا، البتہ ان سب کی اصل گمراہی اور مشترک گمراہی یہ تھی کہ انہوں نے ربوبیت کے ان پانچ مفہومات کو جو ہم ابتداء میں لغت اور قرآن کی شہادتوں سے متعین کر چکے ہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

رب کا یہ مفہوم کہ وہ فوق الفطری طور پر مخلوقات کی پرورش، خبر گیری، حاجت روائی اور نگہبانی کا کفیل ہوتا ہے، ان کی نگاہ میں ایک الگ نوعیت رکھتا تھا۔ اور اس مفہوم کے اعتبار سے وہ اگرچہ ربِ اعلیٰ تو اللہ ہی کو مانتے تھے مگر اس کے ساتھ فرشتوں اور دیوتاؤں کو، جنوں اور غیری مرئی قوتوں کو، ستاروں اور سیاروں کو، انبیاء اور اولیاء اور روحانی پیشواؤں کو بھی ربوبیت میں شریک ٹھہراتے تھے۔

اور رب کا یہ مفہوم کہ وہ امر و نہی کا مختار، اقتدارِ اعلیٰ کا مالک، ہدایت و رہنمائی کا منبع، قانون کا ماخذ، مملکت کا رئیس اور اجتماع کا مرکز ہوتا ہے، ان کے نزدیک بالکل ہی ایک دوسری حیثیت رکھتا تھا اور اس مفہوم کے اعتبار سے وہ یا تو اللہ کے بجائے صرف انسانوں ہی کو رب مانتے تھے۔ یا نظری طور پر اللہ کو رب ماننے کے باوجود عملاً انسانوں کی اخلاقی و تمدنی اور سیاسی ربوبیت کے آگے سر اطاعت خم کیے رہتے تھے۔

ان تمام مفہومات کے اعتبار سے رب ایک ہی ہے اور وہ اللہ جل شانہٗ ہے۔ ربوبیت ناقابلِ تقسیم ہے، اس کا کوئی جزو کسی معنی میں بھی کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ کائنات کا نظام ایک کامل مرکزی نظام ہے۔ جس کو ایک ہی خدا نے پیدا کیا، جس پر ایک ہی خدا فرمانروائی کر رہا ہے، جس کے سارے اختیارات و اقتدارات کا مالک ایک ہی خدا ہے۔ نہ اس نظام کے پیدا کرنے میں کسی دوسرے کا کچھ دخل ہے، نہ اس کی تدبیر و انتظام میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی فرمانروائی میں کوئی حصہ دار ہے۔ مرکزی اقتدار کا مالک ہونے کی حیثیت سے وہی اکیلا خدا تمہارا فوق الفطری رب بھی ہے اور اخلاقی و تمدنی اور سیاسی رب بھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہی تمہارا معبود ہے۔ وہی تمہارے سجدوں اور رکوعوں کا مرجع ہے۔ وہی تمہاری دعاؤں کا ملجا و ماؤی ہے، وہی تمہارے توکل و اعتماد کا سہارا ہے، وہی تمہاری ضرورتوں کا کفیل ہے۔

اور اسی طرح وہی بادشاہ ہے۔ وہی مالک الملک ہے۔ وہی شارع و قانون ساز اور وہی امر و نہی کا مختار بھی ہے۔ ربوبیت کی یہ دونوں حیثیتیں جن کو جاہلیت کی وجہ سے تم نے ایک دوسرے سے الگ کیا ہے، حقیقت میں خدائی کا لازمہ اور خدا کے خدا ہونے کا خاصہ ہے۔ انہیں نہ ایک دوسرے سے منفک کیا جا سکتا ہے، اور نہ ان میں سے کسی حیثیت میں بھی مخلوقات کو خدا کا شریک ٹھہرانا درست ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ اس کی رہنمائی، پرورش، نگہداشت، حفاظت اور حاجت روائی کا ذمہ بھی خود ہی لے لیا ہے۔ جس لمحے انسان دنیا میں قدم رکھتا ہے اسی وقت ایک طرف اس کی ماں کے سینے میں دودھ پیدا ہو جاتا ہے تو دوسری طرف کوئی اَنْ دیکھی طاقت اسے دودھ چوسنے اور حلق سے اتارنے کا طریقہ سکھا دیتی ہے۔ پھر اس تربیت و رہنمائی کا سلسلہ اول روزِ پیدائش سے شروع ہو کر موت کی آخری ساعت تک برابر جاری رہتا ہے۔ زندگی کے ہر مرحلے میں انسان کو اپنے وجود اور نشو و نما اور بقا و ارتقاء کے لئے جس جس نوعیت کے سرو سامان کی حاجت پیش آتی ہے وہ سب اس کے پیدا کرنے والے نے زمین سے لے کر آسمان تک ہر طرف مہیا کر دیا ہے۔ اس سرو سامان سے فائدہ اٹھانے اور کام لینے کے لئے جن جن طاقتوں اور قابلیتوں کی اس کو حاجت پیش آتی ہے وہ سب بھی اس کی ذات میں ودیعت کر دی ہیں۔ اور ہر شعبہ حیات میں جس جس طرح کی رہنمائی اس کو درکار ہوتی ہے اس کا بھی پورا انتظام اس نے کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ اس نے انسانی وجود کی حفاظت کے لئے اور اس کو آفات سے، بیماریوں سے، مہلک جراثیم سے اور زہریلے اثرات سے بچانے کے لئے خود اس کے جسم میں اتنے زبردست انتظامات کیے ہیں کہ انسان کا علم ابھی تک ان کا پورا احاطہ بھی نہیں کر سکا ہے۔ اگر یہ قدرتی انتظامات موجود نہ ہوتے تو ایک معمولی کانٹا چبھ جانا بھی انسان کے لئے مہلک ثابت ہوتا اور اپنے علاج کے لئے آدمی کی کوئی کوشش بھی کامیاب نہ ہو سکتی۔ خالق کی یہ ہمہ گیر رحمت و ربوبیت جب ہر آن ہر پہلو سے انسان کی دست گیری کر رہی ہے تو اس سے بڑی حماقت و جہالت اور کیا ہو سکتی ہے، اور اس سے بڑھ کر احسان فراموشی بھی اور کون سی ہو سکتی ہے کہ انسان اس کو چھوڑ کر کسی دوسری ہستی کے آگے سر نیاز جھکائے اور حاجت روائی و مشکل کشائی کے لئے کسی اور کا دامن تھامے۔ (تفہیم القرآن: ج ۳ سورۃ الشعراء ص ۵۰۲ حاشیہ ۵۸)

۱۲۶۔ اَلْمَنَّانُ : بہت احسان کرنے والا۔ بہت نوازنے والا۔

(سورۃ ابراہیم آیت ۱۱ میں ہے) قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ الخ۔ ''ان کے رسولوں نے ان سے کہا، واقعی ہم کچھ نہیں ہیں مگر تم جیسے انسان، لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے۔''

(اللہ کے رسولوں نے اپنے اوپر اس کے احسان کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا) بلاشبہ ہم ہیں تو انسان ہی، مگر اللہ نے تمہارے درمیان ہم کو ہی علمِ حقیقت اور بصیرتِ کاملہ عطا کرنے کے لئے منتخب کیا ہے۔ اس میں ہمارے بس کی کوئی بات نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تو اللہ کے اختیارات کا معاملہ ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو جو کچھ چاہے دے۔ ہم نہ یہ کر سکتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس آیا ہے وہ تمہارے پاس بھجوا دیں اور نہ یہی کر سکتے ہیں کہ جو حقیقتیں ہم پر منکشف ہوئی ہیں ان سے آنکھیں بند کر لیں۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۂ ابراہیم ص ۴۷۷ حاشیہ ۲۱)

(سورۃ النساء آیت ۹۴ میں فرمایا) كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا۔ آخر اسی حالت میں تم خود بھی تو اس سے پہلے مبتلا رہ چکے ہو۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، لہٰذا تحقیق سے کام لو۔"

(روئے سخن صحابہ کرام کی جانب ہے) کہ ایک وقت تم پر بھی ایسا گزر چکا ہے کہ انفرادی طور پر مختلف کافر قبیلوں میں منتشر تھے، اپنے اسلام کو ظلم وستم کے خوف سے چھپانے پر مجبور تھے، اور تمہارے پاس ایمان کے زبانی اقرار کے سوا اپنے ایمان کا کوئی ثبوت موجود نہ تھا۔ اب یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تم کو اجتماعی زندگی عطا کی اور تم اس قابل ہوئے کہ کفار کے مقابلہ میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے اٹھے ہو۔ (تفہیم القرآن: ج ا سورۃ النساء۔ ص ۳۸۵ حاشیہ ۱۲۷)

(حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کے روبرو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں)

قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ، قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا الخ۔"اس نے کہا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان فرمایا۔"

صحرائی گلہ بانوں کے خاندان کا ایک فرد جس کو خود اس کے بھائیوں نے حسد کے مارے ہلاک کر دینا چاہا تھا۔ زندگی کے نشیب و فراز دیکھتا ہوا بالآخر دنیوی عروج کے انتہائی مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اس کے قحط زدہ اہلِ خاندان اب اس کے دستِ نگر ہو کر اس کے حضور آئے ہیں اور وہ حاسد بھائی بھی جو اس کو مار ڈالنا چاہتے تھے، اس کے تختِ شاہی کے سامنے سرنگوں کھڑے ہیں۔ یہ موقع دنیا کے عام دستور کے مطابق فخر جتانے، ڈینگیں مارنے اور گلے شکوے کرنے اور طعن و ملامت کے تیر برسانے کا تھا۔ مگر ایک سچا اور خدا پرست انسان اس موقع پر کچھ دوسرے ہی اخلاق ظاہر کرتا ہے۔ وہ اپنے اس عروج پر فخر کرنے کے بجائے اس خدا کے احسان کا اعتراف کرتا ہے جس نے اسے یہ مرتبہ عطا کیا۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۂ یوسف ص ۴۳۳ حاشیہ ۷۱)

(سورۃ الحجرات آیت ۱۷ میں ارشاد ہے) يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ "یہ لوگ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان سے کہو اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی اگر تم واقعی اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو۔

جو لوگ دل کی تصدیق کے بغیر محض زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور پھر ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں کہ گویا اسلام قبول کر کے انہوں نے کوئی احسان کیا ہے۔ دنیا میں تو ان کا شمار مسلمانوں میں ہو سکتا ہے، معاشرے میں ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا سلوک بھی کیا جا سکتا ہے، مگر اللہ کے ہاں وہ مومن قرار نہیں پا سکتے (حالانکہ) اللہ تعالیٰ کا یہ ان پر احسان ہے کہ اس نے انہیں ایمان کی ہدایت دی (تفہیم القرآن: ج ۵ سورۃ الحجرات۔ ص ۶۹ دیباچہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سورۂ آلِ عمران آیت ۱۶۴ میں ارشادِ ربانی ہے) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ. وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ.
''درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

جس انسان کا بال بال اللہ کے احسانات میں بندھا ہوا ہے وہ اپنے محسن کی نعمتوں کا جواب کیسی کیسی نمک حرامیوں، بے وفائیوں، غداریوں اور سرکشیوں سے دے رہا ہے، اور پھر اس کا محسن کیسا رحیم و حلیم ہے کہ ان ساری حرکتوں کے باوجود وہ سالہا سال ایک نمک حرام شخص کو اور صد ہا برس ایک باغی قوم کو اپنی نعمتوں سے نوازتا چلا جاتا ہے۔ یہاں وہ بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو علانیہ خالق کی ہستی کے منکر ہیں اور پھر بھی نعمتوں سے مالا مال ہوئے جارہے ہیں۔ وہ بھی پائے جاتے ہیں جو خالق کی ذات، صفات، اختیارات، حقوق، سب میں غیر خالق ہستیوں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں اور منعم کی نعمتوں کا شکریہ غیر منعموں کو ادا کررہے ہیں، پھر بھی نعمت دینے والا ہاتھ نعمت دینے سے نہیں رکتا۔ وہ بھی ہیں جو خالق کو خالق اور منعم ماننے کے باوجود اس کے مقابلے میں سرکشی اور نافرمانی ہی کو اپنا شیوہ اور اس کی اطاعت سے آزادی ہی کو اپنا مسلک بنائے رکھتے ہیں، پھر بھی مدت العمر اس کے بے حد و حساب احسانات کا سلسلہ ان پر جاری رہتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۃ النحل ص ۵۳۲ حاشیہ ۱۷)

۱۲۷۔ اَلْحَكَمُ : فیصلہ کرنے والا۔

(سورۃ الانعام آیت ۱۱۴ میں ہے) اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا. ''کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں، حالانکہ اس نے پوری تفصیل کے ساتھ تمہاری طرف کتاب نازل کردی ہے؟''

(اس قرآنی ارشاد کا) مطلب یہ ہے کہ جب اللہ نے اپنی کتاب میں صاف صاف تمام حقیقتیں بیان کردی ہیں اور یہ بھی فیصلہ کردیا ہے کہ فوق الفطرت مداخلت کے بغیر حق پرستوں کو فطری طریقوں ہی سے غلبہ حق کی جدوجہد کرنی ہوگی، تو کیا اب میں اللہ کے سوا کوئی اور ایسا صاحبِ امر تلاش کروں جو اللہ کے اس فیصلہ پر نظر ثانی کرے اور ایسا کوئی معجزہ بھیجے جس سے یہ لوگ ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں؟

(سورۃ النساء آیت ۳۵ میں بھی حَكَم بمعنی فیصلہ کرنے والا بیان ہوا ہے) وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا. اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا. ''اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حَکَم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو، وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔''

اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا ہے جس کی کوئی اپیل نہیں۔ اور وہ جو فیصلہ کرتا ہے خالص علم اور کامل انصاف کے ساتھ کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ سورۂ ہود ص ۳۴۲ حاشیہ ۴۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

شرک اور اس کے نتائج واثرات

خودساختہ معبود جہنم میں اپنے پوجنے والوں کے ساتھ ہوں گے

۵۴۔ نَعَمْ كُلُّ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّعْبَدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَهُوَ مَعَ مَنْ عَبَدَهٗ۔

ترجمہ: ''ہاں ہر وہ شخص جس نے پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بجائے اس کی بندگی کی جائے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جنہوں نے اس کی بندگی کی''۔[1]

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: ثَنَا سَلَمَةُ عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ، قَالَ: جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا بَلَغَنِيْ يَوْمًا مَعَ الْوَلِيْدِ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ، فَجَاءَ النَّضْرُ بْنُ الْحَارِثِ حَتّٰى جَلَسَ مَعَهُمْ، وَ فِي الْمَجْلِسِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ رِّجَالِ قُرَيْشٍ، فَتَكَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَ لَهُ النَّضْرُ ابْنُ الْحَارِثِ وَ كَلَّمَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَفْحَمَهٗ ثُمَّ تَلَا عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَاوَارِدُوْنَ.

ابن اسحاق کہتے ہیں جو روایت مجھ تک پہنچی ہے اس کے مطابق ایک روز نبی ﷺ ولید کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ نضر بن الحارث ادھر آ نکلا اور ان کے ساتھ شریک مجلس ہوگیا۔ اس مجلس میں کئی قریشی لوگ اور بھی شریک تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے گفتگو کا آغاز فرمایا، تو نضر بن حارث درمیان میں آ گیا۔ حضور ﷺ نے گفتگو اس انداز اور سلیقے سے فرمائی کہ وہ لاجواب ہوگیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے نضر بن حارث اور دیگر قریشی لوگوں کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت مبارک پڑھی اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَاوَا رِ دُوْنَ. لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَكُلٌّ فِيْهَا خَالِدُوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ تک۔ اس کے بعد آپ اُٹھ گئے اور عبداللہ بن زِبَعْرٰی آیا اور بیٹھ گیا۔ ولید بن مغیرہ بولا بخدا نضر بن حارث، ابن عبدالمطلب (محمد ﷺ) کے احترام کی خاطر کھڑا نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس کے لیے پھر بیٹھا کیونکہ ابن عبدالمطلب کا زعم ہے کہ ہم اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے خلق خدا کو خدا پرستی کی تعلیم دی تھی اور لوگ انہی کو معبود بنا بیٹھے تھے، یا جو غریب اس بات سے بالکل بے خبر ہیں کہ دنیا میں ان کی بندگی کی جارہی ہے اور اس فعل میں ان کی خواہش اور مرضی کا کوئی دخل نہیں ہے، ان کے جہنم میں جانے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ وہ اس شرک کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ البتہ جنہوں نے خود معبود بننے کی کوشش کی اور جن کا خلق خدا کے اس شرک میں واقعی دخل ہے وہ سب اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی جہنم میں جائیں گے جنہوں نے اپنی اغراض کے لئے غیر اللہ کو معبود بنوایا، کیونکہ اس صورت میں مشرکین کے اصلی معبود وہی قرار پائیں گے نہ کہ وہ جن کو ان اشرار نے بظاہر معبود بنوایا تھا۔

لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَ كُلٌّ فِيْهَا خَالِدُوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَ هُمْ فِيْهَا لَايَسْمَعُوْنَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَقْبَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزِّبَعْرٰى ابْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيِّ السَّهْمِيُّ حَتّٰى جَلَسَ فَقَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزِّبَعْرٰى وَ اللّٰهِ، مَا قَامَ النَّضْرُ بْنُ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اٰنِفًا، وَ مَا قَعَدَ وَ قَدْ زَعَمَ اَنَّا وَ مَا نَعْبُدُ مِنْ اٰلِهَتِنَا هٰذِهٖ حَصَبُ جَهَنَّمَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزِّبَعْرٰى: اَمَا وَاللّٰهِ لَوْوَجَدْتُّهٗ لَخَصَمْتُهٗ. فَسَلُوْا

ہمارے معبود جنہیں ہم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہیں سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ اس پر ابن زِبَعرٰی بول اٹھا کہ خدا کی قسم! اگر میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں مخاصمہ کروں گا۔

لہٰذا تم محمدؐ سے پوچھو کہ کیا وہ سب جہنمی ہیں جنہیں اللہ کے سوا پوجا جاتا ہے یعنی یہ معبود اور عابد دونوں جہنم میں جائیں گے؟ (اگر ایسا ہے) تو ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جب کہ یہود عزیر کی اور نصاریٰ ابن مریم کی عبادت کرتے ہیں۔ مجلس میں موجود ولید بن مغیرہ اور دیگر اصحاب نے زِبَعرٰی کے اس اعتراض کو بہت عمدہ قرار دیا اور انہوں نے خیال کیا کہ اس شخص نے بڑی وزنی دلیل دی ہے اور جیت گیا ہے جب یہ گفتگو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں ہر وہ شخص جس نے پسند کیا کہ اللہ کے بجائے اس کی بندگی کی جائے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جنہوں نے اس کی بندگی کی۔''

۱؎ وہ تمام فرشتے جن کو دنیا میں دیوی اور دیوتا قرار دے کر پوجا گیا، اور وہ تمام جن، ارواح، اسلاف، اجداد، انبیاء، اولیا، شہداء وغیرہ جن کو خدائی صفات میں شریک ٹھہرا کر وہ حقوق انہیں ادا کیے گئے جو دراصل خدا کے حقوق تھے، وہاں اپنے پرستاروں سے صاف کہہ دیں گے کہ ہمیں تو خبر تک نہ تھی کہ تم ہماری عبادت بجالا رہے ہو۔ تمہاری کوئی دعا، کوئی التجا، کوئی پکار اور فریاد، کوئی نذر و نیاز، کوئی چڑھاوے کی چیز، کوئی تعریف و مدح اور ہمارے نام کی جاپ اور کوئی سجدہ ریزی و آستانہ بوسی و درگاہ گردی ہم تک نہیں پہنچی۔ (تفہیم القرآن: ج ۲ ص ۲۸۱، سورہ یونس حاشیہ ۳۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شیطان بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔ کیونکہ اس کی تحریک پر جن ہستیوں کو معبود بنایا جاتا ہے، اصل معبود وہ نہیں بلکہ خود شیطان ہوتا ہے جس کے امر کی اطاعت میں یہ فعل کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پتھر اور لکڑی کے بتوں اور دوسرے سامانِ پرستش کو بھی مشرکین کے ساتھ جہنم میں داخل کیا جائے گا تاکہ وہ ان پر آتشِ جہنم کے اور زیادہ بھڑکنے کا سبب بنیں اور یہ دیکھ کر انہیں مزید تکلیف ہو کہ جن سے وہ شفاعت کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے وہ ان پر الٹے عذاب کی شدت کے موجب بنے ہوئے ہیں۔ (تفہیم ج ۳ ص ۱۸۷۔۱۸۸ الانبیاء حاشیہ ۹۵)

بچوں کے ذہن میں نقشِ توحید کس طرح بٹھایا جائے؟

۵۵۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْصَحَ الْغُلَامُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ عَلَّمَهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ تھا کہ حضورؐ کے خاندان میں جب کسی بچے کی زبان کھل جاتی تھی تو آپ یہ آیت اسے سکھاتے تھے۔[1]

المصنف عبدالرزاق و مُصنَّفِ ابن ابی شَیبة، بروایت عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدهٖ.

مُحَمَّدًا اَكُلُّ مَنْ عَبَدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فِيْ جَهَنَّمَ مَعَ مَنْ عَبَدَهٗ فَنَحْنُ نَعْبُدُ الْمَلَائِكَةَ وَ الْيَهُوْدُ تَعْبُدُ عُزَيْرًا، وَ النَّصَارٰى تَعْبُدُ الْمَسِيْحَ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ، فَعَجِبَ الْوَلِيْدُ ابْنُ الْمُغِيْرَةِ وَ مَنْ كَانَ فِي الْمَجْلِسِ مِنْ قَوْلِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزِّبَعْرٰى وَ رَأَوْا اَنَّهٗ قَدْ خَاصَمَ وَ احْتَجَّ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِ بْنِ الزِّبَعْرٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ كُلُّ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّعْبَدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَهُوَ مَعَ مَنْ عَبَدَهٗ.

مآخذ:

تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۷۶ پ ۱۷ سورة الانبیاء.

- تفسیر ابنِ کثیر ج ۳ ص ۱۹۹ الانبیاء.
- سیرت ابنِ ہشام ج ۱ ص ۳۵۹ ذکر مالقی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من قومه من الاذی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: (اس حدیث میں جس آیت کی تعلیم کا ذکر ہے، سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۱۱ میں ہے کہ وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے، جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی)

اس آیت میں توحید کی پوری تعلیم سمیٹ دی گئی ہے۔ قرآن مجید کی جامع آیات میں سے یہ ایک عظیم الشان آیت ہے جس کے چند الفاظ میں اتنا بڑا مضمون سمو دیا گیا ہے کہ ایک پوری کتاب بھی اس کی وسعتوں کا احاطہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔ (حضورؐ کا بچوں کو یہ آیت سکھانا واضح کرتا ہے کہ) آدمی کے ذہن میں توحید کا پورا تصور بٹھانے کے لئے یہ آیت ایک بہترین ذریعہ ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کے بچے جب ہوشیار ہونے لگیں تو آغاز ہی میں ان کے ذہن پر یہ نقش ثبت کر دے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۴۳۴ الفرقان حاشیہ ۸)

مشرکین سے ایک سوال

۵۶. بَلِ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى وَ اَجَلُّ و اَكْرَمُ. ا ؎

تخریج

؎ ا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ بْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ اَبِىْ اُمَيَّةَ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ الْغُلَامَ مِنْ بَنِىْ هَاشِمٍ اِذَا اَفْصَحَ سَبْعَ مَرَّاتٍ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ.

عبدالکریم ابو امیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ آپ بنی ہاشم کے ہر بچے کو جب وہ بولنا شروع کرتا سات مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ کی تعلیم دیتے تھے یعنی ”تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا، اور جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے۔“

ماخذ:

○ المصنف لعبد الرزاق ج ۴ ص ۳۳۴ کتاب العقیقہ باب مایستحب للصبّی اَنْ یُعَلِّم اذا تکلّم.

عَنْ عَمرو بْنِ شُعَيْبٍ، قَالَ كَانَ الْغُلَامُ اِذَا اَفْصَحَ مِنْ بَنِىْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَلَّمَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ سَبْعًا. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ مِنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا.

ماخذ: ○مصنف ابن ابی شیبة ج ۱۰ ص ۵۶۶. الدرالمنثور للسیوطی ج ۴ ص ۲۰۸.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: روایات میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ نمل کی آیت ۵۹ تلاوت فرماتے۔قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی ط آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ کہ (ان سے پوچھو) اللہ بہتر ہے یا وہ معبود جنہیں یہ لوگ اس کا شریک بنا رہے ہیں؟ تو فوراً اس کے جواب میں فرماتے: ''نہیں بلکہ اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا اور بزرگ و برتر ہے۔''

تشریح: بظاہر یہ سوال بڑا عجیب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ بہتر ہے یا معبودان باطل۔

حقیقت کے اعتبار سے تو معبودانِ باطن میں کسی خیر کا سوال ہی نہیں ہے کہ اللہ سے ان کا مقابلہ کیا جائے۔رہے مشرکین تو وہ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ تھے کہ اللہ کا اور ان کے معبودوں کا کوئی مقابلہ ہے۔لیکن یہ سوال ان کے سامنے اس لیے رکھا گیا کہ وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوں۔ظاہر ہے کہ کوئی شخص دنیا میں کوئی کام بھی اس وقت تک نہیں کرتا جب تک وہ اپنے نزدیک اس میں کسی بھلائی یا فائدے کا خیال نہ رکھتا ہو۔اب اگر یہ مشرک لوگ اللہ کی عبادت کے بجائے ان معبودوں کی عبادت کرتے تھے، اور اللہ کو چھوڑ کر ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے اور ان کے آگے نذر و نیاز پیش کرتے تھے، تو یہ اس کے بغیر بالکل بے معنی تھا کہ ان معبودوں میں کوئی خیر ہو۔اسی بنا پر ان کے سامنے صاف الفاظ میں یہ سوال رکھا گیا کہ بتاؤ اللہ بہتر ہے یا تمہارے یہ معبود؟ کیونکہ اس دوٹوک سوال کا مقابلہ کرنے کی ان میں ہمت نہ تھی۔ان میں سے کوئی کٹے سے کٹا مشرک بھی یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا کہ ہمارے معبود بہتر ہیں۔اور یہ مان لینے کے بعد کہ اللہ بہتر ہے، ان کے پورے دین کی بنیاد ڈھے جاتی تھی، اس لئے کہ پھر یہ بات سراسر نامعقول قرار پاتی تھی کہ بہتر کو چھوڑ کر بدتر کو اختیار کیا جائے۔(تفہیم ج ۳ ص ۵۸۸ النمل حاشیہ ۷۲)

۵۷۔ خواہشِ نفس، بدترین معبود

مَا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَآءِ مِنْ اِلٰهٍ يُّعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هَوًی يُّتَّبَعُ ۔[ا]

ترجمہ: اس آسمان کے نیچے اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے معبود بھی پوجے جا رہے ہیں ان میں اللہ کے نزدیک بدترین معبود وہ خواہشِ نفس ہے جس کی پیروی کی جا رہی ہو (طبرانی)

تخریج

[ا] وَفِيْ بَعْضِ الْآثَارِ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَرَأَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ قَالَ: بَلِ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰی وَاَجَلُّ وَ اَكْرَمُ۔

ماخذ:

- روح المعانی جز ۱۹/۲۱ ص ۴ پ ۱۹ سورۃ النمل تفسیر زیر آیت آللّٰهُ خیرا مایشرکون۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: خواہشِ نفس کو خدا بنا لینے سے مراد اس کی بندگی کرنا ہے اور یہ بھی حقیقت کے اعتبار سے ویسا ہی شرک ہے جیسا بت کو پوجنا یا کسی مخلوق کو معبود بنانا۔ جو شخص اپنی خواہش کو عقل کے تابع رکھتا ہو اور عقل سے کام لے کر فیصلہ کرتا ہو کہ اس کے لئے صحیح راہ کونسی ہے اور غلط کونسی۔ وہ اگر کسی قسم کے شرک یا کفر میں مبتلا بھی ہو تو اس کو سمجھا کر سیدھی راہ پر لایا جا سکتا ہے، اور یہ اعتماد بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ راہِ راست اختیار کرنے کا فیصلہ کرے گا تو اس پر ثابت قدم رہے گا۔ لیکن نفس کا بندہ اور خواہشات کا غلام ایک شتر بے مہار ہے۔ اسے تو اس کی خواہشات جدھر جدھر لے جائیں گی وہ ان کے ساتھ ساتھ بھٹکتا پھرے گا۔ اس کو سرے سے یہ فکر ہی نہیں ہے کہ صحیح و غلط اور حق و باطل میں تمیز کرے اور ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کرے۔ پھر بھلا کون اسے سمجھا کر راستی کا قائل کر سکتا ہے۔ اور بالفرض اگر وہ بات مان بھی لے تو اسے کسی ضابطہ اخلاق کا پابند بنا دینا تو کسی انسان کے بس میں نہیں ہے۔
(تفہیم ج ۳ ص ۴۵۳ الفرقان حاشیہ ۵۶)

کیا شرک کے ساتھ نیکی کا کوئی وزن ہے؟

۵۸۔ ترجمہ[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی، ایک شرک دوسرے والدین کی حق تلفی، تیسرے میدان قتال فی سبیل اللہ سے فرار۔

ہر شخص جو کسی نوعیت کا شرک کرتا ہے دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کی تکذیب کرتا ہے۔ کسی کا یہ کہنا کہ فلاں حضرت نے میری بیماری دور کر دی، اصل میں یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ شافی نہیں ہے بلکہ وہ حضرت شافی ہیں۔ کسی کا یہ کہنا کہ فلاں بزرگ کی عنایت سے مجھے روزگار مل گیا، حقیقت میں یہ کہنا ہے کہ رازق اللہ نہیں ہے بلکہ وہ بزرگ رازق ہیں۔ کسی کا یہ کہنا کہ فلاں آستانے سے میری مراد بر آئی، گویا دراصل یہ کہنا ہے کہ دنیا میں حکم اللہ کا نہیں بلکہ اس آستانے کا چل رہا ہے۔ غرض ہر مشرکانہ عقیدہ اور مشرکانہ قول آخری تجزیہ میں صفاتِ الٰہی کی تکذیب ہی پر منتہی ہوتا ہے۔ شرک کے معنی ہی یہ ہیں کہ آدمی دوسروں کو سمیع و بصیر، عالم الغیب، فاعل مختار، قادر و متصرف اور الوہیت کے دوسرے اوصاف سے متصف قرار دے رہا ہے اور اس بات کا انکار کر رہا ہے کہ اکیلا اللہ ہی ان صفات کا مالک ہے۔

تخریج

[۱] عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَاتَحْتَ ظِلِّ السَّمَآءِ مِنْ اِلٰهٍ یُّعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هَوًی یُتَّبَعُ.

حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اس آسمان کے نیچے اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے معبود بھی پوجے جا رہے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین معبود وہ خواہشِ نفس ہے جس کی پیروی کی جا رہی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

۵۹. اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَ هُوَ خَلَقَکَ. اَنْ تَقْتَلَ وَلَدَکَ خَشْيَةَ اَنْ يَطْعَمَ مَعَکَ. اَنْ تَزَانِیَ حَلِيْلَةَ جَارِکَ. ۲

مآخذ:

- روح المعانی پ ۱۹ سورة الفرقان آیت اَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوَاهُ بحواله طبرانی کبیر، ابو نعیم.
- مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۸.
- طبرانی کبیر کی روایت میں حسن بن دینار ہے جو متروک الحدیث ہے۔

تخریج

۱ وَقَالَ الْحَافِظُ اَبُو الْقَاسِمِ الطَّبَرَانِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ رَبِيْعَةَ، حَدَّثَنَا اَبُو الْاَشْعَثِ، عَنْ ثَوْبَانَ مَرْفُوْعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا يَنْفَعُ مَعَهُنَّ عَمَلٌ. الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَ الْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ.

ابو الاشعث حضرت ثوبان سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ”تین گناہ ایسے ہیں ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔ ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، دوسرا والدین کی نافرمانی وحق تلفی اور تیسرا میدانِ قتال فی سبیل اللہ سے فرار۔“

وهذا ایضا حدیث غریب جدا.

مآخذ:

- تفسیر ابنِ کثیر ج ۲ سوره انفال ص ۲۹۴.
- طبرانی کبیر ج ۲ ص ۹۵. وفیه یزید بن ربیعه ضعیف جدًا.

تخریج

۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَنْصُوْرٌ وَ سُلَيْمَانُ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ اَبِي مَيْسَرَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: وَ حَدَّثَنِيْ وَاصِلٌ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا، سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔ فرمایا ''یہ کہ تو کسی کو اللہ کا مدمقابل اور ہمسر ٹھیرائے، حالانکہ تجھے اللہ نے پیدا کیا ہے۔'' پوچھا گیا اس کے بعد؟ فرمایا ''یہ کہ تو اپنے بچے کو اس خوف سے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے گا۔'' پوچھا گیا پھر؟ فرمایا ''یہ کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، احمد)۔

تشریح: اگرچہ کبیرہ گناہ اور بھی بہت سے ہیں (مگر اس حدیث میں تین کا ذکر کیا گیا ہے) عرب کی سوسائٹی پر اس وقت سب سے زیادہ تسلط انہی تین گناہوں کا تھا۔

اہلِ عرب اگرچہ شرک میں بتلا تھے اور سخت تعصب کی حد تک مبتلا تھے، مگر درحقیقت اس کی جڑیں اوپری سطح ہی تک محدود تھیں، کچھ گہری اتری ہوئی نہ تھیں، اور دنیا میں کبھی کہیں بھی شرک کی جڑیں انسانی فطرت میں گہری اتری ہوئی نہیں ہوتیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَاَلْتُ اَوْسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الذَّنْبِ عِنْدَاللّٰهِ اَكْبَرُ؟ قَالَ:
اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَ هُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ: ثُمَّ اَىٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ، قُلْتُ: ثُمَّ اَىٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ اَنْ تَزَانِىَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ، قَالَ وَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ تَصْدِيْقًا لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَوَلَايَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ.

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا آپؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسولؐ اللہ! سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ فرمایا ''یہ کہ تو کسی کو اللہ کا ہمسر و مدمقابل ٹھہرائے حالانکہ تجھے پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔'' پوچھا گیا اس کے بعد۔ فرمایا ''یہ کہ تو اپنے بچے کو اس خوف سے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے گا۔'' پوچھا گیا پھر فرمایا ''یہ کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔'' اس کے بعد عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کی تصدیق کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔ اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے۔

مآخذ:

بخاری ج۲ ص ۷۰۱ کتاب التفسیر سورہ فرقان باب قوله و الذين لايدعون مع الله الهًا اٰخر الخ.

- بخاری کتاب الادب ج۲ ص۸۸۷ باب قتل الولد خشية ان يا كل معه.
- مسلم کتاب الایمان ج۱ ص۶۳.
- ترمذی ابواب التفسیر سورة فرقان.
- نسائی کتاب تحریم الدم باب ذکر اعظم الذنب.
- مسندِ احمد ج۱ ص ۳۸۰ مرویات عبداللّٰہ بن مسعود.
- فتح القدير للشوكانی ج۴ ص ۹۱ عن ابنِ مسعود.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے برعکس خالص خداپرستی کی عظمت اُن کے ذہن کی گہرائیوں میں رچی ہوئی موجود تھی جس کو ابھارنے کے لئے اوپر کی سطح کو بس ذرا زور سے کھرچ دینے کی ضرورت تھی۔ جاہلیت کی تاریخ کے متعدد واقعات ان دونوں باتوں کی شہادت دیتے ہیں۔ مثلاً اَبرہہ کے حملے کے موقع پر قریش کا بچہ بچہ یہ جانتا تھا کہ اس بلا کو وہ بت نہیں ٹال سکتے جو خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے ہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ٹال سکتا ہے جس کا یہ گھر ہے۔ آج تک وہ اشعار اور قصائد محفوظ ہیں جو اصحاب الفیل کی تباہی پر ہم عصر شعراء نے کہے تھے۔ ان کا لفظ لفظ گواہی دیتا ہے کہ وہ لوگ اس واقعہ کو محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ سمجھتے تھے اور اس امر کا ادنیٰ سا گمان بھی نہ رکھتے تھے کہ اس میں ان کے معبودوں کا کوئی دخل ہے۔ اسی موقعہ پر شرک کا یہ بدترین کرشمہ بھی قریش اور تمام مشرکینِ عرب کے سامنے آیا تھا کہ ابرہہ جب مکے کی طرف جاتے ہوئے طائف کے قریب پہنچا تو اہلِ طائف نے اس اندیشے سے کہ یہ کہیں ان کے معبود ''لات'' کے مندر کو بھی نہ گرادے، اپنی خدمات کعبے کو منہدم کرنے کے لئے اس کے آگے پیش کردیں اور اپنے بدرقے اس کے ساتھ کردیے تاکہ وہ پہاڑی راستوں سے اس کے لشکر کو بخیریت مکہ تک پہنچادیں۔ اس واقعہ کی تلخ یاد مدتوں تک قریش کو ستاتی رہی اور سالہاسال تک وہ اس شخص کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے جو طائف کے بدرقے کا سردار تھا۔ علاوہ بریں قریش اور دوسرے اہلِ عرب اپنے دین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے اپنے بہت سے مذہبی اور معاشرتی مراسم اور خصوصاً مناسکِ حج کو دینِ ابراہیم کے اجزاء قرار دیتے تھے، اور یہ بھی مانتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خالص خداپرست تھے، بتوں کی پرستش انہوں نے کبھی نہیں کی۔ ان کے ہاں کی روایات میں یہ تفصیلات بھی محفوظ تھیں کہ بت پرستی ان کے ہاں کب سے رائج ہوئی اور کون سا بت کب، کہاں سے، کون لایا۔ اپنے معبودوں کی جیسی کچھ عزت ایک عام عرب کے دل میں تھی اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب کبھی اس کی دعاؤں اور تمناؤں کے خلاف کوئی واقعہ ظہور میں آجاتا تو بسا اوقات وہ معبود صاحب کی توہین بھی کرڈالتا تھا اور اس کی نذرونیاز سے ہاتھ کھینچ لیتا تھا۔ ایک عرب اپنے باپ کے قاتل سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ ذُوالخَلَصَہ نامی بت کے آستانے پر جاکر اس نے فال کھلوائی۔ جواب نکلا کہ یہ کام نہ کیا جائے۔ اس پر عرب طیش میں آگیا۔ کہنے لگا:

لَوْ كُنتَ يَا ذَالْخَلَصِ الْمَوْتُوْرَا ۔۔۔ مِثْلِيْ وَكَانَ شَيْخُكَ الْمَقْبُوْرَا

لَمْ تَنْهَ عَنْ قَتْلِ الْعِدَاةِ زُوْرَا

یعنی اے ذوالخلصہ! اگر میری جگہ تو ہوتا اور تیرا باپ مارا گیا ہوتا تو ہرگز تو یہ جھوٹی بات نہ کہتا کہ ظالموں سے بدلہ نہ لیا جائے۔

ایک اور عرب صاحب اپنے اونٹوں کا گلہ اپنے معبود سعد نامی کے آستانے پر لے گئے تاکہ ان کے لئے برکت حاصل کریں۔ یہ ایک لمبا تڑنگا بت تھا جس پر قربانیوں کا خون لتھڑا ہوا تھا۔ اونٹ اسے دیکھ کر بھڑک گئے اور ہر طرف بھاگ نکلے۔ عرب اپنے اونٹوں کو اس طرح تِتّر بتّر ہوتے دیکھ کر غصے میں آگیا۔ بت پر پتھر مارتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ ''خدا تیرا ستیاناس کرے۔ میں آیا تھا برکت لینے کے لیے اور تو نے میرے رہے سہے اونٹ بھی بھگا دیے۔'' متعدد بت ایسے تھے جن کی اصلیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق نہایت گندے قصے مشہور تھے مثلاً اساف اور نائلہ جن کے مجسمے صفا اور مروہ پر رکھے ہوئے تھے، ان کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ دراصل ایک عورت اور ایک مرد تھے جنہوں نے خانہ کعبہ میں زنا کا ارتکاب کیا تھا اور خدا نے ان کو پتھر بنا دیا۔ یہ حقیقت جن معبودوں کی ہو، ظاہر ہے کہ ان کی کوئی حقیقی عزت تو عابدوں کے دل میں نہیں ہو سکتی۔ ان مختلف پہلوؤں کو نگاہ میں رکھا جائے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ خالص خدا پرستی کی ایک گہری قدرومنزلت تو دلوں میں موجود تھی، مگر ایک طرف جاہلانہ قدامت پرستی نے اس کو دبا رکھا تھا، اور دوسری طرف قریش کے پروہت اس کے خلاف تعصبات بھڑکاتے رہتے تھے۔ کیونکہ بتوں کی عقیدت ختم ہو جانے سے ان کو اندیشہ تھا کہ عرب میں ان کو جو مرکزیت حاصل ہے وہ ختم ہو جائے گی اور ان کی آمدنی میں بھی فرق آ جائے گا۔ ان سہاروں پر جو مذہب شرک پر قائم تھا وہ توحید کی دعوت کے مقابلے میں کسی وقار کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ (تفہیم ج ۳ ص ۴۶۴ تا ۴۶۶ الفرقان حاشیہ ۸۴)

کیا اسلام میں قبر پرستی کی گنجائش ہے؟

۶۰۔ لَعَنَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ مَسَاجِد۔ (احمد، بخاری، مسلم، نسائی)

ترجمہ: اللہ نے لعنت فرمائی یہود اور نصاریٰ پر، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔

(تفہیم ج ۳ ص ۱۸ االکہف حاشیہ ۲۱)

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَ عَمْرُ و النَّا قِدُقَالَا: نَاهَا شِمُ ابْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: نَاشَيْبَانُ عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِىْ حُمَيْدٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ،

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَرَضِهِ الَّذِىْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ مَسَاجِدَ.

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں ارشاد فرمایا جس سے آپؐ اٹھ نہ سکے۔ ''اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی یہود و نصاریٰ پر، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔''

قَالَتْ فَلَوْلَا ذَاكَ اُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ خُشِىَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا و فى رواية ابنِ ابى شيبة وَلَوْلَا ذَاكَ لَمْ يذكر قالت.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: (اس) سے مراد وہ انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں جن کو غالی معتقدین داتا مشکل کشا، فریادرس، غریب نواز، گنج بخش اور نا معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لئے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں اگر کوئی یہ کہے کہ عرب میں اس نوعیت کے معبود نہیں پائے جاتے تھے تو ہم عرض کریں گے کہ یہ جاہلیت عرب کی تاریخ سے اس کی ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ کون پڑھا لکھا نہیں جانتا ہے کہ عرب کے متعدد قبائل ربیعہ، کلب، تغلب، قضاعہ، کنانہ، حرث، کعب، کندہ وغیرہ میں کثرت سے عیسائی اور یہودی پائے جاتے تھے۔ اور یہ دونوں مذاہب بری طرح انبیاء، اولیاء

ماٰخذ:

- مسلم ج ۱ ص ۲۰۱ کتاب المساجد و مواضع الصلٰوۃ باب النھی عن بناء المسجد علی القبور۔
- نسائی کتاب الجنائز باب ۲ اتخاذ القبور مساجد۔

۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ،

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہود کا ستیاناس کرے انہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔'' (یعنی ان پر سجدے کرنے لگے)۔

انہی سے مروی دوسری روایت میں لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ مَسَاجِدَ کے الفاظ بھی ہیں۔

ماٰخذ:

- بخاری ج ۱ ص ۶۲ کتاب الصلٰوۃ۔ باب۔ ○ مسلم ج ۱ ص ۲۰۱ کتاب المساجد و مواضع الصلٰوۃ باب النھی عن بناء المسجد علی القبور الخ ○ ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی بناء المسجد علی القبر۔ ○ نسائی کتاب الجنائز باب اتخاذ القبور مساجد۔
- مسندِ احمد ج ۲ ص ۲۱۳ عن ابی ھریرۃ۔

۳۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور شہداء کی پرستش سے آلودہ تھے، پھر مشرکینِ عرب کے اکثر نہیں تو بہت سے معبود وہ گزرے ہوئے انسان ہی تھے جنہیں بعد کی نسلوں نے خدا بنالیا تھا۔

۶۱۔ بخاری[1] میں ابنِ عباس کی روایت ہے کہ وَدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر، یہ سب صالحین کے نام ہیں جنہیں بعد کے لوگ بت بنا بیٹھے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ اِساف اور نائلہ دونوں انسان تھے۔ اسی طرح کی روایات لات اور مناۃ اور

اَنَّ عَائِشَةَ وَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا: لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ وَ هُوَ كَذٰلِكَ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَاصَنَعُوْا.

حضرت عائشہؓ اور حضرت ابنِ عباسؓ دونوں سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں جب آپ شدید علیل ہوئے تو کبھی آپؐ اپنے چہرہ مبارک پر چادر ڈال لیتے اور جب مرض شدت اختیار کرتا تو آپؐ اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا دیتے۔

اسی حالت میں ارشاد فرمایا۔ یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، اس فرمان سے آپ کا مقصد مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں سے ڈرانا اور تنبیہ کرنا تھا۔

مآخذ:

بخاری ج ۱ ص ۶۲ کتاب الصلاۃ باب.

- بخاری کتاب الجنائز، کتاب الانبیاء، کتاب اللباس، کتاب المغازی.
- مسلم ج ۱ ص ۲۰۱ کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النهی عن بناء المسجد علی القبور الخ.
- دارمی کتاب الصلاۃ باب ۱۲۰ باب النهی عن اتخاذ القبور مساجد.

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَ: اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ، صَارَتِ الْاَوْثَانُ الَّتِىْ كَانَتْ فِىْ قَوْمِ نُوْحٍ فِى الْعَرَبِ بَعْدُ.

اَمَّا وُدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدُوْمَةِ الْجَنْدَلِ، وَاَمَّا سُوَاعٌ فَكَانَتْ لِهُذَيْلٍ، وَ اَمَّا يَغُوْثُ، فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِىْ غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَاوَاَمَّايَعُوْقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ، وَ اَمَّا نَسْرٌ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عزّٰی کے بارے میں بھی موجود ہیں۔ اور مشرکین کا یہ عقیدہ بھی روایات میں آیا ہے کہ لات اور عزّٰی اللہ کے ایسے پیارے تھے کہ اللہ میاں جاڑا لات کے ہاں اور گرمی عزّٰی کے ہاں بسر کرتے تھے۔ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یصفُوْن۔ (تفہیم ج ۲ ص ۵۳۳ النحل حاشیہ ۱۹)

زیارتِ قبور

۶۲۔ لَعَنَ اللّٰهُ تَعَالٰی زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَ الْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْهَا الْمَسَاجِدَ وَ السُّرُجَ۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِاٰلِ ذِی الْكُلَاعِ وَ نَسْرًا اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِیْنَ مِنْ قَوْمِ نوْحٍ. فَلَمَّا هَلَكُوْا اَوْحَی الشَّیْطَانُ اِلٰی قَوْمِهِمْ اَنْ اَنْصِبُوْا اِلٰی مَجَالِسِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا یَجْلِسُوْنَ اَنْصَابًا وَسَمُّوْهَا بِاَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰی اِذَا هَلَكَ اُولٰٓئِكَ وَ تَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ.

ماخذ:

- بخاری ج ۲ ص ۷۳۲. کتاب التفسیر سورہ نوح. ○ فتح القدیر للشوکانی ج ۵ ص ۳۰۲ بحوالہ ابن المنذر، ابن مردویہ. ○ ابن جریر ج ۱۲ پ ۱۹ ص ۶۲.

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، نَاعَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ اَبِیْ صالِحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَ الْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ.

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر، اوران پر مساجد بنانے اور چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

و فی الباب عن ابی هريرة وَعَائشة، قَال ابو عيسٰى حديث ابن عباس حديث حسن.

- ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی کراهية ان یتخذ علی القبر مسجد.
- ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی زيارة النساء القبور.

۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر، اور قبروں پر مسجدیں بنانے اور چراغ روشن کرنے والوں پر۔ (تفہیم ج ۳ ص ۱۸ الکہف حاشیہ ۱۸)

۶۳۔ اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِ هِمْ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْهٰکُمْ عَنْ ذَالِکَ (مسلم[۱])

ترجمہ: خبردار ہو، تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتے تھے۔ میں تمہیں اس حرکت سے منع

و فی الباب عن ابن عباس و حسان بن ثابت. قال ابو عیسی و هذا حدیث حسن صحیح.

وَ قَدْرَاٰی بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ هٰذَا کَانَ قَبْلَ اَنْ یُرَخِّصَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِیْ رُخْصَتِهِ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّمَا کَرِهَ زِیَارَةَ الْقُبُوْرِ فِی النِّسَاءِ لِقِلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَ کَثْرَةِ جَزْعِهِنَّ

امام ترمذی کہتے ہیں کہ بعض اہلِ علم کی یہ رائے ہے کہ آپ کا یہ ارشاد زیارتِ قبور کی رخصت دیے جانے سے پہلے کا ہے۔ جب آپ نے اس کی اجازت مرحمت فرما دی تو اس میں مرد و عورت سبھی شامل ہو گئے۔ بعض اہلِ علم نے اس کی تطبیق اس طرح کی ہے کہ عورتوں کے زیارتِ قبور کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدہ اس بنا پر ٹھیرایا ہے کہ ان میں صبر بہت کم ہے اور جزع فزع بہت کرتی ہیں۔

ماٰخذ:

- ترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی کراهیة زیارة القبور للنساء.
- ابنِ ماجه کتاب الجنائز باب ماجاء فی اتباع النساء الجنائز.
  ابن ماجہ میں عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت عن ابیہ اور ابنِ عباس دونوں کی روایات ہیں۔
- مسندِ احمد ج ۱ ص ۱۹۵، ۲۱۸، ۲۰۵، ۳۳۵، ۳۵۴.
- ج ۲ ص ۲۲۹، ۲۴۶، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۷، ۳۲۴، ۳۳۷، ۳۶۶، ۳۹۶، ۴۵۴، ۵۱۸.
- ج ۵ ص ۱۸۴، ۱۸۶، ۲۰۴.
- ج ۶ ص ۳۴، ۸۰، ۱۲۱، ۱۴۶، ۲۲۹، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۷۴، ۲۷۵.

تخریج

[۱] حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَ اللَّفْظُ لِاَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِسْحَاقُ: اَنَا وَ قَالَ اَبُوْبَکْرِنَا زَکَرِیَّا بْنُ عَدِیٍّ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ اُنَیْسَةَ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ النَّجْرَانِیِّ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہوں۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۸ا الکہف حاشیہ ۲۱)

۶۴۔ اِنَّ اُولٰٓئِکَ اِذَا کَانَ فِیْهِمِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا وَ صَوَّرُوْا فِیْهِ تِلْکَ الصُّوَرَ اُولٰئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (احمد، بخاری، مسلم، نسائی[۱])

ترجمہ: ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ اگر ان میں کوئی مرد صالح ہوتا تو اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر مسجدیں بناتے

جُنْدُبٌ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یَمُوْتَ بِخَمْسٍ وَهُوَ یَقُوْلُ: اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَی اللّٰهِ اَنْ یَکُوْنَ لِیْ مِنْکُمْ خَلِیْلٌ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا وَلَوْکُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِیْ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا.

جندب بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے پانچ روز قبل یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل بناؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے جس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً وہ (حضرت) ابوبکر ہوتے جنہیں میں اپنا خلیل بناتا۔

اَلَاوَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِ هِمْ وَصَالِحِیْهِمْ مَسَاجِدَ اَلَافَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْهَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ.

سنو! تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ تم قبروں کو مساجد نہ بنا لینا میں تمہیں اس فعل کے ارتکاب سے منع کرتا ہوں۔

ماخذ:

- مسلم ج ا ص ۲۰۱ کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب النهی عن بناء المسجد علی القبور الخ.

تخریج

ف ا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ،عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ ذَکَرَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَنِیْسَةً رَأَتْهَا بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ یُقَالُ لَهَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوراس کی تصویریں تیار کرتے تھے۔ یہ قیامت کے روز بدترین مخلوقات ہوں گے۔

تشریح: احادیث نمبر۶۲، ۶۳، ۶۴ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تصریحات کی موجودگی میں کون خداترس آدمی یہ جرأت کرسکتا ہے کہ قرآن مجید (سورۃ الکہف کی آیت نمبر۲۱) میں عیسائی پادریوں اور رومی حکمرانوں کے جس گمراہانہ فعل کا حکایۃً ذکر کیا گیا ہے اس کو ٹھیک وہی فعل کرنے کے لئے دلیل و حجت ٹھہرائے۔ (تفہیم ج۳ ص۱۹ الکہف حاشیہ ۲۱)

مقبولیتِ دُعا کے لئے قبروں پر چلہ کشی؟

اوّل تو دین میں اصل چیز کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہے نہ کہ بزرگوں کے اقوال وافعال۔ دوسرے خود بزرگوں کے اقوال و افعال کے متعلق جو مواد تذکروں میں ملتا ہے، وہ بھی ایسا مستند نہیں ہے کہ اس کی بنا پر اطمینان کیا جاسکے، کہ واقعی ان

مَارِيَةُ فَذَكَرَتْ لَهُ مَارَأَتْ فِيْهَا مِنَ الصُّوَرِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُولٰئِکَ قَوْمٌ اِذَامَاتَ فِيْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ اَوِالرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْکَ الصُّوَرَ اُولٰئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَاللّٰهِ.

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماریہ نامی ایک گرجا کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ اس میں جو تصاویر وغیرہ دیکھی تھیں ان کا ذکر بھی کیا۔ یہ سب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان میں کا کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو یہ اس کی قبر پر عبادت گاہ بنا لیتے اور اس میں یہ تصویریں آویزاں کر دیتے تھے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مخلوقات میں سب سے بدتر اور شریر لوگ ہیں۔''

مآخذ:

بخاری ج ۱ ص ۶۲ کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ فی البیعۃ الخ وَقَالَ عمر رضی اللہ عنہ انا لاندخل کنائسنکم من اجل التماثیل التی فیھا.

حاشیہ۲۱: وَ كَذٰلِکَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَارَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْيَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۲۱ (سورۃ الکھف)

اس طرح ہم نے اہل شہر کو ان کے حال پر مطلع کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ قیامت کی گھڑی بے شک آکر رہے گی (مگر ذرا خیال کرو کہ جب سوچنے کی اصل بات یہ تھی) اس وقت وہ آپس میں اس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ ان (اصحاب کہف) کے ساتھ کیا کیا جائے۔ کچھ لوگوں نے کہا: ''ان پر ایک دیوار چن دو، ان کا رب ہی ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے۔'' مگر جو لوگ ان کے معاملات پر غالب تھے انہوں نے کہا ''ہم تو ان پر ایک عبادت گاہ بنائیں گے۔'' (سورۃ الکہف حاشیہ۲۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بزرگوں کے اقوال وافعال وہی تھے جو ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ایسی چیزوں کو مآخذ مان کر ان کی پیروی کرنا میرے نزدیک سخت بے احتیاطی ہے۔محفوظ طریقہ وہی ہے جو ہمیں قرآن وحدیث سے ملتا ہے، اور جس کو امت کے محدثین اور فقہاء نے منقح اور مدون کر کے رکھ دیا ہے۔لہٰذا جو شخص دین کی یقینی اور قابلِ اعتماد راہ پر چلنا چاہتا ہے، اس کو اس محفوظ طریقے سے تجاوز کا کبھی خیال بھی نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ باہر جو کچھ ہے وہ کم از کم خطرے سے تو خالی نہیں ہے۔جن تذکروں میں یہ ذکر ملتا ہے کہ فلاں فلاں بزرگوں نے یہ کام کیا تھا، ان کی روایات کا حدیث کی کسی ضعیف سے ضعیف روایت کے مقابلہ میں بھی آخر کیا پایہ ہے؟ کس سند کی بنا پر اعتماد یا گمانِ غالب ہو سکتا ہے کہ ان بزرگوں نے واقعی ایسا کیا تھا؟ فرض کیجیے کہ حقیقت میں انہوں نے ایسا نہ کیا ہو۔اس صورت میں ان بے سند روایات کی پیروی کر کے ہم آخرت میں کس چیز کا سہارا لے کر جواب دہی کر سکیں گے؟ اگر عاقبت کی ہمیں فکر ہو اور ہم خود بھی اپنی خیر چاہتے ہوں تو یہ کام کرنے سے پہلے ہم کو دین کے محفوظ طریقہ کی طرف رجوع کر کے اطمینان کر لینا چاہیے کہ وہاں کسبِ فیض یا قبولیتِ دعا کے لئے یہ راستہ بتایا گیا ہے یا نہیں؟ صحابہ نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک پر کبھی چلہ کھینچا یا مراقبہ کیا؟ تابعین نے کبھی کسی صحابی کی قبر پر یہ کام کیا۔فقہاء و محدثین میں سے کسی نے اس کو مشروع طریقہ بنایا؟ سب سے بڑھ کر خود اللہ میاں نے قرآن میں کہیں یہ تعلیم دی کہ قبروں پر حصولِ فیض یا استجابتِ دعا کے لئے جاؤ؟ یا اللہ کے رسولؐ نے اس طریق کار کی طرف کوئی اشارہ کیا؟ ان ذرائع سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہو تو اطمینان کے ساتھ یہ کام کیا جا سکتا ہے ورنہ یہ بالکل غلط نہ سہی مشتبہ تو ماننا ہی پڑے گا۔ایسا مشتبہ کام کر کے کیا میں یہ خطرہ مول نہ لوں گا کہ شائد آخرت میں وہ غلط ثابت ہو اور میں اللہ تعالیٰ کو اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکوں کہ جب دین کی حقیقی راہ معلوم کرنے کے قابل اعتماد ذرائع موجود تھے تو میں مشتبہ ذرائع کی طرف کیوں گیا۔(رسائل ومسائل حصہ سوم اشاعت دوم ص ۳۶۲ تا ۳۶۴)

علماء اور درویشوں کو رب بنانا

۶۵۔ ترجمہ: حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم، جو پہلے عیسائی تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے تو انہوں نے منجملہ اور سوالات کے سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۱ میں ہم پر اپنے علماء اور درویشوں کو خدا بنا لینے کا جو الزام عائد کیا گیا ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟ جواب میں حضورؐ نے فرمایا کہ جو کچھ یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں اسے تم حرام مان لیتے ہو اور جو کچھ یہ حلال قرار دیتے ہیں اسے حلال مان لیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور ہم کرتے رہے ہیں۔فرمایا بس یہی ان کو خدا بنا لینا ہے۔

O مسلم كتاب المساجد و مواضع الصلوٰة باب النهي عن بناء المسجد على القبور و اتخاذ الصور فيها و النهي عن اتخاذ القبور مساجد. O نسائي كتاب المساجد باب النهي عن اتخاذ القبور مساجد.

ایک روایت میں اُمِ حَبِیبَہ اور اُمِ سَلَمَہ دونوں کا نام ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَاَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَذَكَرَتَا ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ اُولٰٓئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ وَاُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے لئے جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعم خود متمکن ہوتے ہیں اور جو ان کے اس حق شریعت سازی کو تسلیم کرتے ہیں وہ انہیں خدا بناتے ہیں۔ (تفہیم ج ۲ ص ۱۸۹۔۱۹۰ التوبہ حاشیہ ۳۱)

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الْكُوْفِيُّ نَاعَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ غُطَيْفِ ابْنِ اَعْيَنَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ،

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ فِيْ عُنُقِيْ صَلِيْبٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ: يَا عَدِيُّ اِطْرَحْ عَنْكَ هٰذَا الْوَثْنَ وَ سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِيْ سُوْرَةِ بَرَاءَةٍ. اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ اَمَا اَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْ نَهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا اَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئًا اِسْتَحَلُّوْهُ وَ اِذَا حَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوْهُ.

حضرت عدی بن حاتم نے بیان کیا کہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت سونے کی صلیب میرے گلے میں لٹک رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا ”اے عدی اس بت کو اپنے گلے سے اتار پھینک۔“ (تعمیل ارشاد میں، میں نے اسے اتار پھینکا اور آپؐ کے قریب پہنچ گیا)۔ اس وقت آپ سورہ براۃ کی تلاوت فرما رہے تھے، چنانچہ آپؐ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ یعنی انہوں نے اپنے علما اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا۔ (تو میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے،) حضورؐ نے فرمایا، ”کیا وہ اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام نہیں ٹھیراتے تھے۔ ان کی پیروی میں پھر تم لوگ بھی اسے حرام مان لیتے تھے اور جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھیرایا ہوتا اسے وہ حلال قرار دیتے اور تم اسے حلال مان لیتے۔“

هذا حديث حسن غريب لانعرفه الامن حديث عبدالسلام بن حرب و غطيف بن اعين ليس بمعروف في الحديث.

ماٰخذ:

- ترمذی ج ۲ ص ۱۴۰. ابواب التفسير سوره توبه.
- فتح القدير للشوكاني ج ۲ ص ۳۵۵ بحواله ابنِ سعد، عبد بن حميد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشيخ، ابنِ مردويه، البَيْهَقِي فِي سننه.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک طرف اللہ کی خداوندی کا اقرار کرنا اور دوسری طرف اللہ سے پھرے ہوئے لوگوں کے احکام پر چلنا اور ان کے مقرر کیے ہوئے طریقوں کی پابندی کرنا، شرک ہے، توحید یہ ہے کہ زندگی سراسر اللہ کی اطاعت میں بسر ہو۔ اللہ کے ساتھ اگر دوسروں کو اعتقاداً مستقل بالذات مطاع مان لیا جائے تو یہ اعتقادی شرک ہے اور اگر عملاً ایسے لوگوں کی اطاعت کی جائے جو اللہ کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر خود امر و نہی کے مختار بن گئے ہوں تو یہ عملی شرک ہے۔ (تفہیم ج اص ۵۷۷ الانعام حاشیہ ۸۷)

اسلام کے نقطہ نظر سے جس طرح پرستش کا مستحق تنہا اللہ تعالیٰ ہے، اسی طرح بندوں کے لئے قانون بنانے اور جائز و ناجائز کی حدیں مقرر کرنے کا حق دار بھی صرف اللہ ہے۔ لہٰذا جس طرح کسی دوسرے کے آگے پرستش کے افعال میں سے کوئی فعل کرنا اسے خدا کا شریک بنانے کا ہم معنی ہے، اسی طرح کسی کے خود ساختہ قانون کو برحق سمجھتے ہوئے اس کی پابندی کرنا اور اس کے مقرر کیے ہوئے حدود کو واجب الاطاعت ماننا بھی اسے خدائی میں اللہ کا شریک قرار دینے کا ہم معنی ہے۔ یہ دونوں افعال بہر حال شرک ہیں، خواہ ان کا مرتکب ان ہستیوں کو زبان سے اِلٰہ اور رب کہے یا نہ کہے جن کے آگے وہ نذر و نیاز پیش کرتا ہے یا جن

○ تفسیر ابن جریر جلد ٦ سورۃ توبۃ ص ٨١ زیر آیت اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللّٰہ۔ اس نے آخر میں قَالَ فَتِلْکَ عِبَادَتُھُمْ کا اضافہ بھی نقل کیا ہے۔

۴۔ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ عَمْرٍو السَّکُوْنِیُّ، قَالَ: ثنا بَقِیَّةُ عَنْ قَیْسِ بْنِ الرَّبِیْعِ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ ابْنِ حَرْبٍ النَّهْدِیّ عَنْ غُطَیْفٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ،

عَنْ عَدِیّ ابْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ سُوْرَةَ بَرَاءَةٍ فَلَمَّا قَرَأَ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَااَنَّهُمْ لَمْ یَکُوْنُوْا یُصَلُّوْنَ لَهُمْ قَالَ: صَدَقْتَ وَلٰکِنْ کَانُوْا یُحِلُّوْنَ لَهُمْ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ فَیَسْتَحِلُّوْنَهُ وَ یُحَرِّمُوْنَ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَهُمْ فَیُحَرِّمُوْنَهُ.

حضرت عدی بن حاتم نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ براءت کی قرأت فرماتے سنا۔ جب آپ نے آیت اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ پڑھی تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ ان کے لئے نمازیں تو نہیں پڑھتے تھے۔ حضورؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا ''تو نے ٹھیک کہا ہے لیکن ان پادریوں اور راہبوں نے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو ان کے لئے حلال قرار دے دیا تو انہوں نے ان چیزوں کو حلال مان لیا اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو انہوں نے حرام قرار دیا تو حرام مان لیا۔''

ماخذ:

ابنِ جریر ج ٦ سورہ براءۃ ص ٨١ اتخذوا احبارھم و رھبانھم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مقرر کیے ہوئے قانون کو واجب الاطاعت مانتا ہے۔ (تفہیم ج ا ص ۵۸۶ الانعام حاشیہ ۱۰۷)

اس مقام پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کا اطلاق پتھر کے بتوں پر نہیں ہوتا بلکہ ان جیتے جاگتے آقاؤں پر راست آتا ہے جو عملاً آدمی کو متضاد احکام دیتے ہیں اور فی الواقع اس کو اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔ پتھر کے بت کسے حکم دیا کرتے ہیں اور کب کسی کو کھینچ کر اپنی خدمت کے لئے بلاتے ہیں۔ یہ کام تو زندہ آقاؤں ہی کے کرنے کے ہیں۔ ایک آقا آدمی کے اپنے نفس میں بیٹھا ہوا ہے جو طرح طرح کی خواہشات اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اسے مجبور کرتا رہتا ہے کہ وہ انہیں پورا کرے۔ دوسرے بے شمار آقا گھر میں، خاندان میں، برادری میں، قوم اور ملک کے معاشرے میں، مذہبی پیشواؤں میں، حکمرانوں اور قانون سازوں میں، کاروبار اور معیشت کے دائروں میں اور دنیا کے تمدن پر غلبہ رکھنے والی طاقتوں میں ہر طرف موجود ہیں جن کے متضاد تقاضے اور مختلف مطالبے ہر وقت آدمی کو اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں اور ان میں سے جن کا تقاضا پورا کرنے میں بھی وہ کوتاہی کرتا ہے وہ اپنے دائرہ کار میں اس کو سزا دیے بغیر نہیں چھوڑتا۔ البتہ ہر ایک کی سزا کے ہتھیار الگ الگ ہیں۔ کوئی دل مسوستا ہے۔ کوئی روٹھ جاتا ہے۔ کوئی نکو بناتا ہے۔ کوئی مقاطعہ کرتا ہے، کوئی دیوالہ نکالتا ہے۔ کوئی مذہب کا وار کرتا ہے اور کوئی قانون کی چوٹ لگاتا ہے۔ اس ضیق سے نکلنے کی کوئی صورت انسان کے لئے اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ توحید کا مسلک اختیار کر کے صرف ایک خدا کا بندہ بن جائے اور ہر دوسرے کی بندگی کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکے۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۷۰ الزمر حاشیہ ۴۸)

ماں باپ بھی شرک کا حکم دیں تو انکار کر دو۔

۶۶۔ ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص، ۱۸، ۱۹ سال کے تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کی ماں حمنہ بنتِ سفیان بن اُمیہ (ابوسفیان کی بھتیجی) کو جب معلوم ہوا کہ بیٹا مسلمان ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ جب تک تو محمدؐ کا انکار نہ کرے گا میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی، نہ سائے میں بیٹھوں گی۔ ماں کا حق ادا کرنا تو اللہ کا حکم ہے۔ تو میری بات نہ مانے گا تو اللہ کی بھی نافرمانی کرے گا۔ حضرت سعد اس پر سخت پریشان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا ط وَ اِنْ جَاهَدَاکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاکٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھہرائے جسے تو (میرے شریک کی حیثیت سے) نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔''

سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: اُنْزِلَتْ فِيَّ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَبْتُ سَيْفًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَفِّلْنِيْهِ فَقَالَ: ضَعْهُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَفِّلْنِيْهِ، فَقَالَ: ضَعْهُ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَفِّلْنِيْهِ اجْعَلْ كَمَنْ لَاغِنَاءَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَعْهُ مِنْ حَيْثُ اَخَذْتَهٗ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ. قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ. قَالَ: وَ صَنَعَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ طَعَامًا فَدَعَانَا فَشَرِبْنَا الْخَمْرَ حَتّٰى انْتَشَيْنَا قَالَ: فَتَفَاخَرَتِ الْاَنْصَارُ: وَقُرَيْشٌ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ نَحْنُ اَفْضَلُ مِنْكُمْ وَقَالَتْ قُرَيْشٌ: نَحْنُ اَفْضَلُ مِنْكُمْ فَاَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ لَحْيَى جَزُوْرٍ فَضَرَبَ بِهٖ

حضرت سعد سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ میرے بارے میں چار آیات نازل ہوئیں (پہلا موقع تو وہ تھا جب غزوۂ بدر میں ایک تلوار میرے ہاتھ لگی۔ میں اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ تلوار مجھے عنایت فرما دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا ''رکھ دو اسے۔'' اس نے کھڑے ہو کر پھر پہلے والا مطالبہ دہرایا کہ ''مجھے یہ تلوار عنایت فرما دی جائے۔'' آپؐ نے پھر فرمایا ''اسے وہیں رکھ دو جہاں سے لیا ہے۔'' پھر اس نے کھڑے ہو کر عرض کیا ''یارسول اللہ! مجھے یہ تلوار مالِ غنیمت کا میرا حصہ سمجھ کر عنایت فرما دیں۔'' آپؐ نے پھر اشارہ فرمایا کہ ''جہاں سے اسے لیا ہے وہیں رکھ دو۔'' اسی موقع کی مناسبت سے آیت انفال يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ و لِلرَّسُوْلِ الخ نازل ہوئی۔ یعنی آپؐ سے انفال کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہہ دیں کہ انفال تو اللہ اور اسکے رسول کے ہیں۔''

دوسرا موقع وہ ہے کہ ایک انصاری نے کھانا تیار کیا اور ہمیں اس پر مدعو کیا۔ ہم نے اتنی شراب نوشی کی کہ گتھم گتھا ہو گئے اور قریش اور انصاریوں کے درمیان مجلس مفاخرت جم گئی۔ انصار مدعی تھے کہ ہم تم سے افضل ہیں۔ قریش اپنی جگہ دعویٰ دار تھے کہ ہمیں تم پر فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ اسی اثناء میں ایک انصاری نے اونٹ کی جبڑے کی ہڈی اٹھا کر حضرت سعدؓ کی ناک پر دے ماری جس سے ان کی ناک پھٹ گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت سعد کی ناک پھٹی ہوئی تھی تو اس موقع کی مناسبت سے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: منشایہ ہے کہ انسان پر مخلوقات میں سے کسی کا حق سب سے بڑھ کر ہے تو وہ اس کے ماں باپ ہیں۔ لیکن ماں باپ بھی اگر انسان کو شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات قبول نہ کرنی چاہیے۔ کجا کہ کسی اور کے کہنے پر آدمی ایسا کرے۔ پھر الفاظ یہ ہیں کہ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ ''اگر وہ دونوں تجھے مجبور کرنے کے لئے اپنا پورا زور لگا دیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ کم تر درجے کا دباؤ، یا ماں باپ میں سے کسی ایک کا زور دینا تو بدرجہ اولیٰ رد کر دینے کے لائق ہے۔ اس کے ساتھ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (جسے تو میرے شریک کی حیثیت سے نہیں جانتا) کا فقرہ بھی قابلِ غور ہے۔

اس میں ان کی بات نہ ماننے کے لیے ایک معقول دلیل دی گئی ہے۔ ماں باپ کا یہ حق تو بے شک ہے کہ اولاد ان کی خدمت کرے، ان کا ادب و احترام کرے، ان کی جائز باتوں میں ان کی اطاعت کرے۔ لیکن یہ حق ان کو نہیں پہنچتا کہ آدمی اپنے علم کے خلاف ان کی اندھی تقلید کرے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک بیٹا یا بیٹی صرف اس بنا پر ایک مذہب کی پیروی کیے جائے کہ یہ اس کے ماں باپ کا مذہب ہے۔ اگر اولاد کو یہ علم حاصل ہو جائے کہ والدین کا مذہب غلط ہے تو اسے اس مذہب کو چھوڑ کر صحیح مذہب اختیار کرنا چاہیے اور ان کے دباؤ ڈالنے پر بھی اس طریقے کی پیروی نہ کرنی چاہیے جس کی گمراہی اس پر کھل چکی ہو۔ اور یہ معاملہ جب والدین کے ساتھ ہے تو پھر دنیا کے ہر شخص کے ساتھ بھی یہی ہونا چاہیے۔ کسی شخص کی تقلید بھی جائز نہیں ہے جب تک آدمی یہ نہ جان لے کہ وہ شخص حق پر ہے۔

اَنْفَ سَعْدٍ فَفَزَرَهٗ قَالَ: فَكَانَ اَنْفُ سَعْدٍ مَفْزُوْرًا قَالَ: قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

آیت نازل ہوئی۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

قَالَ: وَقَالَتْ اُمُّ سَعْدٍ: اَلَيْسَ اللّٰهُ قَدْ اَمَرَهُمْ بِالْبِرِّ. فَوَ اللّٰهِ لَااَطْعَمُ طَعَامًا، وَلَااَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى اَمُوْتَ اَوْتَكْفُر بِمُحَمَّدٍ.

تیسرا موقع وہ ہے کہ جب اُم سعد نے کہا کہ کیا اللہ نے انہیں نیکی کرنے کا حکم نہیں دیا۔ ''بخدا میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک کہ وہ یعنی سعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کر دے یا میں خود فاقہ کشی سے مر نہ جاؤں۔''

قَالَ: فَكَانُوْا اِذَا اَرَادُوْا اَنْ يُطْعِمُوْهَا

راوی کا بیان ہے کہ جب اس کے اہل خانہ اسے کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دنیا کی رشتہ داریاں اور ان کے حقوق تو بس اسی دنیا کی حد تک ہیں۔ آخرکار ماں باپ کو بھی اور اولاد کو بھی اپنے خالق کے حضور پلٹ کر جانا ہے، اور وہاں ہر ایک کی باز پرس اس کی شخصی ذمہ داری کی بنا پر ہونی ہے۔ اگر ماں باپ نے اولاد کو گمراہ کیا ہے تو وہ پکڑے جائیں گے۔ اگر اولاد نے ماں باپ کی خاطر گمراہی قبول کی ہے تو اسے سزا ملے گی۔ اور اگر اولاد نے راہِ راست اختیار کی اور ماں باپ کے جائز حقوق ادا کرنے میں بھی کوتاہی نہ کی، لیکن ماں باپ نے صرف اس قصور پر اسے ستایا کہ اس نے گمراہی میں ان کا ساتھ کیوں نہ دیا تو وہ اللہ کے مواخذہ سے بچ نہ سکیں گے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۶۸۰۔۶۸۱ العنکبوت حاشیہ ۱۱۔۱۲)

شرکِ ظلمِ عظیم ہے

ظلم کے اصل معنی ہیں کسی کا حق مارنا اور انصاف کے خلاف کام کرنا۔ شرک اس وجہ سے ظلم عظیم ہے کہ آدمی ان ہستیوں کو اپنے خالق اور رازق اور منعم کے برابر لا کھڑا کرتا ہے جن کا نہ اس کے پیدا کرنے سے کوئی حصہ، نہ اس کو رزق پہنچانے میں کوئی دخل، اور نہ ان نعمتوں کے عطا کرنے میں کوئی شرکت جن سے آدمی اس دنیا میں متمتع ہو رہا ہے۔ یہ ایسی بے انصافی ہے جس سے بڑھ کر کسی بے انصافی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ پھر آدمی پر اس کے خالق کا یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی بندگی و پرستش کرے۔ مگر وہ دوسروں کی بندگی بجا لا کر اس کا حق مارتا ہے۔ پھر اس بندگیٔ غیر کے سلسلے میں آدمی جو عمل کرتا ہے اس میں وہ اپنے ذہن و جسم سے لے کر زمین و آسمان تک کی بہت سی چیزوں کو استعمال کرتا ہے، حالانکہ یہ ساری چیزیں اللہ وحدہٗ لاشریک کی پیدا کردہ ہیں اور ان میں سے کسی چیز کو بھی اللہ کے سوا کسی دوسرے کی بندگی میں استعمال کرنے کا اسے حق نہیں ہے۔ پھر آدمی پر خود اس کے اپنے نفس کا یہ حق ہے کہ وہ اسے ذلت اور عذاب میں مبتلا نہ کرے، مگر وہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی بندگی کر کے اپنے آپ کو ذلیل بھی کرتا ہے اور مستحقِ عذاب بھی بناتا ہے۔ اس طرح مشرک کی پوری زندگی یک جہتی اور ہمہ وقتی ظلم بن جاتی ہے جس کا کوئی سانس بھی ظلم سے خالی نہیں رہتا۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۵ القمان حاشیہ ۲۱)

شَجَرُوْا فَاهَا بِعَصًا ثُمَّ اَوْ جَرُوْهَا قَالَ: فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا.

قَالَ وَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَعْدٍ وَ هُوَمَرِيْضٌ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهٖ قَالَ لَا،

کھلانا چاہتے تو لکڑی کی چھڑی سے اس کا منہ کھولتے پھر اس میں کچھ کھانا ڈالتے۔ اس موقع کی مناسبت سے یہ آیت نازل ہوئی۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔ ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سعد بیمار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟'' آپ نے فرمایا'' کہ ایسا نہ کرنا'' تو انہوں نے دو تہائی مال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: فَبِثُلُثَيْهِ فَقَالَ: لَافَقَالَ: فَثُلُثِهِ
قَالَ: فَسَكَتَ.

وصیت کرنے کی اجازت مانگی۔آپؐ نے اس سے بھی منع فرما دیا، تو پھر سعد نے ایک تہائی مال وصیت کرنے کی اجازت طلب کی۔اس پر آپؐ خاموش رہے۔

ماٰخذ:

مسندِ احمد ج ۱ ص ۱۸۶ سعد بن ابی وقاص.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل پنجم

قضاوقدر

قضاءِ مبرم اور قضاءِ معلّق۔

۶۷۔ لَایَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ[۱]

ترجمہ: قضا کو کوئی چیز نہیں پھیرتی مگر دعا۔

علم العقائد میں قضائیں دو طرح کی مانی جاتی ہیں۔ ایک قضائے مبرم، دوسری قضائے معلّق۔ قضائے معلّق کی تعریف یہی ہے کہ وہ دعا اور توبہ سے بدل جاتی ہے اور اس کی دلیلیں قرآن اور حدیث دونوں میں موجود ہیں۔ (مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی حصہ اوّل ص ۱۹۶)

تخریج

ـ ۱ حَدَّثَنَا سَلْمَانُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ وَ سَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ، قَالَا: نَا يَحْيَى بْنُ الضُّرَيْسِ، عَنْ اَبِىْ مَوْدُوْدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ وَلَايَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ اِلَّاالْبِرُّ.

حضرت سلمان بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''قضا کو کوئی چیز نہیں پھیرتی مگر دعا اور عمر میں کوئی چیز اضافہ نہیں کرتی مگر نیکی۔''

و فی الباب عَن ابی اُسَیدِ هذا حدیث حسن غریب لانعرفه اِلّا من حدیث یحیی بن الضریس و ابومودود اثنان احدهما یقال له فضة والآخر عبدالعزیز بن ابی سلیمان. احدهما بصری والآخر مدینی و کان فی عصر واحد.

و ابومودو دالذی روی هذا الحدیث اسمه فضة بصری.

مآخذ:

ترمذی ابواب القدر باب ماجاء لایرد القدر الاالدعاء.

۲. لَایَرُدُّ الْقَدْرَ اِلَّاالدُّعَآءُ قدر کو کوئی چیز نہیں پھیرتی مگر دعا۔

مآخذ:

مُسندِ احمد ج۵ ص ۲۷۷. عن ثوبان.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قضا کے معنی

قضا کے معنی فیصلہ کے ہیں اور قضا کو ٹال دینے اور فیصلہ بدل دینے میں درحقیقت کوئی فرق نہیں ہے حضورؐ کے ارشاد لَایَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ (قضا کو کوئی چیز نہیں پھیرتی مگر دعا) کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو قضا دعا نہ کرنے کی صورت میں نافذ ہو جانے والی ہو وہ دعا کرنے سے پلٹ جاتی ہے یا نافذ ہونے سے رک جاتی ہے۔ اس کو اگر یوں بیان کیا جائے تو کیا قباحت ہے کہ دعا نہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا جو فیصلہ روبعمل آنے والا ہوتا ہے اسے دعا کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے فضل سے بدل دیتا ہے۔ یہی بات سورۂ نوح میں اس طرح بیان فرمائی گئی ہے اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَطِيْعُوْنِ يَغْفِرْلَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَ خِرْكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ یعنی حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی بندگی اور تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت قبول کر لو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور ایک وقتِ خاص تک تمہیں مہلت دے دے گا۔" اس آیت میں یُؤَخِّرْکُمْ کا لفظ صاف اشارہ کر رہا ہے کہ کفر و شرک پر جمے رہنے کی صورت میں فیصلہ یہ تھا کہ اس قوم کو ہلاک کر دیا جائے۔ لیکن اگر وہ بندگی اور تقویٰ اور اطاعتِ رسول اختیار کرے تو وہ فیصلہ اس فیصلے سے بدل جائے گا کہ اسے مزید مہلتِ عمل دے دی جائے۔ (مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی حصہ اول ص ۲۰۰۔۲۰۱)

مسئلہ جبر و قدر۔

۶۸۔ اِذَاسَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهٖ فَصَدِّقُوْا بِهٖ وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهٖ فَلَاتُصَدِّ قُوابِهٖ فَاِنَّهٗ يَصِيْرُ عَلٰى مَاجُبِلَ عَلَيْهِ[1]

۳۔ فَاِنَّ الدُّعَآءَ يَرُدُّ الْقَضَآءَ الْمُبْرَمَ. بلاشبہ دعا قضاءِ مبرم کو بھی پھیر دیتی ہے۔

- کنز العمال ج ۲ ص ۶۲۔۶۳ عن انس بحواله ابو الشيخ.
- المستدرك ج ۱ ص ۴۹۳ كتاب الدعاء باب لايرد القدر الاالدعاء.

مستدرک حاکم کی روایت کے آخر میں یہ اضافہ ہے وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْرُمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهٗ اور آدمی اپنے خود کردہ گناہوں کی وجہ سے اس رزق سے محروم ہو جاتا ہے جو اسے پہنچ رہا ہوتا ہے۔

- ابنِ ماجه المقدمه باب في القدر.

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ ، ثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ ، قَالَ: ثَنَا اَبِيْ قَالَ: سَمِعْتُ يُوْنُسَ يُحَدِّثُ

عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ اَبَا الدَّرْدَآءِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

یونس زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے بتایا کہ ایک موقع پر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: جب تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اس کی تصدیق کر سکتے ہو لیکن اگر سنو کہ ایک شخص اپنی طینت سے ہٹ گیا تو اس کی ہرگز تصدیق نہ کرنا، کیونکہ آدمی ویسا ہی ہو کر رہتا ہے جیسا اس کا خمیر ہے۔

۶۹۔ اِنَّ الْقُلُوْبَ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَآءُ۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَذَاكَرُ مَا يَكُوْنُ اِذْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهٖ فَصَدِّقُوْا وَ اِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهٖ فَلَاتُصَدِّقُوْا بِهٖ وَاِنَّهٗ يَصِيْرُ اِلٰى مَاجُبِلَ عَلَيْهِ۔

تھے اور آئندہ ہونے والے واقعات کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا ہے تو اس کی تصدیق کر سکتے ہو، لیکن اگر سنو کہ ایک شخص اپنی طینت سے ہٹ گیا ہے تو اس کی ہرگز تصدیق نہ کرنا، کیونکہ آدمی ویسا ہی ہو کر رہتا ہے جیسا اس کا خمیر ہے۔''

ماخذ:

مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۴۴۳۔

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، نَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِكَ وَ بِمَا جِئْتَ بِهٖ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا قَالَ: نَعَمْ، اِنَّ الْقُلُوْبَ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ شَآءَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت يَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ (اے دلوں کے پھیرنے والے، میرے قلب و ضمیر کو اپنے دین پر ثبات عطا فرما) پڑھتے رہتے تھے حضرت انس کا بیان ہے کہ میں نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔ یا نبی اللہ ہم آپ پر اور آپ کی لائی ہوئی تمام تعلیمات پر ایمان لائے ہیں تو کیا آپ کو ہمارے متعلق اندیشہ ہے؟ فرمایا: ''ہاں، بلاشبہ دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔

وفي الباب عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ وَ اُمِّ سَلَمَةَ وَ عَائِشَةَ وَ اَبِيْ ذَرٍّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَ هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔ (مسئلہ جبر وقدر ص ۱۴)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ حَدِيْثُ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اَنَسٍ اَصَحُّ.

مآخذ:

ترمذی ابواب القدر باب ماجاء ان القلوب بین اصبعی الرحمٰن اور ابواب الدعوات.

- ابنِ ماجه المقدمه باب فيما انكرت الجهمية.

ابنِ ماجہ میں یا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ کی جگہ یا مُثَبِّتَ الْقُلُوب ثَبِّت قلوبنا علٰی دینک ہے۔

- مسندِ احمد ج۴ ص ۱۸۲، ۲۱۸.

مسندِ احمد ج۶ ص ۲۵۱ پر و انما قلوب العباد بين اصبعي الرحمن انه اذا اراد ان يقلّب قلب عبد قلّبه ہے اور ص ۲۹۴، ۳۰۲، ۳۱۵ پر بھی ہے۔

مسلم اور مسند احمد نے اس روایت کو مندرجہ ذیل الفاظ سے نقل کیا ہے۔

۲. اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ اِنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ قُلُوْبَ بَنِيْ آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ سارے بنی آدم کے دل رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان اس طرح ہیں جیسے کہ ایک دل ہو۔ پھیرتا ہے انہیں جس طرح چاہتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ.'' اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

مآخذ:

مسلم ج۲ ص ۳۳۵ کتاب القدر باب تصريف اللّٰه تعالٰى القلوب كيف يشاء.

- مسندِ احمد ج۲ ص۱۶۸ اور مسند ج۳ ص ۱۱۲، ۲۵۷. اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ اِصْرِفْ قُلُوْبَنَا اِلٰى طَاعَتِكَ.

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ایک دوسری روایت کے الفاظ:

۳. اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَلْبُ بْنِ آدَمَ عَلٰى اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الْجَبَّارِ عَزَّوَجَلَّ اِذَا شَاءَ اَنْ يُقَلِّبَهُ قَلَّبَهُ فَكَانَ يُكْثِرُ

آپ نے فرمایا: ''ابن آدم کا دل جبار عز وجل کی دو انگلیوں پر ہے جب اس کے دل کو پھیرنا چاہتا ہے پھیر دیتا ہے لہٰذا آپ بکثرت یَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ پڑھتے رہتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ تقدیر کی نوعیت

تقدیرِ سابق اور انسان کی آزادیٔ ارادہ کے درمیان کس نوعیت کا تعلق ہے اور ان دونوں کے حدود کیا ہیں، یہ مسئلہ درحقیقت ہماری گرفت سے باہر ہے اور اس کے متعلق کوئی یقینی بات کہنے کی پوزیشن میں ہم نہیں ہیں۔ البتہ اصولی طور پر تین باتیں ایسی ہیں جو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ انسان اپنی تقدیر خود بنانے پر قادر نہیں ہے بلکہ جو طاقت پوری کائنات کا نظام چلا رہی ہے وہی انسان کی (بحیثیت نوع، بحیثیت قوم، بحیثیت گروہ اور بحیثیت فرد) تقدیر بناتی ہے۔ البتہ اس کا ایک حصہ (جس کی مقدار ہمیں معلوم نہیں) انسان کے دائرہ اختیار میں ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ کا علم سابق انسان کے تمام آنے والے حالات پر حاوی ہے۔ خدائی کا عظیم الشان کام ایک دن بھی نہیں چل سکتا اگر خدا اپنی کائنات میں ہونے والے واقعات سے بے خبر ہو اور کوئی واقعہ جب پیش آجائے تب ہی اسے خبر ہو۔

تیسرے یہ کہ اللہ کی قدرت نے انسان کو محدود پیمانے پر کچھ اختیارات دیے ہیں جن کے لئے آزادیٔ ارادہ ناگزیر ہے اور اللہ کا علم خود اسی کی قدرت کے کسی فعل کو باطل نہیں کرتا۔ (رسائل ومسائل حصہ چہارم اشاعت اول ص ۶۷۔۶۸)

انسان اور شیطان کی باہمی آویزش

قرآن کا پیش کردہ تصور یہ ہے کہ خدا نے انسان کو ایک محدود نوعیت کی آزادی وخودمختاری دے کر اس دنیا میں امتحان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور شیطان کو خود اس کے مطالبے پر یہ آزادی عطا کی ہے کہ وہ اس امتحان میں انسان کو ناکام کرنے کے لئے جو کوشش کرنا چاہے کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ صرف ترغیب وتحریص کی حد تک ہو۔ زبردستی اپنے راستے پر کھینچ لے جانے کے اختیارات اسے نہیں دیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود بھی انسان کو جبراً راہِ راست پر چلانے سے احتراز فرمایا ہے، اور صرف اس بات پر اکتفا فرمائی ہے کہ انسان کے سامنے انبیاء اور کتابوں کے ذریعہ سے راہِ راست کو پوری طرح واضح کر دیا جائے۔ اس کے بعد خدا کی طرف سے آدمی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو خدا کی پیش کردہ راہ کو اپنے لیے چن لے اور اس پر چلنے کا فیصلہ کرے اور چاہے تو شیطان کی ترغیبات قبول کر لے اور اس راہ میں اپنی کوششیں اور محنتیں صرف کرنے پر آمادہ ہو جائے جو شیطان اس کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ان دونوں راہوں میں سے جس کو بھی انسان خود اپنے لئے انتخاب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسی پر چلنے کے مواقع اسے دے دیتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر امتحان کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ اس پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد بتایئے کہ شیطان کا چیلنج دراصل کس کے لئے ہے؟ خدا کے لئے یا انسان کے لئے؟ اور انسانوں میں سے جو لوگ شیطان

اَنْ يَّقُوْلَ يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ.

مآخذ:

مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۳ عبداللہ بن عمرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی راہ پر جاتے ہیں ان کے معاملہ میں شیطان کی جیت خدا پر ہوتی ہے یا انسان پر؟ خدا نے تو آدمی اور شیطان کو آزادانہ کشتی لڑنے کا موقع دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ آدمی جیتے گا تو جنت میں جائے گا، اور شیطان جیتے گا تو ہارنے والا آدمی اور اس کو غلط راہ پر لے جانے والا شیطان دونوں جہنم میں جائیں گے۔ (رسائل و مسائل حصہ چہارم اشاعت اول ص ۱۰۰۔۱۰۱)

فضول باتوں اور کثرتِ سوال سے اجتناب

۷۰. اِنَّ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ[۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے اسلام کی بہتری اس میں ہے کہ وہ بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دے۔ یہ حدیث امام زہری نے امام زین العابدین کے واسطے سے روایت کی ہے (ترمذی)

تشریح: حدیث نبوی میں کثرتِ سوال اور فضول باتوں میں تکلف کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ تقدیر کا مسئلہ بھی منجملہ انہی مسائل کے ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تاکید فرمائی ہے کہ اس مسئلہ میں بحث کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ (مسئلہ جبر و قدر اشاعت ہشتم ص ۴۶)

تخریج

۱۔ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ.

مآخذ:

- مؤطا امام مالک کتاب الجامع ماجاء فی حسن الخلق.
- ابنِ ماجہ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ.
  ابنِ ماجہ نے ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے۔
- ترمذی ابواب الزہد ج ۲ ص ۵۸ باب.
- شعب الایمان للبیہقی ج ۷ ص ۴۱۵ حدیث نمبر ۱۰۸۰۵، ۱۰۸۰۶

ترمذی نے اِنَّ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ نقل کر کے لکھا ہے۔ ھکذا روی غیر واحدٍ من اصحاب الزهری عن الزهری عن علی بن الحسین عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نحو حدیث مالک.

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بھی نقل کی ہے اور اس کے الفاظ: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ بیان کر کے لکھا ہے۔

ھذا حدیث غریب لانعرفه من حدیث ابی سلمة عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا من ھذا الوجه.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بخاری میں کتاب الایمان میں صرف ایک باب کا عنوان باب حسن اسلام المرء ہے۔

۱۷۔ ترجمہ: ایک مرتبہ صحابہؓ آپس میں اس مسئلہ میں بحث کر رہے تھے۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور یہ باتیں سن کر آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ''کیا انہی باتوں کا تم کو حکم دیا گیا ہے؟ کیا اسی لئے میں تم میں بھیجا گیا ہوں؟ ایسی ہی باتوں سے پچھلی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم اس معاملہ میں جھگڑا نہ کرو''۔[۱]

ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے فرمایا ''جو شخص تقدیر کے بارے میں گفتگو کرے گا اس سے تو قیامت کے روز سوال کیا جائے گا، مگر جو خاموش رہے گا اس سے کچھ سوال نہ ہوگا۔

یہ حدیث مختلف طریقوں سے حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے (دیکھو ترمذی و ابن ماجہ)

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے (ابنِ ماجہ)

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ.

○ مسندِ احمد ج ۱ ص ۲۰۱ مرویات حسین بن علی.

عَنْ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ قِلَّةَ الْکَلَامِ فِیْمَا لَا یَعْنِیْهِ.

حضرت حسین بن علی سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ''کہ آدمی کے اسلام کی بہتری اس میں ہے کہ بے فائدہ و لایعنی باتوں میں گفتگو کم کرے''۔

○ مسندِ احمد ج ۱ ص ۲۰۱ مرویات حسین بن علی.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِیَةَ الْجُمَحِیُّ، نَا صَالِحٌ الْمُرِّیُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حِبَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِیْرِیْنَ،

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ نَتَنَازَعُ فِی الْقَدَرِ فَغَضِبَ حَتّٰی احْمَرَّ وَجْهُهٗ حَتّٰی کَاَنَّمَا فُقِیٔ فِیْ وَجْنَتَیْهِ الرُّمَّانُ فَقَالَ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بحث کر رہے تھے (مسئلہ تقدیر میں) کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ہماری باتیں سن کر آپ کا چہرہ مبارک غصے سے انار کے دانوں کی طرح سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا انہی باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟ کیا اسی لیے میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں؟ گذشتہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ ان معاملات میں سے نہیں ہے جن کے بارے میں کوئی نہ کوئی رائے قائم کرنا شرعاً تمہارے لیے ضروری ہو۔ لہٰذا اگر تم اس معاملہ پر کوئی گفتگو نہ کرو، تو قیامت میں تم سے کوئی سوال نہ ہوگا۔ لیکن اگر تم نے کلام کیا تو لامحالہ وہ غلط ہوگا یا صحیح، اور غلط ہونے کی صورت میں تم ایک ایسی بات میں پکڑے جاؤ گے جس سے بحث کرنے کی تم کو ضرورت نہ تھی پس بولنے میں نقصان کا احتمال ہے اور نہ بولنے میں کوئی نقصان نہیں۔ ایک اور موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت

اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَمْ بِهٰذَا اُرْسِلْتُ اِلَيْكُمْ؟ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِيْنَ تَنَازَعُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ اَلَّا تَنَازَعُوْا فِيْهِ.

اقوام نے بھی جب اس مسئلہ میں بحث مباحثہ کیا تو ہلاک ہوگئیں۔ میں تم پر یہ لازم کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں جھگڑا نہ کرو۔

و فی الباب عن عمر و عائشة و انس.

وهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَانَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ صَالِحِ الْمُرِّيّ لَهُ غَرَائِبُ يَتفرَّدُبِهَا

مآخذ:

ترمذی ابواب القدر عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم باب ماجاء من التشدید فی الخوض فی القدر.

۲. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثنا اَبُوْمُعَاوِيَةَ، ثنا دَاؤُدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ، عَيْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَصْحَابِهٖ وَ هُمْ يَخْتَصِمُوْنَ فِي الْقَدَرِ فَكَاَنَّمَا يُفْقَأُ فِيْ وَجْهِهٖ حَبُّ الرُّمَّانِ عَنِ الْغَضَبِ فَقَالَ: بِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَوْ بِهٰذَا خُلِقْتُمْ؟ تَضْرِبُوْنَ الْقُرْاٰنَ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ بِهٰذَا هَلَكَتِ الْاُمَمُ قَبْلَكُمْ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے۔ وہ اس وقت تقدیر کے مسئلہ میں جھگڑ رہے تھے۔ یہ مباحثہ سن کر آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا گویا کہ اس پر انار کے دانے نچوڑ دیے گئے ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا "کیا تمہیں اسی کا حکم دیا گیا ہے یا تم اسی لیے پیدا کیے گئے ہو کہ قرآن کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے ٹکراؤ۔ اسی وجہ سے پہلی اُمتیں تباہ و برباد ہوئیں۔"

فی الزوائد: هذا اسناد صحیح، رجاله ثقات.

مآخذ:

ابن ماجه المقدمة باب فی القدر.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے مکان پر تشریف لے گئے اور پوچھا تم لوگ نماز تہجد کیوں نہیں پڑھتے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا یا رسولؐ اللہ! ہمارے نفس اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ چاہے گا کہ ہم اٹھیں تو اٹھ جائیں گے۔" یہ سن کر حضور فوراً واپس ہو گئے اور ران پر ہاتھ مار کر فرمایا:

۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ، قَالَ: ثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا يَحْىَ بْنُ عُثْمَانَ مَوْلٰى اَبِیْ بَكْرٍ، ثَنَا.

يَحْىَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا شَيْئًا مِنَ الْقَدَرِ فَقَالَتْ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ تَكَلَّمَ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْقَدَرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ مَنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ لَمْ يُسْاَلْ عَنْهُ.

یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ بن ابی ملیکہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقدیر کے بارے میں ان کے سامنے کچھ بات کی۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے فرماتے تھے جو شخص تقدیر کے بارے میں کسی قسم کی گفتگو کرے گا اس سے قیامت کے روز سوال کیا جائے گا۔ اور جو اس بارے میں کوئی بات نہ کرے گا اس سے کچھ سوال نہ ہوگا۔

○ فی الزوائد: اسنادهذا الحديث ضعيفٌ.

ماٰخذ:

ابنِ ماجه المقدمة باب فی القدر.

○ كنز العُمَّال ج ١ ص ١٣١ : حديث نمبر ٦١٦ بحوال دار قطنی فی الافراد عَن ابی هريرة.

۴۔ مَنْ تَكَلَّمَ فِی الْقَدَرِ فِی الدُّنْيَاسُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَاِنْ اَخْطَأَ هَلَكَ، وَمَنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ و لَمْ يُسْأَلْ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جس نے دنیا میں تقدیر کے بارے میں کسی قسم کی گفتگو کی تو اگر اس میں خطا ہوئی تو وہ مارا گیا اور جو خاموش رہا اور کوئی بات نہ کی تو اس سے قیامت کے روز کوئی بازپرس نہ ہوگی۔

ماٰخذ:

كنز العمال ج ١ ص ١٣١ حديث نمبر ٦١٦ بحواله دار قطنی فی الافراد عن ابی هريرة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔ اَخْبَرَنَا اَبُوا لْیَمَان، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِیْرٍ، عَنْ اِسْحَاقَ، عَنِ الزُّھْرِیِّ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ اَنَّ حُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ اَخْبَرَہٗ

اَنَّ عَلِیَّ بْنَ طَالِبٍ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَقَہٗ وَ فَاطِمَۃَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَاتُصَلُّوْنَ؟ قَالَ عَلِیٌّ فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اَنْفُسَنَابِیَدِ اللّٰہِ فَاِذَاشَآءَ اَنْ یَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَالَ لَہٗ ذٰلِکَ وَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیْہِ شَیْئًا ثُمَّ سَمِعْتُہٗ وَھُوَ مُدْبِرٌ یَضْرِبُ فَخِذَہٗ وَ ھُوَ یَقُوْلُ: وَ کَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا.

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور پوچھا کہ تم لوگ نمازِ تہجد کیوں نہیں پڑھتے؟ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے جواب دیا یارسول اللہ! ہمارے نفس اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ چاہے گا کہ ہم اٹھیں تو اٹھ جائیں گے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً واپس ہو گئے اور انہیں اس وقت کچھ نہیں کہا۔ میں نے سنا کہ واپس جاتے ہوئے حضورؐ نے اپنی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا: ''انسان سب سے زیادہ جھگڑالو واقع ہوا ہے۔''

قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ. مَااَتَاکَ لَیْلًا فَھُوَ طَارِقٌ وَ یُقَالُ الطَّارِقُ النَّجْمُ وَ الثَّاقِبُ الْمُضِیْءُ یُقَالُ اَثْقِبْ نَارَکَ لِلْمُوْقِدِ.

مآخذ:

- بخاری ج۲ ص ۱۰۹۱ کتاب الاعتصام باب قَوْلِہٖ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَشَیْءٍ جَدَلًا.
- بخاری ج۱ ص۱۵۲ کتاب التہجد باب تحریض النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی قیام اللیل.
- مسلم ج۱ ص۲۶۵ کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا باب الحث عَلی صلاۃ اللّیل و ان قَلّث.
- نَسائی کتاب قیام اللیل وتطوع النھار باب الترغیب فی قیام اللیل.
- مسندِ احمد ج ۱ ص۷۷ مرویات علی ابن ابی طالب.

۶. حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ، اَبُوْدَاوُدَ اَنْبَانَا شُعْبَۃُ عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ رِبْعِیِّ بْنِ حَرَّاشٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۲۔ وَكَانَ الْإِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا.

انسان سب سے زیادہ جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

اس حدیث کو زہری نے امام زین العابدین سے اور انہوں نے حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (بخاری ونسائی) محدثین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس پلٹ جانے اور آیت پڑھنے کی مختلف توجیہیں کی ہیں۔ مگر میں اس کے صاف معنی یہ سمجھتا ہوں کہ عملی زندگی کے مسائل میں تقدیر کے مسئلہ سے استدلال کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔

۷۳۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین اور فقہاء کے گروہ نے صرف والقدر خیرہ و شرہ من اللہ (تقدیر اچھی اور بری اللہ کی طرف سے ہے) کہ مجمل اعتقاد پر اکتفا کیا ہے اور اس باب میں زیادہ کھوج لگانے اور جبر یا قدر کا قطعی حکم لگانے والوں کی سخت مذمت کرتے رہے ہیں لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ سلف کی ممانعت کے باوجود دوسری قوموں کے مسائل فلسفہ و طبیعات کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے یہ مسئلہ مسلمانوں میں بھی پیدا ہوا اور اس کثرت سے اس پر بحث کی گئی کہ آخر کار یہ اسلامی علم کلام کے مہماتِ مسائل میں داخل ہو گیا۔ (مسئلہ جبر وقدر اشاعت ہشتم ص ۴۶ تا ۴۸)

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَايُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِاَرْبَعٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّاۤاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ، وَ يُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ، وَيُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ يُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ.

حضرت علیؓ سے مروی ہے بیان کیا انہوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لائے، پہلی یہ کہ اس بات کی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا برحق رسول ہوں اور مرنے اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان لائے اور تقدیر پر ایمان لائے۔

ماخذ:

○ ترمذی ابواب القدر باب ماجاء فی الایمان ○ ابن ماجه المقدمة باب فی القدر. ○ مسندِ احمد ج ۱ ص ۹۸ عن علی. ○ ابوداؤد طیالسی عن علی بن ابی طالب جزاوّل ص ۱۷. ○ مستدرک حاکم کتاب الایمان ج ۱ ص ۳۳.

تخریج

حَدَّثَنَا اَبُوالْخَطَّاب زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ نَاعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِيْهِ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ تقدیر کا فائدہ عملی زندگی میں

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۷۴۔ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْئَالُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا فَاِنَّمَا لَهَا مَاقُدِّرَ لَهَا۔[۱]

ترجمہ: ''کسی عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی دوسری بہن (یعنی سوکن) کو طلاق دینے کا مطالبہ اس خیال سے کرے کہ اس کے تمتعات اور حظوظ میں کوئی دوسرا شریک نہ رہے اور رزق کا پیالہ تنہا اس کے لئے خالی ہو جائے اس لئے کہ بہر صورت اس کو وہی ملے گا جو اس کے لئے مقدر کر دیا گیا ہے۔''

بخاری کتاب النکاح باب الشروط التی لاتحل فی النکاح۔ اسی کے قریب قریب بیہقی اور ابونعیم اصبہانی نے دوسرے طریقوں سے نقل کیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ اہلِ علم کے نزدیک یہ حدیث ان تمام احادیث میں سب

لَایُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ وَ حَتّٰی یَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَهٗ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَهٗ وَ اَنَّ مَا اَخْطَأَهٗ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَهٗ.

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ تقدیر کے خیر اور شر (اچھے برے) ہونے پر ایمان نہ لائے اور اس بات کا اسے علم نہ ہو جائے کہ جو کچھ اسے پہنچنا ہے وہ اس سے خطا نہیں جا سکتا، اور جو کچھ اس سے خطا ہو گیا وہ اسے کسی بھی صورت پہنچنے والا نہیں تھا۔

و فی الباب عن عبادة و جابر و عبداللّٰه ابن عمر. هذا حديث غريب من حديث جابر، لانعرفه الامن حديث عبداللّٰه ابن ميمون. و عبداللّٰه بن ميمون منكر الحديث.

مآخذ:

ترمذی ابواب القدر باب ماجاء فی الایمان بالقدر خیرہٖ و شرہٖ.

o کنز العمّال ج ۱ ص ۱۱۵. ۱۱۶.

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ، ثنا سُفْیَانُ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ،

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَایُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ''بندہ اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ تقدیر کے اچھے اور برے ہونے پر ایمان نہ لائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بہتر ہے جو تقدیر کے مسئلہ میں منقول ہیں۔ اس کا منشا یہ ہے کہ اگر شوہر عورت کی بات مان بھی لے اور اس بیوی کو طلاق بھی دے دے جس کے متعلق وہ عورت یہ گمان کرتی ہے کہ وہ اس کے رزق میں شریک ہو جائے گی تب بھی اس تدبیر سے آپ کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس کو صرف اتنا ہی ملے گا جتنا خدا نے اس کے لئے لکھ دیا ہے، خواہ شوہر اس کی شرط قبول کرے یا نہ کرے۔

ایک دوسری حدیث:

۷۵۔ ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں بہت سی لونڈیاں ہمارے ہاتھ آئیں اور ہم نے ان سے تمتع کیا۔ مگر اس خیال سے کہ اولاد نہ ہو، عزل کرنے لگے۔ پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم پوچھا۔ آپؑ نے سنتے ہی فرمایا:

''اَوَاِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ؟''

''کیا واقعی تم ایسا کرتے ہو؟''

مآخذ:

- مسندِ احمد ج ۲ ص ۲۱۲ روایت عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص۔

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَاتَسْئَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَ لِتَنْكِحَ فَاِنَّ لَهَا مَاقُدِّرَلَهَا.

مآخذ:

- بخاری ج ۲ ص ۹۷۶ کتاب القدر باب قوله وكان امر اللّٰه قدرا مقدورا.
- بخاری ج ۲ ص ۷۷۴ کتاب النکاح باب الشروط الّتی لاتحل فی النکاح.
- مؤطا امام مالک کتاب الجامع جامع ماجاء فی اهل القدر.
- مسندِ احمد ج ۲ مرویات ابی هريرة ص ۲۳۸، ۲۷۴، ۳۱۱، ۴۱۰، ۴۲۰، ۴۸۷، ۴۸۹، ۵۰۸، ۵۱۲، ۵۱۶.

۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
لَايَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْاَلُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا فَاِنَّمَا لَهَا مَاقُدِّرَلَهَا.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی سوال آپؐ نے تین مرتبہ دہرایا، پھر فرمایا:

مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ.

''قیامت کے دن تک جو بچے پیدا ہونے ہیں وہ تو پیدا ہو کر ہی رہیں گے۔''

تشریح: ان دونوں حدیثوں میں جن اصولوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، اگر ان کو وسعت کے ساتھ ہم اپنی زندگی کے معاملات میں استعمال کریں تو وہ معاشی کشمکش اور مزاحمت جس نے دنیا سے سکون واطمینان چھین لیا ہے کس قدر جلد ختم ہو جائے۔ نہ کوئی کسی کو اپنے رزق کا چھیننے والا سمجھے اور نہ اپنے رزق کی حفاظت کے لئے کسی کی مزاحمت کرے، نہ سرمایہ دار اور مزدور کا سوال پیدا ہو اور نہ کسان اور زمیندار کا، نہ کردگر اور بیسل زہاروف پیدا ہوں، نہ لینن اور اسٹالین، نہ معاشی اور تمدنی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اسقاطِ حمل اور منعِ حمل کی طرف رجوع کیا جائے اور نہ اللہ کے انتظام میں اصلاح کی کوشش کی جائے۔

یہی حدیث بخاری میں کتاب النکاح کے علاوہ کتاب الشروط اور کتاب البیوع میں بھی ہے۔ مزید برآں اسے مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

ماخذ:

- مسلم ج ۱ ص ۴۵۳ کتاب النکاح باب تحریم الجمع بین المرأة و عمتها و خالتها فی النکاح.
- مسلم ج ۲ ص ۳ کتاب البیوع باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیه و سَومِه علی سومه الخ.
- ابو داؤد کتاب الطلاق باب فی المرأة تسال زوجها طلاق امرأة له.
- ترمذی ابواب الطلاق باب ماجاء لاتسال المرأة طلاق اختها.
- نَسائی کتاب البیوع باب سوم الرجل علیٰ سوم اخیه.
- دار قُطنی ج ۳ ص ۴۷ کتاب البیوع.

مسلم میں فانما لها ماقُدِّر لها کی جگہ فانما لها ما کتب الله لها اور فان الله رازقها ہے۔
نسائی کی ایک روایت میں بھی فانمالها ما کتب اللّٰه لَهَا مروی ہے۔

تخریج

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ بْنِ مُحَيْرِيْزٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: اَصَبْنَا سَبْيًا فَكُنَّا نَعْزِلُ فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَوَ اِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ اور ایسے ہی بے شمار اخلاقی اور عملی فوائد ہیں، جو قضا و قدر کی اسلامی تعلیم سے حاصل ہوتے ہیں، اور انہی فوائد کا حصول اصلی مقصود بھی تھا۔ مگر ہماری بدقسمتی کہ ہم نے اس کے عملی اور اخلاقی پہلو کو نظر انداز کر کے اپنی ساری توجہات فلسفیانہ پہلو کی طرف پھیر دیں اور اپنے مذاقِ طبیعت کے مطابق کلام اللہ اور کلامِ رسولؐ سے ان مسائل کو حل کرنے لگے جو کلام الناس سے ہم نے اخذ کیے تھے۔

مَامِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلَّاهِيَ كَائِنَةٌ.

مآخذ:

- بخاری ج ۲ ص ۷۸۴ کتاب النکاح باب العزل.
- مسلم ج ۱ ص ۴۶۴ کتاب النکاح باب حکم العزل.
- ابو داؤد کتاب النکاح باب ماجاء فی العزل.
- ابن ماجه کتاب النکاح باب العزل.
- مُسند احمد ج ۳ ص ۲۲، ۴۷، ۴۹، ۵۷ وغیرہ مرویات ابو سعید خدری.
- مؤطا امام مالک کتاب الطلاق باب ماجاء فی العزل.

حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَيْرِيْزِنِ الْجُمَحِيُّ،

اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَآءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُصِيْبُ سَبْيًا وَ نُحِبُّ الْمَالَ كَيْفَ تَرٰى فِي الْعَزْلِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَوَ اِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ لَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَّاتَفْعَلُوْا فَاِنَّهُ لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللّٰهُ اَنْ تَخْرُجَ اِلَّاهِيَ كَائِنَةٌ.

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک انصاری آیا اور پوچھنے لگا یا رسول اللہ کچھ قیدی ہمارے ہاتھ آئے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ مال و دولت حاصل ہو، تو عزل کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ یہ سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا: "کیا تم اس طرح کرتے ہو، اگر ایسا نہ کرو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ کوئی روح ایسی نہیں جس کے پیدا ہونے کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ لکھ دیا ہو اور وہ معرضِ وجود میں نہ آئے۔"

مآخذ:

- بخاری ج ۲ ص ۹۷۷ کتاب القدر باب قوله و کان امر اللّٰه قدرًا مقْدُوْرًا.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ نہ قرآن مجید ہم کو مابعد الطبیعات کی تعلیم دینے کے لئے اتارا گیا تھا، نہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ آپ فلسفہ کے پروفیسر کا کام انجام دیں اور نہ خدا اور رسول نے کبھی اس کو پسند کیا کہ ہم اپنی زندگی کے عملی معاملات کو چھوڑ کر ان، بعد الطبیعی مسائل میں الجھ جائیں جن سے دین و دنیا کا کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔ (مسئلہ جبر و قدر اشاعت ہشتم ص۸۳تا۸۵)

(نوٹ) مسئلہ جبر وقدر پر مزید تفصیلی بحث مصنف کے رسالہ مسئلہ جبر و قدر میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

کیا مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے؟

۶۷۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوَائِدَةُ وَ الْمَوْءُوْدَةُ فِي النَّارِ. (مشكوٰة، باب الايمان بالقدر[ا])

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لڑکی کو زندہ گاڑنے والی اور وہ لڑکی جو زندہ گاڑی گئی دونوں جہنم میں جائیں گی۔''

تشریح: اصل مسئلہ یہ ہے کہ بچے جو سنِ رُشد کو پہنچنے اور کسی مذہبِ حق یا مذہبِ باطل کو بالا رادہ اختیار کرنے سے پہلے ہی مر گئے ان کا انجام کیا ہوگا؟ اس مسئلے پر روشنی ڈالنے والی بہت سی احادیث پائی جاتی ہیں، مگر اُن میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب جنت میں جائیں گے، بعض کہتی ہیں کہ کفار و مشرکین کے بچے دوزخ میں اور اہلِ ایمان کے بچے جنت میں جائیں گے اور بعض سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے معاملے کا فیصلہ اپنے اس علم کے لحاظ سے کرے گا کہ وہ کیا کرنے والے تھے، یعنی جوان ہو کر مومن صالح بنتے یا کچھ اور۔ انہی مختلف المعنیٰ احادیث میں سے ایک (مذکورہ بالا) حدیث بھی ہے۔ (یہ) اُن احادیث کے سلسلے میں آتی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کفار و مشرکین کے بچے جہنم میں جائیں گے، یا بالفاظِ دیگر بچوں کے ساتھ آخرت میں وہی معاملہ کیا جائے گا جس کے مستحق اُن کے والدین ہوں گے۔

جب احادیث میں اس طرح کا کھلا کھلا اختلاف واقع ہو جائے، اور ان کو جمع کر کے کوئی ایسا مفہوم تلاش کرنا مشکل ہو جس میں سب کے درمیان مطابقت پیدا ہو سکے تو پھر یہ دیکھنا ضروری ہو جاتا ہے کہ ان میں سے کون سند کے لحاظ سے زیادہ قوی اور معنی کے لحاظ سے قرآن اور دین کے اصول عامہ کے مطابق ہیں۔ جو احادیث ایسی ہوں ان کو دوسری تمام احادیث پر ترجیح دی جائے گی اور انہی کو قبول کیا جائے گا۔

تخریج

ا۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ، ثَنَا بْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: قَال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوَائِدَةُ وَ الْمَوْءُوْدَةُ فِي النَّارِ. قَالَ يَحيىٰ (بْنُ زَكَرِيَّا)قَالَ اَبِيْ: فَحَدَّثَنِيْ اَبُو اِسْحَاقَ اِنَّ عَامِراً حَدَّثَهُ بِذٰلِكَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَن بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمائے محققین نے اس قاعدے کے مطابق ان مختلف احادیث کو جانچ کر مسئلہ زیر بحث میں جس چیز کو مذہب صحیح قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے تمام بچے جنت میں جائیں گے، کیونکہ اسی مضمون کی احادیث زیادہ قوی ہیں۔ قرآن کے مطابق ہیں، اور دین کے اصولِ عامہ بھی انہی کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ امام نووی شرح مسلم میں اس مسئلے پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رہے مشرکین کے بچے، تو ان کے بارے میں تین مذہب ہیں۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ ایک گروہ ان کے معاملے میں توقف کرتا ہے اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہیں یہی مذہب صحیح ہے، اسی کو محققین نے اختیار کیا ہے، اور اس کی تائید بہت سی چیزوں سے ہوتی ہے۔ مثلاً بخاری کی وہ حدیث جس میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت میں دیکھا اور ان کے ارد گرد لوگوں کے بچے تھے۔ صحابہ کرام نے پوچھا کیا ان میں مشرکین کے بچے بھی تھے؟[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مشرکین کے بچے بھی تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلاً۔'' ''ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ کوئی رسول نہ بھیج دیں۔'' اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ بچے پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ رسول کا قول اس پر لازم ہوتا ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ (بخاری کتاب القدر. باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة)

مآخذ:

ابو داؤد کتاب السنة باب فی ذراری المشرکین.

- طبرانی کبیر ج۴ ص۴۲ سلمة بن یزید جعفی.
- مسندِ احمد ج۳ ص۴۷۸.
- کنز العمّال ج۱ ص۲۷ حدیث نمبر ۱۲۸ عن سلمة بن یزید الجعفی.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ اَبُوْهِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْرَجَاءٍ،

حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِمَّا يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ هَلْ رَأٰى اَحَدٌ مِّنْكُمْ؟ قَالَ: فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے صحابہ کرام سے پوچھتے کہ آج رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے تو بیان کرے چنانچہ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو وہ سنا دیتا۔ ایک روز علی الصبح آپؐ نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے پاس آج رات دو آنے والے آئے ...... آپؐ نے ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے وہ اگرچہ اس کی صراحت نہیں کرتا کہ غیر مکلّف انسان سب کے سب جنت میں جائیں گے، مگر اس معاملہ میں وہ صاف فیصلہ دیتا ہے کہ جہنم میں صرف وہی لوگ جائیں گے جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے منہ موڑ کر شیطان کا اتباع کریں۔

لِئَلَّايَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (النساء: ١٦٥)

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ. (صٓ. ٨٥)

كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ. قَالُوْا، بَلٰى قَدْجَآءَ نَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا (الملک ٨.٩)

لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّاوُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ. (البقرہ: ١٨٦) یہ اور بہت سی دوسری آیات اس معاملہ میں بالکل صاف ہیں۔

اب رہ گئیں احادیث، تو ان میں بکثرت ایسی صحیح روایات موجود ہیں جو یا تو اس کی صراحت کرتی ہیں کہ بچے جنت میں جائیں گے، یا اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ عذابِ آخرت سے محفوظ رہیں گے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور وہ روایت ہے جو صحیحین میں کئی طریقوں سے آئی ہے۔

۱. مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّايُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ. فَاَبوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُمَجِّسَانِهٖ كَمَاتُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ۔

يَقُصَّ وَ اَنَّهٗ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ اَنَّهٗ اَتَانِيْ اللَّيْلَةَ اٰتِيَانٌ......الخ

وَ اَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيْلُ الَّذِىْ فِي الرَّوْضَةِ اَنَّهٗ اِبْرَاهِيْمُ وَاَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِيْنَ حَوْلَهٗ فَكُلُّ مَوْلُوْدٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ: فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَولَادُ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَ اَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ.

لمبا خواب سنایا جس کے آخر کا حصہ یہ تھا۔

پس وہ دراز قد آدمی جو باغ میں تشریف فرما تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے ارد گرد جو بچے بیٹھے تھے وہ ایسے بچے تھے جو اپنی اصل فطرت پر فوت ہوئے تھے یعنی بلوغ سے پہلے۔ راوی کا بیان ہے کہ بعض مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا مشرکین کی اولاد بھی؟" آپ نے ارشاد فرمایا۔ "ہاں مشرکین کی اولاد بھی۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی بچہ ایسا نہیں ہے جو فطرت پر پیدا نہ ہوتا ہو۔ بعد میں اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی، مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جانور کے پیٹ سے صحیح و سالم جانور پیدا ہوتا ہے۔ کیا ان میں سے تم کسی کو کن کٹا پاتے ہو (یعنی ان کے کان تو بعد میں جاہل لوگ اپنی رسموں کی وجہ سے کاٹتے ہیں)

اس حدیث میں فطرت پر پیدا ہونے سے مراد اسلام پر پیدا ہونا ہے، کیونکہ یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کو اس کے بالمقابل بیان کیا گیا ہے۔ نیز اس کی بعض روایتوں میں علٰی فطرة الاسلام اور علی هذه الملّة کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو بات کو بالکل واضح کر دیتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ خود بخود نکلتا ہے کہ بچہ خواہ کافر ماں باپ ہی کا کیوں نہ ہو، اپنے والدین کے مذہب پر نہیں بلکہ اس فطری مذہب پر پیدا ہوتا ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ[1] (الروم۔ ۳۰) وہ ماں کے پیٹ سے

ماخذ:

بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۴ کتاب التعبیر. باب تعبیر الرؤیا بعد صلٰوة الصبح.

۲۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ، اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ یُصَلّٰی عَلٰی کُلِّ مَوْلُوْدٍ مُتَوَفّٰی وَاِنْ کَانَ لِغَیَّةٍ (وَلَدُالزِّنَا) مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰی فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ یَدَّعِیْ اَبَوَاهُ الْاِسْلَامَ اَوْاَبُوْهُ خَاصَّةً وَاِنْ کَانَتْ اُمُّهٗ عَلٰی غَیْرِ الْاِسْلَامِ اِذَاسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّیَ عَلَیْهِ وَلَایُصَلّٰی عَلٰی مَنْ لَّایَسْتَهِلُّ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ سِقْطٌ فَاِنَّ اَبَاهُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کَانَ یُحَدِّثُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

ابن شہاب کا قول ہے۔ اگر نومولود مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگر اس نے بوقت ولادت چیخ ماری ہو، خواہ وہ ولدالزنا ہی کیوں نہ ہو اس وجہ سے کہ اس کی پیدائش فطرتِ اسلام پر ہوئی ہے۔ اس کے والدین اسلام کے داعی ہوں یا صرف باپ ہی اسلام کا دعویٰ کرتا ہو خواہ اس کی ماں مسلمان نہ ہو۔ بصورتِ دیگر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ کیونکہ چیخ نہ مارنے کی صورت میں وہ گرا ہوا تصور کیا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر بچہ جو کسی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے، اصل انسانی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ ماں باپ ہیں جو اسے بعد میں یہودی یا عیسائی یا مجوسی وغیرہ بنا ڈالتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہر جانور کے پیٹ سے پورے کا پورا صحیح و سالم جانور برآمد ہوتا ہے۔ کیا تم ان میں سے کسی کو کن کٹا پاتے ہو۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ یہ آیت تلاوت فرماتے۔ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا۔

[1] قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کفر لے کر نہیں آتا، بلکہ کفر، شرک، دہریت، جو کچھ بھی اس کو لاحق ہوتی ہے، بعد میں اپنے ماحول سے لاحق ہوتی ہے۔ اب اگر وہ اُس عمر کو نہ پہنچا ہو جس میں یہ بیرونی اثرات اس پر پڑیں اور وہ ان کو قبول کر کے کافر یا مشرک یا دہریہ بنے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی اس صحیح فطرت پر دنیا سے رخصت ہو گیا جو کفر اور معصیت سے پاک ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس دارالعذاب میں بھیجا جائے جو صرف کافروں اور فاسقوں ہی کے لیے بنایا گیا ہے۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی وہ حدیث ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

۷۷. اِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ کُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّیَاطِیْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِیْنِهِمْ (مسلم ج ۱)

میں نے اپنے بندوں کو حنیف پیدا کیا بعد میں شیاطین آئے اور انہیں ان کے دین سے ہٹا لے گئے۔

اس حدیث کی بعض روایتوں میں حنفاء مسلمین کے الفاظ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلم حنیف پیدا فرمایا تھا۔

مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْیُنَصِّرَانِهٖ اَوْیُمَجِّسَانِهٖ کَمَا تنتجُ الْبَهِیْمَةُ بَهِیْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْهُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا الآیة

مآخذ:

- بخاری ج ۱ ص ۱۸۱. کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه الخ.

امام بخاری نے باب فی القدر میں ایک روایت ابو ہریرہؓ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

۳. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا وَیُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ وَ یُنَصِّرَانِهٖ کَمَا تُنْتِجُوْنَ الْبَهِیْمَةَ هَلْ تَجِدُوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَاءَ حَتّٰی تَکُوْنُوْا اَنْتُمْ تَجْدَعُوْنَهَا؟ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَأَیْتَ مَنْ یَمُوْتُ وَهُوَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ابتداء ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے تمھارے جانوروں کے پیٹ سے صحیح وسالم جانور پیدا ہوتے ہیں کیا ان میں سے اس وقت کسی کو کن کٹا پاتے ہو یہاں تک کہ تم خود ان کے کان کاٹ دیتے ہو، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! جو بچہ صغیر سنی میں فوت ہو جائے اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا“ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ بڑے ہو کر کیا عمل کرتے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس سے بھی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو انسان شیطانی گمراہیوں کو اخذ اور اختیار کرنے سے پہلے مر جائیں وہ اسی حنیف کے عالم میں مرتے ہیں جو ان کا پیدائشی دین ہے، اور ان کے عذابِ آخرت میں مبتلا ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

۷۸۔ اس کے بعد وہ احادیث ملاحظہ ہوں جن میں صراحت ہے کہ کافر و مومن سب کے بچے جنت میں جائیں گے۔ اس معنی میں سب سے زیادہ معتبر وہ حدیث ہے جو امام بخاریؒ نے کتاب التعبیر اور کتاب الجنائز میں حضرت سمرۃ بن جُندب سے نقل کی ہے۔ اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز صبح کی نماز کے بعد حضور ﷺ نے اپنا ایک طویل خواب سنایا جو آپؐ نے رات کے وقت دیکھا تھا۔ اس خواب میں حضورؐ کو ثواب و عذاب کے بہت سے مناظر دکھائے گئے تھے اور ایک جگہ جنت میں آپ کی ملاقات ایک طویل القامت بزرگ سے ہوئی تھی، جن کے گرد و پیش بہت سے بچے (اولاد الناس) تھے۔ سیر کرانے والے فرشتے (جبریلؑ) نے آپؐ کو بتایا کہ یہ بزرگ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ وَاَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِیْنَ حَوْلَهٗ فَکُلُّ ۱ مَوْلُوْدٍ مَاتَ عَلَی الْفِطْرَةِ. ''رہے یہ بچے جو ان کے گرد و پیش ہیں، تو ان میں ہر وہ بچہ

صَغِیْرٌ؟ قَالَ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ.

ماخذ:

○ بخاری ج۲. ص۹۷۶ کتاب القدر باب الله اعلم بما کانوا عاملین. ○ مسلم ج۲. ص۳۳۶ کتاب القدر باب معنی کا مولود یولد علی الفطرة حکم موت اطفال الکفار و اطفال المسلمین.

تخریج

۱ حَدَّثَنَا اَبُوْغَسَّانِ الْمِسْمَعِیُّ، وَمُحَمَّدُبْنُ مُثَنّٰی، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارِ بْنِ عُثْمَانَ وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ غَسَّانٍ وَابْنُ مُثَنّٰی قَالَا: نَا مُعَاذُبْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّیْرِ، عَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ فِیْ خُطْبَتِهٖ: اَلَا اِنَّ رَبِّیْ اَمَرَنِیْ اَنْ اُعَلِّمَکُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِیْ یَوْمِیْ هٰذَا کُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ کُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّیَاطِیْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِیْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَیْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ یُّشْرِکُوْا بِیْ مَالَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا الخ.

ماخذ:

○ مسلم ج۲. ص۳۸۵ کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها. ○تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۰. ○مسند احمد ج ۴ مرویات عیاض بن حمار.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شامل ہے جو فطرت پر مرا ہے۔'' اس کی تشریح چاہتے ہوئے حاضرین میں سے ایک صاحب نے سوال کیا اولادُالْمُشرِکِیْنَ؟ کیا ان میں مشرکین کے بچے بھی شامل تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ اَبُوْ هِشَامٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا

سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمْ؟ قَالَ فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَن شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُصَّ وَاَنَّهٗ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ اِنَّهٗ اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتِيَانِ وَاِنَّهُمَا انْبَعَثَانِيْ وَاِنَّهُمَا قَالَا لِيْ انْطَلِقْ، وَاِنِّيْ انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَاِنَّا اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ وَاِذَا اٰخَرُ قَآئِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ وَاِذَاهُوَ يَهْوِيْ بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهٖ فَيَثْلَغُ رَاْسَهٗ فَيَتَدَ هْدَهُ الْحَجَرَهٰهُنَا فَيَتَّبِعُ الْحَجَرَ فَيَاْ خُذُهٗ فَلَا يَرْجِعُ اِلَيْهِ حَتّٰى يَصِحَّ رَأْسُهٗ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ

حضرت سمرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام سے اکثر فرمایا کرتے کہ ''کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔'' اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو بیان کر دیتا اور آپؐ اس کی تعبیر بیان فرما دیتے۔ ایک دن صبح کے وقت آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آج رات میں نے ایک خواب دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور اٹھا کر مجھے اپنے ساتھ لے چلے۔ چلتے چلتے ہم ایسے مقام پر پہنچے جہاں ایک شخص لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص اس کے سامنے کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں بھاری پتھر تھا جس سے اس لیٹے ہوئے آدمی کا سر پھوڑ رہا تھا۔ جب پتھر سر کو پھوڑ کر آگے لڑھک جاتا تھا تو وہ شخص اس پتھر کو لینے کے لئے آگے بڑھتا تو اس کی واپسی پر اس کا سر ٹھیک ہو جاتا وہ دوبارہ اس کے سر پر پتھر مار کر سر پھوڑ دیتا۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا سبحان اللہ یہ دونوں شخص کون ہیں؟ میرے ساتھیوں نے جواب دیا کہ آگے چلو جب ہم آگے چلے تو آگے ایک شخص چت لیٹا ہوا تھا اس کے سامنے ایک شخص کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں زنبور تھا جس سے وہ اس لیٹے ہوئے شخص کے جبڑے کو چیر کر گدی تک لے جاتا۔ اسی طرح دوسری جانب سے اس کے جبڑے کو جب چیرتا تو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بِهِ الْمَرَّةَ الْأُوْلٰى قَالَ: قُلْتُ: لَهُمَا سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا هٰذَانِ؟ قَالَ: قَالَالِيْ انْطَلِقْ اِنْطَلِقْ قَالَ: فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ وَ اِذَا اٰخَرُقَآءِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوْبٍ مِنْ حَدِيْدٍ وَ اِذَا هُوَيَأْ تِيْ اَحَدَ شَقِّيَّ وَ جْهِهٖ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهٗ اِلٰى قَفَاهُ وَ مَنْخِرَهٗ اِلٰى قَفَاهُ وَ عَيْنَهٗ اِلٰى قَفَاهُ قَالَ وَ رُبَمَا قَالَ اَبُوْرَجَاءٍ: فَيَشُقُّ. ثُمَّ يَتَحَوَّلُ اِلٰى الْجَانِبِ الْاٰخِرِ فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَافَعَلَ بِالْجَانِبِ الْاَوَّلِ فَمَا يَفْرُغُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ حَتّٰى يَصِحَّ ذٰلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْاُوْلٰى قَالَ: قُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا هٰذَانِ؟ قَالَ: قَالَالِيْ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى مِثْلِ التَّنُّوْرِ قَالَ وَ اَحْسِبُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فَاِذَا فِيْهِ لَغَطٌ وَاَصْوَاتٌ قَالَ: فَاطَّلَعْنَا

پہلی جانب سے ٹھیک ہو جاتا۔ میں نے کہا سبحان اللہ یہ کون شخص ہیں؟ تو میرے ساتھیوں نے جواب دیا کہ آگے چلو۔ جب ہم آگے چلے تو تنور کی طرح ایک غار دیکھا جس میں شور وغل کی آواز آرہی تھی اور اس میں بہت سے مرد اور عورتیں تھیں جو بالکل برہنہ تھے جب آگ کے شعلے اوپر کو اٹھتے تو وہ لوگ بھی ساتھ ہی اوپر تک آجاتے اور جب آگ کے شعلے نیچے کی طرف ہو جاتے تو وہ لوگ بھی نیچے کی طرف چلے جاتے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو میرے ساتھیوں نے جواب دیا آگے چلو۔ جب ہم آگے چلے تو آگے ایک ندی دیکھی جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔ اس نہر میں ایک شخص تیر رہا تھا اور ندی کے کنارے ایک شخص کھڑا تھا جس کے پاس بہت سے پتھر پڑے ہوئے تھے جب وہ تیرنے والا شخص ندی کے کنارے آنے لگتا تو باہر والا اس کے منہ کو کھولتا اور اس میں پتھر ڈالتا پھر وہ شخص وہاں ہی پہنچ جاتا جہاں سے وہ آیا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو میرے ساتھیوں نے جواب دیا کہ آگے چلو۔ جب ہم آگے چلے تو ایک نہایت بدصورت آدمی نظر آیا جس کے سامنے آگ تھی جس کو دھونک رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ میرے ساتھیوں نے جواب دیا کہ آگے چلو۔ جب ہم آگے آئے تو ایک باغ نظر آیا جو کہ پھل اور پھول سے نہایت مزین تھا۔ اس باغ میں ایک طویل القامت شخص تھا اور اس شخص کے گردا گرد بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے اور یہ بچے کن لوگوں کے ہیں؟ تو میرے ساتھیوں نے کہا آگے چلو۔ ہم آگے چل پڑے پھر ہمیں ایک عظیم الشان باغ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاں مشرکین کے بچے بھی۔

فِيْهِ فَإِذَا فِيْهِ رِجَالٌ وَنِسَآءٌ عُرَاةٌ فَإِذَا هُمْ يَأْتِيْهِمْ لَهَبٌ مِنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ فَإِذَا أَتَاهُمْ ذٰلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا قَالَ: قُلْتُ لَهُمْ: مَا هٰؤُلَآءِ؟ قَالَ: قَالَالِيْ اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ قَالَ: فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ حَسِبْتُ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اَحْمَرُمِثْلَ الدَّمِ وَ اِذَا فِي النَّهْرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَسْبَحُ وَ اِذَا عَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ قَدْ جُمِعَ عِنْدَهُ حِجَارَةٌ كَثِيْرَةٌ وَ اِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَايَسْبَحُ ثُمَّ يَاْتِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ قَدْجُمِعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةُ فَيَفْغَرُلَهُ فَاهُ فَيُلْقِمُهُ حَجَرًا. فَيَنْطَلِقُ فَيَسْبَحُ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَيْهِ كُلَّمَارَجَعَ اِلَيْهِ فَغَرَلَهُ فَاهُ فَاَلْقَمَهُ حَجَرًا قَالَ: قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَان؟ قَالَ: قَالَالِيْ اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ قَالَ: فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ كَرِيْهِ الْمَرْاٰةِ كَاَكْرَهِ مَا اَنْتَ رَاءٍ رَجُلًا مَرْاٰةً وَ اِذَا عِنْدَهُ نَارٌ لَّهُ يَحُشُّهَا وَ يَسْعٰى حَوْلَهَا قَالَ: قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَا؟ قَالَ: قَالَالِيْ

دکھائی دیا۔ اس جیسا عظیم اور حسین باغ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ اس باغ میں چڑھو تو ہم اوپر چڑھے اور ایسے شہر تک پہنچ گئے جس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی تھی تو ہم اس شہر کے دروازہ کے پاس آ گئے پھر ہم نے دروازہ کھولنے کو کہا تو ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔ ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو ہمیں اس شہر میں کچھ لوگ ایسے ملے جن کا ایک رخ اس سے بھی حسین تر تھا جو حسین ترین تم نے دیکھا ہو اور دوسرا رخ اس سے بھی بدشکل تھا جیسا بدشکل تم نے دیکھا ہو۔ میرے دونوں ساتھیو نے ان لوگوں سے کہا کہ اس سامنے کی نہر میں غوطہ لگاؤ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ نہر کشادہ اور صاف و شفاف پانی والی ہے چنانچہ وہ لوگ اس نہر میں غوطہ لگانے کے لئے کود پڑے اور پھر اس نہر سے اس حالت میں نکلے کہ نہایت خوبصورت تھے اور ان کی بدصورتی دور ہو گئی۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنتِ عدن ہے اور یہ سامنے تیرا گھر ہے۔ پس میرے ساتھیوں نے میری نظر اوپر کی طرف اٹھوائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک محل ہے جو کہ سفید بادل کی شکل کا تھا۔ میرے ساتھیوں نے کہا کہ یہ تیرا گھر ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا کرے مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ ابھی نہیں اور عنقریب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۹۔ اس کی تائید اس روات سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد میں خنساء بنت معاویۃ بن صریم سے مروی ہے۔ وہ کہتی ہیں

اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَاَتَیْنَا عَلٰی رَوْضَۃٍ مُعْتَمَّۃٍ فِیْھَا مِنْ کُلِّ نَوْرِ الرَّبِیْعِ وَ اِذَا بَیْنَ ظَھْرِی الرَّوْضَۃِ رَجُلٌ طَوِیْلٌ لَا اَکَادُ اَرٰی رَأْسَہٗ طُوْلًا فِی السَّمَآءِ وَ اِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ اَکْثَرَ وِلْدَانٍ رَأَیْتُھُمْ قَطُّ قَالَ: قُلْتُ لَھُمَا مَا ھٰذَا ماھٰؤُلَآءِ؟ قَالَ: قَالَالِیْ اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فَانْتَھَیْنَا اِلٰی رَوْضَۃٍ عَظِیْمَۃٍ لَمْ اَرَ رَوْضَۃً قَطُّ اَعْظَمَ مِنْھَا وَلَا اَحْسَنَ قَالَ: قَالَالِیْ ارْقِ فِیْھَا قَالَ: فَارْتَقَیْنَا فِیْھَا. فَانْتَھَیْنَا اِلٰی مَدِیْنَۃٍ مَبْنِیَّۃٍ بِلَبِنِ ذَھَبٍ وَ لَبِنِ فِضَّۃٍ، فَاَتَیْنَا بَابَ الْمَدِیْنَۃِ فَاسْتَفْتَحْنَا فَفُتِحَ لَنَافَدَخَلْنَا ھَا فَتَلَقَّانَافِیْھَا رِ جَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِھِمْ کَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ وَ شَطْرٌ کَاَقْبَحِ مَا اَنْتَ رَاءٍ قَالَ: قَالَا لَھُمْ اِذْھَبُوْا فَقَعُوْا (امرمن وقع یقع) فِیْ ذٰلِکَ النَّھْرِ قَالَ وَ اِذَانَھْرٌ مُعْتَرِضٌ یَجْرِیْ کَاَنَّ مَاءَ ہٗ الْمَحْضُ فِی الْبَیَاضِ. فَذَھَبُوْا

آپ اپنے گھر چلے جائیں گے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج کی رات میں نے بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے۔ مجھے یہ بتلاؤ کہ ان عجائبات کی حقیقت کیا ہے؟ میرے ساتھیوں نے جواباً کہا کہ ابھی بتلائے دیتے ہیں۔ سنو پہلا شخص جس کو تم نے دیکھا کہ جس کا سر پھوڑا جاتا تھا وہ حافظِ قرآن ہے جس نے قرآن بھلا دیا اور رات کو فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا ہے اور جس شخص کو تم نے دیکھا تھا کہ لوہے کے زنبور سے اس کے جبڑے کو چیرا جاتا تھا وہ ایسا جھوٹا آدمی ہے جس کا جھوٹ دنیا بھر میں مشہور ہو جاتا۔ اور جن برہنہ مردوں اور عورتوں کو تنور میں دیکھا تھا وہ زانی اور زانیہ مرد و عورتیں ہیں۔ اور جو شخص اس نہر میں تیرتا تھا اور کنارے والا آدمی اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا تھا وہ سود خوار ہے۔ اور وہ شخص جو نہایت بدصورت آگ دہکا رہا تھا وہ جہنم کا داروغہ مالک نامی فرشتہ ہے۔ وہ طویل القامت شخص جو باغ میں بیٹھا تھا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے آس پاس جو بچے تھے وہ تمام وہ بچے ہیں جو دینِ فطرت پر مرے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس موقع پر بعض مسلمانوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! اور مشرکین کے بچے بھی؟ تو آپؐ نے فرمایا ''ہاں مشرکین کے بچے بھی۔'' اور وہ لوگ جو اس شہر میں آپؐ نے دیکھے جن کی صورت کچھ اچھی اور کچھ بری تھی وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اچھے اعمال کے ساتھ برے اعمال ملا رکھے تھے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ معاف فرما دیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ میری پھوپھی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: مَنْ فِی الْجَنَّۃِ؟ جنتی کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فَوَقَعُوْا فِیْهِ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَیْنَا قَدْذَهَبَ ذٰلِکَ السُّوْءُ عَنْهُمْ فَصَارُوْا فِی اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ: قَالَالِیْ هٰذِهٖ جَنَّةُ عَدْنٍ وَهٰذَاکَ مَنْزِلُکَ قَالَ: فَسَمَا بَصَرِی صُعُدًا فَاِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَیْضَآءِ قَالَ: قَالَالِیْ هٰذَاکَ مَنْزِلُکَ قَالَ: قُلْتُ لَهُمَا بَارَکَ اللّٰهُ فِیْکُمَا ذَرَانِیْ فَاَدْخُلَهٗ قَالَا اَمَّاالْاٰنَ فَلَاوَاَنْتَ دَاخِلُهٗ قَالَ: قُلْتُ لَهُمَا: فَاِنِّیْ قَدْرَأَیْتُ مُنْذُ اللَّیْلَةِ عَجَبًا فَمَا هٰذَا الَّذِیْ رَأَیْتُ قَالَ: قَالَالِیْ اَمَّا اِنَّا سَنُخْبِرُکَ اَمَّا الرَّجُلُ الْاَوَّلُ الَّذِیْ اَتَیْتَ عَلَیْهِ یُثْلَغُ رَاْسُهٗ بِالْحَجَرِ فَاِنَّهٗ یَاْخُذُ الْقُرْاٰنَ فَیَرْفُضُهٗ (یترک)وَیَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَةِ، وَ اَمَّا الرَّجُلُ الَّذِیْ اَتَیْتَ عَلَیْهِ یُشَرْشَرُشِدْ قُهٗ اِلٰی قَفَاهُ وَ مَنْخِرُهٗ اِلٰی قَفَاهُ وَ عَیْنُهٗ اِلٰی قَفَاهُ فَاِنَّهٗ الرَّجُلُ یَغْدُوْا مِنْ بَیْتِهٖ فَیَکْذِبُ الْکَذْبَةَ تَبْلُغُ الْاٰفَاقَ، وَ اَمَّا الرَّجُلُ وَ النِّسَآءُ الْعُرَاةُ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ مِثْلِ بِنَآءِ التَّنُّوْرِ فَاِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِیُّ، وَ اَمَّا الرَّجُلُ الَّذِیْ اَتَیْتَ عَلَیْهِ یَسْبَحُ فِی النَّهْرِ وَ یُلْقَمُ الْحِجَارَةُ فَاِنَّهٗ اٰکِلُ الرِّبٰو وَاَمَّا الرَّجُلُ الْکَرِیْهُ الْمَرْاٰةِ الَّذِیْ عِنْدَالنَّارِ یَحُشُّهَا وَ یَسْعٰی حَوْلَهَا فَاِنَّهٗ مَالِکٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ وَ اَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِیْلُ الَّذِیْ فِی الرَّوْضَةِ فَاِنَّهٗ اِبْرَاهِیْمُ وَ اَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِیْنَ حَوْلَهٗ فَکُلُّ مَوْلُوْدٍ مَاتَ عَلَی الْفِطْرَةِ قَالَ: فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اَوْلَادُ الْمُشْرِکِیْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَ اَوْلَادُ الْمُشْرِکِیْنَ وَ اَمَّا الْقَوْمُ الَّذِیْنَ کَانُوْا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَ شَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِیْحٌ فَاِنَّهُمْ قَوْمًا خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَ اٰخَرَ سَیِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

مآخذ: بخاری ج۲ ص۱۰۴۳ کتاب التعبیر باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح۔

۲۔ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُو رَجَآءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی صَلَاةً اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: مَنْ رَأٰی مِنْکُمُ اللَّیْلَةَ رُؤْیَا؟ فَاِنْ رَأٰی اَحَدٌ قَصَّهَا فَیَقُوْلُ مَاشَآءَ اللّٰهُ فَسَاَلَنَا یَوْمًا فَقَالَ: هَلْ رَأٰی مِنْکُمْ اَحَدٌ رُؤْیَا قُلْنَا: لَا،قَالَ:لٰکِنِّیْ رَأَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ فَاَخَذَ بِیَدَیَّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: النَّبِیُّ فِی الْجَنَّةِ، وَ الشَّهِیْدُ فِی الْجَنَّةِ وَ الْمَوْلُودُ فِی الْجَنَّةِ. ''نبی جنّتی ہے، شہید جنّتی ہے، بچہ جنّتی ہے۔'' ۱؎

فَاَخْرَ جَانِیْ اِلٰی اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ، وَ رَجُلٌ قَائِمٌ بِیَدِهٖ قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسٰی كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِیْدٍ یُدْخِلُهٗ فِیْ شِدْقِهٖ حَتّٰی یَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ یَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا فَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَهٗ فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَا: اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰی قَفَاهُ وَ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰی رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ اَوْ صَخْرَةٍ فَیَشْدَخُ بِهَا رَاْسَهٗ فَاِذَا ضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ اِلَیْهِ لِیَاْخُذَهٗ فَلَا یَرْجِعُ اِلٰی هٰذَا حَتّٰی یَلْتَئِمَ رَاْسُهٗ وَعَادَ رَاْسُهٗ كَمَا هُوَ فَعَادَ اِلَیْهِ فَضَرَبَهٗ قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَا اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا اِلٰی نَقْبٍ مِثْلَ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَیِّقٌ وَ اَسْفَلُهٗ وَ اسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَارٌ فَاِذَا اقْتَرَبَ اِرْتَفَعُوْا حَتّٰی كَادُوْا یَخْرُجُوْنَ فَاِذَا خَمِدَتْ رَجَعُوْا فِیْهَا وَ فِیْهَا رِجَالٌ وَنِسَآءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالَا: اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِیْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلٰی وَسْطِ النَّهْرِ قَالَ یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَوَهَیْبُ بْنُ جَرِیْرِبْنِ حَازِمٍ وَعَلٰی شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَیْنَ یَدَیْهِ حِجَارَةٌ فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِیْ فِی النَّهْرِ فَاِذَا اَرَادَاَنْ یَخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ بِحَجْرٍ فِیْ فِیْهِ فَرَدَّهٗ حَیْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَآءَ لِیَخْرُجَ رَمٰی فِیْ فِیْهِ بِحَجَرٍ فَیَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ: مَاهٰذَا؟ قَالَا: اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا اِلٰی رَوْضَةٍ خَضْرَآءَ فِیْهَا شَجَرَةٌ عَظِیْمَةٌ وَ فِیْ اَصْلِهَا شَیْخٌ وَصِبْیَانٌ وَاِذَا رَجُلٌ قَرِیْبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَیْنَ یَدَیْهِ نَارٌ یُوْقِدُهَا فَصَعِدَانِیْ فِی الشَّجَرَةِ فَاَدْخَلَانِیْ دَارًا لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ وَ اَفْضَلَ مِنْهَا فِیْهَا رِجَالٌ شُیُوْخٌ وَ شَبَابٌ وَ نِسَآءٌ وَ صِبْیَانٌ ثُمَّ اَخْرَجَانِیْ مِنْهَا فَصَعِدَابِی الشَّجَرَةَ فَاَدْ خَلَانِیْ دَارًا هِیَ اَحْسَنُ وَ اَفْضَلُ فِیْهَا شُیُوْخٌ و شَبَابٌ قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِی اللَّیْلَةَ فَاَخْبِرَانِیْ عَمَّارَاَیْتُ قَالَا: نَعَمْ اَمَّا الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ یُشَقُّ شِدْقُهٗ فَكَذَّابٌ یُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰی تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَیُصْنَعُ بِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَ الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ یُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّیْلِ وَ لَمْ یَعْمَلْ فِیْهِ بِالنَّهَارِ یُفْعَلُ بِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَالَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی النَّقَبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَ الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی النَّهْرِ اٰكِلُوْا الرِّبٰو. وَالشَّیْخُ الَّذِیْ فِیْ اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرَاهِیْمُ وَ الصِّبْیَانُ حَوْلَهٗ فَالْاَوْلَادُ النَّاسِ وَ الَّذِیْ یُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُالْاُوْلٰی الَّتِیْ دَخَلْتَ دَارُعَآمَّةِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَمَّاهٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ وَ اَنَا جِبْرَئِیْلُ وهٰذَا مِیْكَائِیْلُ فَارْفَعْ رَاْسَكَ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَاِذَا فَوْقِیْ مِثْلُ السَّحَابِ قَالَا: ذٰلِكَ مَنْزِلُكَ فَقُلْتُ: دَعَانِیْ (اُتْرُكَانِیْ)اَدْخُلُ مَنْزِلِیْ قَالَا: اِنَّهٗ بَقِیَ لَكَ عُمْرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِا سْتَكْمَلْتَ اَتَیْتَ مَنْزِلَكَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض علماء نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن مجید جن کو غلمان اور وِلْدَانٌ مُخَلَّدُوْنَ (ہمیشہ حالتِ طفلی ہی میں رہنے والے لڑکے) کہا گیا ہے وہ یہی بچے ہوں گے۔ یہ بات بہت قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے اور بعید نہیں کہ اس کی صورت یہ ہو کہ جن بچوں کے والدین جنتی نہ ہوں وہ اہلِ جنت کے دائمی اور ابدی خادم بنا دیے جائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس بات کو اصل قرار دینے کے بعد دوسری تمام احادیث کی یا تو اس کے مطابق تاویل کی جائے گی، یا پھر ان کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی جگہ صحیح ہوں مگر ان کے کوئی ایسے معنی ہوں جو روایت کردہ الفاظ سے پوری طرح ظاہر نہ ہو رہے ہوں۔ (رسائل و مسائل حصہ سوم اشاعت دوم ص ۱۷۸ تا ۱۸۴)

انسان کے ''فطرت'' پر پیدا ہونے کا مفہوم

۸۰. كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُمَجِّسَانِهٖ[۱]

ترجمہ: ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرتِ (سلیمہ) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں جو حقیقت بیان ہوئی ہے وہ دراصل یہ ہے کہ انسان خدا کے ہاں سے کفر یا شرک یا دہریت

ماٰخذ:

- بخاری کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۸۵ باب ....

ف ۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثَنَا عَوْفٌ، حَدَّثَتْنَا حَسْنَاءُ بِنْتُ مُعَاوِيَةَ الصَّرِيْمِيَّةُ قَالَتْ: ثَنَا عَمِّيْ، قَالَ: قُلْتُ: لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: اَلنَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَ الشَّهِيْدُ فِي الْجَنَّةِ وَالْمَوْلُوْدُ (فِي الْجَنَّةِ) وَالْوَئِيْدُ (فِي الْجَنَّةِ)

ماٰخذ:

ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی فضل الشهادة.

- مُسندِ احمد ج ۵ ص ۵۸ حدیث رجال من الانصار رضی اللہ عنهم.
- کنز العُمَّال ج۱۴ ص ۴۷۴ حدیث ۳۹۳۱۹.
- مجمع الزوائد ج۷ ص ۲۱۹. اس نے بھی والموؤدة نقل کیا ہے۔
- مُسندِ احمد نے وَالْوَئِيْدُ اور وَالْمَوْؤُدَة دونوں لفظ نقل کیے ہیں۔

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لے کر نہیں آتا بلکہ وہ خالص فطرت لے کر آتا ہے جو خدا کے سوا اپنے کسی معبود کو نہیں جانتی اور شرائع الٰہیہ کے فطری اصولوں کے سوا کسی چیز سے مانوس نہیں ہوتی۔ اگر اس فطرت پر آدمی برقرار ہے اور کوئی بگڑا ہوا ماحول اسے مشرکانہ افکار و اعمال اور گمراہانہ اخلاق و اوصاف کی طرف نہ موڑ دے تو اسے انبیاء علیہم السلام کی پیش کردہ تعلیمات کو قبول کرنے میں ذرا تامل نہ ہو۔ وہ اس چیز کو اس طرح لے جیسے اس کی اپنی چیز تھی جو کسی نے لا کر اسے دے دی۔

لیکن یہ حقیقت کا صرف ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ ''اسلام'' جس چیز کو کہتے ہیں وہ کسی آدمی کو خود بخود حاصل نہیں ہو جاتی بلکہ صرف انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے ہی ملتی ہے، اور ایک آدمی مسلم اسی وقت ہوتا ہے جب کہ انبیاء کے پیش کردہ دین کو جان کر دل سے اس کی تصدیق کرے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص سنِ شعور کو پہنچنے تک ٹھیک ٹھیک اسی فطرت پر قائم ہو جس پر اللہ نے اسے پیدا کیا تھا، تب بھی اس کا مسلم ہونا اسی پر موقوف ہوگا کہ نبی کے واسطے سے اس کو دین ملے اور وہ اسے قبول کرے۔ جو شخص اس بات کو نہیں مانتا وہ دراصل یہ کہتا ہے کہ آدمی ماں کے پیٹ سے جو فطرت لے کر آتا ہے وہی پورا کا پورا اسلام ہے اور وہی آدمی کے ہدایت یافتہ ہونے کے لئے کافی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ شرائع کا نزول اور انبیاء کی آمد بالکل غیر ضروری ہے۔ حالانکہ قرآن جس بات کو بار بار وضاحت کے ساتھ پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو بہرحال خدا کی طرف سے ایک رہنمائی کی ضرورت ہے اور وہ ہر شخص کو براہِ راست نہیں بلکہ انبیاء کے واسطے سے ہی مل سکتی ہے، اور اسی کا اتباع قبول کرنے پر آدمی کی نجات کا مدار ہے دیکھیے، جس وقت کوئی اجتماعی ماحول سرے سے موجود نہ تھا اور کسی یہودیت یا نصرانیت یا مجوسیت کا نام و نشان تک نہ تھا، اُس وقت اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کو خطاب کر کے فرمایا۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ.

''پس اگر میری طرف سے تمہارے پاس رہنمائی آئے تو جو لوگ میری رہنمائی کی پیروی کریں گے ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔''

اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُمَجِّسَانِهٖ كَمَثَلِ الْبَهِيْمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةَ هَلْ تَرٰى فِيْهَا جَدْعَآءَ؟

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر بچہ جو کسی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے، اصل انسانی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ ماں باپ ہیں جو اسے بعد میں عیسائی یا یہودی یا مجوسی وغیرہ بنا ڈالتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہر جانور کے پیٹ سے پورا کا پورا صحیح و سالم جانور برآمد ہوتا ہے۔ کوئی بچہ بھی کٹے ہوئے کان لے کر نہیں آتا، بعد میں مشرکین اپنے اوہامِ جاہلیت کی بنا پر اس کے کان کاٹتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماخذ:

بخاری ج ا ص ۱۸۵ کتاب الجنائز باب ماقیل فی اولاد المشرکین.

- مسندِ احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۴۷ مرویات ابی ہریرۃ .
- مسند احمد بن حنبل میں ابو ہریرہؓ سے مروی روایت کے الفاظ:

مَامِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّايُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَبَوَاهُ اللَّذَانِ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ كَمَا تُنْتِجُوْنَ اَنْعَامَكُمْ هَلْ تَكُوْنُ فِيْهَا جَدْعَاءُ حَتّٰى تَكُوْنُوْا اَنْتُمْ تَجْدَعُوْنَهَا قَالَ رَجُلٌ: وَاَيْنَ هُمْ؟ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ قَالَ قَيْسٌ: مَااَرٰى ذٰلِكَ الرَّجُلَ اِلَّا كَانَ قَدَرِيًّا.

ابوداؤد میں ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ: يُهَوِّدَانِهٖ و يُنَصِّرَانِهٖ كَمَا تَنَاتَجُ الْاِبِلُ مِنْ بَهِيْمَةٍ جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّ مِنْ جَدْعَاءَ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوْتُ وَ هُوَ صَغِيْرٌ؟ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

ماخذ:

ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی ذراری المشرکین.

- ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے مروی روایت کے الفاظ اس طرح بیان کیے ہیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْمِلَّةِ، فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَ يُنَصِّرَانِهٖ وَ يُشَرِّكَانِهٖ قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَنْ هَلَكَ قَبْلَ ذٰلِكَ؟ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ بِهٖ

ماخذ:

- ترمذی ابواب القدر باب ماجاء کل مولود یولد علی الفطرۃ.
- مسلم ج ۲ ص ۳۳۶ کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ
- مؤطا امام مالک ج ا ص ۱۸۵ کتاب الجنائز جامع الجنائز .

مسلم نے ابو ہریرہؓ سے یہ روایت بھی بیان کی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی جس فطرت کو اللہ نے فجور اور تقویٰ کی ایک الہامی معرفت بخشی ہے وہ اگر اپنی سلیم حالت میں بھی محفوظ ہو پھر بھی وہ خود راستہ پالینے کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے وحی کی رہنمائی ناگزیر ہے، فطرت کی صلاحیت زیادہ سے زیادہ بس اتنی ہی ہے کہ وحی کے ذریعہ سے جب اس کے سامنے راہِ حق پیش کی جائے تو وہ اسے پہچان لیتی ہے اور اس کی تصدیق کرتی ہے مگر وحی کے بغیر خود راہ یاب ہو جانا اس کے بس میں نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر سلیم الفطرت آخر کون ہوسکتا ہے؟ آپ کا حال یہ تھا کہ جب تک وحی نے رہنمائی نہ کی، آپ ٹھٹکے کھڑے تھے اور کچھ نہ جانتے تھے کہ راستہ کدھر ہے۔ وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰى، اور كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا، مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ.

اس اسلام کے متعلق آخر کوئی صاحبِ علم وعقل آدمی یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ مسلمان گھر میں پیدا ہونے والے ہر آدمی کو آپ سے آپ مل جاتا ہے اور اس کے حاصل ہونے کے لئے سرے سے کسی علم وشعور اور ارادی تصدیق کی حاجت ہی نہیں ہے؟ (رسائل ومسائل حصہ دوم ص ۱۰۰ تا ۱۰۲)

۱۸۔ كُلُّ نَسَمَةٍ تُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعَرِّبَ لِسَانُهَا فَاَبَوَاهَا يُهَوِّدَانِهَا اَوْيُنَصِّرَانِهَا۔

ترجمہ: ہر متنفس فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب اس کی زبان کھلنے پر آتی ہے تو ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ اِنْسَانٍ تَلِدُهٗ اُمُّهٗ عَلَى الْفِطْرَةِ وَ اَبَوَاهُ بَعْدُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُمَجِّسَانِهٖ فَاِنْ كَانَا مُسْلِمَيْنِ، فَمُسْلِمٌ. كُلُّ اِنْسَانٍ تَلِدُهٗ اُمُّهٗ يَلْكِزُ الشَّيْطَانُ فِىْ حِضْنَيْهِ اِلَّا مَرْيَمَ وَ ابْنَهَا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہر انسان کو اس کی ماں فطرت (اسلام) پر جنم دیتی ہے۔ پھر بعد میں اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ پس اگر وہ دونوں مسلمان ہوں تو وہ (بچہ) بھی مسلمان ہوگا۔ ہر انسان کو اس کی ماں جب جنم دیتی ہے تو شیطان اس کے پہلوؤں میں ٹھونکا دیتا ہے سوائے مریم اور اس کے بیٹے عیسٰی کے۔

مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے:

فِىْ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا وَ هُوَ عَلَى الْمِلَّةِ.

کوئی ایک بچہ بھی ایسا نہیں جو ملّتِ اسلام پر پیدا نہ ہوتا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸۲۔ ایک جنگ میں مسلمانوں نے دشمنوں کے بچوں تک کو قتل کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا مَابَالُ اَقْوَامٍ جَاوَزَهُمُ الْقَتْلُ الْيَوْمَ حَتّٰى قُتِلَ الذُّرِّيَّةُ، ''لوگوں کو کیا ہو گیا کہ آج وہ حد سے گزر گئے اور بچوں تک کو قتل کر ڈالا۔'' ایک شخص نے عرض کیا کیا یہ مشرکین کے بچے نہ تھے؟ فرمایا اِنَّمَا خِيَارُكُمْ اَبْنَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ. تمہارے بہترین لوگ مشرکین ہی کی تو اولاد ہیں۔'' پھر فرمایا كُلُّ نَسَمَةٍ تُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعَرِّبَ عَنْهُ لِسَانُهَا

۸۳۔ فَاَبَوَاهَا يُهَوِّدَانِهَا اَوْيُنَصِّرَانِهَا.

''ہر متنفس فطرت پر پیدا ہوتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کی زبان کھلنے پر آتی ہے تو ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۷۵۲۔۷۵۳ الروم حاشیہ ۴۵)

۸۴۔ اِنَّ رَبِّىْ يَقُوْلُ اِنِّىْ خَلَقْتُ عِبَادِىْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمَ الشَّيَاطِيْنُ فَاَضَلَّتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَ حَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ و اَمَرَتْهُمْ اَنْ يُّشْرِكُوْا بِىْ مَالَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا.

ترجمہ: (حدیث قدسی) جو امام احمدؒ نے عیاض حمار المجاشعی سے نقل کی ہے اس میں بیان ہوا ہے کہ ایک روز رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ کے دوران میں فرمایا: ''میرا رب فرماتا ہے کہ میں نے اپنے تمام بندوں کو حنیف پیدا کیا تھا، پھر شیاطین نے آکر انہیں ان کے دین سے گمراہ کیا، اور جو کچھ میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا اسے حرام کیا اور انہیں حکم دیا کہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک ٹھہرائیں جن کے شریک ہونے پر میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔''

وَ فِىْ رِوَايَةِ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ اَبِىْ مُعَاوِيَةَ اِلَّا عَلٰى هٰذِهِ الْمِلَّةِ حَتّٰى يُبَيِّنَ عَنْهُ لِسَانُهُ.

ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے تا آنکہ اس کی زبان نہ کھل جائے۔

وَ فِىْ رِوَايَةِ اَبِىْ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِىْ مُعَاوِيَةَ. لَيْسَ مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا عَلٰى هٰذِهِ الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعَبِّرَ عَنْهُ لِسَانُهُ.

جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے تا آنکہ اس کی زبان نہ کھل جائے۔

ماخذ:

مسلم ج ۲ ص ۳۳۶ کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة الخ.

حَدَّثَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوْبَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْمُنَادِىِّ، ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُؤَدِّبُ، ثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح: یعنی تمام انسان اس فطرت پر پیدا کیے گئے ہیں کہ ان کا کوئی خالق اور کوئی رب اور کوئی معبود و مطاع حقیقی ایک اللہ کے سوا نہیں ہے۔ اسی فطرت پر تم کو قائم ہو جانا چاہیے۔ اگر خود مختاری کا رویہ اختیار کرو گے تب بھی فطرت کے خلاف چلو گے اور اگر بندگی غیر کا طوق اپنے گلے میں ڈالو گے تب بھی اپنی فطرت کے خلاف کام کرو گے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۷۵۲ الروم حاشیہ ۴۵)

عَنِ الْاَسْوَدِبْنِ سُرَيْعٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَاتَلُوا الْمُشْرِكِيْنَ فَاَفْضٰى بِهِمُ الْقَتْلُ اِلَى الذُّرِّيَّةِ فَلَمَّا جَاءُ وْا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: مَاحَمَلَكُمْ عَلٰى قَتْلِ الذُّرِّيَّةِ؟ فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا كَانُوْا اَوْلَادَالْمُشْرِكِيْنَ قَالَ: وَهَلْ خِيَارُكُمْ اِلَّا اَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ؟ وَ الَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ: مَا مِنْ نَسَمَةٍ تُوْلَدُ اِلَّا عَلَى الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعَرِّبَ عَنْهَا لِسَانُهَا.

حضرت اسود بن سریع سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ خیبر کے روز ایک سریہ روانہ کیا وہ مشرکین سے لڑے یہاں تک کہ بچے بھی قتل کیے گئے، یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا ’’بچوں کے قتل پر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا؟‘‘ بولے یارسول اللہ! یہ تو مشرکوں کے بچے ہیں آپؐ نے فرمایا ’’تمہارے بہترین لوگ بھی تو مشرکین کی اولاد ہیں۔ قسم ہے اس ذاتِ گرامی کی جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے۔ ہر متنفس فطرت پر پیدا ہوتا ہے جب تک کہ اس کی زبان نہ کھل جائے۔‘‘

مآخذ:

- المستدرک للحاکم کتاب الجهاد ج۲ باب مامن نسمة تولد على الفطرة.
- فتح القدير للشوكانی ج۴ ص ۲۲۵، ۲۲۶ عن اسود بن سريع بحواله عبدالرزاق، ابن ابی شيبة، ابن مردويه.
- السنن الكبرىٰ للبَيْهَقی ج۹ ص ۱۳۰ كتاب السير باب الولد تبع لابويه حتّٰى يعرب عنه اللسان.

عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ سُرَيْعٍ قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ غَزَوْتُ مَعَهٗ فَاَصَبْتُ ظَفْرًا

حضرت اسود بن سریع سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کی معیت میں غزوات میں شریک ہوا اور کامیاب و کامران ہوا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَقَاتَلَ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى قَتَلُوا الْوِلْدَ اِنَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا بَالُ اَقْوَامٍ جَاوَزَهُمُ الْقَتْلُ الْيَوْمَ حَتّٰى قَتَلُوا الذُّرِّيَّةَ؟ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَاهُمْ اَبْنَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ ؟ فَقَالَ: لَا اِنَّمَا خِيَارُكُمْ اَبْنَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ قَالَ:

لَاتَقْتُلُوْا ذُرِّيَّةً لَا تَقْتُلُوْا ذُرِّيَّةً وَ قَالَ: كُلُّ نَسَمَةٍ تُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعَرِّبَ عَنْهُ لِسَانُهٗ فَاِذَا عَبَّرَ عَنْهُ لِسَانُهٗ اِمَّا شَاكِرًا وَ اِمَّا كَفُوْرًا.

اس روز لوگوں میں قتال کا بازار گرم ہوا یہاں تک کہ انہوں نے معصوم بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو ارشاد فرمایا ''لوگوں کو کیا ہو گیا کہ آج قتل کی نوبت معصوم بچوں تک پہنچ گئی۔ ایک آدمی بولا یا رسول اللہ کیا یہ مشرکین کے بچے نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ''نہیں، تمہارے بہترین اور چیدہ لوگ بھی تو آخر مشرکین کے بچے ہیں۔ معصوم بچوں کو قتل نہ کرو، معصوم بچوں کو قتل نہ کرو۔

اور مزید برآں فرمایا:

''ہر متنفس فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان کھل جاتی ہے۔ جب اس کی زبان کھل جاتی ہے تو پھر یا تو وہ شکر گزار بندہ بن جاتا ہے یا انکار کی روش اختیار کر لیتا ہے۔''

ماخذ:

- ابنِ کثیر ج ۳ ص ۴۳۲۔ مُسندِ احمد ج۳ ص ۴۳۵ مرویات اسود بن سریع.
- نَسائی کتاب السِّیَر ص ۴۳۵.

تخریج

ف ۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ ثَنَا يَحْيَ بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا هِشَامٌ، ثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ مُطَرِّفٍ،

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ اِنَّ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَنِيْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ

حضرت عیاض بن حمار سے مروی ہے۔ کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: دوران خطبہ فرمایا کہ ''میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ آج جتنا کچھ علم مجھے دیا گیا ہے اس میں سے جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کی تعلیم تمہیں دوں، ارشادِ الٰہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَاجَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِیْ فِیْ یَوْمِیْ هٰذَا كُلُّ مَانَحَلْتُهٗ عِبَادِیْ حَلَالٌ وَ اِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَ اِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاَضَلَّتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَ حَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَ اَمَرَتْهُمْ اَنْ يُّشْرِكُوا بِیْ مَالَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا الخ

ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو جو کچھ عطا فرمایا ہے سب حلال ہے اور میں نے اپنے سارے بندوں کو مسلم پیدا کیا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ ان کے پاس شیاطین آتے ہیں اور انہیں ان کے دین سے برگشتہ و گمراہ کردیتے ہیں، جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال ٹھہرائی ہیں وہ ان کو ان پر حرام کر دیتے ہیں اور یہ شیاطین انسانوں کو حکم دیتے ہیں کہ ایسی چیزوں کو میرا ساجھی اور شریک بناؤ جن کے بارے میں میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

ماخذ:

مسندِ احمد ج۴ ص ۱۶۲ روایت عیاض بن حمار.

- ابنِ کثیر ج۲ ص ۴۳۳ سورہ روم زیر تفسیر ایت فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیها الخ
- ابنِ کثیر ج۲ ص ۳۵ ایت یا اهل الکتب قدجاء کم الرسول.
- فتح القدیر للشوکانی ج۴ ص ۲۲۶ عیاض بن حمار.
- مسلم ج۲ ص ۳۸۵ کتاب الجنة و صفة نعیمها واهلها.

مسلم میں فَاَضَلَّتْهُمْ کی بجائے فاجتالتهم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل ششم

ذاتِ باری تعالیٰ احادیث کی روشنی میں

باری تعالیٰ کی عالمِ سماوی سے نسبت۔

۱۸۵۔ ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص ایک کالی لونڈی کو لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھ پر ایک مومن غلام آزاد کرنا واجب ہو گیا ہے، کیا اس لونڈی کو آزاد کر سکتا ہوں؟ حضورؐ نے اس لونڈی سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا۔ حضور نے پوچھا اور میں کون ہوں؟ اس نے پہلے آپؐ کی طرف اور پھر آسمان کی طرف اشارہ کیا جس سے اس کا یہ مطلب واضح ہو رہا تھا کہ آپؐ اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے

تخریج

۱ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْجَوْزَجَانِيُّ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، قَالَ: اَخْبَرَنِي الْمَسْعُوْدِيُّ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَقَالَ لَهَا اَيْنَ اللّٰهُ؟ فَاَشَارَتْ اِلَى السَّمَآءِ بِاِصْبَعِهَا فَقَالَ لَهَا مَا اَنَا؟ فَاَشَارَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اِلَى السَّمَآءِ يَعْنِي اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ: اَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.

ماخذ:

- ابوداؤد کتاب الأيمان والنذور باب فى الرقبة المؤمنة.
- مُسندِ احمد ج۲ ص ۲۹۱ مروياتِ ابی ہریرةؓ.

۲. عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! جَارِيَةٌ لِيْ صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: اَفَلَا اُعْتِقُهَا؟ قَالَ "ائْتِنِيْ بِهَا" قَالَ: فَجِئْتُ بِهَا،

معاویہ بن حکم سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میری ایک لونڈی ہے میں نے اسے تھپڑ مارا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک پر گراں گزری تو میں نے عرض کیا کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ حضورؐ نے فرمایا "اسے میرے پاس لے آؤ" میں اسے آپؐ کی خدمت میں لے آیا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا۔ "اللہ کہاں ہے؟"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:اسے آزاد کردو،یہ مومنہ ہے۔(اسی سے ملتا جلتا قصہ موطا،مسلم اور نسائی میں بھی روایت ہوا ہے)

تشریح:اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے، بلکہ یہ بات اس لحاظ سے فرمائی گئی ہے کہ

قَالَ: "اَيْنَ اللّٰهُ؟" قَالَتْ: "فِي السَّمَآءِ" قَالَ "مَنْ اَنَا؟" قَالَتْ: اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَالَ: اَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.

وہ بولی"آسمان پر"حضورؐ نے پھر پوچھا"کہ میں کون ہوں؟"اس نے جواب دیا۔آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔"حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ"اسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔"

ماخذ:

• ابوداؤد کتاب الأیمان والنذور باب فی الرقبة المومنة.

١. حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ جَآءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَارِيَةٍ لَّهُ سَوْدَآءَ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ: اِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَاِنْ كُنْتَ تَرَاهَا مُؤْمِنَةً أُعْتِقُهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَتَشْهَدِيْنَ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ: اَتَشْهَدِيْنَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ اَتُوْقِنِيْنَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَعْتِقْهَا.

حضرت عبیداللہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی ایک سیاہ فام لونڈی لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا! کہ مجھ پر ایک مومن غلام آزاد کرنا واجب ہوگیا ہے اگر آپؐ کی رائے اس کے بارے میں یہ ہو کہ یہ مومنہ ہے،تو میں اسے آزاد کردوں۔"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے پوچھا"کہ کیا تو اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود حقیقی نہیں؟"اس نے کہا"ہاں میں اس کی شہادت دیتی ہوں۔"آپؐ نے پھر پوچھا"کیا تو اس بات کی شہادت بھی دیتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"وہ بولی:"ہاں میں اس کی بھی شہادت دیتی ہوں۔"آپؐ نے پھر پوچھا:"کیا تو مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے (بعث بعد الموت) پر یقین رکھتی ہے۔"اس نے کہا"ہاں میرا اس پر یقین ہے۔"اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آزاد کردو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماخذ:

مُؤطّا امام مالک کتاب العتاقة والولاء.

مؤطا میں ایک دوسرے مقام پر یہ حدیث قدرے وضاحت سے مروی ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ اَنَّهُ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ جَارِيَةً لِّيْ كَانَتْ تَرْعٰى غَنَمًا لِيْ فَجِئْتُهَا وَ قَدْ فُقِدَتْ شَاةٌ مِنَ الْغَنَمِ فَسَاَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ: اَكَلَهَا الذِّئْبُ فَاَسِفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ فَلَطَمْتُ وَ جْهَهَا وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ اَفَاُعْتِقُهَا؟ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيْنَ اللّٰهُ؟ فَقَالَتْ: فِي السَّمَآءِ؟ فَقَالَ: مَنْ اَنَا؟ فَقَالَتْ: اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَعْتِقْهَا.

عمر بن حکم بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ایک لونڈی ہے جو میری بکریاں چراتی ہے میں اس کے پاس گیا تو بکریوں میں سے ایک بکری کو گم پایا۔ میں نے اس سے بکری کے متعلق دریافت کیا تو بولی کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ یہ سن کر مجھے اس پر بڑا غصہ آیا یہ اس لئے کہ میں بھی آخر اولادِ آدم میں سے ہوں۔ میں نے اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کر دیا اور مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے کیا میں اسے آزاد کر سکتا ہوں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے پوچھا:

"اللہ کہاں ہے؟" اس نے جواب دیا "آسمان میں۔" پھر آپؐ نے دریافت فرمایا "کہ میں کون ہو؟" اس نے جواب دیا "کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اسے آزاد کر دو۔"

ماخذ:

- مُؤطّا امام مالک کتاب العتاقة والولاء.

ط ا عن عمر بن الحكم: قال النسائي كذايقول مالك عمر بن الحكم وغيره يقول معاوية بن الحكم السلمي و قال ابن عبدالبر هكذا قال مالك عمر بن الحكم و هو وهم عندجميع اهل العلم بالحديث وليس في الصحابة رجل يقال له عمر بن الحكم و انما هو معاوية بن الحكم كذاقال فيه كل من روى هذا الحديث عن هلال اوغيره و معاوية بن الحكم معروف في الصحابة وحديثه هذا معروف له. و ممن نص على ان مالكا وهم في ذلك البزار وغيره.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان فطری طور پر جب خدا سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔ دعا مانگتا ہے تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے۔ کسی آفت کے موقع پر سب سہاروں سے مایوس ہوتا ہے تو آسمان کا رُخ کر کے خدا سے فریاد کرتا ہے۔ کوئی ناگہانی بلا آ پڑتی ہے تو کہتا ہے کہ یہ اوپر سے نازل ہوئی ہے۔ غیر معمولی طور پر حاصل ہونے والی چیز کے متعلق کہتا ہے، یہ عالم بالا سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتابوں کو کتبِ سماوی یا کتبِ آسمانی کہا جاتا ہے۔ ان ساری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات کچھ انسان کی فطرت ہی میں ہے کہ جب وہ خدا کا تصور کرتا ہے تو اس کا ذہن نیچے زمین کی طرف نہیں بلکہ اوپر آسمان کی طرف جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۴۸۔ الملک حاشیہ ۲۵)

رؤیت باری تعالیٰ اور اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ

۸۶۔ ترجمہ: حضرت مسروق کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا۔ ''اماں جان! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟'' انہوں نے جواب دیا۔ ''تمہاری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ تم یہ کیسے بھول گئے کہ تین باتیں ایسی ہیں جن کا اگر کوئی شخص دعویٰ کرے تو جھوٹا دعویٰ کرے گا۔'' (ان میں سے پہلی بات حضرت عائشہؓ نے یہ فرمائی کہ) ''جو شخص تم سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹ کہتا ہے۔'' پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیتیں پڑھیں (لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ) نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور (مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْيُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَايَشَآءُ) کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے، مگر یا تو وحی کے طور پر، یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ ایک فرشتہ بھیجے اور وہ اس پر اللہ کے اذن سے وحی کرے جو کچھ وہ چاہے۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا: ''لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصلی صورت

ماٰخذ:

تنویر الحوالک للسیوطی حاشیہ مؤطا امام مالک ج ۲ ص ۱۴۰۔ (مرتب)

تخریج

۱ ۔ حَدَّثَنِي يَحْيٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا وَ كِيْعٌ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: يَااُمَّتَاه هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْقَفَّ شَعْرِيْ مِمَّا قُلْتَ اَيْنَ اَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ؟ مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ، مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَا للَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ، وَ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَدْكَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ وَ مَاتَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَاتَكْسِبُ غَدًا وَ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ كَتَمَ فَقَدْكَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْاٰيَة وَ لٰكِنَّهٗ رَاٰى جِبْرَئِيْلَ فِيْ صُوْرَتِهٖ مَرَّتَيْنِ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں دیکھا تھا۔(اس حدیث کا ایک حصہ بخاری کتاب التوحید باب ۴ میں بھی ہے)۔

(تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

۸۷۔ ترجمہ: کتاب بدء الخلق میں مسروق کی جو روایت امام بخاری نے نقل کی ہے اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی یہ بات سن کر عرض کیا کہ پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا؟ (ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی) اس پر انہوں نے فرمایا: ''اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انسانی شکل میں آیا کرتے تھے مگر اس موقع پر وہ اپنی اصلی شکل میں آپؐ کے پاس آئے اور سارا افق ان سے بھر گیا۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

رؤیتِ جبریلؑ

۸۸. اِنَّمَا ھُوَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ، لَمْ اَرَہٗ عَلٰی صُوْرَتِہِ الَّتِیْ خُلِقَ عَلَیْھَا غَیْرَھَا تَیْنِ الْمَرَّتَیْنِ رَاَیْتُہٗ مُنْھَبِطًا مِّنَ السَّمَآءِ سَادًّا عُظْمَ خَلْقِہٖ مَابَیْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ۔

مآخذ:

- بخاری ج ۲ ص ۷۲۰ کتاب التفسیر۔ سورۃ النجم۔
- مسند ابی عوانۃ ج ۱ ص ۱۵۔

۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَۃَ، قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَکَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّہٗ فَقَدْ کَذَبَ، وَ ھُوَ یَقُوْلُ: لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَ مَنْ حَدَّثَکَ اَنَّہٗ یَعْلَمُ الْغَیْبَ فَقَدْ کَذَبَ وَ ھُوَ یَقُوْلُ لَایَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّااللّٰہُ۔

حضرت مسروق سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو وہ جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ اسے نگاہیں نہیں پا سکتیں اور جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، تو وہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی غیب نہیں جانتا۔''

مآخذ:

- بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۸ کتاب التوحید باب قول اللّٰہ عالم الغیب فلایظھر عَلٰی غیبہ احدا۔
  قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ تفسیر ابن جریر میں بھی یہ روایت درج ہے۔
- ابنِ جریر ج ۱۱ ص ۳۰ سورۃ النجم۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (مسلم کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتہٰی میں حضرت عائشہؓ سے مسروق کی یہ گفتگو زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور اس کا سب سے اہم حصہ یہ ہے)

۸۹۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا "جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افتراء کرتا ہے۔" مسروق کہتے ہیں کہ میں ٹیک لگاتے بیٹھا تھا۔ یہ بات سن کر میں اٹھ بیٹھا اور میں نے عرض کیا، ام المومنین

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، ثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، ثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنِ بْنِ الْاَشْوَعِ عَنِ الشَّعْبِىِّ عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: فَاَيْنَ قَوْلُهٗ.

"ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" قَالَتْ ذٰلِكَ جِبْرِيْلُ كَانَ يَاْتِيْهِ فِىْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَ اِنَّهٗ اَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِىْ صُوْرَتِهِ الَّتِىْ هِىَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ.

مآخذ:

- بخاری ج ۲ ص ۴۵۹ کتاب بدأ الخلق باب اذا قال احد کم آمین والملائکۃ فی السماء آمین الخ
- مسلم ج ۱ ص ۹۸ کتاب الایمان باب معنی قول اللّٰہ عزوجل و لقدرآہ نزلۃ اخری۔
- تفسیر ابن جریر ج ۱۱ ص ۲۷ سورۃ النجم۔

ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۳ سورۃ النجم۔

۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ، حَدَّثَنَا مَصْرُوْفُ بْنُ عَمْرٍو الْيَامِىْ اَبُو الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنِ الْوَلِيْدِ هُوَ ابْنُ قَيْسٍ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ اَبِى الْكَتْلَةِ اَظُنُّهٗ ذَكَرَهٗ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرَ جِبْرِيْلَ فِىْ صُوْرَتِهٖ اِلَّا مَرَّتَيْنِ اَمَّا وَاحِدَةٌ فَاِنَّهٗ سَاَلَهٗ اَنْ يَّرَاهُ فِىْ صُوْرَتِهٖ فَسَدَّ الْاُفُقَ وَاَمَّا الثَّانِيَةُ فَاِنَّهٗ كَانَ مَعَهٗ حَيْثُ صَعِدَ.

حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اصل صورت میں دو ہی مرتبہ دیکھا ہے ایک موقع تو وہ تھا جب آپؐ نے جبریل سے کہا کہ وہ اپنی اصل شکل میں ظاہر ہو (چنانچہ جبریل اپنی شکل میں رونما ہوئے) تو سارا افق اس سے بھر گیا اور دوسرا موقع یہ تھا جب حضورؐ جبریل کی معیت میں آسمان پر چڑھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلدی نہ فرمایئے، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ؟ اور لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اس امت میں سب سے پہلے میں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے کو دریافت کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: "وہ تو جبریل علیہ السلام تھے۔ میں نے اُن کو اُن کی اُس اصلی صورت میں جس پر اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے، ان دو مواقع کے سوا کبھی نہیں دیکھا۔ ان دو مواقع پر میں نے ان کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا، اوران کی عظیم ہستی

مآخذ:

ابنِ کثیر ج۴ ص۲۴۷، ۲۵۳. النجم بحوالہ ابنِ ابی حاتم.

- تفسیر ابنِ جریر ج ۱۱ پ ۲۷ ص ۳۰ سورۃ النجم. ○ فتح القدیر ج۴ ص ۱۱۰ بحوالہ طبرانی، ابوالشیخ فی العظمۃ. ○ مسندِ احمد ج ۱ ص۴۰۷ عبد اللّٰہ بن مسعود. ○ مسندِ ابی عَوَانۃ ج ۱ ص ۱۵۶. ○ طَبَرانی، ابوالشیخ فی العظمۃ بحوالہ فتح القدیر ج۴ ص ۱۱۰.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرٰهِيْمَ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ قَالَتْ: يَا اَبَا عَائِشَةَ ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ، قَالَ: وَ كُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْظِرِيْنِيْ وَلَا تَعْجَلِيْنِيْ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ لَقَدْرَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ وَلَقَدْرَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى؟ فَقَالَتْ: اَنَا

حضرت مسروقؒ سے مروی ہے کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھا تھا انہوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ "تین امور ایسے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں اگر کوئی بات کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔" میں نے عرض کیا اماں جان وہ تین چیزیں کیا ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا "جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افترٰی کرتا ہے۔" مسروق کہتے ہیں کہ میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا۔ اُم المومنین جلدی نہ فرمایئے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وَ لَقَدْرَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ الخ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اس امت میں سب سے پہلے میں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمین وآسمان کے درمیان ساری فضا پر چھائی ہوئی تھی۔ (تفہیم ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَئَالَ عَنْ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّمَا هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ اَرَهُ عَلٰى صُوْرَتِهِ الَّتِىْ خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَهَا تَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِّنَ السَّمَآءِ سَادًّا عُظْمَ خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ فَقَالَتْ: اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَ حْيًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْيُرْسِلَ رَسُوْلًا اِلٰى قَوْلِهٖ عَلِىٌّ حَكِيْمٌ؟ قَالَتْ: وَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ، وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْکَ

سے اس معاملے کو دریافت کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تھا ''وہ تو جبریلؑ تھے میں نے ان کو ان کی اصلی صورت میں جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا ہے ان دو مواقع کے سوا کبھی نہیں دیکھا۔ ان دو مواقع پر میں نے ان کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا اور ان کی عظیم ہستی زمین وآسمان کے درمیان ساری فضا پر چھائی ہوئی تھی۔'' اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے اور یہ ارشاد: کہ کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اس کے روبرو بات کرے۔ اس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے، یا پردے کے پیچھے سے یا پھر وہ کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اس حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے، وحی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی یہ گمان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ میں سے کچھ چھپا لیا ہے تو اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰاَيُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ. یعنی اے نبی آپؐ پر جو کچھ آپؐ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی تبلیغ کرو، لوگوں تک من و عن پہنچا دو اگر ایسا نہ کیا تو آپؐ نے حق رسالت ادا نہ کیا۔ اور تیسرے یہ کہ جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں پیش آنے والی باتوں کا علم رکھتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۰۔ ترجمہ: ابنِ مردویہ نے مسروق کی اس روایت کو جن الفاظ میں نقل کیا ہے وہ یہ ہیں۔
حضرت عائشہؓ نے فرمایا! سب سے پہلے میں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تھا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ حضورؐ نے جواب دیا نہیں، میں نے تو جبریلؑ کو آسمان سے اترتے دیکھا تھا۔[1] (تفہیم ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

قَابَ قَوْسَیْنِ کا مفہوم۔

۹۱۔ ترجمہ: بخاری کتاب التفسیر، مسلم کتاب الایمان اور ترمذی ابواب التفسیر میں زِرّ بن حبیش کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی) کی تفسیر یہ بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [1]

مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ قَالَتْ: وَ مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ یُخْبِرُ بِمَا یَکُوْنُ فِیْ غَدٍ فَقَدْاَعْظَمَ عَلَی اللّٰهِ الْفِرْیَةَ، وَاللّٰهُ یَقُوْلُ قُلْ لَّایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّااللّٰهُ۔

باندھا، ارشادِ ربانی ہے کہ اے محمد کہہ دو کہ آسمانوں اور زمینوں میں سوائے خدا کے اور کوئی غیب کی باتیں نہیں جانتا۔

مآخذ:

- مسلم ج ۱ ص ۹۸ کتاب الایمان باب قول اللّٰہ عزوجل و لقد راٰہُ نزلة اخری و هل رای النبی صلی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسلم ربه لیلة الاسراء۔
- تفسیر ابنِ جَریر ج ۱۱ ص ۳۰ سورة النجم۔
- روح المعانی جز ۲۷ ص ۴۵ سورة النجم۔
- ابنِ کثیر ج ۴ ص ۲۵۱۔

[1] حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی رِزْمَةَ، عَنْ اِسْرَائِیلَ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ،

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی قَالَ: رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جِبْرَئِیْلَ فِیْ حُلَّةٍ مِّنْ رَفْرَفٍ قَدْمَلَأَ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔
هذا حدیث حسن صحیح

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ارشادِ باری تعالیٰ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی (نظر نے جو کچھ دیکھا دل نے اس میں جھوٹ نہ ملایا) کی تفسیر میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو دبیز ریشم کے حلہ میں ملبوس دیکھا کہ وہ آسمان و زمین کے درمیان ساری فضا پر چھایا ہوا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جبریل علیہ السلام کو اس صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ (تفہیم القرآن ج۵ ص۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

۹۲۔ مسلم کی دوسری روایت میں مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اور لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى کی بھی یہی تفسیر زِرّ بن حبیش نے عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کی ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔ (تفہیم القرآن ج۵ ص۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

۹۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ جِبْرِيْلَ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عَلَيْهِ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

ترجمہ: (مسند احمد میں زِرّ بن حُبیش کی دو روایتیں اور نقل ہوئی ہیں جن میں) حضرت عبداللہ بن مسعود وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى، عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبریلؑ

مآخذ:

- ترمذی ابواب التفسیر سورۃ النجم.
- المستدرک للحاکم ج۲ کتاب التفسیر ص۴۶۹.
- مسندِ احمد ج۱ ص۴۱۸ روایت عبداللّٰہ بن مسعود. عبد بن حُمَیْد، ابن المنذر، الطَّبرانی. ابوالشیخ فی العظمة.
- فتح القدیر للشوکانی ج۵ ص۱۱۰ بحوالہ عبد بن حُمَیْد، ابن المنذر، الطبرانی، ابوالشیخ فی العظمة، ابن مردویہ اَبونُعَیم اور بیہقی.

و فی روایة ابنِ مردویه من طریق اخرٰی عن داؤد و ابن ابی هند عن الشعبی.

۲ عَنْ مَسْرُوْقٍ فَقَالَتْ: اَنَا اَوَّلُ مَنْ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ فَقَالَ اِنَّمَا رَأَيْتُ جِبْرَئِيْلَ مُنْهَبِطًا.

مآخذ:

- روح المعانی ج۲۷ ص۴۵ سورۃ النجم بحوالہ ابن مردویہ.

تخریج

۱ حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ زِرًّا عَنْ عَبْدِاللّٰهِ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى. قَالَ حَدَّثَنَا بْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرَئِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے۔
۹۴۔ اسی مضمون کی روایت امام احمدؒ نے شقیق بن سلمہ سے بھی نقل کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زبان سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ فرمایا تھا کہ میں نے جبریل علیہ السلام کو اس صورت میں سدرۃ المنتہیٰ پر دیکھا تھا۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

مآخذ:

- بخاری ج ۳ ص ۷۲۰ کتاب التفسیر باب قوله فكان قَابَ قوسين او ادنىٰ.
- مسلم ج ۱ ص ۹۷ كتاب الایمان باب معنى قول اللّٰه عَزّوجل و لقدراه نزلة اخرىٰ.
- ترمذی ج ۲ ص ۱۶۲. ابواب التفسير سورة النجم.
- مسند ابی عوانة ج ۱ ص ۱۵۳.
- تفسیر ابن جریر ج ۱۱ ص ۲۷.
- رُوح المعانی جز ۲۷ ص ۴۰ سورة النجم.
- فتح القدیر للشوکانی ج ۵ ص ۱۱۰ سورة النجم.

۲۔ قَالَ سَأَلْتُ زِرَّبْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى قَالَ: اَخْبَرَنِي ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ فِي صُوْرَتِهٖ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

مآخذ:

- بخاری ج ۲ ص ۷۲۰ کتاب التفسیر باب قوله فكان قَابَ قوسين اوادنىٰ. ○ مسلم ج ۱ ص ۹۷ كتاب الایمان باب معنى قول اللّٰه عَزّوجل و لقدراه نزلة اخرىٰ. ○ ترمذی ج ۲ ص ۱۶۲. ابواب التفسير سورة النجم. ○ مسند ابی عوانة ج اول ص ۱۵۳.

۴۔ عن زِرٍّ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، اَنَّهٗ قَالَ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَاَيْتُ جِبْرِيْلَ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عَلَيْهِ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ يَنْثُرُ مِنْ رِيْشِهِ التَّهَاوِيْلَ الدُّرَّ وَالْيَاقُوْتَ.

حضرت عبداللہ بن مسعود نے وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى کی تفسیر میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
''میں نے جبریلؑ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ اس کے ہر پر میں سے ملے جلے رنگ والے یاقوت اور موتیوں کی بارش ہو رہی تھی۔ جو سرخ، سبز اور زرد رنگ تھے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

۹۵۔ ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے عطاء بن ابی رباح نے آیت لقد راٰہ نزلۃ اخریٰ کا مطلب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ (رایٰ جبریل علیہ السلام) حضورؐ نے جبریل کو دیکھا تھا۔ (مسلم کتاب الایمان) (تفہیم ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

۹۶۔ ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ سے عبداللہ بن شقیق کی دو روایتیں امام مسلم نے کتاب الایمان میں نقل کی ہیں۔ ایک روایت میں وہ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ حضورؐ نے جواب دیا (نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاهُ) ۲ اور دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ میرے اس سوال کا جواب آپؐ نے یہ دیا کہ (رَاَیْتُ نُوْرًا) حضورؐ کے پہلے ارشاد کا مطلب ابن القیم نے زاد المعاد میں یہ بیان کیا ہے کہ ''میرے اور رویتِ رب کے درمیان نور حائل تھا'' دوسرے ارشاد

مآخذ:

مسندِ احمد ج ۱ ص ۴۱۲ روایت عبداللہ بن مسعود۔

- ابنِ کثیر ج ۴ ص ۲۵۱۔
- فتح القدیر للشوکانی ج ۵ ص ۱۱۰ سورۃ النجم بحوالہ ابن جریر اور ابوالشیخ۔

۵۔ ابْنُ مَسْعُوْدٍ یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ جِبْرِیْلَ عَلَی السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰی وَلَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ. قَالَ: سَأَلْتُ عَاصِمًا عَنِ الْاَجْنِحَةِ فَاَبٰی اَنْ یُّخْبِرَنِیْ قَالَ: فَاَخْبَرَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ اَنَّ الْجَنَاحَ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ.

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے جبریل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہٰی پر دیکھا تھا۔ ان کے چھ سو پر تھے۔'' وہ کہتے ہیں کہ میں نے عاصم سے پروں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ان کے ایک ساتھی نے بتایا کہ ایک پر اس قدر بڑا تھا جتنا مشرق و مغرب کے مابین فاصلہ ہے۔

مآخذ:

مُسندِ احمد ج ۱ ص ۴۰۷ ابن مسعود۔

۶۔ عَنِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ: اِنَّ مُحَمَّدًا لَمْ یَرَجِبْرِیْلَ فِیْ صُوْرَتِهٖ اِلَّا مَرَّتَیْنِ اَمَّا مَرَّةٌ فَاِنَّهٗ سَأَلَهٗ اَنْ یُرِیَهٗ نَفْسَهٗ فِیْ صُوْرَتِهٖ فَاَرَاهُ

حضرت ابنِ مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو دو مرتبہ ان کی اصل شکل میں دیکھا۔ ایک مرتبہ تو اس موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جبریلؑ سے فرمایا کہ ''وہ اپنی اصل شکل و صورت میں سامنے آئیں تو جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

www.KitaboSunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مطلب وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے اپنے رب کو نہیں بلکہ بس ایک نور دیکھا۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

رؤیتِ قلبی کے بارے میں روایات

۹۷۔ ترجمہ: مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے (مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی، وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَةً اُخْرٰی)

صُوْرَتَهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ، وَ اَمَّا الْاُخْرٰی فَاِنَّهٗ صَعَدَ مَعَهٗ حِیْنَ صَعَدَ بِهٖ.

سامنے اپنی اصل شکل وصورت میں آئے۔" اس وقت انہوں نے پورے افق کو گھیر رکھا تھا اور دوسری مرتبہ اس موقع پر جب آپؐ جبریل کی معیت میں آسمان پر تشریف لے گئے۔

وَقَوْلُهٗ: وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ثُمَّ دَنَافَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی قَالَ: فَلَمَّا اَحَسَّ جِبْرِیْلُ رَبَّهٗ عَادَ فِی صُوْرَتِهٖ وَ سَجَدَ الخ.

مآخذ:

مُسندِ احمد ج ۱ ص ۴۰۷ روایت عبداللہ بن مسعود

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: نَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی قَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ.

مآخذ:

مسلم ج ۱ ص ۹۸ کتاب الایمان باب معنی قول اللّٰه عَزَّوَجَلَّ وَلقدراٰه نزلة اخرٰی.

تخریج

۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ: نَاوَکِیْعٌ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ شَقِیْقٍ،

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ؟ فَقَالَ: نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاهُ. وَ فِیْ رِوَایَةٍ رَاَیْتُ نُوْرًا.

حضرت ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضورؐ نے جواب میں فرمایا "وہ نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔" اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

۹۸۔ ترجمہ: نسائی اور ابنِ ابی حاتم نے حضرت ابوذرؓ کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دل سے دیکھا تھا، آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ا (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

۹۹۔ ابنِ مردویہ نے عطاء بن ابی رباح کے حوالہ سے ابنِ عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے نہیں بلکہ دل سے دیکھا تھا۔۲ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

ماخذ:

- مسلم ج ۱ ص ۹۹ کتاب الایمان باب معنی قول اللّٰہ عزوجل و لقدراٰہ نزلۃ اُخرٰی و ھل راٰی النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم ربہ لیلۃ الاسراء.
- ترمذی ابواب التفسیر سورۃ النجم.
- مُسندِ احمد ج۵ ص ۱۷۵ ابوذر غِفاری.
- فتح القدیر ج ۵ ص ۱۱۱ سورۃ النجم بحوالہ ابنِ مَرْدُوْیَہ.

مُسندِ ابی عَوَانۃ ج ۱ ص ۱۴۷ قول النبی نورانّی اراہ.

فتح القدیر للشّوکانی ج ۵ ص ۱۱۱ سورۃ النجم بحوالہ ابنِ مَرْدُوْیَہ.

دوسری روایت:

۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِاَبِيْ ذَرٍّ: لَوْرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: عَنْ اَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ تَسْأَلُهُ؟ قَالَ: كُنْتُ اَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ اَبُوْذَرٍّ: قَدْ سَأَلْتُهُ فَقَالَ: رَأَيْتُ نُوْرًا.

عبداللہ بن شقیق سے مروی ہے کہ میں نے ابوذرؓ سے عرض کیا کہ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوتا تو میں ان سے ضرور پوچھ لیتا ابوذر نے پوچھا کس چیز کے بارے میں پوچھتے؟ میں نے بتایا کہ میں آپؐ سے پوچھتا کہ آیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ ابوذر نے جواب دیا کہ میں نے اس بارے میں آپؐ سے پوچھا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا۔ "میں نے نور دیکھا تھا۔"

ماخذ:

- مسلم ج ۱ ص ۹۹ کتاب الایمان باب معنی قَوْلَ اللّٰہ عَزَّوجل و لقدراٰہ نزلۃ اخرٰی وھل راٰی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ربہ لیلۃ الاسرٰی.
- ترمذی ابواب التفسیر سورۃ النجم.
- فتح القدیر للشّوکانی ج۵ ص ۱۱۱ سورۃ النجم بحوالہ ابنِ مَرْدُوْیَہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۰۔ محمد بن کعب القرظی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہؓ نے پوچھا آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا۔''میں نے اس کو دومرتبہ اپنے دل سے دیکھا۔'' (ابنِ ابی حاتم)

۱۰۱۔ اس روایت کو ابن جریر نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ''میں نے اس کو آنکھ سے نہیں بلکہ دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ (تفہیم القرآن ج۵ ص۲۰۱ النجم حاشیہ۱۴)

۱۰۲۔ ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے امام مسلم کتاب الایمان میں یہ روایت لائے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا (مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرٌ مِّنْ خَلْقِهٖ) اللہ تعالیٰ تک اس کی مخلوق میں سے کسی کی نگاہ نہیں پہنچی۔'' (تفہیم القرآن ج۵ ص۲۰۱ النجم حاشیہ۱۴)

تخریج

ب ۱ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَ اَبُوْسَعِيْدِ نِ الْاَشَجُّ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ، قَالَ الْاَشَجُّ: ثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ: نَا الْاَعْمَشُ عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحُصَيْنِ اَبِىْ جَهْمَةَ عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَيْنِ.

ماخذ:

مسلم ج ۱ ص ۹۸ کتاب الایمان باب معنی قول اللہ عَزَّوَجَلَّ وَلَقَدْرَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى.

- مُسندِ احمد ج ۱ ص۲۲۳ عن ابنِ عبّاس قَالَ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ بِقَلْبِهٖ مَرَّتَيْنِ.
- فتح القدیر للشّوکانی ج۵ ص ۱۱۰ بحوالہ طبرانی، ابنِ مردویہ، بیہقی فی الاسماء و الصفّات.

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ قُلْتُ: اَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُوْلُ لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ قَالَ: وَيْحَكَ ذَاكَ اِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِىْ هُوَ نُوْرُهٗ وَ قَدْرَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ.

هٰذا حدیث حسن غریب

حضرت ابنِ عباس کا قول ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا تو پھر اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ کا کیا مطلب ہے؟ توانہوں نے جواب دیا کہ افسوس ہے (تجھے اس کا صحیح علم نہیں) اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حقیقی نور سے تجلّی فرمائی (تو اس لحہ کسی کو یارائے نظر نہیں ہوسکتا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو بلاشبہ دومرتبہ اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔

ماخذ:

ترمذی ابواب التفسیر سورۃ النجم.

- ابنِ کثیر ج۴ ص ۲۵۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۳۔ ترجمہ: طبرانی اور ابنِ مردویہ نے ابنِ عباسؓ سے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ "وَلَقَدْرَاٰى نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَسِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى. فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى فَقَالَ بْنُ عَبَّاسٍ: قَدْرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

هذا حديث حسن.

ماخذ:

ترمذی ابواب التفسیر سورة النجم.

۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْسَعِيْدِ الْاَشَجُّ، حَدَّثَنَا اَبُوْخَالِدٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَ ةَ،

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ: رَأَيْتُهُ بِفُؤَادِيْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَرَأَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى.

محمد بن کعب سے مروی ہے کہ: لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ جواب میں حضورؐ نے فرمایا "میں نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا ہے۔" پھر آپ نے آیت مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى پڑھی۔

ماخذ:

ابنِ کثیر ج۴ ص ۲۵۰ سورة النَّجم بحوالہ ابنِ ابی حاتم.

۴۔ عَنِ ابْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ مِهْرَانَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ،

عَنْ مُحَمَّدِ، بْنِ كَعْبٍ، عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ: لَمْ اَرَهُ بِعَيْنَيَّ وَ رَأَيْتُهُ بِفُؤَادِيْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ تَلَا ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى.

محمد بن کعب نے بعض اصحابِ نبیؐ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) "کیا آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔" فرمایا "میں نے اسے اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھا البتہ دل سے دو مرتبہ دیدار نصیب ہوا ہے۔" پھر آیت دَنَا فَتَدَلّٰى پڑھی۔

ماخذ:

ابنِ کثیر ج۴ ص ۲۵۰ سورة النجم بحوالہ ابنِ حُمَيْد.

- ابنِ جریر. ج ۱۱ ص ۲۷ سورة النجم.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو دو مرتبہ دیکھا، ایک مرتبہ آنکھوں سے اور دوسری مرتبہ دل سے۔۱ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

تخریج

۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَاعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَ ابْنُ اَبِیْ رِزْمَةَ وَ اَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ اِسْرَائِيْلَ، عَنْ سِمَاکِ ابْنِ حَرْبٍ،

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی قَالَ: رَاٰهُ بِقَلْبِهٖ.
هٰذا حديث حسن.

حضرت عکرمہ نے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی کی تفسیر ابنِ عباسؓ کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ ''آپؐ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔''

ماخذ:

ترمذی ابواب التفسیر سورة النجم.

- تفسير ابنِ جرير. ج ۱ ص ۲۹ سورة النجم.

عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَاٰهُ بِقَلْبِهٖ.

حضرت عطاء نے ابنِ عباس کے حوالہ سے بیان کیا کہ ''آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔''

ماخذ:

مسلم ج ۱ ص ۹۸ كتاب الايمان باب معنى قول الله عزوجل و لقد راه نزلة اخرٰى.

۲. رَوٰی ذٰلِکَ ابْنُ مَرْدُوْيَه عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ هُوَ مروی اَيْضًا عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَ اَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ وَ مِنْهُمْ مَنْ قَالَ رَاٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِقَلْبِهٖ.

ابنِ مردویہ نے حضرت ابنِ عباس کے حوالہ سے اسی طرح حضرت ابنِ مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے کہ آپؐ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا۔

۳. وَرُوِیَ ذٰلِکَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّاَخْرَجَ النَّسَائِیُّ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تعالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ بِقَلْبِهٖ وَ لَمْ يَرَهٗ بِبَصَرِهٖ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۴۔ ترجمہ: نسائی میں عکرمہ کی روایت ہے کہ ابن عباس نے فرمایا (اَتَعْجَبُوْنَ اَنْ تَکُوْنَ الْخُلَّةُ لِاِبْرَاهِیْمَ وَ الْکَلَامُ لِمُوْسٰی وَ الرُّؤْیَةُ لِمُحَمَّدٍ؟) کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے خلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے سرفراز کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کا شرف بخشا۔'' (حاکم نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے)۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

۱۰۵۔ ترجمہ: ابن عباسؓ نے ایک مجلس میں فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۴. اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، وَ ابْنُ الْمُنْذِرِ، وَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ: قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَیْتَ رَبَّکَ: قَالَ: رَأَیْتُهٗ بِفُؤَادِیْ مَرَّتَیْنِ وَ لَمْ اَرَهٗ بِعَیْنَیَّ ثُمَّ قَرَأَ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی.

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم کی متفقہ روایت ہے کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا ''میں نے اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔'' پھر آیت مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی پڑھی۔

مآخذ:

روح المعانی ج ۲۷ ص ۴۶.

○ مُسند ابی عوانة ج ۱ ص ۱۵۳ .

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ اَبُوْکُرَیْبٍ، قَالَا: نَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ قَالَ: نَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ،

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی، قَالَ: قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ کَلِمَاتٍ فَقَالَ:

حضرت ابوموسیٰ نے بیان کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور پانچ باتیں ارشاد فرمائیں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَایَنَامُ وَلَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ یَنَامَ یَخْفِضُ الْقِسْطَ وَ یَرْفَعُهٗ یُرْفَعُ اِلَیْهِ عَمَلُ اللَّیْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ و عَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّیْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ.

لاریب اللہ تعالیٰ کو نیند لاحق نہیں ہوتی۔ اور سو جانا اس کی شان کے شایاں بھی نہیں۔ وہی میزانِ عدل کو نیچے اور اوپر کرتا ہے۔ انسانوں کے رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے اس کے حضور پیش کر دیے جاتے ہیں۔ اور اس کا پردہ نور ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.kitabosunnat.com

اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے اس نے دو مرتبہ کلام کیا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اس کو دیکھا۔" ابن عباس کی اسی گفتگو کو سن کر مسروق حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تھے اور ان سے پوچھا تھا۔ (ان کا سوال جواب مندرجہ بالا ابتدائی احادیث میں نقل کر دیا گیا ہے)۔

وَ فِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ بَکْرٍ النَّارُ لَوْ کَشَفَهٗ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰی اِلَیْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ.

اور ابوبکر کی روایت میں ہے کہ اس کا پردہ آگ ہے اگر وہ اس پردے کو ہٹا دے تو اس کے چہرے کی شعاعیں مخلوق کو جلا کر خاکستر کر دیں، جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے۔

ماخذ:

مسلم ج ا ص ۹۹ کتاب الایمان باب اثبات رویة المؤمنین فی الآخرة ربهم سبحانه وتعالٰی.

- ابنِ ماجه المقدمة باب فیما انکرت الجهمیة.

تخریج

۱۔ رِوَایَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْرَجَ الطَّبَرَانِیُّ وَ ابْنُ مَرْدُوْیَه عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ: اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ مَرَّتَیْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ وَ مَرَّةً بِفُؤَادِهٖ.

ماخذ:

روح المعانی ج۲۷ ص ۴۶ بحواله طبرانی، ابن مَرْدُوْیَه.

- فتح القدیر اللشوکانی ج۵ ص ۱۱۰ سورة النجم.

تخریج

۱۔ قَالَ النَّسَائِیُّ: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِکْرِمَةَ، عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:

اَتَعْجَبُوْنَ اَنْ تَکُوْنَ الْخُلَّةُ لِاِبْرَاهِیْمَ وَ الْکَلَامُ لِمُوْسٰی، و الرُّؤْیَةُ لِمُحَمَّدٍ عَلَیْهِمِ السَّلَامُ

ماخذ:

تفسیر ابنِ کثیر ج۴ ص ۲۵۰ سورة النجم.

- فتح القدیر للشوکانی ج۵ ص ۱۱۰ سورة النجم.

بحواله ابنِ مَرْدُوْیَه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۶۔ ترمذی ہی میں دوسری روایات جو ابنِ عباسؓ نے منقول ہوئی ہیں ان میں سے ایک میں وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ دوسری میں فرماتے ہیں دو مرتبہ دیکھا تھا اور تیسری میں ان کا ارشاد یہ ہے کہ آپؐ نے اللہ کو دل سے دیکھا تھا۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

۲۔ اَخْبَرَنَا اَبُوْبَكْرِبْنُ اِسْحَاقَ الْفَقِيْهُ اَنْبَأَ هِشَامُ بْنُ عَلِيِّ السَّدُوْسِيُّ، ثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّار، ثَنَاهِشَامُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: وَ اَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَسَارٍ وَ مُحَمَّدًا بْنُ الْمُثَنّٰى، قَالَ: ثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ:

اَتَعْجَبُوْنَ اَنْ تَكُوْنَ الْخُلَّةُ لِاِبْرَاهِيْمَ وَالْكَلَامُ لِمُوْسٰى وَ الرُّؤْيَةُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ.

هذا حديث صحيح على شرط البخارى و لم يخرجاه.

مآخذ:

المستدرک للحاکم جلد ۱ ص ۶۵. کتاب الایمان رای محمد صلی اللّٰه علیه وسلم رَبَّهٗ اور ج ۲ ص ۴۸۲.

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اِبْرَاهِيْمَ بِالْخُلَّةِ وَ اصْطَفٰى مُوْسٰى بِالْكَلَامِ وَ اصْطَفٰى مُحَمَّدًا بِالرُّؤْيَةِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ.

مآخذ:

○ تفسیر ابنِ جریر جلد ۱۱ ص ۲۹ سورۃ النجم. ○ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۹ (مختصر)

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَر،نَا سُفْيَانُ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: لَقِىَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا بِعَرَفَةَ فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ فَكَبَّرَ حَتّٰى جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ فَقَالَ بْنُ عَبَّاسٍ: اَنَا بَنُوْ هَاشِمٍ فَقَالَ كَعْبٌ: اِنَّ اللّٰهَ قَسَّمَ رُؤْيَتَهٗ وَ كَلَامَهٗ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَّ مُوْسٰى فَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ.

فَقَالَ مَسْرُوْقٌ: فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ: هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ فَقَالَتْ: لَقَدْ تَكَلَّمْتَ بِشَىْءٍ قَفَّ لَهٗ شَعْرِىْ قُلْتُ: رُوَيْدًا ثُمَّ قَرَأْتُ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى فَقَالَتْ: اَيْنَ يُذْهِبُ بِكَ؟ اِنَّمَا هُوَجِبْرِيْلُ. مَنْ اَخْبَرَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ اَوْكَتَمَ شَيْئًا مِمَّا اُمِرَبِهٖ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۷. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی.

ترجمہ: مسند احمد میں ابن عباس کی ایک روایت ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) ''میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا۔'' (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

۱۰۸. اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِیْ رَبِّی اللَّیْلَةَ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ. اَحْسِبُہٗ یَعْنِیْ فِی النَّوْمِ.

اَوْیَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰہُ ''اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْیَةَ وَ لٰکِنَّہٗ رَاٰی جِبْرِیْلَ لَمْ یَرَہٗ فِیْ صُوْرَتِہٖ اِلَّا مَرَّتَیْنِ مَرَّةً عِنْدَسِدْرَةِ الْمُنْتَھٰی وَ مَرَّةً فِیْ جِیَادِلَہٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ قَدْسَدَّ الْاُفُقَ.

و قدروی داؤد بن ابی ھند عن الشعبی عن مسروق عن عائشة ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نحو ھذا الحدیث وحدیث داؤد اقصر من حدیث مجالد.

ماخذ:

ترمذی ابواب التفسیر سورة النجم.

ابنِ کثیر ج۴ ص ۲۵۰ سورة النجم.

تخریج

۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِکْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

رَاَیْتُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی.

وَقَدْ سَمِعْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ اَبِیْ، اَمْلٰی عَلَیَّ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ.

ماخذ:

○ مُسندِ احمد ج ۱ ص ۲۸۵.

تخریج

۱ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، نَایَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَ ھٰذَا الْحَدِیْثِ، وَقَالَ یَحْیَی بْنُ عُمَارَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (ابنِ عباس کی دوسری روایت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آج رات میرا رب بہترین صورت میں میرے پاس آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ خواب میں آپؐ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ (تفہیم ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

۱۰۹۔ حَتّٰی جَآءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰی وَ دَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحَی اللّٰهُ فِيْمَا اَوْحٰی اِلَيْهِ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً۔ ۲

ترجمہ: حضرت انسؓ بن مالک کی ایک روایت جو قصہ معراج کے سلسلے میں شریک بن عبداللہ کے حوالے سے امام بخاریؒ نے کتاب التوحید میں نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ جب آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو اللہ رب العزۃ آپؐ کے قریب آیا اور آپؐ کے اوپر معلق ہو گیا یہاں تک کہ آپؐ کے اور اس کے درمیان بقدر دو کمان یا اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ گیا، پھر اللہ نے آپؐ پر جو امور وحی فرمائے ان میں سے ایک ۵۰ نمازوں کا حکم تھا۔

تشریح: (مندرجہ بالا روایت پر) علاوہ ان اعتراضات کے جو اس روایت کی سند اور مضمون پر امام خطابی، حافظ ابنِ حجر، ابنِ حزم اور حافظ عبدالحق وصاحب الجمع بین الصحیحین نے کیے ہیں، سب سے بڑا اعتراض اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ صریح قرآن کے خلاف پڑتی ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید دو الگ الگ رؤیتوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سے ایک ابتداءً اُفقِ اعلیٰ پر ہوئی تھی اور پھر اس میں دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کا معاملہ پیش آیا تھا، اور دوسری سدرۃ المنتہیٰ کے پاس واقع ہوئی تھی۔ لیکن یہ روایت ان دونوں رؤیتوں کو خلط ملط کر کے ایک رؤیت بنا دیتی ہے اس لئے قرآن مجید سے متعارض ہونے کی بنا پر اس کو تو کسی طرح قبول ہی نہیں کیا جا سکتا۔

روایات کا ماحصل

اب رہیں وہ دوسری روایات جو ہم نے اوپر نقل کی ہیں تو ان میں سب سے زیادہ وزنی روایتیں وہ ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عائشہؓ سے منقول ہیں۔ کیونکہ ان دونوں نے بالاتفاق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا

اَتَانِیْ فِی اللَّيْلَةِ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ: اَحْسِبُهٗ قَالَ: فِی الْمَنَامِ. الحديث

مآخذ:

- ترمذی ابواب التفسیر سورہ صٓ۔
- مُسندِ احمد ج ۱ ص ۳۶۸ ابن عباس۔
- ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ان دونوں مواقع پر آپؐ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا، اور یہ روایت قرآن مجید کی تصریحات اور ارشادات سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہیں۔ مزید برآں ان کی تائید حضورؐ کے ان ارشادات سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے آپؐ سے نقل کیے ہیں۔ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایات کتب حدیث میں منقول ہوئی ہیں۔ ان میں سخت اضطراب پایا جاتا ہے، کسی میں وہ دو رؤیتوں کو عینی کہتے ہیں، کسی میں دونوں کو قلبی قرار دیتے ہیں، کسی میں ایک کو عینی اور دوسری کو قلبی بتاتے ہیں، اور کسی میں عینی رؤیت کی صاف صاف نفی کر دیتے ہیں۔ ان میں سے کوئی روایت بھی ایسی نہیں ہے جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کوئی ارشاد نقل کر رہے ہوں۔ اور جہاں انہوں نے خود حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے، وہاں اوّل تو قرآن مجید کی بیان کردہ ان دونوں رؤیتوں میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں ہے اور مزید برآں ان کی ایک روایت کی تشریح دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضورؐ نے کسی وقت بحالتِ بیداری نہیں بلکہ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا اس لئے درحقیقت ان آیات کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منسوب روایات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح محمد بن کعب القرظی کی روایات بھی، اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کرتی ہیں، لیکن ان میں ان صحابہ کرام کے ناموں کی کوئی تصریح نہیں ہے جنہوں نے حضورؐ سے یہ بات سنی، نیز ان میں سے ایک میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضورؐ نے عینی رؤیت کی صاف صاف نفی فرمادی تھی۔

(چنانچہ ان روایات سے اس بات کی تصریح ہو جاتی ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ اس کی عظیم الشان آیات کو دیکھا تھا۔ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ اُفقِ اعلیٰ پر جس کو آپؐ نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا وہ بھی اللہ نہ تھا اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس جس کو دیکھا تھا وہ بھی اللہ نہ تھا۔ اگر آپؐ نے ان مواقع میں سے کسی موقع پر بھی اللہ جل شانہٗ کو دیکھا ہوتا تو یہ اتنی بڑی بات تھی کہ ضرور اس کی تصریح کر دی جاتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کی تھی، اور انہیں جواب دیا گیا تھا کہ لَنْ تَرَانِي "تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔" (الاعراف:۱۴۳) اب یہ ظاہر ہے کہ اگر یہ شرف، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا نہیں کیا گیا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا جاتا تو اس کی اہمیت خود ایسی تھی کہ اسے صاف الفاظ میں بیان کر دیا جاتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں کہیں یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ حضورؐ نے اپنے رب کو دیکھا تھا، بلکہ واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے سورہ بنی اسرائیل میں بھی یہ ارشاد ہوا ہے کہ ہم اپنے بندے کو اس لئے لے گئے تھے کہ "اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں" (لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا) اور یہاں سدرۃ المنتہٰی پر حاضری کے سلسلے میں بھی یہ فرمایا گیا ہے کہ "اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں (لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى) (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۰۱ النجم حاشیہ ۱۴)

تخریج

ف ۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ...... ثُمَّ عَلَابِهٖ فَوْقَ ذٰلِكَ بِمَالَايَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ حَتّٰى جَآءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى وَ دَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى. فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ فِيْمَا يُوْحِى اللّٰهُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً عَلٰى اُمَّتِكَ كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ. الحديث.

ماخذ:

بخاری ج۲ ص ۱۱۲۰ کتاب التوحید باب قَول اللّٰهِ و کَلَّم اللّٰه موسٰی تکلیمًا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل ہفتم

آخرت میں رُؤیت باری تعالیٰ

آخرت میں دیدارِالٰہی کی کیفیت

۱۱۰. اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ عِیَانًا۔

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ یُوْسُفَ الْیَرْبُوْعِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ، عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ عِیَانًا.

مآخذ:

بخاری کتاب التوحید قول اللّٰه وجوه یومئذ ناضرة اِلٰی ربها ناظرة.

○ ابنِ کثیر ج ۲ ص ۴۵۰.

۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَیْنٌ الْجُعْفِیُّ عَنْ زَائِدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَیَانُ ابْنُ بِشْرٍ، عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ، قَالَ:

حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ: اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَاتُضَآمُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِهٖ.

حضرت جریر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چاندنی رات میں ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "قیامت کے روز تم اپنے رب کو (بغیر کسی مزاحمت و رکاوٹ کے) اسی طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں کے اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کی رؤیت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔"

مآخذ:

بخاری ج۲ ص۱۱۰۷ کتاب الردعلی الجهمیّة و غیرهم التوحید قول اللّٰه وُجُوْهٌ یَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: (حضورؐ نے فرمایا ہے کہ) "تم اپنے رب کو علانیہ دیکھو گے۔" (تفہیم القرآن ج۶ ص۱۷۲ القیامۃ حاشیہ ۱۷)

۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: نَامَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، قَالَ: اَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِي خَالِدٍ، قَالَ: نَا قَيْسُ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَ هُوَ يَقُوْلُ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذْنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: اَمَا اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَاتُضَآ مُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ، فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَ الْعَصْرَ ثُمَّ قَرَأَ جَرِيْرٌ فَسَبِّحْ بِحَمْدِرَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا.

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ کی نظر چودھویں کے چاند کی جانب اٹھ گئی۔ آپؐ نے فرمایا: "تم اپنے رب کو (قیامت کے روز) اسی طرح دیکھو گے جس طرح بلا کسی مزاحمت کے اس چاند کو دیکھ رہے ہو لہٰذا ممکن حد تک صلاۃ فجر ومغرب کا خیال رکھو۔"

پھر حضرت جریر بن عبداللہ نے قرآن پاک کی آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِرَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا پڑھی۔ یعنی طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کر۔

مآخذ:

- مسلم ج۱ ص ۲۲۸ کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب ان اول وقت المغرب عند غروب الشمس۔ ○ ترمذی ابواب صفۃ الجنۃ باب ماجاء فی رؤیۃ الرب تبارک و تعالٰی۔
- مسندِ احمد بن حنبل ج۴ ص ۳۶۰ مرویات جریر بن عبداللہ۔
- ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی الرئویۃ۔
- ابنِ کثیر ج۴ ص ۴۵۰۔

ابوداؤد نے فنظر الی القمر (لیلۃ البدر) لیلۃ اربع عشرۃ کا اضافہ نقل کیا ہے۔

- ابنِ ماجہ المقدمۃ باب فیما انکرت الجھمیۃ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۱۔ ترجمہ: بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ! کیا ہم قیامت کے روز اپنے رب کو دیکھیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا: کیا تمہیں سورج اور چاند کو دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے

۴۔ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، ثنا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ.

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ نَاسٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: هَلْ تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيْرَةِ لَيْسَتْ فِي سَحَابَةٍ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: هَلْ تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِيْ سَحَابَةٍ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاتُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ اِلَّا كَمَا تُضَآرُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا.

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے رسولؐ خدا کیا ہم قیامت کے روز اپنے رب کو دیکھیں گے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا بتاؤ دوپہر کا وقت ہو، مطلع بالکل صاف ہو، ابر آلود نہ ہو اس وقت تمہیں سورج کے دیکھنے میں کسی قسم کی مزاحمت، دقت یا رکاوٹ پیش آتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں پھر استفسار فرمایا کہ چاند چودھویں رات کا ہو، آسمان پر بادل بھی نہ ہوں تو کیا رویتِ قمر میں تمہیں کوئی مزاحمت پیش آتی ہے انہوں نے عرض کیا۔نہیں۔آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تمہیں بھی (روز قیامت) رویتِ باری تعالیٰ میں اسی طرح کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی جس طرح ان دونوں کی رویت میں رکاوٹ پیش نہیں آتی۔"

ماٰخذ:

○ مسلم كتاب الايمان ج ۱ ص ۱۰۰. ○ ابوداؤد كتاب السنة باب في الرؤية.

۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، ثنا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، انا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيْعِ ابْنِ حُدُسٍ،

عَنْ عَمِّهٖ اَبِيْ رَزِيْنٍ، قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَنَرَى اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ وَ مَا آيَةُ ذٰلِكَ فِيْ خَلْقِهٖ؟ قَالَ: يَا

حضرت ابو رزین سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسولؐ اللہ! کیا ہم کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا؟ (اگر ہوگا) تو اس کی مخلوق کی مثال سے ذرا سمجھا دیجئے۔ حضورؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کہ بیچ میں بادل بھی نہ ہو؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھو گے۔
اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک اور روایت بخاری و مسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ سے مروی ہے۔ (تفہیم ج ۶ ص ۱۷۳ القیامہ حاشیہ ۱۷)

رَزِيْنٍ! اَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ مُخْلِيًا بِهٖ؟ قَالَ: قُلْتُ، بَلٰى، قَالَ: فَاللّٰهُ اَعْظَمُ، وَ ذٰلِكَ آيَةٌ فِيْ خَلْقِهٖ.

"اے ابورزین چاند جب چودھویں کا ہو اور سب سے الگ نمایاں ہو تو کیا تم میں سے ہر ایک اسے نہیں دیکھتا؟" ابورزین کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا "ہاں" فرمایا "تو پھر اللہ کی ذاتِ گرامی تو بہت عظیم ہے۔ اس کی مخلوق میں یہ چاند اس بات کی مثال ہے۔"

ابوداؤد میں هُوَ خَلْقٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ، فَاللّٰهُ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ کا اضافہ ہے۔

ماٰخذ:

- ابنِ ماجه المقدمة باب فيما انكرت الجهميّة.
- ابو داؤد كتاب السنة باب فى الرؤية.

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ،

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: هَلْ تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ اِذَا كَانَتْ صَحْوًا؟ قُلْنَا: لَا، قَالَ: فَاِنَّكُمْ لَاتُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا كَمَا تُضَآرُّوْنَ رُؤْيَتِهَا. الحديث

حضرت ابوسعیدؓ خدری سے مروی ہے:
کہ ہم نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! کیا ہم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا "جب سورج چاشت کے وقت پوری طرح روشن ہو تو اسے دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت پیش آتی ہے؟" عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "اس روز تم اپنے رب کو اسی طرح بغیر کسی رکاوٹ کے دیکھو گے جس طرح اس سورج کو دیکھ رہے ہو۔"

ماٰخذ:

- بخاری ج۲ ص ۱۱۰۷ كتاب الرد على الجهميّة وَ غيرهم التوحيد باب قول الله وجوه يومئذٍ ناضرة الى ربها ناظره.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۲۔ ترجمہ: مسلم اور ترمذی میں حضرت صہیبؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں مزید کچھ دوں؟ وہ عرض کریں گے کیا آپؐ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کر دیے؟ کیا آپؐ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کر دیا اور جہنم سے بچا نہیں لیا؟ اس پر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دے گا اور ان لوگوں کو جو کچھ انعامات ملے تھے ان میں سے کوئی انعام بھی انہیں اس سے زیادہ محبوب نہ ہوگا کہ وہ اپنے رب کی دید سے مشرف ہوں، اور یہی وہ مزید انعام ہے جس کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ (لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ یعنی جن لوگوں نے نیک عمل کیے ان کے لئے اچھا اجر ہے اور اس پر مزید بھی۔'' (یونس:۲۶) (تفہیم ج ۶ ص ۱۷۳ القیامہ حاشیہ ۱۷)

- مسلم کتاب الایمان ج ۱ ص ۱۰۲ مسلم نے ضحوا کی جگہ صحوا نقل کیا ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اِنَّ النَّاسَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تُضَآرُّوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟ قَالُوْا لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: فَهَلْ تُضَآرُّوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ؟ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: فَاِنَّكُمْ تَرَوْنَهٗ الحديث.

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا ہمیں قیامت کے دن ہمارے پروردگار کا دیدار نصیب ہوگا؟ آپ نے فرمایا، ''کیا تمہیں چودھویں کے بے حجاب چاند کو دیکھنے میں رکاوٹ یا دقت محسوس ہوتی ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ نہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا جب مطلع ابر آلود نہ ہو اور سورج اپنی تابانیاں دکھار ہا ہو اس وقت اسے دیکھنے میں کوئی دقت محسوس کرتے ہو؟ عرض کیا نہیں، فرمایا ''تو تم اسی طرح عیاں طور پر اپنے رب کا دیدار کرو گے۔''

ماخذ:

بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۶ کتاب الردّ علی الجَهمیّة و غیر هم التوحید باب قول اللّٰه وجوه یومئذٍ ناضرة الی ربها ناظرة.

- مسلم ج ۱ ص ۱۰۰ کتاب الایمان باب اثبات رؤیة المؤمنین فی الاخرة ربهم سبحانه و تعالیٰ.
- مسلم ج ۲ ص ۴۰۹ کتاب الزهد باب فی بیان ان الاعضاء منطقة شاهدة یوم القیامة.
- ابن ماجه باب فیما انکرت الجهمیة.
- ترمذی ابواب صفة الجنة باب ماجاء فی خلودا هل الجنة و اهل النار.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۳۔ ترجمہ: (مسند احمد، ترمذی، دارقطنی، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، بیہقی، ابن ابی شیبہ اور بعض دوسرے محدثین نے تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ) اہلِ جنت میں سے کم سے کم درجے کا جو آدمی ہوگا وہ اپنی سلطنت کی وسعت دو ہزار سال کی مسافت تک دیکھے گا، اور ان میں سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والے لوگ ہر روز دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھیں گے۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی کہ ''اس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۷۳ القیامہ حاشیہ ۱۷)

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيِّ، قَالَ: نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتِ الْبَنَانِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى، عَنْ صُهَيْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُ كُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ؟ وَ تُنْجِنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظْرِ اِلٰى رَبِّهِمْ وَ هِيَ الزِّيَادَةُ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ.

ماخذ:

مسلم كتاب الايمان باب اثبات رؤية المؤمنين فى الآخرة ربهم سبحانه و تعالٰى.

○ ترمذی ابواب صفة الجنة باب ماجاء فی رؤية الرب تبارک و تعالٰى. ○ ابن ماجه المقدمه باب فيما انكرت الجهمية. ○ ابن كثير ج۴ ص ۴۵۰.

۲. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ،

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَ

حضرت ابوسعیدؓ خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا کہ اے اہلِ جنت! وہ عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں سعادت تیرے ہاتھ میں ہے اور بھلائی کا تو ہی مالک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۴۔ ترجمہ: ابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ اللہ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اللہ کی طرف دیکھیں گے، پھر جب تک اللہ سے پردہ نہ فرما لے گا اس وقت تک وہ جنت کی کسی نعمت کی طرف توجہ نہ کریں گے اور اسی کی طرف دیکھتے

سَعْدَيْکَ وَ الْخَيْرُ فِيْ يَدَيْکَ فَيَقُوْلُ: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ وَ مَالَنَا لَانَرْضٰى يَارَبِّ وَ قَدْ اَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ فَيَقُوْلُ: اَلَا اُعْطِيْکُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا رَبِّ وَ اَىُّ شَيْىءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ؟ فَيَقُوْلُ: اُحِلُّ عَلَيْکُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْکُمْ بَعْدَهُ اَبَدًا.

ہے۔ ارشاد ربانی ہوگا کیا تم راضی ہو، عرض کریں گے کیا وجہ ہے کہ ہم راضی نہ ہوں اے ہمارے پروردگار جب کہ تو نے ہمیں وہ کچھ عنایت فرمایا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں ایسی چیز عطا نہ کروں جو اس سے افضل ہے؟" عرض کریں گے پروردگار وہ کون سی چیز ہے جو اس سے افضل ہے؟ ارشاد ہوگا "میری رضا، یعنی میں اب تم پر ہمیشہ راضی رہوں گا اور کبھی ناراض نہ ہوں گا۔"

ماٰخذ:

- بخاری ج۲ ص ۱۱۲۱ کتاب الرد علی الجَهْمِيّة و غيرهم الخ باب كلام الرب مع اهل الجنة.
- مسلم ج۲ ص۳۷۸ کتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها.
- ترمذی ج۲ ص ۸۲ ابواب صفة الجنة باب...... ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، ثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ، ثَنَا عَبْدُالْمَلِکِ بْنُ اَبْجَرَ عَنْ ثُوَيْرِبْنِ اَبِيْ فَاخِتَةَ، عَنِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَيَنْظُرُ فِيْ مُلْکِ اَلْفَيْ سَنَةٍ يَرٰى اَقْصَاهُ كَمَا يَرٰى اَدْنَاهُ يَنْظُرُ فِيْ اَزْوَاجِهِ وَخَدَمِهِ. وَ اِنَّ اَفْضَلَهُمْ مَنْزِلَةً لَيَنْظُرُ فِي وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى كُلَّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ.

ماٰخذ:

- مُسْنَدِ احمد ج ۲ ص ۱۳. ابن عمر. ○ ابن کثیر ج ۴ ص ۴۵۰.
- فتح القدير ج۵ ص ۳۴۰ سورة قيامة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہیں گے۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۷۳ القیامہ حاشیہ ۱۷)

تشریح: (حضورؐ کی ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے) کہ آخرت میں اللہ کے مکرم بندوں کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ کَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ "ہرگز

۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، اَخْبَرَنِيْ شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ، عَنْ اِسْرَائِيْلَ، عَنْ ثُوَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ يَنْظُرُ اِلٰى جِنَانِهٖ وَ زَوْجَاتِهٖ وَ نَعِيْمِهٖ وَ خَدَمِهٖ وَ سُرُرِهٖ مَسِيْرَةَ اَلْفِ سَنَةٍ، وَ اَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مَنْ يَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهٖ غُدْوَةً وَ عَشِيَّةً ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ.

حضرت ثویر سے مروی ہے کہ:
میں نے ابن عمر کو یہ بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اہلِ جنت میں سے کم درجہ کا جو آدمی ہوگا وہ بھی اپنے باغات، اپنی بیویاں، اپنی عطا شدہ نعمتیں اور اپنے خادم اور اپنے پلنگ ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا اور ان میں سے سب سے معزز آدمی وہ ہوگا جو صبح و شام دیدارِ الٰہی سے لطف اندوز ہوگا۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ قیامہ کی آیت پڑھی: اس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

و قدروی هذا الحديث من غير وجه عن اسرائيل عن ثوير عن بن عمر مرفوعاً. ورواه عبدالملک بن اَبْجَرَ عن ثوير عن ابن عمر مرفوعًا. ورواه عبيدالله الاشجعي عن سفيان عن ثوير عن مجاهد عن ابن عمر قوله ولم يرفعه.

ماخذ:

- ترمذی ابواب صفة الجنة باب ماجاء في روية الرب تبارک و تعالٰی.
  اور ابواب التفسير سورة قيامة.
  ابنِ عمر کی یہ روایت مسند احمد بن حنبل اور ترمذی کے علاوہ دار قطنی، ابنِ جریر، ابن المنذر، الطبرانی، البیہقی، عبدابن حمید ابن مردویہ، ابنِ ابی شیبہ وغیرہ نے بھی بیان کی ہے۔ المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۵۰۹ ابنِ عمر
- روح المعانی ج ۱۲ پ ۳۰ ص ۱۴۵ سورة القيامة.
- فتح القدير للشوكانی ج۵ ص ۳۴۰. ابن عمر.

نہیں، وہ (یعنی فجار) اُس روز اپنے رب کی دید سے محروم ہوں گے۔" (المطففین: ۱۵) اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محرومی فجار کے لئے ہوگی نہ کہ ابرار کے لئے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر انسان خدا کو دیکھ کیسے سکتا ہے؟ دیکھنے کے لئے تو لازم ہے کہ کوئی چیز کسی خاص جہت، مقام، شکل اور رنگ میں سامنے موجود ہو، روشنی کی شعاعیں اس سے منعکس ہو کر انسان کی آنکھ پر پڑیں اور آنکھ سے دماغ کے مرکز بینائی تک اس کی تصویر منتقل ہو۔ کیا اللہ رب العالمین کی ذات کے متعلق اس طرح قابلِ دید ہونے کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ انسان اس کو دیکھ سکے؟ لیکن یہ سوال دراصل ایک بڑی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اس میں دو چیزوں کے درمیان فرق نہیں کیا گیا ہے۔ ایک چیز ہے دیکھنے کی حقیقت اور دوسری چیز ہے دیکھنے کا فعل صادر ہونے وہ خاص صورت جس سے ہم اس دنیا میں آشنا ہیں۔ دیکھنے کی حقیقت یہ ہے کہ دیکھنے والے میں بینائی کی صفت موجود ہو، وہ نابینا نہ ہو، اور دیکھی جانے والی چیز اس پر عیاں ہو، اس سے مخفی نہ ہو۔ لیکن دنیا میں ہم کو جس چیز کا تجربہ اور مشاہدہ ہوتا ہے وہ صرف دیکھنے کی وہ خاص صورت ہے جس سے کوئی انسان یا حیوان بالفعل کسی چیز کو دیکھا کرتا ہے، اور اس کے لئے لامحالہ یہ ضروری ہے کہ دیکھنے والے کے جسم میں آنکھ نامی ایک عضو موجود ہو، اس عضو میں بینائی کی طاقت پائی جاتی ہو۔ اس کے سامنے ایک ایسی محدود مجسم رنگ دار چیز حاضر ہو جس سے روشنی کی شعاعیں منعکس ہو کر آنکھ پر پڑیں اور آنکھ میں اس کی شکل سما سکے۔ اب اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ دیکھنے کی حقیقت کا عملی ظہور صرف اسی خاص صورت میں ہو سکتا ہے جس سے ہم اس دنیا میں واقف ہیں تو یہ خود اس کے اپنے دماغ کی تنگی ہے، ورنہ

تخریج

۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ اَبِی الشَّوَارِبِ، ثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الْعَبَّادَانِیُّ، ثَنَا الْفَضْلُ الرَّقَاشِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ،

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَهْلُ الْجَنَّةِ فِی نَعِيْمِهِمْ اِذْ سَطَحَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُسَهُمْ فَاِذَا الرَّبُّ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ: وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ قَالَ: فَيَنْظُرُ اِلَيْهِمْ

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اہلِ جنت، اپنی نعمتوں میں مگن ہوں گے کہ اچانک ان کے سامنے ایک نور بلند ہوگا۔ یہ اپنی نظریں اوپر اٹھا کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کا پروردگار اوپر سے جلوہ نما ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوگا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ (جنتیو! تم پر سلامتی ہو) یہی اللہ تعالیٰ کے فرمان سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ کی تفسیر ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کی طرف دیکھے گا اور جنتی اپنے رب کا دیدار کریں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے رہیں گے اپنی نعمتوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درحقیقت خدا کی خدائی میں دیکھنے کی ایسی بے شمار صورتیں ممکن ہیں جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس مسئلے میں جو شخص الجھتا ہے وہ خود بتائے کہ اس کا خدا بینا ہے یا نابینا؟ اگر وہ بینا ہے اور اپنی ساری کائنات اور اس کی ایک ایک چیز کو دیکھ رہا ہے تو کیا وہ اسی طرح آنکھ نامی ایک عضو سے دیکھ رہا ہے جس سے دنیا میں انسان و حیوان دیکھ رہے ہیں، اور اس سے بینائی کے فعل کا صدور اسی طریقے سے ہو رہا ہے جس طرح ہم سے ہوتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے اور جب اس کا جواب نفی میں ہے تو آخر کسی صاحبِ عقل و فہم انسان کو یہ سمجھنے میں کیوں مشکل پیش آتی ہے کہ آخرت میں اہلِ جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار اس مخصوص شکل میں نہیں ہوگا جس میں انسان دنیا میں کسی چیز کو دیکھتا ہے، بلکہ وہاں دیکھنے کی حقیقت کچھ اور ہوگی جس کا ہم یہاں ادراک نہیں کر سکتے؟ واقعہ یہ ہے کہ آخرت کے معاملات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا ہمارے لئے اس سے زیادہ مشکل ہے جتنا ایک دو برس کے بچے کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ازدواجی زندگی کیا ہوتی ہے، حالانکہ جوان ہو کر اسے خود اس سے سابقہ پیش آنا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۷۳ القیامہ حاشیہ ۱۷)

وَ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلٰى شَيْئٍ مِنَ النَّعِيْمِ مَادَامُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُوْرُهٗ وَ بَرَكَتُهٗ عَلَيْهِمْ فِيْ دِيَارِهِمْ.	طرف ذرہ بھر ملتفت نہ ہوں گے تا آنکہ اللہ تعالیٰ ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا اور اس کی نورانیت اس کی برکات ان کی قیام گاہوں میں ان پر باقی رہیں گی۔

قَالَ السیوطی فی مصباح الزجاجة. والذی رایته انافی کتاب العقیلی مانصه عبداللّٰه ابن عبیداللّٰه ابو عاصم العبّادانی منکر الحدیث و کان الفضل یری القدر: کادان یغلب علی حدیثه الوهم.

مآخذ:

ابن ماجه المقدمة باب فیما انکرت الجهمیّة.

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُوْيَه عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ: قَالَ يَنْظُرُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمْ بِلَا كَيْفِيَّةٍ وَ لَا حَدِّ حُدُوْدٍ وَ لَا صِفَةٍ مَعْلُوْمَةٍ.	حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "(اس روز) کچھ چہرے ترو تازہ ہوں گے، اپنے ربّ کی طرف دیکھتے ہوں گے اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ لوگ اپنے رب کا دیدار کریں گے لیکن یہ دیدار ایسا ہوگا کہ نہ اس کی کوئی کیفیت ہوگی، اور نہ اس کی حد بندی کی جا سکتی ہے اور نہ یہ عام اور معلوم طریقوں میں سے کس طریقے کا ہوگا

مآخذ:

فتح القدیر للشوکانی ج۵ ص ۳۴۰ بحواله ابن مردویه عن انس ابن مالک.

۱؎ سورہ یونسؑ۔ آیت ۵۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ادارہ معارفِ اسلامی
منصورہ ۔ لاہور ۔ پاکستان